

شرح
فوائد مكيّة

www.KitaboSunnat.com

تأليف

أستاذ القراء والمجودين الشيخ القارى

المقرى محمد إدريس العاصم مدظله

فاضل مدينه يونيورسٹی

فرائد الیومی
لاهور



معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مَجْلِسُ التَّحْقِيقِ الْإِسْلَامِيِّ کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ KitaboSunnat@gmail.com

🌐 www.KitaboSunnat.com

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

اقْرَأُوا الْقُرْآنَ بِلُحُونِ الْعَرَبِ

(رواه مالك والنسائي عن حذيفة)

ماہر فنون تجوید و قراءات شیخ العرب والعجم حضرت مولانا القاری المقرئ
محمد عبدالرحمن الہکی اللہ بادی قدس سرہ کی شہرہ آفاق تصنیف فوائد مکیہ کی شرح

المعروف

شرح

فَوَائِدُ مَكِّيَّةٍ

تالیف

أَسْتَاذُ الْقِرَاءِ وَالْمَجُودِينَ الشَّيْخُ الْقَارِي

المقرئ محمد إدريس العاصم مدخله

فاضل مدینہ یونیورسٹی

قِرَاءَتُ الْكِتَابِ

28 - الفضل مارکیٹ 17 - اردو بازار لاہور

Ph.: 042 - 7122423

0300 - 4785910



235
ش

انتباہ

قرآءت اکیڈمی (رجسٹرڈ) کی جملہ مطبوعات کے جملہ حقوق کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت محفوظ ہیں کوئی صاحب یا ادارہ قرآءت اکیڈمی (رجسٹرڈ) کی بغیر اجازت لیے نقل یا اشاعت کرنے کا مجاز نہیں ہے بصورت دیگر قانونی چارہ جوئی کی جائے گی۔

لیگل ایڈوائزر: شفیق احمد چاولہ
ایڈووکیٹ ہائی کورٹ لاہور



نام کتاب ----- شرح فوائد مکيه
مؤلف ----- حضرت قاری محمد ادریس العاصم
ناشر ----- قرآءت اکیڈمی (رجسٹرڈ) لاہور
کمپوزنگ و ----- یونیک گرافکس
سرورق ڈیزائن ----- الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

استاذ القراء والمجودين الشيخ سيدى و استاذى القارى المقرئ

محمد صدیق صاحب لکھنوی دامت برکاتہم کے شرح مذکور سے متعلق تاثرات

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

فوائد مکيه حضرت استاذ الکل شیخ الاسلام ذہ و المجودین القاری المقرئ محمد عبدالرحمن مہاجر کی ثم الہ آبادی نور اللہ مرقدہ کی قواعد تجوید پر ایک عظیم الشان تصنیف ہے۔ فوائد مکيه برصغیر پاک و ہند کے تمام مدارس تجوید میں تقریباً لگ بھگ پون صدی سے زائد عرصہ سے داخل نصاب ہے اس کی سب سے پہلی تشریح حضرت شیخ التجوید والقرآءت استاذنا الاحترم القاری المقرئ مولانا عبدالمالک نور اللہ مرقدہ نے فرمائی جو تعلیقات مالکیہ کے نام سے مشہور و معروف ہے جو کہ نہایت ہی عظیم اور مدلل تشریح ہے فوائد مکيه کی دیگر اساتذہ نے بھی مختلف ادوار میں تشریح فرمائی ہے۔

زیر نظر شرح فوائد مکيه دراصل استاذ القراء حضرت القاری المقرئ اظہار احمد تھانوی قدس اللہ سرہ کے افادات ہیں جنہیں ان کے تلمیذ خاص کرم قاری محمد ادریس العاصم دامت برکاتہم نے تحریر کیا ہے۔ میں نے اس شرح کو مختلف مقامات سے پڑھا عام فہم زبان اور آسان انداز میں مسائل تجوید ذہن نشین کرانے کی کوشش کی ہے۔ اس دور انحطاط میں جبکہ علمی طور پر طلبہ کی اکثریت کی استعداد بہت کمزور ہے اکابر اساتذہ کے افادات کو بحسن و خوبی زیر طباعت سے آراستہ کر کے طلباء تجوید تک پہنچانا بلاشبہ ایک بہت بڑا کارنامہ ہے جو شارح موصوف نے نہایت خوبی سرانجام دیا ہے۔ شاید ہی کوئی ایسا مقام ہو جو لائق تشریح ہو اور اس کی توضیح نہ کی گئی ہو۔ مشکل اصطلاحات تجوید کی تشریح نہایت آسان الفاظ میں کی گئی ہے۔ ساتھ ساتھ قرآن اور احادیث سے استدلال اور اساتذہ فن کے اقوال بھی جمع کر دیئے گئے ہیں۔

انشاء اللہ! یہ کتاب اساتذہ تجوید کے لیے خصوصاً اور مبتدی طلباء کے لیے عموماً نافع اور مفید ثابت ہوگی۔ دعا ہے کہ اللہ رب العزت اپنے فضل و کرم سے شارح موصوف کے علم و فن میں مزید ترقی عطا فرمائے اور زیر نظر شرح کو ان کے لیے ذخیرہ آخرت بنائے اور طلباء تجوید کے لیے نفع بخش بنائے۔ آمین

www.KitaboSunnat.com

خادم القرآن (تماری) محمد صدیق لکھنوی

3-4-2003

بسم الله الرحمن الرحيم

عرض شارح

الحمد لله رب العلمين و الصلوة و السلام على امام النبیین و المرسلین و على اله

و از واجه و صبحه اجمعین. اما بعد!

فوائد مکبہ علم تجوید میں ایک نہایت اعلیٰ پائے کی کتاب ہے جو کہ اہم مرجع کی حیثیت رکھتی ہے۔ حضرت مؤلفؒ کی للہیت اور خلوص کی برکت ہے کہ برصغیر پاک و ہند کے تجوید و قرآءات کے مدارس میں اپنی طباعت کے بعد سے ہی یہ کتاب داخل نصاب ہے۔

فوائد مکبہ اذوق کتاب ہے اس کے مضامین انتہائی مختصر مگر جامع ہیں۔ باوجودیکہ طلباء اس سے قبل دو یا تین تجوید کی کتب پڑھ چکے ہوتے ہیں مگر اس کتاب کا سمجھنا ان کے لیے پھر بھی دشوار ہوتا ہے۔ راقم کے مشاہدے میں یہ بات بھی آئی ہے کہ بعض نوآموز اساتذہ اس کے بہت سے مضامین حل کرنے سے قاصر ہوتے ہیں۔

اس کتاب کے پڑھانے کا حق میرے مربی شیخی سندی و استاذ الاساتذہ حضرت مولانا القاری المقری اظہار احمد اتھانوی نور اللہ مرقدہ ادا کرتے تھے۔ شیخ محترم کا فوائد مکبہ پڑھانے کا ایک مخصوص و موثر انداز تھا جو اس قدر علمی اور عام فہم تھا جو عطیہ خداوندی ہی کہا جاسکتا ہے۔ راقم نے بھی حضرت شیخؒ سے فوائد مکبہ میں خوب خوب استفادہ کیا اس کے باوجود کہ زمانہ طالب علمی کو کافی عرصہ گزر چکا ہے میں نے اس شرح مذکور میں کافی مقامات پر حضرت شیخؒ کے فرمودہ دروس کے نکات کو ذہن کے دریچوں سے صفحات پر منتقل کیا ہے۔

کتاب کے دقائق اور مشکلات کو پیش نظر رکھ کر طلباء اور اساتذہ اس کے حواشی کی جانب رجوع کرتے ہیں یہ حقیقت ہے کہ نامور اساتذہ عظام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے حواشی اس کتاب کے حل میں معاون ثابت ہوئے ہیں مگر تسہیل و توضیح کی ضرورت ہر شعبہ علم میں بڑھتی جا رہی ہے۔ راقم نے اپنے تدریسی دور میں یہ عام مشاہدہ کیا کہ طلباء کے لیے فوائد مکبہ کی ایک ایسی مفصل شرح کا ہونا بہت ضروری ہو گیا ہے جو کتاب کے حل میں بہترین راہنما ہو۔

تدریسی مشغولیت فوائد مکبہ کی ایک مفصل اور جامع شرح کے لکھنے میں بہت زیادہ حائل تھی۔ ادھر احباب کا اصرار بڑھ رہا تھا کہ فوائد مکبہ کے اوپر ایک مفصل اور جامع شرح کا ہونا وقت کی اہم ضرورت بن گئی ہے۔

(خاتمۃ القراء فی الہند حضرت قاری عبدالرحمن مکیؒ نے فوائد مکبہ کے ایک ایک جملے میں علم کے سمندر سمودئیے ہیں اس کا

اندازہ مجھے شرح مذکور کے کام کے دوران ہوا اور حقیقت یہ ہے کہ حضرت خاتمہ القراء فی الہندؒ کی تبحر علمی کو مد نظر رکھتے ہوئے مجھے اپنی علمی بے بضاعتی کا ہر دم اور ہر موقع پر اعتراف رہا۔ احباب اور رفقاء کے شدید اصرار پر توکل علی اللہ اس عظیم کام کو شروع کیا اور الحمد للہ اب یہ شرح چھپ کر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

راقم نے کوشش کی ہے کہ شرح میں مسائل تجوید کو آسان انداز میں پیش کروں نیز حضرت مصنف نور اللہ مرقدہ کے بیان کی کما حقہ وضاحت کر سکوں۔ القراءات العشر کی غیر متعلقہ اسباحث سے حتی الامکان پرہیز کی کوشش کی ہے۔ اور نفس کتاب کے حل پر ہی اپنی توجہ مرکوز رکھی ہے۔ شرح میں شامل بعض مضامین کی عربی و فارسی عبارات کا اردو میں عام فہم اور سلیس ترجمہ بھی طلباء کی سہولت کے لیے کر دیا ہے۔ مسائل پر استنباد کے طور پر المقدمۃ الجزریہ۔ تحفۃ الاطفال۔ الشاطبیہ۔ الدرہ۔ طبیۃ النثر۔ عقلیۃ اتراب القصائد کے اشعار اور النثر فی القراءات العشر کی عبارات نقل کی گئی ہے اور ان کا معنی نیز ترجمہ بھی ہمراہ دیا گیا ہے۔

میں استاذ القراء المقری نجم الصبح اتھانوی حفظہ اللہ فاضل القراءات العشر و استاذ شعبہ تجوید و قراءات مدرسہ عالیہ تجوید القرآن لاہور اور مدرسہ اسلامیہ استاذ الخواص قاری محمد طارق بالا کوئی فاضل القراءات العشر کا بے حد ممنون ہوں کہ انہوں نے شرح کی پروف ریڈنگ میں میرے ساتھ از حد تعاون کیا اور موسموں کے گرم و سرد اور سختی و نرمی کے باوجود انتہائی خوش دلی سے اس کام میں میرے ساتھ تعاون کیا اور مسودہ کی پروف ریڈنگ کی۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمل میں برکت عطا فرمائے آمین۔ نیز محترم عزیز احمد اتھانوی حفظہ اللہ مدیر قراءات اکیڈمی نے اس کی طباعت و اشاعت اور کمپوزنگ وغیرہ غرض جملہ امور کی بڑی تندہی اور ذوق و شوق سے نگرانی کی ہے۔ میں ان کے پُر خلوص تعاون کا انتہائی ممنون احسان ہوں۔

اللہ وحدہ لا شریک کے حضور دعا گو ہوں کہ اس شرح کو شرف قبولیت سے نوازے اور اسے میرے لیے اور میرے انتہائی قابل احترام اساتذہ کرام استاذ القراء والمجددین حضرت القاری المقری اظہار احمد اتھانوی نور اللہ مرقدہ اور استاذ القراء والمجددین حضرت القاری المقری عبدالفتاح السید الجمی المرصفی المصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور شیخ الحدیث والفسیر حضرت مولانا علامہ ابوالبرکات احمد المدراسی رحمہ اللہ تعالیٰ کے لیے اور میرے والدین ماجدین کے لیے ذریعہ نجات بنائے جن کی دعاؤں اور محنتوں سے راقم اس قابل ہوا ہے۔

واللہ ولی التوفیق و صلی اللہ علی سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ و ذریاتہ اجمعین

خادم القرآن الکریم

العبد محمد ادریس العاصم غفری عنہ

ذی القعدہ ۱۴۲۳ھ

مطابق جنوری ۲۰۰۳ء

مدرسہ صولتیہ کی تاریخ

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد برصغیر سے بہت سے علماء اور اہل ثروت حضرات نے سرزمین حجاز کی جانب ہجرت کی ان میں حضرت مولانا حاجی امداد اللہ صاحب فاروقی مہاجر کیؒ اور حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی مہاجر کیؒ قاطع عیسائیت کے نام نامی سرفہرست ہیں۔

ان دونوں حضرات نے محسوس کیا کہ جو اہل ہند ہجرت کر کے مکہ مکرمہ اور اس کے گرد و نواح میں آباد ہو رہے ہیں ان کی صحیح دینی تربیت کے لیے ایک ایسا مرکز قائم کیا جائے جہاں ان باشندگان ہند کے بچوں کو دینی تعلیم سے آراستہ کرنے اور بالخصوص ان کی قرآن و قرأت کی صحیح تعلیم کا اہتمام و انصرام کیا جائے۔ اس عظیم مقصد کو مد نظر رکھ کر مدرسہ ہندیہ کے نام سے رمضان المبارک ۱۲۹۰ھ میں حرم مکہ کے اندر ایک مدرسہ کا قیام عمل میں لایا گیا۔

ہندوستان کے مخصوص حالات جس میں مسلمانوں پر بہت زیادہ سختی تھی اور حجاز میں بھی عسرت و تنگدستی کا دور تھا ان حالات میں مدرسہ کو چلانا جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔

موسم حج ۱۲۹۰ھ میں کلکتہ کی ایک اولوالعزم اور مخیر خاتون صولت النساء بیگم اپنی لڑکی اور داماد کے ساتھ حج کے لیے آئیں۔ ہر نیک دل اور صاحب استطاعت مسلمان کی دلی خواہش ہوتی ہے کہ وہ حرمین شریفین میں کوئی نیک کام اور صدقہ جاریہ قائم کر جائے۔ صولت النساء صاحبہ بھی مکہ معظمہ میں ایک رابطہ (مسافر خانہ) بنانے کا بہتر جذبہ اپنے ساتھ لائیں۔ موصوفہ کے داماد اکثر مسجد حرام میں حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر کیؒ کے حلقہ درس میں شریک ہوتے تھے۔ مشورہ کے طور پر انہوں نے اپنی خوشدامن صاحبہ کے مبارک ارادہ کا ذکر حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ سے کیا۔ حضرت مولاناؒ نے جواباً فرمایا کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں رابطوں کی کمی نہیں اس کی بجائے اس سے زیادہ ضروری اور اہم ایک مدرسہ کی ضرورت ہے مکہ معظمہ میں کوئی ایسا مستقل مدرسہ نہیں جو اہل ہند کی دینی تربیت و رہنمائی کا کام سرانجام دے سکے۔ یہ بات صولت النساء صاحبہؒ کے جب گوش گزار ہوئی تو وہ دوسرے دن حضرت مولانا کیرانویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اس رائے کو انتہائی مسرت کے ساتھ پسند کرتے ہوئے مدرسہ کی زمین کی خرید کے لیے گفتگو کی۔ اللہ تعالیٰ کو یہ عظیم الشان کام اس بلند ہمت خاتون سے لینا تھا۔

محلہ خندریہ میں جگہ خریدی گئی اور مدرسہ کی تعمیر شروع ہو گئی۔ اس دوران صولت النساء بیگمؒ خود تعمیر کا کام دیکھنے کے لیے تشریف لائیں اور اپنی خوش قسمتی اور اپنی توفیق خدمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتیں۔ مدرسہ صولتیہ کے سب سے پہلے رجسٹر

کی ابتدائی عبارت جو حضرت مولانا رحمۃ اللہ صاحب کیرانویؒ کے قلم مبارک سے ہے نقل ذیل ہے:

”حمد اور نعت کے بعد یہ ہے کہ اگرچہ مدرسہ ہندیہ حضرات اہل ہند کی ہمت اور توجہ سے مکہ معظمہ ادا اللہ شرفہا میں سنہ بارہ سو نوے ہجری (۱۲۹۰ھ) رمضان المبارک کے مہینہ میں قائم ہوا تھا۔ پر اسباب چند و در چند سے جو اس سنہ کے چار مہینوں میں کئی طرح کے حرج پیش آئے۔ سو اس لحاظ سے ہم نے ان چار مہینوں کو نظر سے گرا کے اس مدرسہ کے قیام کو محرم الحرام بارہ سو اکانوے ہجری (۱۲۹۱ھ) گنتے ہیں۔ اور سب امور متعلقہ اس مدرسہ کو اسی سال سے لیتے ہیں۔ اللہ خیر سے ان امور کو انجام دیجیو۔ بسمہ و کرمہ“

۱۲ شعبان المعظم ۱۲۹۱ھ بروز چار شنبہ میں مدرسہ صولتیہ کی نئی عمارت میں طلباء کو لایا گیا۔ ازل سے علم الہی میں یہ سعادت اور فخر چونکہ محترمہ صولت النساء بیگم مرحومہؒ کے حصہ میں تھا اس لیے حضرت مولانا رحمۃ اللہ صاحب کیرانویؒ مہاجر کی نے ان کے اس ایثار کی بہتر یادگار کے طور پر مرکز اسلام کے اس عظیم علمی ادارے کا نام ”مدرسہ صولتیہ“ رکھا جو قیامت تک اس کے نام کو عزت اور بچی ناموری کے ساتھ زندہ رکھے گا۔ انشاء اللہ

۱۳ شعبان المعظم ۱۲۹۱ھ کو مدرسہ صولتیہ کے یوم تاسیس و افتتاح پر عمارت جدید میں اسباق شروع ہوئے۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ صاحبؒ کے حکم سے شیخ العرب والعجم القاری المقرئ ابراہیم سعد الشافعی المصری الازہریؒ نے طلباء کو قرآن کریم کی تعلیم دینی شروع کی۔ شیخ ابراہیم سعد مصریؒ ہی مدرسہ کے سب سے پہلے قرآن پاک کے باقاعدہ مدرس مقرر ہوئے۔ اس کے بعد حضرت مولانا رحمۃ اللہ کیرانویؒ مہاجر کی نے بخاری شریف شروع فرمائی جس کے بعد شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی نے مثنوی مولانا روم کا درس دیا۔ بعد ازاں طویل دعا ہوئی اور دعا کے بعد تمام مہمانان گرامی شرکائے مجلس اور طلباء کو کھانا کھلایا گیا۔

مدرسہ کے اغراض و مقاصد:

حضرت مولانا رحمۃ اللہ کیرانویؒ مہاجر کی بانی مدرسہ صولتیہ کے ذہن میں مدرسہ کے قیام کے بعد جو لائحہ عمل تھا اس کے تین اہم اہداف تھے:

- (۱) اسلامی دنیا سے مکہ معظمہ میں ہر سال شائقین علوم دینیہ کی ایک کثیر جماعت اس جذبہ اور ولولہ کے ساتھ آتی ہے کہ اسلام کے اس عظیم دینی مرکز میں تعلیم حاصل کرے اور اسلامی تہذیب و معاشرت کا گہرا مطالعہ کرنے کا انہیں قریب سے موقع ملے۔ ان آفاقی طلبہ کی تعلیم اور قیام و طعام کا اہتمام اور حتی الامکان ان کی ضروریات کا لحاظ رکھنا مدرسہ صولتیہ کا اہم فرض ہے۔

(۲) مہاجرین حرم کی اولاد کی تعلیم و تربیت کا انتظام کرنا تاکہ آوارہ گردی و جہالت و بداخلاقی کے شکار نہ ہوں اور تعلیم و تربیت کے ساتھ ان کو شریف پیٹھے سکھائے جائیں تاکہ گداگری اور فقر و تنگدستی کی مصیبت سے ان کو نجات ملے اور اللہ کے گھر میں دوسروں کے دست نگر نہ رہیں۔

(۳) ہندوستان (قدیم) میں قرآن پاک کی صحیح قرأت کی اشاعت اور اس اغراض کو ختم کرنا کہ ہندوستانی حفاظ کلام اللہ کو غلط پڑھتے ہیں۔ مصر و حجاز وغیرہ ممالک اسلامیہ کے قراء اور حفاظ کی ہندوستانیوں پر کلمۂ چینی بیجا نہیں۔ اس کے ازالہ کے لیے ہر ممکن کوشش کرنا۔

حضرت اقدس بانی مدرسہ صولتیہ مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی مہاجر کی کی وفات ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۰۸ھ میں ہوئی تو اس کے بعد دارالعلوم حرم مدرسہ صولتیہ کی نظامت و خدمت حضرت مولانا محمد سعید صاحب کیرانوی کے سپرد ہوئی جنہوں نے ۱۳۰۸ھ سے ۱۳۵۸ھ تک پورے پچاس سال مدرسہ صولتیہ کی نظامت و خدمت کا حق ادا کیا۔

حضرت مولانا سعید صاحب کیرانوی کے دور میں بھی مدرسہ اپنی خدمات اسی آب و تاب سے انجام دیتا رہا جس طرح بانی مدرسہ کے دور میں انجام دے رہا تھا۔ آپ نے مدرسہ کی موجودہ تین منزلہ شاندار عمارت بھی تعمیر کروائی جس کا آغاز ۱۳۲۹ھ میں ہوا اور جس کی تکمیل ۱۳۳۸ھ میں ہوئی۔ ۱۳۵۸ھ میں حضرت مولانا محمد سعید صاحب کیرانوی کی وفات کے بعد مدرسہ مذکورہ کی نظامت و خدمت حضرت مولانا محمد سلیم صاحب کے حصہ میں آئی آپ نے بھی ۲ شعبان المعظم ۱۳۹۷ھ تک تقریباً چالیس سال خدمات انجام دیں۔

۱۳۰۸ھ میں جب حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی نے داعی اجل کو لبیک کہا تو ان کی ہدایت اور وصیت کے مطابق شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی مدرسہ صولتیہ کے سرپرست مقرر فرمائے گئے۔ اب ہم یہاں مدرسہ صولتیہ کے نامور فارغین کے اسماء ذکر کرتے ہیں:

- (۱) شیخ القراء والحدو دین القاری المقری محمد عبد اللہ کی۔ (۲) شیخ القراء والحدو دین القاری المقری محمد عبد الرحمن کی۔
- (۳) شیخ القراء والحدو دین القاری المقری محمد حبیب الرحمن کی۔ (۴) حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی۔
- (۵) شیخ القراء والحدو دین القاری المقری محمد عبد الحاق سہارنپوری کی۔ (۶) شیخ القراء والحدو دین القاری المقری محمد عبد المالک علی گڑھی۔ (۷) شیخ القراء محمد سلیمان بھوپالی۔ (۸) حضرت مولانا محمد سلیم صاحب کیرانوی کی سابقہ ناظم مدرسہ صولتیہ۔
- (۹) شیخ القراء قاری محی الدین کی۔ (۱۰) شیخ القراء قاری عبد الوحید صاحب الہ بادی سابقہ صدر مدرس دارالعلوم دیوبند۔
- (۱۱) شیخ القراء قاری مرزا محمود بیگ (داماد حضرت قاری عبد اللہ کی) (۱۲) قاری احمد بن قاری عبد اللہ کی۔ (۱۳) قاری حامد بن قاری عبد اللہ کی۔ (۱۴) قاری محمود بن قاری عبد اللہ کی۔ (۱۵) قاری سراج بن قاری عبد اللہ کی۔ (۱۶) شیخ القراء

محمد صدیق مبین سنگھیؒ۔ (حضرت قاری محمد صدیق مبین سنگھیؒ نے حفظ حضرت قاری عبداللہ کئیؒ سے کیا ہے تجوید۔ قراءات سبعہ اور قراءات عشرہ میں تمام تراستفادہ حضرت قاری عبدالرحمن کئیؒ سے مدرسہ احیاء العلوم الہ آباد میں کیا ہے۔ ہمارے اس قول کی مؤید حضرت قاری محمد صدیق صاحب مبین سنگھیؒ کے تلامذہ کی اسناد ہیں جو حضرت قاری عبدالرحمنؒ کے واسطے سے ہیں۔ براہ راست حضرت قاری عبداللہ کئیؒ کے واسطے سے نہیں ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں شجرۃ الاساتذہ فی اسانید القراءات العشر التواترہ مطبوعہ قرآءت اکیڈمی لاہور) (۱۷) حضرت مولانا عین القضاۃ صاحب لکھنویؒ ناظم مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ۔ (۱۸) شیخ القراء محمد سبحان اللہ صاحبؒ۔ (۱۹) قاری جلال الدین صاحبؒ۔ (۲۰) قاری شاہ محی الدین عبداللہ المعروف ابوالخیر مجددیؒ۔ (۲۱) قاری سید محمد علی نواکھالیؒ۔ (۲۲) قاری سید محمد عثمان بنگالیؒ۔ (۲۳) قاری شاہ محمد عمر تھانوی کئیؒ۔ (۲۴) قاری میراں شاہ صاحب ندویؒ۔ (۲۵) قاری محمد صدیق دہلویؒ۔ (۲۶) قاری محمد میاں لدھیانویؒ۔ (۲۷) قاری محمد دیار بھوپالیؒ۔ (۲۸) قاری محمد ابراہیم رشید کئیؒ۔ (۲۹) قاری سید مرتضیٰ حسینیؒ۔ (۳۰) قاری خلیل الرحمن بنگالیؒ۔ (۳۱) قاری محمد صغیر بنگالیؒ۔ (۳۲) قاری محمد اکرم نعمانی کابلیؒ۔ (۳۳) قاری فیض الحسن دو جانونیؒ۔ (۳۴) قاری بدرالاسلام کیرانویؒ۔ (۳۵) قاری مطیع اللہ ملتانیؒ۔ (۳۶) قاری حمید اللہ مراد آبادیؒ۔ (۳۷) قاری عبداللہ رشید رنگونیؒ۔ (۳۸) مفتی محمد عمر شمس آبادیؒ۔ (۳۹) حضرت مولانا قاری عبدالاولؒ بن قاری کرامت علی جوہوریؒ۔ (۴۰) مولانا احمد الدین چکوالیؒ۔ (۴۱) مولانا محمد حسین جانؒ۔ (۴۲) مولانا قاری نور احمد امرتسریؒ۔ (۴۳) حضرت مولانا فضل حق شمس آبادیؒ (۴۴) قاری سید محمد مدنیؒ (۴۵) قاری محمد عبدالرزاقؒ جیسے اکابرین شامل ہیں۔



سوانح حیات

خاتمۃ القراء فی الہند حضرت قاری محمد عبدالرحمنؒ

نام: محمد عبدالرحمنؒ
لقب: خاتمۃ القراء فی الہند
نسبت: الالہ آبادی الہمی
والد محترم کا نام: محمد بشیر خانؒ
مسلک: حنفی (دیوبندی)

حضرت قاری صاحبؒ کا خاندان:

آپ کے والد محمد بشیر خانؒ انتہائی متقی پرہیزگار دیندار اور جذبہ جہاد سے سرشار تھے۔ دینداری اور تقویٰ اس قدر غالب تھا کہ دین کے معاملہ میں مال اور جان کی پرواہ بھی نہیں کرتے تھے۔ اسی لیے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے دوران محمد بشیر خان صاحبؒ نے انگریزوں کے خلاف جہاد میں بھرپور حصہ لیا اور مجاہدین آزادی کی ہر طرح سے مدد کی۔ محمد بشیر خانؒ قائم گنج ضلع فرخ آباد یوپی کے رہنے والے تھے تجارت ذریعہ معاش تھا مالی لحاظ سے بہت مضبوط تھے۔ محمد بشیر خانؒ کو اپنے بچوں کی دینی تعلیم و تربیت کا بہت خیال رہتا تھا اس مقصد کے لیے وہ اپنے خاندان سمیت کانپور تشریف لائے کیونکہ کانپور میں دینی علوم کے بڑے بڑے ادارے تھے۔ اسی اثناء میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی شروع ہو گئی محمد بشیر خان نے داسے درے سنے ہر لحاظ سے انگریزوں کے خلاف جہاد میں حصہ لیا۔ جنگ آزادی کے خاتمے پر انگریزوں نے مجاہدین کی مدد کرنے پر محمد بشیر خان صاحبؒ کا تمام مال و اسباب اور جائیداد وغیرہ ضبط کر لی۔ بعد ازاں محمد بشیر خان ان حالات میں اپنے بڑے بھائی کے پاس گوالیار چلے آئے جو کہ گوالیار کے ایک نامور اور مشہور آدمی تھے۔ حضرت قاری صاحب کے تایا صاحبؒ کے نام سے تذکرہ نگار خاموش ہیں مگر مورخین یہ لکھتے ہیں کہ حضرت قاری صاحبؒ کے تایا جان کا بھی سارا مال و اسباب اور جائیداد انگریزوں نے مجاہدین آزادی کی اعانت کے جرم میں ضبط کر لیا۔ جنگ آزادی کے بعد عمومی طور پر مسلمانان ہند کی مالی حالت زار اس قدر خستہ ہو چکی تھی کہ نئے سرے سے کوئی بھی کام شروع کرنا زحمت دشوار تھا۔ محمد بشیر خان صاحبؒ اور ان کے بڑے بھائی تو ویسے بھی انگریزوں کے معتب نظر تھے اس لیے دونوں بھائیوں نے باہم مشورہ کر

کے یہی بہتر سمجھا کہ بلد الامین مکہ معظمہ کی طرف ہجرت اختیار کر لی جائے۔

۱۲۸۳ھ مطابق ۱۸۶۷ء میں سترہ افراد پر مشتمل یہ خاندان مکہ مکرمہ ہجرت کر گیا۔ مکہ مکرمہ میں رباط برما میں اس خاندان نے رہائش اختیار کی۔ شروع کے ایام بڑے سخت اور کٹھن تھے بعض اوقات کھانے کے لیے کچھ بھی موجود نہ ہوتا اور پورا خاندان صرف ذمہ داری کر گزارہ کرتا۔

کچھ عرصہ کے بعد حضرت قاری صاحبؒ کے تایا جانؒ کا انتقال ہو گیا۔ اور پورے کنبے کی کفالت کا بوجھ حضرت قاری صاحبؒ کے والد گرامی محمد بشیر خانؒ کے کاندھوں پر آن پڑا۔ محمد بشیر خان صاحب جہاں ایک اچھے تاجر تھے وہیں انہیں جلد سازی کے کام میں بھی مہارت تامہ تھی۔ ہجرت کے وقت آپ ہندوستان سے کچھ جلد سازی کا سامان بھی ساتھ لے کر گئے تھے۔

مکہ معظمہ میں آپ کے حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی مہاجر کیؒ اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کیؒ سے بڑے گہرے مراسم قائم ہو گئے اور اسی وجہ سے آپ کو مکہ معظمہ میں جلد سازی کا کام کرنے کی اجازت مل گئی۔ تھوڑے ہی عرصہ میں محمد بشیر خانؒ اپنی دیانت۔ اخلاق و گفتار اور فی مہارت تامہ کی بدولت بہت مشہور ہو گئے اور کاروبار میں بھی خوب ترقی ہوئی۔

محمد بشیر خان صاحبؒ کے تین فرزند تھے۔

- (۱) شیخ العرب والجم القاری المقری محمد عبداللہ کیؒ صدر مدرس قراءات مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ
- (۲) خاتمۃ القراء فی الہند القاری المقری محمد عبدالرحمن المکی الالہ بادیؒ صدر مدرس قراءات مدرسہ احیاء العلوم الدہلویہ۔
- (۳) شیخ القراء والجمو دین القاری المقری محمد حبیب الرحمن کیؒ لکھنؤی صدر مدرس قراءات مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ۔

حضرت قاری صاحبؒ کی پیدائش اور جائے پیدائش

محمد بشیر خان صاحبؒ کے سب سے بڑے صاحبزادے شیخ العرب والجم القاری المقری محمد عبداللہ کیؒ ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۸۵۶ء میں فرخ آباد یوپی میں پیدا ہوئے۔

جبکہ خاتمۃ القراء فی الہند القاری المقری محمد عبدالرحمن کیؒ ۱۲۸۰ھ مطابق ۱۸۶۴ء میں گوالیار میں پیدا ہوئے۔ جبکہ تیسرے فرزند شیخ القراء القاری المقری محمد حبیب الرحمن کیؒ ہیں تذکرہ نگاران کے سنہ پیدائش کا ذکر نہیں کرتے مگر یہ بات تذکرہ قاریان ہند میں تحریر ہے کہ آپ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ یہ بات تاریخ کی کتب میں موجود ہے کہ آپ نے اپنے بڑے بھائی حضرت قاری محمد عبداللہ کیؒ سے قراءات عشرہ سیکھیں اپنے صاحبزادے کی وفات کے بعد حجاز سے ہندوستان آئے اور بعد ازاں لکھنؤ تشریف لا کر مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ میں صدر مدرس تجوید و قراءات مقرر ہوئے اور تشنگان علم تجوید و قراءات کو

سیراب فرماتے رہے آخر عمر میں دمہ کی شکایت ہو گئی تو بغرض علاج حضرت قاری عبد الرحمن صاحب مکی کے پاس الہ آباد تشریف لے گئے اور وہیں ۱۳۳۲ھ میں انتقال ہوا۔ الہ آباد میں ہی مدفون ہیں رحمۃ اللہ رحمۃ واسعہ (تذکرہ قاریان ہند جلد دوم ص ۳۲۳۔ فیضانِ رحمت ص ۷۳) میرے استاذ محترم حضرت قاری اظہار احمد اتھانوی رلیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ہم نے سنا تھا کہ حضرت قاری حبیب الرحمن مکیؒ بے حد سریلی آواز کے مالک تھے اور بہت سے عربی لہجوں پر عبور رکھتے تھے اور بہت ہی عمدہ پڑھا کرتے تھے۔

بعض حضرات نے ان کے علاوہ ایک چوتھے بھائی کا تذکرہ مزید کیا ہے۔ مگر تذکرہ قاریان ہند میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا ایسے ہی حضرت قاری عبد اللہ مکیؒ کی سوانح (فیضانِ رحمت) جو ان کے خاندان کے لوگوں اور دیگر معتبر حضرات کی مدد سے تحریر کی گئی ہے اس میں بھی چوتھے بھائی کا کوئی تذکرہ موجود نہیں ہے۔

تعلیم و تربیت

محمد بشیر خان صاحبؒ جلد سازی کا کام نہایت شاندار کرتے تھے مگر انہوں نے اپنی اولاد کے لیے یہی مناسب سمجھا کہ ان کی دینی تعلیم و تربیت کا خصوصی اہتمام و انصرام ہو۔ اس واسطے آپ نے اپنے تینوں صاحبزادوں کو حضرت مولانا رحمۃ اللہ کیرانوی مہاجر مکیؒ کے سپرد کیا کہ ان تینوں کو شاندار تعلیم دلوائی جاسکے۔ قیام مکہ مکرمہ کے دوران ہی محمد بشیر خان صاحبؒ اور ان کی اہلیہ کا یکے بعد دیگرے انتقال ہو گیا اور یہ تینوں بھائی مکمل طور پر حضرت مولانا رحمۃ اللہ کیرانوی مہاجر مکیؒ کے دست شفقت تلے آ گئے۔ حضرت مولاناؒ نے محمد بشیر خان صاحبؒ کی وصیت و خواہش کا مکمل احترام کیا اور تینوں بھائیوں کو شاندار تعلیم و تربیت سے آراستہ کیا۔

حضرت قاری عبد اللہ مکیؒ کو حضرت مولانا رحمۃ اللہ کیرانویؒ نے شیخ القراء قاری عبد القادر صاحبؒ کے سپرد کیا جو کہ مدراس کے رہنے والے تھے اور جامعہ ازہر مصر سے علم تجوید و قراءات پڑھ کر مکہ مکرمہ تشریف لائے تھے۔ مکہ مکرمہ میں حضرت مولانا رحمۃ اللہ صاحب کیرانویؒ نے انہیں باب ابراہیم مسجد حرام میں قرآن کی تعلیم دینے پر مامور فرمایا تھا۔ حضرت قاری عبد اللہ مکیؒ نے آپ سے قرآن پاک حفظ کیا اور مشق وغیرہ میں استفادہ کیا۔ بعد ازاں آپ قاری عبد القادر مدرسیؒ کے معین استاذ مقرر ہوئے۔

اسی دوران مصر کے ایک عظیم استاذ ماہر تجوید و قراءات استاذ الاساتذہ القاری المقری شیخ ابراہیم سعد بن علی المصری الشافعی الازہریؒ مکہ مکرمہ تشریف لے آئے۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ کیرانویؒ نے آپ کی خدمات مدرسہ صولتیہ کے لیے حاصل کر لیں اور سب سے پہلے مدرس قراءات مدرسہ صولتیہ مقرر ہوئے۔ شیخ موصوف بڑی زبردست اور شاندار علمی شخصیت کے حامل تھے آپ نے اپنے وقت کے عظیم استاذ شیخ حسن بدیر الجریسی الکبیرؒ سے استفادہ فرمایا تھا اور قراءات عشرہ بطریق

درہ وطیبہ ان سے پڑھیں تھیں۔ جبکہ الشیخ حسن بدیر البحر لیبی الکبیر المصری الازہری الشافعیؒ کا فن میں استفادہ خاتمۃ القراء و المحققین الشیخ محمد المتولی المصری الشافعی الازہریؒ سے تھا۔ جن کی ذات پورے عالم اسلام میں تجوید و قراءات کے حوالے سے مرجع خلافت تھی۔ (مفصل شجرۃ الاساتذہ عنقریب چھپ کر نظر ثانی ہوگا انشاء اللہ)

حضرت قاری عبد اللہ صاحب مکیؒ نے باوجود مدرس ہونے کے اس نعمت عظمیٰ کو غنیمت جانتے ہوئے شیخ ابراہیم سعد مصریؒ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا اور ان سے تجوید و قراءات بطریق الشاطبیہ۔ الدرہ اور طیبہ میں مہارت تامہ حاصل کر کے اجازت حاصل کی اور شیخ ابراہیم سعد مصریؒ کی وفات کے بعد مدرسہ صولتیہ میں شیخ القراء کے منصب جلیلہ پر فائز ہوئے۔

قاری ابراہیم سعد مصریؒ کے نامور تلامذہ میں حضرت قاری عبد اللہ مکیؒ کے علاوہ حضرت قاری سبحان اللہ صاحب مکیؒ اور دیگر نامور حضرات شامل تھے۔ حضرت شیخ ابراہیم سعدؒ نے دوران تدریس مدرسہ صولتیہ ہی ہر ستر سال رحلت فرمائی اور ایک صاحبزادہ محمد یادگار چھوڑا۔

حضرت قاری عبد اللہ مکیؒ نے مدرسہ صولتیہ میں کم و بیش چالیس سال خدمت قرآن کی ۲۵ شوال ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۹۱۹ء کو آپ نے رحلت فرمائی اور جنت المعلیٰ مکہ مکرمہ میں مدفون ہوئے۔

حضرت قاری عبد اللہ مکیؒ سے ہی آپ کے دونوں چھوٹے بھائیوں نے تجوید و قراءات عشرہ بطریق شاطبیہ و درہ وطیبہ میں استفادہ فرمایا۔ (دیکھو تذکرہ قاریان ہند جلد اول صفحہ ۲۳۳۔ جلد دوم صفحہ ۳۲۳ فیضان رحمت صفحہ ۷۷)

بعض تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ حضرت قاری عبد الرحمن مکیؒ نے بھی حضرت قاری ابراہیم سعد مصریؒ سے استفادہ فرمایا ہے مگر آپ کی جاری کردہ اسناد روایت حفص وغیرہ سے یہ بات پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی ہے بہر حال حضرت قاری عبد الرحمن مکیؒ نے تمام ترقی استفادہ یعنی تجوید و قراءات عشرہ صغریٰ و کبریٰ اپنے برادر اکبر حضرت قاری عبد اللہ مکیؒ سے حاصل کی ہیں۔ (مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجئے خلاصۃ البیان فی تجوید القرآن مؤلفہ استاذ القراء قاری محمد ضیاء الدین صاحب صدیقیؒ اور ہدیۃ الوحید فی علم التجوید مؤلفہ استاذ القراء قاری عبد الوحید آل باویؒ کہ ہر دو کتب میں مؤلفین حضرات اپنی تجوید و قراءات کی اسناد بیان فرما رہے ہیں)

اس کے علاوہ آپ نے حضرت مولانا قاری محمد غازی صاحب کیمبل پوریؒ سے بھی بطور تبرک سند عشرہ حاصل کی ہے۔ بعض تذکرہ نگار اس بات پر مصر ہیں کہ آپ نے روایت حفص اور سبع قراءات تو حضرت قاری عبد اللہ مکیؒ سے پڑھیں اور الدرہ المصعیدہ اور طیبۃ النشر ہندوستان تشریف لا کر حضرت مولانا قاری محمد غازی صاحبؒ سے پڑھیں یعنی بقول ان کے مدرسہ صولتیہ سے تعلیم نامکمل چھوڑ کر یہاں ہندوستان تشریف لے آئے اور یہاں آ کر تعلیم مکمل کی۔ مگر یہ بات کچھ حلق سے اترتی نہیں ہے۔ اس سلسلے میں راقم اور اس کے علاوہ میرے شیخ محترم حضرت القاری المقریؒ اظہار احمد اتھانویؒ نور اللہ مرقدہؒ نے

کافی تحقیق کی جس کے بعد یہ بات واضح ہو کر سامنے آئی کہ حضرت قاری عبدالرحمنؒ کی تمام ترقی استفادہ اپنے برادر اکبر حضرت قاری عبداللہؒ کی سے ہی تھا۔ ذیل میں ہم اس کے لیے کچھ نکات بیان کرتے ہیں۔

(۱) حضرت قاری ضیاء الدین صدیقیؒ اپنی تالیف خلاصۃ البیان فی تجوید القرآن میں تمام ترقی استفادے کا سلسلہ سند حضرت قاری عبدالرحمنؒ کی عن حضرت قاری عبداللہؒ کی ہی بیان کر رہے ہیں۔ یاد رہے کہ حضرت قاری ضیاء الدین صدیقیؒ حضرت قاری عبدالرحمنؒ کی کے بہت اولین تلامذہ میں سے ہیں۔

(۲) حضرت قاری عبدالوہید صاحب الدہ آبادیؒ اپنی تالیف ہدیۃ الوحید فی علم التجوید میں تحریر فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنا تمام ترقی استفادہ ۱۳۲۰-۱۳۲۱ھ میں حضرت قاری عبدالرحمنؒ کی سے فرمایا۔ بعدہ ۱۳۲۹ھ میں مدرسہ صولتیہ حاضر ہو کر شیخ العرب والعجم حضرت قاری عبداللہؒ کی کو بھی سنایا اور یوں ان سے بھی قراءات سبعہ اور بعد ازاں بذریعہ خط قراءات عشرہ کی سند بھی عطا ہوئی۔ (دیکھئے ہدیۃ الوحید مطبوعہ دیوبند صفحہ ۴۶)

بعد ازاں متصل صفحہ پر ہی حضرت قاری صاحب موصوف نے اپنی قراءات سبعہ و عشرہ کی سند مکمل بیان کی ہے اس میں اپنا تمام ترقی استفادہ حضرت قاری عبدالرحمنؒ کی اور حضرت قاری عبداللہؒ کی کے واسطے سے ظاہر فرمایا ہے مگر کہیں حضرت مولانا قاری محمد غازی صاحبؒ کا ذکر نہیں۔ (دیکھئے ہدیۃ الوحید مطبوعہ دیوبند صفحہ ۴۷-۴۸)

(۳) تذکرہ قاریان ہند مؤلفہ قاری بسم اللہ بیگ صاحبؒ میں حضرت قاری عبدالرحمنؒ کی کا بہت مفصل تذکرہ موجود ہے۔ فنی استفادہ میں حضرت قاری عبداللہؒ کی کا تو تذکرہ ہے قاری محمد غازی صاحبؒ کے استفادے کا سرے سے تذکرہ ہی موجود نہیں۔ اور نہ ہی قاری محمد غازی صاحبؒ کے سوانحی حالات موجود ہیں حالانکہ صاحب تذکرہ قاریان ہند کو حضرت مولانا قاری عبدالرحمنؒ کی کے بہت سے تلامذہ سے شرف ملاقات حاصل رہا ہے۔ اور ان سے ہی سن کر اپنی کتاب میں حضرت قاری عبدالرحمنؒ صاحبؒ کے بہت مفصل احوال تحریر فرمائے ہیں۔

(۴) فیضان رحمت سوانح حضرت قاری عبداللہؒ کی میں بھی مصنف سوانح مولانا امداد صابری صدیقی دہلویؒ حضرت قاری عبدالرحمنؒ کی کا فنی استفادہ تمام تر بڑے بھائی حضرت قاری عبداللہؒ کی سے بیان فرما رہے ہیں۔ ہاں قاری محمد غازی صاحبؒ سے استفادے کا تذکرہ صفحہ ۹۶ پر کیا ہے۔

(۵) میرے شیخ محترم حضرت استاذ القراء القاری المقری اظہار احمد اتھانوی نور اللہ مرقدہ نے اپنی اسناد سے متعلق کتاب شجرۃ الاساتذہ میں بڑی تحقیق و تدقیق کے بعد الدہ آباد اور لکھنؤ کے مدارس میں جہاں کہ حضرت قاری عبدالرحمنؒ کی تدریس فرماتے رہے ہیں خط و کتابت کر کے یہ بات تحریر کی ہے کہ حضرت قاری عبدالرحمنؒ کی کا فنی استفادہ حضرت قاری عبداللہؒ کی سے ہے اور بطور تبرک حضرت قاری محمد غازی صاحبؒ سے بھی سندی ہے۔

(۶) راقم کی خط و کتابت حضرت الاستاذ کی اسی کتاب شجرۃ الاساتذہ کی تکمیل کے سلسلہ میں امام القراء حضرت القاری المقرئ محمد عبدالمالک نور اللہ مرقدہ کے صاحبزادے اور مدرسہ دارالترتیل والقرآن کے مہتمم حضرت استاذ القراء والمجدوبین القاری المقرئ محمد شا کرانور صاحب نور اللہ مرقدہ سے رہی ہے اس میں حضرت قاری صاحب موصوفؒ فرماتے ہیں:

”حضرت امام القراء القاری المقرئ محمد عبدالمالک صاحب کی سند عشرہ صغریٰ و کبریٰ میں تمام ترقی استفادہ حضرت قاری عبد الرحمنؒ کی عن حضرت قاری عبد اللہؒ کی ہے۔ سند مذکور میں کہیں بھی قاری غازی صاحب کا نام مذکور نہیں۔“

عقلی دلائل کے لحاظ سے بھی دیکھیں تو یہ بات ناممکن نظر آتی ہے کہ حضرت قاری عبد الرحمنؒ کی صرف شاطبیہ پڑھ کر ہندوستان تشریف لے آئیں ہوں۔

(۱) سوانحی تذکرہ جات میں لکھا ہے کہ جب حضرت قاری عبد اللہؒ نے حضرت قاری عبد الرحمنؒ کی کو قراءات متواترہ میں کامل کر دیا تو ایک دن حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ نے حضرت قاری عبد الرحمنؒ کی کو ایک محفل میں سینے سے لگایا آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا قاری عبد اللہؒ کی کو تو میں یہاں مدرسہ صولتیہ میں رکھتا ہوں اور تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم ہندوستان جاؤ اور وہاں تجوید و قراءات اور عربی لہجوں کی ترویج و اشاعت کرو۔ (فیضان رحمت سوانح حضرت قاری عبد اللہؒ کی صفحہ ۳ و فوائد مکبہ معہ حاشیہ تعلیقات مالکیہ مطبوعہ قراءات اکیڈمی صفحہ ۴ سوانحی حالات حضرت قاری عبد الرحمنؒ کی و سوانح حضرت قاری عبد المالک صاحبؒ صفحہ ۲۸۱)

سوچنے والی بات ہے کہ ایک شخص کو صرف قراءات سبعہ پڑھا کر یہ متصور کر لیا جائے کہ وہ کامل ہو گئے ہیں۔ کیا اس سے قبل صرف سبعہ قراءات کے حوالے سے برصغیر میں کام نہیں ہو رہا تھا۔ تذکرہ قاریان ہند اٹھائے اس میں حضرت قاری عبد الرحمن صاحبؒ کی کے بہت سے معاصر مقامی قراء عظام ملیں گے جو قراءات کے حوالے سے کام کر رہے تھے پانی پتی سلسلہ کو ہی دیکھ لیجئے پانی پت وغیرہ میں بہت مربوط طرز پر کام ہو رہا تھا۔ مگر حقیقت یہی ہے کہ اس بات میں کوئی صداقت نہیں کہ حضرت قاری عبد الرحمنؒ کی فن کی تکمیل کے بغیر ہی ہندوستان تشریف لے آئے۔ کیونکہ اس سے حضرت کو بھیجے والوں یعنی حضرت قاری عبد اللہؒ کی اور حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔

(۲) دوسری عقلی دلیل ملاحظہ کیجئے حضرت قاری عبد الوحید صاحبؒ ہدیۃ الوحید کے صفحہ ۴۶ پر فرماتے ہیں:

”۱۳۲۹ھ میں حرمین شریفین کی حاضری اور قیام سے مشرف ہوا تو بلد اللہ مکہ معظمہ میں مدرسہ صولتیہ ہندیہ کے مدرس اول فخر العجم و مسند العرب شیخ القراء والمجدوبین حضرت قاری عبد اللہ صاحبؒ کی سے عز و شرف تلمذ بلا واسطہ بھی حاصل ہوا اور اس درگاہ عالی سے بھی سند و اجازت سلسلہ قراءات سبعہ مشہورہ معہ کتب درسیہ مخصوصہ عطا ہوئی۔ الحمد للہ کثیرا کثیرا۔“

بعدہ بوساطت عزیز ی و محبی حاجی حافظ قاری عبدالرحمن صاحب جالندھری قراءات عشرہ کی بھی سند و اجازت سلسلہ سے سرفراز ہوا۔“ (ہدیۃ الوحید مطبوعہ دیوبند صفحہ ۳۶)

حضرت قاری عبدالوہید صاحبؒ کے اس بیان سے صاف مفہوم ہو رہا ہے کہ وہ حج کے لیے تشریف لے گئے تو بطور تبرک کچھ سنایا اور حضرت قاری عبداللہؒ نے انہیں پہلے سب سے قراءات کی اجازت عطا فرمائی اور بعد ازاں قاری عبدالرحمن جالندھری صاحبؒ کی وساطت سے یعنی بذریعہ خط عشرہ قراءات کی سند و اجازت بھجوائی جو شخص بطور تبرک سنائے ان کو تو حضرت قاری عبداللہؒ کی صاحبؒ بذریعہ خط سند و اجازت مرحمت فرمادیں اور جس شخصیت نے اپنا تمام ترقی استفادہ ہی حضرت قاری عبداللہؒ سے کیا ہو کیا یہ سوچا جاسکتا ہے کہ حضرت قاری عبداللہؒ نے انہیں بغیر تکمیل کرائے ہی ہندوستان روانہ کر دیا ہو؟

حقیقت یہ ہے کہ حضرت قاری عبدالرحمنؒ کی ہندوستان تشریف لانے سے قبل قراءات عشرہ بطریق شاطبیہ والدردہ اور بطریق طیبہ کا حصول فرما چکے تھے۔ مگر ہندوستان تشریف لا کر حضرت مولانا قاری محمد غازی صاحبؒ سے بطور تبرک قراءات عشرہ کی سند لی ہے۔

کیونکہ یہ بات تو تاریخ کی کتب میں بعض جگہ منقول ہے کہ آپ نے درس نظامی کی تکمیل کے لیے کانپور تشریف لا کر جامع العلوم میں داخلہ لیا مگر یہ بات کسی بھی تاریخی حوالہ سے پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی ہے کہ آپ نے حضرت قاری محمد غازی صاحبؒ سے باقاعدہ صحبت تلمذ اختیار فرمائی اور عشرہ قراءات کی سند حاصل کی۔

بلکہ تذکرہ قاریان ہند کے مؤلف قاری کرل بسم اللہ بیگ صاحبؒ نے اپنی تالیف مذکور میں فرمایا ہے:

”شیخ القراء حافظ محمد عبدالرحمنؒ کی تقریباً ۱۳۰۰ھ میں ہندوستان کو واپس ہوئے اور کانپور میں مولانا احمد حسن صاحب کے مدرسہ میں مدرس ہوئے۔“ (تذکرہ قاریان ہند جلد اول ص ۲۳۳)

دل لگتی بات بھی یہی معلوم ہوتی ہے کہ دراصل مدرسہ صولتیہ مکتہ المکرمہ سے فارغ التحصیل ہونے والا شخص آخر ہندوستان آ کر کیوں پڑھے گا کیا درس نظامی کا مروج نصاب مدرسہ صولتیہ میں نہیں پڑھایا جا رہا تھا؟ ہماری اس بات کی تائید اس سے بھی ہو رہی ہے کہ حضرت قاری عبدالرحمن صاحبؒ وہاں بطور معلم تشریف نہیں لائے بلکہ بطور معلم تشریف لائے تھے کہ آگے چل کر کانپور کے آپ کے تلامذہ کا ذکر صاحب تذکرہ قاریان ہند فرما بھی رہے ہیں۔

”کانپور۔ الہ آباد اور اطراف کے شہروں میں آپ کا بہت فیض پہنچا۔ بنگال۔ برما۔ پنجاب۔ (بہار۔ یوپی۔ سی پی) اور افغانستان کے تلامذہ نے آ کر آپ سے استفادہ کیا۔“ (تذکرہ قاریان ہند جلد اول ص ۲۳۶)

حضرت مولانا قاری حافظ حق مچھلی شہریؒ کے حالات میں صاحب تذکرہ لکھتے ہیں:

”حفظ و قراءات شیخ القاری عبدالرحمن مکیؒ سے کانپور میں لکھی عرصے تک حضرت شیخ القراءؒ کے ساتھ رہے۔“ (تذکرہ قاریان ہند جلد دوم ص ۲۳۷)

بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ ”آپ گولڑہ تشریف لائے اور یہاں سے آپ کو ایک ایسی نادر سند حاصل ہوئی جو آپ کو علامہ اجل استاذ العلماء مولانا محمد غازی صاحب قدس سرہ التوفیٰ ۱۹۳۹ء نے عطا فرمائی اس سند کی خصوصیت یہ تھی کہ مولانا غازی صاحب اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صرف گیارہ واسطے تھے۔ دراصل اس سند میں ایک طویل العمر صحابی جن تھے۔“ (لمعات شمسیہ صفحہ ۹)

عرض ہے کہ حضرت قاری عبداللہ صاحب مہاجر مکیؒ کے سلسلہ کی سند بھی مطبوع ہے اور حضرت مولانا غازی صاحبؒ والی سند بھی مطبوع ہے دونوں اسناد ملاحظہ فرمائیں اور پھر دیکھیں کہ حضرت قاری عبداللہ صاحب مہاجر مکیؒ اور علامہ جزریؒ کے درمیان کس قدر واسطے ہیں ہمارے علم کے مطابق یہ چودہ واسطے بنتے ہیں اور حضرت مولانا غازی صاحبؒ اور علامہ جزریؒ کے درمیان بھی ہمارے علم کے مطابق چودہ واسطے ہی بنتے ہیں۔ علو اسناد تو کہیں بھی نہیں ہوا۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں شجرۃ الاساتذہ فی اسانید القراءات العشر المتواترہ مؤلفہ شیخ واستاذی حضرت مولانا قاری اظہار احمد اتھانوی قدس سرہ)

اگر مذکورہ دونوں اسناد کو ملاحظہ کریں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ حضرت قاری عبداللہ مکیؒ والی سند اپنے قابل قدر اساتذہ کے اسماء سے اس قدر روشن اور معروف ہے کہ اس کی نظیر پورے ہندوستان میں تو کیا پورے عالم میں نہیں ہے۔

یہاں پر ہم تاریخ کے حوالے سے حضرت قاری عبدالرحمن مکیؒ کے دونوں اساتذہ کا علمی مقام ہدیہ ناظرین کرتے ہیں:

ایک مرتبہ حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ نے کسی گفتگو کے دوران قاری ابراہیم سعدؒ سے کہا:

اظن ان القارئ عبد الله صار ماهراً ولا نظير له في الهند.

”میں سمجھتا ہوں کہ قاری عبداللہؒ نے بڑی مہارت حاصل کی ہے ہندوستان میں ان کی نظیر نہیں۔“

تو حضرت قاری ابراہیم سعدؒ نے فوراً فرمایا:

بل لا نظير له في العالم.

”نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت پورے عالم میں ان کی نظیر نہیں ہے۔“

(شجرۃ الاساتذہ مؤلفہ حضرت قاری اظہار احمد اتھانویؒ)

یہ وہ کلمات ہیں جو حضرت قاری عبداللہ مکیؒ کے متعلق ان کے عظیم استاذ حضرت قاری ابراہیم سعد مصریؒ فرما رہے ہیں اس لیے کہ حضرت قاری عبداللہ مکیؒ نے اپنے استاذ گرامی سے سبقاً قراءات عشرہ صغریٰ و کبریٰ میں استفادہ کیا اور امام الفہن کہلائے۔

جبکہ حضرت مولانا قاری محمد غازی صاحبؒ کے علمی مقام کا اندازہ مہر منیر صفحہ ۱۱۸ کی درج ذیل عبارت سے لگایا جاسکتا ہے:

”جب آپ (یعنی پیر مہر علی شاہ صاحبؒ) واپس ہونے لگے تو فرمایا مولوی صاحب (یعنی قاری غازی صاحبؒ) آپ کی والدہ کا تقاضہ ہے کہ آپ واپس وطن تشریف لے چلیں میں نے (یعنی قاری غازی صاحبؒ) عرض کی کہ فن قراءات میں کچھ اسباق ایک مغربی قاری سے لینے ابھی باقی ہیں سند لے کر انشاء اللہ حاضر ہو جاؤں گا۔ آپ نے (یعنی پیر مہر علی شاہ صاحبؒ) فرمایا مولوی صاحب کیا ہوا ابراہام نہ پڑھا ابراہیم پڑھ لیا۔ بس اتنا فرمانا تھا کہ میرے دل کی کیفیت بدل گئی اور میں فوراً تیار ہو گیا۔ مغربی استاد محترم نے میرے ارادے کو دیکھ کر فرمایا ”اچھا میں پڑھتا ہوں آپ سنتے جائیں تاکہ اس طرح قراءت کی تکمیل ہو جائے لہذا اس طور سے تکمیل ہوئی۔“ (مہر منیر صفحہ ۱۱۸)

ان دونوں عبارتوں کو ملاحظہ کریں تو دونوں اساتذہ کرام کے متعلق درج ذیل نکات روز روشن کی طرح سامنے آتے ہیں:

(۱) حضرت قاری عبداللہؒ کی کا استفادہ اپنے شیخ سے حصول علم کے مروجہ طریق کے مطابق سبقاً سبقاً ہے۔ جبکہ حضرت قاری غازی صاحبؒ کا استفادہ اپنے شیخ سے سبقاً سبقاً نہیں ہے جیسا کہ اوپر والے بیان سے ظاہر بھی ہو رہا ہے۔ کہ استاذ نے پڑھا ہے اور شاگرد نے سماعت کی ہے جبکہ سبقاً سبقاً استفادے میں کبھی استاذ پڑھتا ہے اور شاگرد دستا ہے اور کبھی شاگرد پڑھتا ہے اور استاذ سنتا ہے اور یہ طریقہ تعلیم ہمیشہ سے معروف ہے۔

(ب) حضرت قاری عبداللہؒ کی صاحبؒ کے متعلق ان کے استاذ گرامی فرما رہے ہیں لا نظیر له فی العالم۔ اس جملے سے حضرت قاری عبداللہؒ کی کا علمی مرتبہ اور مقام ظاہر ہوتا ہے۔ جبکہ قاری غازی صاحبؒ کے متعلق اوپر درج عبارت میں ہے کہ پیر مہر علی شاہ صاحبؒ انہیں ”مولوی صاحب“ کہہ کر مخاطب کر رہے ہیں یعنی حضرت قاری غازی صاحبؒ بطور ایک قاری کے نہیں بلکہ عالم کے مشہور تھے۔

(ج) حضرت قاری عبداللہؒ کی صاحبؒ والے سلسلہ میں خاتمۃ القراء والمحققین القاری المقرئ الشیخ محمد بن احمد بن الحسن بن سلیمان التلوی التوفی ۱۳۱۳ھ کا نام نامی ذات گرامی ہی اس قدر مہتمم بالشان ہے کہ حضرت مولانا غازی صاحبؒ والے سلسلہ سند میں ایک نام بھی ایسا عظیم الشان نظر نہیں آتا۔ (ماخوذ از شجرۃ الاساتذہ)

یہاں ہم علامہ متولیؒ کے متعلق مزید معلومات نہیں دے رہے ہیں کیونکہ یہ ہمارے مضمون سے متعلق نہیں مگر یہ بات آج پوری دنیا کے سامنے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ جس طرح قرون اولیٰ میں لوگ علو اسناد کے لیے امام شاطبیؒ اور امام جزریؒ کے نام نامی کی قریبی اسناد کے حصول کے لیے حریص تھے آج وہی مقام و مرتبہ علامہ متولیؒ کو حاصل ہے آج دنیا تجوید و قراءت میں جس کی سند میں بھی علامہ متولیؒ تک کے واسطے کم ہیں وہ عالی سند شمار ہو رہی ہے۔ اور یہ بات بڑی اچھی طرح

واضح ہے کہ حضرت قاری عبداللہ مہاجر کی سند میں علامہ متولی کا نام نامی موجود ہے۔ ماضی قریب میں مصر کے شیخ الشیوخ استاذ القراء والحدیث علی محمد الضباع المصریؒ اپنی سند قراءات متعدد کتب میں نقل کر رہے ہیں جو کہ ان کے تصحیح کردہ متون الشاطبیہ۔ الدرہ۔ طیبۃ النشر اور النشر میں موجود ہے یہ وہی سند ہے جس میں علامہ متولی کا نام نامی آ رہا ہے شیخ موصوف اس سند کو عالی ترین سند فرما رہے ہیں۔

زمانہ حال کے استاذ عظیم الشیخ تمیم الزحعی مدظلہ نے جو تصحیح شدہ متون الشاطبیہ۔ الدرہ اور طیبۃ طبع کئے ہیں ان میں وہ بڑے فخر سے علامہ متولی صاحب تک کم واسطوں کو بیان فرما رہے ہیں کہ یہ تمام روئے زمین پر عالی ترین سند ہے۔ معلوم نہیں کہ ان کو یہ علم بھی ہے یا نہیں کہ ان کی سند سے بھی عالی سند جناب حضرت قاری محمد غازی صاحبؒ کے پاس موجود تھی۔

ایک غلط روایت کی تردید

لمعات شمسیہ میں اسی تذکرہ جاتی مضمون میں تحریر ہے:

”امام القراء حضرت القاری المقری محمد عبدالملک صاحب نور اللہ مرقدہ لاہور سے گولڑہ شریف اسی سند (یعنی یہ جن والی سند) کے حصول کے لیے آئے تھے مگر انہیں کامیابی نہ ہوئی۔“ (دیکھو لمعات شمسیہ صفحہ ۹)

یہ بات بھی بالکل بے اصل اور غلط ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں بلکہ حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ حضرت قاری عبد الملک صاحب جب لاہور تشریف لائے ہیں تو یہ ۱۹۵۲ء کا سال تھا۔ ۳ دسمبر ۱۹۵۹ بروز منگل کو حضرت قاری صاحب کی رحلت ہوئی ہے یعنی لاہور میں قیام سات سال کے لگ بھگ رہا ہے۔ اس عرصہ میں آپ سند کے لیے گولڑہ میں کس سے رجوع کرتے؟ حضرت مولانا قاری غازی صاحبؒ کا انتقال تو ۱۹۳۹ء میں ہو چکا تھا۔

مزید یہ کہ حضرت امام القراء کے نزدیک سند عالی اور نازل کی کوئی حیثیت نہیں تھی اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ روایت حفصؒ تو ۱۳۲۰ھ میں حضرت قاری عبداللہؒ کی سے مدرسہ صولتیہ میں پڑھ کر آئے تھے۔ اس اعتبار سے آپ حضرت قاری عبدالرحمنؒ کی کے استاذ بھائی ہوئے۔ اگر سند عالی کی آپ کے نزدیک کوئی حیثیت ہوتی تو آپ قراءات سبعہ و عشرہ کی تکمیل اپنے استاذ بھائی سے نہ کرتے بلکہ مکہ مکرمہ جا کر حضرت قاری عبداللہؒ کی سے ہی تکمیل کرتے۔

در اصل حضرت قاری عبد الملک صاحب نور اللہ مرقدہ کے نزدیک معیاری کام فن میں مہارت اور اس علم کی اشاعت و ترویج کے لیے ماہر ترین اساتذہ پیدا کرنا اصل مقصود تھا اور ساری عمر آپ کا یہی مشن رہا اور اس مقصد میں الحمد للہ آپ کامیاب بھی رہے۔

حضرت قاری عبدالرحمن صاحبؒ کی کے پاس چونکہ دونوں اساتذہ تھے (یعنی شیخ العرب والعجم القاری المقری محمد عبداللہؒ کی والی اور حضرت مولانا محمد غازی صاحبؒ والی) مگر آپ اہمیت اسی سند کو دیتے تھے جو آپ نے اپنے بڑے بھائی اور استاذ سے

بالمشافہن کو سبقاً سبقاً پڑھ کر حاصل کی تھی۔ اس کے لیے ہم اوپر مختلف دلائل سے ثابت بھی کر آئے ہیں کہ آپ نے اپنے ماہر اور قابل فخر تلامذہ کو حضرت قاری عبداللہؒ کی ”والی اسناد قراءات سبع وعشرہ بطریق درہ وطیبہ ہی جاری کی ہیں۔

اور ہمارے پاس ایک سند حضرت قاری عبدالرحمنؒ کی ہے کہ حضرت مولانا قاری محمد غازی صاحبؒ کے واسطے والی بھی پہنچی ہے۔ جس میں آپ نے اس مذکورہ جن والی سند کو بھی سند کے بالکل آخر میں بیان کیا ہے حضرت نے یہ سند اپنے ایک شاگرد مولوی محمد بن الشیخ نبی بخش الجالندھری الراجپوری صاحبؒ کو جاری کی ہے۔

مذکورہ قاریان ہند میں برصغیر پاک و ہند میں حضرت قاری عبدالرحمنؒ کی تلامذہ کا تذکرہ بھرا پڑا ہے اہل علم حضرات جلد دوم اور سوم میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں مگر کہیں بھی مذکورہ صاحب سند مولوی محمد بن الشیخ نبی بخش الجالندھریؒ کا تذکرہ موجود نہیں۔ اور یہی وہ اہم نکتہ ہے جسے ہم اب مذکورہ بالا تمام بحث سمیٹتے ہوئے آپ کے گوش گزار کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت قاری عبدالرحمنؒ کی الہ بادیؒ کے پاس قراءات عشرہ کی دو اسناد تھیں۔

اپنے قابل فخر مایہ ناز اور اجل تلامذہ کو تو آپ حضرت قاری عبداللہ صاحب مہاجرؒ کی والی سند عطا فرماتے تھے۔ اور بعض غیر معروف حضرات کو آپ نے حضرت مولانا محمد غازی صاحبؒ والی سند قراءات عطا کی ہیں۔ جیسا کہ اوپر ہم حضرت قاری ضیاء الدین صدیقیؒ، حضرت قاری عبدالوحید الہ آبادیؒ اور حضرت قاری المقری محمد عبدالملک صاحبؒ کے حوالے سے یہ بات تحریر بھی کر آئے ہیں اور جس کا اعتراف صاحب لمعات شمسہ کو بھی ہے۔

حجاز سے ہندوستان واپسی

حضرت قاری عبدالرحمن صاحبؒ کی جب فن میں کامل ہو گئے تو حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجرؒ کی اور حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجرؒ کے مشورہ سے حضرت قاری عبداللہؒ نے آپ کو حرم شریف میں نوافل میں قرآن مجید سنانے کا حکم فرمایا چنانچہ حرم شریف میں آپ ہر روز نوافل میں ایک منزل قرآن شریف سناتے۔ آپ کی عمدہ پڑھت خوبصورت ادا اور لہجہ عربیہ کی شہرت حرم میں جا بجا ہو گئی اور آپ اس دوران وہاں ”شاب ہندی“ کے نام سے معروف ہو گئے۔

۱۳۰۰ھ مطابق ۱۸۸۳ء میں ایک دن ایک محفل میں حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجرؒ نے آپ دونوں بھائیوں کو طلب فرمایا حضرت قاری عبدالرحمنؒ کو اپنے سینے سے لگایا اور آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ حضرت قاری عبداللہؒ کی ”کو تو میں یہاں مدرسہ صولتبیہ میں رکھتا ہوں اور تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم ہندوستان جاؤ اور وہاں جا کر ترویج قرآن و قراءات اور لہجہ عربیہ کا کام کرو۔

پس آپ حجاز سے ہندوستان تشریف لائے اور یہاں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجرؒ کے خلیفہ ارشد حضرت مولانا احمد حسن کانپوریؒ کے مدرسہ جامع العلوم پہنچے اور قرآنیات کے صدر مدرس کا منصب سنبھال لیا۔

شروع میں یہاں طلباء کی تعداد بہت کم تھی عوام میں تجوید و قراءات کا ذوق بھی بہت کم تھا۔ اس لیے برداشتہ خاطر ہو کر آپ نے واپس مکہ مکرمہ جانے کا ارادہ کر لیا سفر کی تیاری مکمل ہو چکی تھی۔ اور سامان وغیرہ بھی سب تیار ہو چکا تھا رات گزارنی باقی تھی۔ صبح کو گاڑی سے بمبئی کے لیے روانگی تھی۔ رات کو خواب میں سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا!

”عبدالرحمن! تم ہندوستان ہی میں رہو اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت کام لینا ہے۔“

حضرت قاری عبدالرحمنؒ کی بیدار ہوئے تو صبح ہوتے ہی تمام سامان کھلوادیا اور واپسی کا ارادہ ترک فرمادیا۔ ہندوستان میں حضرت کا ابتدائی دور تھا۔ لوگ آپ کی قدر و منزلت سے آگاہ ہی نہ رکھتے تھے۔ مگر اس خواب کے دیکھنے کے بعد حضرت قاری عبدالرحمنؒ نے نہایت سرگرمی سے تجوید و قراءات کی نشر و اشاعت کی جانب توجہ کی اور آپ کی محنت رنگ لائی جس کی بدولت لوگوں میں تجوید و قراءات اور خوبصورت جہازی لہجوں کے سیکھنے کا ذوق پیدا ہوا غرضیکہ ایسی خداداد مقبولیت حاصل ہوئی کہ پورے ہندوستان بلکہ برما اور افغانستان تک سے لوگ کھچ کھچ کر آنے لگے۔

حضرت قاری صاحبؒ کے وجود مسعود کے باعث اکناف و اطراف سے طلباء کشاں کشاں اس چشمہ صافی سے مستفید ہونے کے لیے زبان حال سے یہ کہتے ہوئے وارد ہو رہے تھے۔

خوشا نصیب کہ بچپنوں جناب کے در تک

زہے نصیب کہ دیکھوں جناب کی صورت

بعد ازاں آپ نے مدرسہ فیض عام کانپور میں بھی تدریسی کام انجام دیا۔ کانپور میں یقیناً آپ کے تلامذہ کا حلقہ بہت وسیع ہو گا مگر آپ کے اس اولین دور کے تلامذہ کے حالات و اسماء سے تذکرہ نگار عموماً خاموش ہیں البتہ یہ بات تاریخ کی کتب میں درج ہے کہ مولانا احمد حسن کانپوریؒ کے صاحبز دگان اور مدرسہ جامع العلوم کے بہت سے طلباء نے حتیٰ کہ بعض مدرسین نے بھی آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ اس کے علاوہ کانپور کے آپ کے شاگردوں میں بہت ہی مشہور و معروف نام حضرت مولانا قاری ضیاء الدین صدیقی صاحبؒ اور حضرت مولانا قاری فضل حق مچھلی شہریؒ کا ہے نیز حضرت مولانا قاری عبدالستار کانپوریؒ صدر شعبہ تجوید و قراءت مدرسہ ضیاء العلوم کانپور نمایاں ہیں۔

مدرسہ احیاء العلوم میں تدریسی خدمات

مدرسہ فیض عام کانپور کی تدریس کے دوران آپ کی شہرت ہندوستان کے طول و عرض میں پھیل چکی تھی۔

اس موقع پر الہ آباد کے ایک رئیس حاجی عبداللہ صاحبؒ نے ریلوے اسٹیشن الہ آباد سے متصل ایک شاندار مسجد تعمیر کرائی اور اسی میں ایک عظیم الشان مدرسہ احیاء العلوم کا اجراء کیا۔ حاجی عبداللہ صاحبؒ اور دیگر منتظمین مدرسہ کی یہ خواہش ہوئی کہ

تجوید و قراءات کے کام کو فروغ دینے کے لیے مدرسہ فیض عام کانپور سے آپ کو مدرسہ احیاء العلوم لایا جائے۔ چنانچہ مدرسہ احیاء العلوم والوں کی خواہش پر آپ ۱۳۱۲ھ مطابق ۱۸۹۷ء میں الہ آباد تشریف لائے۔ حضرت قاری عبدالوحید صاحبؒ اس کا تذکرہ اس طرح فرماتے ہیں:

”۱۳۱۴ھ میں جبکہ مدرسہ احیاء العلوم متصل کلاں اسٹیشن الہ آباد کا افتتاح ہوا اور حضرت سندی اور استاذی مولانا القاری المقری عبدالرحمن صاحب کئی تشریف لائے تو جماعت اولین طلبہ میں بندہ بھی تھا۔“ (بدیۃ الوحید مطبوعہ دیوبند صفحہ ۴۵)

مدرسہ احیاء العلوم کو جوشان و شوکت اور ارتقاء نصیب ہوا وہ برصغیر پاک و ہند کے کسی بھی ادارے کے حصے میں نہیں آیا۔ حضرت قاری صاحبؒ کے تقریباً تمام نامور اور اجل تلامذہ اسی مدرسہ سے فارغ ہوئے۔ حضرت استاذ القراء والحدود دین شجی و سیدی القاری المقری اظہار احمد اتھانویؒ تحریر فرماتے ہیں:

”حضرت قاری عبدالرحمن صاحب الہ بادیؒ مکہ سے واپس ہندوستان تشریف لائے اور مسند تدریس سنبھالی الہ آباد میں احیاء العلوم کے نام سے درس گاہ تھی منجانب اللہ ہی کہا جائے تو بہتر ہے کہ اس شان کی رونق کسی مسند کو تدریس و قراءات کے سلسلہ میں پورے ہندوستان میں حاصل نہ تھی جو احیاء العلوم کی اس مسند کو تھی بڑے ماہر قراء و اساتذہ کا سلسلہ حضرت قاری عبدالرحمن کئی تک ہی پہنچتا ہے۔“ (ماہنامہ الرشید کا دارالعلوم دیوبند نمبر)

حضرت قاری صاحبؒ کا علمی مقام

آپ کا حافظہ بہت قوی تھا حرز الامانی وجہ اتھانی۔ عقلیۃ اتراب القصائد للشاطبی۔ الدرۃ المصیۃ۔ طیبۃ النشر للشیخ الجوزی وغیرہ زبانی یاد تھے۔ ہر سال رمضان المبارک میں دومرتبہ قرآن کریم سنایا کرتے تھے۔ تراویح میں قرآن بالجدر پڑھتے اس کے باوجود حروف کے مخارج و صفات و حرکات و سکونات اور مدد کی ادائیگی میں فرق نہ آتا یہاں تک کہ کُن خفی بھی واقع نہ ہوتی۔

حضرت قاری حفظ الرحمن صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اشراق۔ چاشت۔ تہجد۔ اوابین میں علیحدہ علیحدہ قرآن پڑھتے گویا تلاوت قرآن کے عاشق زار تھے۔

حضرت قاری سراج الحق صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت قاری صاحبؒ کو کبھی لقمہ لیتے ہوئے نہیں سنا۔ اور فرماتے ہیں کہ حضرت قاری صاحبؒ نے شہمورش شہنشاہ اجنہ کو بھی جدہ میں قرآن سنایا تھا۔

آپ کو لہجات پر بڑا عبور تھا چونکہ تمام تر فنی تعلیم و استفادہ مکہ مکرمہ سے فرمایا تھا اس لیے حجازی حسینی اور دیگر عربی لہجوں پر زبردست دسترس حاصل تھی حجازی لہجہ پر خصوصیت سے زور دیتے تھے اور یہی ذوق آپ کے تلامذہ میں بھی بہت نمایاں تھا۔

عربی لہجوں پر زبردست عبور کی وجہ سے محفل میں تلاوت کرتے تو ایک عجیب کیفیت مجمع پر طاری ہو جاتی۔ ایسا ہی ایک واقعہ ہے کہ بنارس میں ایک عظیم الشان جلسہ تھا افتتاحی تلاوت آپ نے فرمائی تو مجمع پر سکوت طاری ہو گیا اور آپ کی خوبصورت لحن داؤ دی جیسی آواز سے ہر آنکھ اشکبار تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ فن تجوید و قرأت میں اپنے وقت کے امام تھے۔ اور متحدہ ہندوستان میں آپ کی مثیل و نظیر نہ تھی۔

مقابلہ بازی اور نقص سے نفرت تھی حضرت قاری سراج الحق صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ۱۳۴۳ھ میں مولانا غلام مجتبیٰ جعفری صاحبؒ کے یہاں محفل قرأت تھی جس میں پہلے حضرت قاری ابراہیم رشید صاحبؒ خطیب مکہ مسجد حیدر آباد دکن (جو حضرت قاری المقری محمد عبداللہؒ کے تلمیذ ہیں) نے پڑھا اور خوب اونچی آواز میں خوبصورت لہجوں میں پڑھا۔ ان کے بعد حضرت قاری عبدالرحمن صاحبؒ کئی سے تلاوت کی درخواست کی گئی تو کسی بھی قسم کا مقابلہ کا خیال کے بغیر نہایت سکون و اطمینان سے معتدل آواز میں سادگی سے پڑھ دیا۔ عوام الناس میں تو یہ تاثر ہوا کہ حضرت قاری عبدالرحمنؒ کئی سے بہتر تو حضرت قاری ابراہیم رشیدؒ نے پڑھا۔ مگر خواص اور فن کے شناور حضرات نے حضرت کی تلاوت سے بہت لطف اور حظ اٹھایا کہ جو فن کی گہرائی اور عمدگی اس تلاوت میں تھی وہ کسی اور تلاوت میں انہوں نے محسوس نہ کی۔

حضرت قاری صاحبؒ کا پڑھانے کا انداز

حضرت قاری صاحبؒ کا پڑھانے کا انداز بڑا شاندار تھا۔ قرآن کی عظمت کا خیال ہر دم غالب رہتا۔ حضرت الاستاذ القاری المقری اطہار احمد اتھانوی فرماتے ہیں:

حضرت قاری عبدالرحمن صاحبؒ کئی شاہی مزاج آدمی تھے جب طبیعت حاضر ہوتی تو پڑھاتے تھے جب نہ ہوتی گھر پر ہی فروکش رہ کر اپنے مطالعہ میں مشغول رہتے ان کے یہاں استفادہ کرنے والے بڑے آہنی عزم و استقلال کے مالک ہونے ضروری تھے جو برسوں ان کے در استفادہ سے وابستہ پڑے رہتے۔

ہر کہ خواہد گو بیاؤ ہر کہ خواہد گو برو

طالب علم واقعی طالب علم ہوتے تھے اسباق نہ ہونے پر کسی کے ماتھے پر شکن نہ پڑتی تھی، صبر و رضا کے پیکر تھے مگر برسہا برس پڑے رہنے میں ان کو جو برکت حاصل ہوئی وہ محتاج بیان نہیں کہ جو بھی مستفید ہو کر نکلا اپنے وقت کا شیخ ہوا۔ آگے چل کر اسی مضمون میں حضرت استاذی و شہنی بڑا عجیب و غریب واقعہ تحریر فرما رہے ہیں فرماتے ہیں:

”تھانہ بھون میں حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے مخلص خدام میں ایک بزرگ قاری شاہ محمد صاحبؒ ہوا کرتے تھے حضرت تھانویؒ کے سر میں تیل کی ماش کی خدمت انہیں کے سپرد تھی نیک پارسا بزرگ تھے خانقاہ کی مسجد میں نماز بھی پڑھایا کرتے تھے۔ آواز بڑی پرکشش تھی راقم الحروف اتفاقاً دیوبند حاضر ہوا، حضرت قاری حفظ الرحمن صاحبؒ کی خدمت میں حاضری

ہوئی میں نے تعارف کرایا تو فرمانے لگے کہ خانقاہ اشرفیہ میں قاری شاہ محمد صاحبؒ کو سلام عرض کرنا میں نے عرض کیا حضرت! یہ قاری شاہ محمد صاحبؒ کہاں سے پڑھے ہوئے ہیں حضرتؒ نے فرمایا ہمارے ساتھی ہیں الدآباد میں حضرت قاری عبدالرحمن صاحبؒ کئی سے پڑھا ہے میں نے عرض کیا حضرت یہ مکمل قاری ہیں؟ حضرت قاری حفظ الرحمن صاحبؒ نے فرمایا مکمل قاری کسے کہتے ہیں بھائی مکمل قاری وہی ہے جو قرآن شریف اول سے آخر تک عمدہ پڑھ سکے۔ یہ کمال ان کو حاصل ہے اور کیوں نہ حاصل ہو۔ معلوم بھی ہے حضرت قاری عبدالرحمن صاحبؒ کئی کی درس گاہ بڑی بزرگات درس گاہ تھی۔ اس درس گاہ سے تعلق رکھنے والے کبھی قاری تھے حتیٰ کہ دھوبی نائی ماشکی بھی قاری تھے حضرت قاری عبدالرحمنؒ کئی نے ان کو بھی پڑھنے کا حکم فرمایا تھا غرض وہ لوگ بھی قرآن شریف پڑھنے کی مشق کرتے تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بابرکات ہستیاں کیسی ہوتی ہیں آج ہم پڑھاتے ہیں مگر قاری نہیں بنا سکتے ایک وہ تھے کہ جو طالب علم نہیں تھے انہیں بھی قاری بنا چھوڑا تھا۔

”ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء“

(ماہنامہ الرشید کا دارالعلوم دیوبند نمبر)

۱۳۳۸ھ میں حضرت القاری المقری محمد عبدالحق صاحبؒ۔ حضرت القاری المقری محمد عبدالمالک صاحبؒ قراءات سب سے عشرہ میں استفادہ کے لیے حضرت قاری عبدالرحمنؒ کئی کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے چونکہ فن سے مناسبت پہلے سے ہی تھی لہذا مختصر مدت میں احیاء العلوم الدآباد میں تکمیل فرمائی۔

حضرت قاری عبدالرشید عاقرؒ فرماتے ہیں:

حضرت مولانا عین القضاۃ صاحبؒ نے حضرت قاری عبدالمالک صاحبؒ کو سب سے عشرہ کی تکمیل کے لیے حضرت القاری المقری عبدالرحمن صاحبؒ کئی (برادر خور حضرت قاری عبداللہ کئیؒ) کے پاس احیاء العلوم الدآباد بھیج دیا آپ نے شب و روز کی مسلسل محنت اور کوشش سے ایک سال کے اندر قراءات سب سے عشرہ بطریق شاطبیہ والدردہ اور بطریق طیبہ کی تکمیل کر لی۔

(سوانح حضرت قاری عبدالمالک صاحب صفحہ ۲۹)

راقم یہاں عرض کرتا ہے کہ ہم نے اپنے استاذ حضرت شیخی و استاذی القاری المقری انظہار احمد اتھانوی نور اللہ مرقدہ سے سنا ہے کہ ہمارے شیخ امام القراء والحدود دین حضرت القاری المقری عبدالمالک صاحبؒ فرمایا کرتے تھے:

”حضرت قاری عبدالرحمنؒ کئی کا پڑھانے کا انداز نہایت علمی اور عام فہم ہوتا آپ ہر طالب علم کی علمی استعداد اور صلاحیت کے مطابق پڑھاتے تھے۔ اکثر آپ کے پاس حصول علم کے لیے آنے والے علماء ہوتے تھے لہذا ان کو پڑھانے کا انداز نہایت علمی ہوتا تھا۔ تجوید و قرأت کے ادق مسائل کو آسان انداز بیان میں سمجھا دینا آپ کا ایک شاندار وصف تھا۔

فن کی کتابیں پڑھاتے ہوئے نہایت علمی نکات بیان فرماتے، المقدمۃ الجزریہ، تحفۃ الاطفال، الشاطبیہ، الدردہ، رائیہ

اور طبیبہ کے جملہ اصول و فرش از بر تھے قراءات کے تمام طرق نوک زبان رہتے۔ ان کتابوں کو پڑھاتے ہوئے وہ اشعار جن کی تشریح و توضیح میں نامور شرح الجھے ہیں اور فن کی کتب کے وہ مقامات جو اساتذہ کے یہاں نہایت مشکل متصور ہوتے تھے ان کی تشریح و توضیح ایسے عمدہ پیرایہ بیان میں کرتے کہ عقل دنگ ہوتی۔

فنی کتابوں پر آپ کی نظر نہایت وسیع تھی سبق میں بے تکلف ان کے حوالے بیان کرتے چلے جاتے۔ اور یہی شان آپ کی تصانیف میں بھی نظر آتی ہے علم کی نہایت فنی باریکیوں کو فن قرأت کے اہم مراجع سے ثابت کرنا آپ کا ایک اچھوتا انداز تھا۔“

آپ کا طبعی ذوق یہ تھا کہ مکمل علم کی تحصیل کے بعد ہی سند جاری فرماتے تھے آپ کی جاری کردہ اسناد جو نظر سے گزری ہیں اس میں مقدمۃ الجزیہ۔ تحفۃ الاطفال۔ الشاطبیہ۔ رائیہ۔ التیسیر۔ الدرہ۔ تحبیر التیسیر۔ طبیبہ وغیرہ تمام متون پڑھ کر سند جاری فرماتے اسی نتج کے اوپر آپ نے اپنے نامور تلامذہ جیسے حضرت قاری محمد ضیاء الدین صدیقیؒ۔ حضرت قاری حفظ الرحمن صاحب پر تاب گڑھیؒ۔ حضرت قاری عبدالحق سہارنپوریؒ۔ حضرت القاری المقری محمد عبدالمالک صاحب علیگڑھیؒ۔ حضرت قاری محمد صدیق سمنگھیؒ اور حضرت قاری عبدالمعبود صاحبؒ کو اسناد جاری کی ہیں۔

حضرت قاری صاحبؒ کا ذوق مطالعہ

حضرت قاری صاحبؒ کو مطالعہ کا بے انتہا شوق تھا اسی شوق کی وجہ سے تجوید و قراءات کی نادر و نایاب کتب آپ کے پاس بہت بڑی تعداد میں جمع تھیں ان میں علامہ جہریؒ کی شرح شاطبیہ اور علامہ سخاویؒ کی رائیہ کی شرح ”الوسیلہ“ قابل ذکر ہیں کہ جس کے حوالے آپ نے جا بجا اپنی رائیہ کی شرح ”افضل الدرر“ میں نقل فرمائے ہیں۔ غرض آپ کا کتب خانہ بہت وسیع تھا۔

ایک نادر و نایاب کتاب ”خزانۃ الرسوم“ مؤلفہ شیخ خواجہ محمد بن ملا عبد الرحیم بھی آپ کے پاس تھی اس کے حوالے بھی آپ نے افضل الدرر میں تحریر فرمائے ہیں:

آپ کی وفات کے بعد یہ کتب خانہ حضرت قاری محبوب علی صاحبؒ جو آپ کے متنبی تھے کو منتقل ہوا۔ بعد ازاں تقسیم ہند کے وقت قاری محبوب علی صاحبؒ پاکستان آگئے حضرت قاری محبوب علی صاحبؒ کا انتقال ۱۹۷۳ء میں حسن ابدال میں ہوا ہے معلوم نہیں یہ نادر و نایاب کتب کا ذخیرہ اب کس حال میں ہے؟

حضرت قاری صاحبؒ کے اخلاق و عادات

حضرت قاری صاحبؒ بارعب اور متانت والی شخصیت تھے۔ حضرت قاری عبد الرشید غافرؒ آپ کا حلیہ اس طرح بیان

فرماتے ہیں:

بھاری بھر کم گرو درزشی بدن۔ کرتا پا جامہ زیب تن فرماتے تھے اور سر پر کپڑے والی اونچی ٹوپی (یہ ویسی ہی ٹوپی ہوگی جیسی ہمارے شیخ حضرت القاری المقری اظہار احمد اتھانوی نور اللہ مرقدہ پہنا کرتے تھے) کندھے پر رومال رکھتے تھے اور ہاتھ میں عصا لیتے تھے۔

آپ کے تلامذہ جنہوں نے آپ سے بلا واسطہ کسب فیض حاصل کیا ان کے آپ کے اخلاق و عادات کے متعلق یہ اقوال ہیں۔ آپ ایک بلند پایہ محقق استاذ تھے۔

بلند اخلاق بلند حسن سیرت سے مزین تھے۔

بات کے پکے دل کے سچے مرد مومن تھے۔

بات کے دھنی دل کے غنی تھے۔

آپ کے تمام معمولات زندگی پر دین کی چھاپ نمایاں تھی۔ آپ کی زندگی خلوص۔ راست بازی۔ تقویٰ اور للہیت سے عبارت تھی۔

آپ تضاد و غلط بیانی ملع سازی اور تضغ سے نہ صرف نفور بلکہ کوسوں دور تھے۔

انہی اوصاف حمیدہ کی بدولت اور خدمت قرآن کی عظیم الشان خدمات کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ اعزاز بخشا کہ حضرت مولانا عین القضاۃ صاحب ناظم مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ نے جب ۲ رجب ۱۳۴۳ھ مطابق ۸ جنوری ۱۹۲۵ء درمیان عصر و مغرب بروز چار شنبہ کو وفات پائی تو ان کا جنازہ باوجود علماء کی کثیر تعداد کی موجودگی کے آپ نے ہی پڑھایا۔

صحت کا خیال

آپ روزانہ ورزش کیا کرتے تھے جس کی وجہ سے آپ کا جسم خوب بنا ہوا تھا آپ کو فنون سپہ گری۔ کشتی۔ پہلوانی اور پیراکی میں خوب مہارت تھی۔ پٹا۔ بانک۔ بنٹ میں بڑے بڑے ماہرین بھی آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ آپ طلباء اور اساتذہ کو بھی ورزش کی ترغیب دیا کرتے تھے۔ عشاء کی نماز کے بعد آپ کبھی کبھی ورزشی مظاہرے بھی کرتے تھے۔ حضرت قاری صاحب کے شاگرد آپ کو اپنے مدارس میں امتحانات کے لیے بھی بلایا کرتے تھے تو وہاں بھی آپ طلباء کو جسمانی ورزش کی ترغیب دیا کرتے تھے۔

حضرت قاری صاحب کی خانگی زندگی

کانپور میں قیام کے دوران آپ کی شادی ہوئی اس کا پس منظر یوں ہے کہ کانپور کے تجار میں حضرت مولانا احمد حسن

صاحب کانپوریؒ کا بڑا اثر تھا۔ ایک روز مولانا نے تجارت کو جمع کر کے ان سے فرمایا آپ سب کو اپنی اپنی لڑکیوں کے لیے اچھے بر کی تلاش رہتی ہے مدرسے کے فارغ التحصیل لڑکے بہت شریف بچے ہیں آپ لوگ امیر گھروں میں بیٹیاں دینے کی بجائے ان شریف زادوں کو اپنی بچیاں کیوں نہیں دیتے۔ شریف اور مذہبی ماحول تھا اکثر تجارت نے یہ بات مان لی اور مدرسے کے طلباء سے اپنی لڑکیوں کی شادیاں کیں انہی میں سے ایک تاجر کی صاحبزادی سے حضرت قاری صاحبؒ کا بھی عقد مسنونہ ہوا۔

حضرت قاری عبدالرحمن مکی صاحبؒ کے ایک لڑکی پیدا ہوئی جو بچپن میں ہی انتقال کر گئی اس کے بعد کوئی اولاد نہ ہوئی بعد میں قاری محبوب علی صاحبؒ کو متبہ بنایا۔ چنانچہ کتب خانہ اور گھر کا تمام اثاثہ انہی کے حوالے کیا گیا۔

ہندوستان آ جانے کے بعد آپ نے دو مرتبہ حج کیا۔ پہلی مرتبہ جب آپ کے بڑے بھائی اور استاذ حضرت قاری عبداللہ مکیؒ کی وفات ۲۵ شوال ۱۳۳۷ھ بروز منگل مطابق ۲۳ جون ۱۹۱۹ء ہوئی تو آپ ۱۳۳۸ھ میں حج کے لیے تشریف لے گئے اس وقت ناظم مدرسہ صولتیہ حضرت مولانا محمد سعید صاحب کیرانوی اور آپ کے بھتیجوں نے آپ کو کہا کہ آپ یہاں حضرت قاری عبداللہ مکیؒ کی مسند تدریس سنبھالیں مگر آپ نے فرمایا کہ میرے استاذ اور مربی حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانویؒ نے مجھے حکم فرمایا تھا کہ ہندوستان میں جا کر کام کرو میں ان کے حکم سے سرتابی نہیں کر سکتا ہوں۔ اور واپس ہندوستان تشریف لے آئے۔ (فیضانِ رحمت صفحہ ۳)

بعد ازاں ۱۳۳۳ھ میں دوبارہ حج کے لیے تشریف لے گئے تھے اس وقت آپ کے ہمراہ قاری عبدالحی لکھنویؒ بھی ہم سفر تھے۔ (تذکرہ قاریان ہند جلد سوم)

تلامذہ کے ساتھ برتاؤ

حضرت قاری صاحبؒ تلامذہ کے ساتھ انتہائی شفقت اور محبت کا معاملہ فرماتے تھے۔ اس کی بہت سی مثالیں ہیں۔

حضرت قاری صاحبؒ کے محبوب ترین شاگرد اور متبہ حضرت قاری محبوب علی صاحبؒ نے جب آپ سے الشاطبیہ اور عقیلہ وغیرہ پڑھیں تو عرض گزار ہوئے کہ جس انداز میں آپ نے پڑھایا ہے اسی انداز میں آپ اس کی شرح لکھیں۔ حضرت قاری محبوب علی صاحبؒ کے بار بار اصرار پر آپ نے ”افضل الدرر“ کے نام سے ”عقیلۃ اتراب القاصد“ کی شرح تصنیف فرمائی۔

حضرت قاری حفظ الرحمن صاحبؒ جو دارالعلوم دیوبند کے شیخ التوحید والقرائات تھے فرماتے ہیں کہ میں نے قاری صاحبؒ کی خدمت عالی میں رہ کر پانچ برس میں علوم و معارف حاصل کئے۔ حضرت قاری صاحبؒ کی نظر میں بندہ ایسا محبوب ہو گیا تھا کہ سال میں صرف چند یوم کی رخصت گھر جانے کی ملتی تھی۔ وہ بھی اس طرح کہ حضرت قاری صاحبؒ سرہند تشریف لے جاتے تو ان ایام میں مجھے چھٹی ملتی مگر یہ چھٹی مشروط ہوتی کہ جب میں سرہند سے واپس الہ آباد آؤں تو تم مجھے اسٹیشن پر لینے

کے لیے موجود ہو۔ الحمد للہ جتنا عرصہ میں وہاں رہا حضرت قاری صاحبؒ کے اس حکم کی تعمیل ہوتی رہی۔
حضرت قاری عبدالمالک صاحبؒ کو حضرت قاری صاحبؒ کے حکم و ایما پر ہی مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ کا صدر مدرس مقرر فرمایا گیا کسی رنجش کی بناء پر حضرت قاری عبدالمالک صاحبؒ مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ چھوڑ کر ٹونک تشریف لے گئے اور وہاں پڑھانا شروع کر دیا۔ مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ کی انتظامیہ کے بعد اصرار و تاکید کے باوجود حضرت قاری عبدالمالک صاحبؒ جب واپس لکھنؤ تشریف نہ لائے تو حضرت قاری عبد الرحمنؒ کی صاحبؒ ٹونک تشریف لے گئے اور حضرت قاری عبدالمالک صاحبؒ کو مناکر واپس لکھنؤ لائے۔

حضرت قاری عبد الرحمنؒ کی کے اکابرین علماء کے ساتھ تعلق کی نوعیت

حضرت قاری عبد الرحمنؒ کی اپنے فن میں یکتا اور صاحب کمال شخصیت تھے۔ برصغیر پاک و ہند کے علماء صوفیا اور اس دور کے فضلاء سب ہی آپ کی بے انتہا قدر و منزلت اور احترام فرماتے تھے۔
حضرت مولانا عین القضاۃ صاحب لکھنؤیؒ ناظم و مہتمم مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ۔ امام اہل سنت حضرت مولانا عبد الشکور فاروقی لکھنؤیؒ شیخ الہند حضرت مولانا سید محمود الحسن صاحب دیوبندیؒ حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ حضرت مولانا پیر مہر علی شاہ صاحبؒ حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادیؒ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ حضرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ حضرت مولانا عبد الجبار غزنوی صاحبؒ حضرت مولانا قاری محمد حسن صاحبؒ (جو حضرت قاری کرامت علی جوہریؒ مؤلف ”ہندی شرح جزری“ کے بھیجے اور تجوید و قرأت میں بھی اپنے چچا موصوف کے ہی فیض یافتہ تھے) ان کے علاوہ حضرت مولانا ابوالکلام آزاد صاحبؒ حضرت مولانا محمد علی جوہرؒ اور حضرت مولانا شوکت علیؒ (علی برادران) سے بہت اچھے اور دیرینہ مراسم تھے۔

حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندیؒ جب مالٹا سے رہا ہو کر واپس ہندوستان تشریف لائے تو تحریک خلافت اپنے زوروں پر تھی۔ تحریک خلافت کا ایک بہت بڑا جلسہ حضرت قاری عبد الرحمنؒ کی صاحبؒ کے مدرسہ احیاء العلوم الہ آباد میں ہوا جس میں علی برادران۔ حضرت شیخ الہند اور حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ شریک ہوئے (نقش حیات جلد دوم سوانح حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ)

اسی طرح آپ حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادیؒ اور حضرت پیر مہر علی شاہ صاحبؒ اور حضرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ کی خدمت میں بھی حاضر ہوتے تھے۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے آپ کے نہایت قریبی تعلقات تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت حکیم الامتؒ آپ کے استاذ بھائی بھی تھے اور پیر بھائی بھی تھے اس کے علاوہ حضرت تھانویؒ جامع العلوم کانپور میں ۱۳۰۱ھ سے ۱۳۱۵ھ تک پڑھاتے رہے ہیں اس لحاظ سے حضرت قاری عبد الرحمنؒ کی سے قیام

کانپور سے ہی بڑے دیرینہ اور گہرے مراسم قائم ہو گئے تھے۔ نیز جب حضرت تھانویؒ نے اپنے فتاویٰ المعروف ”امداد الفتاویٰ“ مرتب فرمائے تو باب تجوید و قرأت میں حضرت قاری صاحبؒ کا تعاون اور رہنمائی ہر دم حاصل رہی بلکہ حضرت قاری صاحبؒ نے نون مخفاۃ سے متعلق ایک نہایت علمی مضمون بھی لکھ کر حضرت تھانویؒ کو ارسال فرمایا جو امداد الفتاویٰ میں شامل ہے۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا قاری محمد محسن جوینوریؒ نے حضرت قاری عبدالرحمن کئی کے سامنے تلاوت فرمائی تو تلاوت سن کر حضرت قاری صاحبؒ نے قاری محسن جوینوریؒ کو گلے لگایا اور فرمایا کہ ایسے پڑھنے والے قراء ہندوستان میں بہت کم ہیں۔ (تذکرہ قاریان ہند جلد اول ص ۲۱۶)

تصانیف

حضرت قاری عبدالرحمن کئیؒ کی درج ذیل تصانیف ہیں:

(۱) فوائد مکیہ: یہ تجوید میں نہایت مختصر مگر جامع کتاب ہے۔

(۲) التذقیق الجلی فی تحقیق نون النخی: نون مخفاۃ کی ادائیگی سے متعلق ایک نہایت علمی اور محققانہ مضمون۔

(۳) افضل الدرر المعروف عقیلۃ اتراب القصائد: عربی میں علامہ شاطبیؒ کے رسم عثمانی سے متعلق مشہور و معروف قصیدہ کی شرح جو کہ نصاب میں شامل ہے۔

اب ہم ان تینوں تصنیفات کا تعارف ذیل میں دیتے ہیں:

فوائد مکیہ:

یہ تجوید میں حضرت کی مقبول عام کتاب ہے جو کہ برصغیر پاک و ہند میں داخل نصاب ہے۔ نہایت مختصر مگر جامع اور انتہائی علمی کتاب ہے جسے بغیر استاد کے نہیں سمجھا جاسکتا۔

فوائد مکیہ فن کی ایک ادق کتاب ہے لیکن اس کے باوجود برصغیر پاک و ہند میں طباعت کے بعد سے ہی مقبولیت تامہ کی حامل رہی ہے۔ اس کتاب کی افادیت کو مد نظر رکھتے ہوئے نامور قراء کرام نے اس کی تشریح و توضیح کے لیے اس پر حواشی تحریر فرمائے ہیں ذیل میں ہم ان کا مختصر جائزہ پیش کرتے ہیں:

(۱) تعلیقات مالکیہ: یہ حواشی حضرت قاری صاحبؒ کے مایہ ناز شاگرد و جانشین حضرت قاری عبدالمالک صاحبؒ صدر مدرس مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ نے قیام لکھنؤ میں ۱۳۵۲ھ میں تحریر فرمائے۔ بے انتہا مقبول ہیں۔ ہندوستان میں بھی بے حد چھپا

اور بعد ازاں پاکستان میں بھی بہت بڑی تعداد میں چھپا ہے اور چھپ رہا ہے۔ مطبوعہ قرآءت اکیڈمی لاہور۔

(۲) حواشی مرضیہ: یہ حواشی حضرت مولانا قاری محبت الدین احمد صدیقیؒ نے ۱۳۵۸ھ میں تحریر فرمائے۔

(۳) مختصر حواشی: یہ مختصر حواشی حضرت مولانا قاری مفتی محمد سعید صاحب اجڑوٹی صدر مدرس و مفتی مدرسہ مظاہر العلوم نے تحریر فرمائے۔ اب یہ حواشی تقریباً نایاب ہیں۔ حواشی پر سنہ تحریر درج نہیں۔

(۴) مختصر حواشی: یہ مختصر حواشی حضرت قاری صاحبؒ کے مایہ ناز شاگرد اور دارالعلوم دیوبند کے سابقہ صدر مدرس قرآءت حضرت قاری حفظ الرحمن صاحبؒ نے تحریر فرمائے ہیں۔ یہ حواشی بھی نایاب ہیں۔

(۵) توضیحات مرضیہ: یہ حواشی استاذ القراء حضرت مولانا قاری محمد شریف صاحبؒ نے تحریر فرمائے ہیں۔ نہایت علمی اور سہل انداز میں یہ حواشی تحریر کئے گئے ہیں۔

(۶) لمعات شمسیہ: یہ حواشی قاری محمد یوسف سیالوی صاحبؒ نے تحریر فرمائے ہیں۔

التدقیق الجلی فی تحقیق نون الخفی:

نون مخفاة کی ادائیگی اور اس کے مخرج اصلی سے متعلق بعض غلط فہمیاں برصغیر پاک و ہند میں حضرت قاری عبد الرحمن صاحب مکیؒ کی حیات میں پھیلیں تو ان کے ازالے کے لیے حضرت نے ایک نہایت علمی اور پرمغز رسالہ نون مخفاة کی ادائیگی سے متعلق تحریر فرمایا اور اسے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کو ارسال فرمایا جسے حضرت تھانویؒ نے اپنے فتاویٰ ”امداد الفتاویٰ“ میں شامل فرمایا ہے۔

حضرت قاری صاحبؒ کے اس رسالے کو نعمت غیر مترقبہ سمجھتے ہوئے علمی افادے کی خاطر ہم اسے زیر نظر شرح فوائد مکیہ میں شامل کر رہے ہیں۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء

افضل الدرر شرح عقیلة اتراب القصائد (عربی)

یہ علامہ شاطبیؒ کی رسم قرآنی پر منظوم قصیدہ کی شرح ہے۔ قصیدہ بذات خود نہایت فصاحت و بلاغت کا شاہکار ہے حضرت قاری عبد الرحمن مکیؒ کے تدریسی دور میں علم و فن سے متعلق اہم کتب اور مراجع کا ملنا بہت دشوار ہوتا تھا خاص طور پر قصیدہ راہیہ کی شرح تو بالکل ناممکن الحصول تھی۔ اسی دشواری کو مد نظر رکھتے ہوئے حضرت قاری صاحبؒ نے یہ شرح نہایت علمی انداز میں فصیح عربی میں مرتب فرمائی۔ اور اس شرح میں قصیدہ مذکور کے تمام علمی نکات کی شاندار انداز میں تشریح و توضیح فرمائی شرح مذکور کے مقدمہ میں رسم سے متعلق نہایت علمی جواہر پارے مجتمع فرمادیئے ہیں جو تشنگان علم کی سیرابی کا اب تک ذریعہ بنے ہوئے ہیں۔

افضل الدرر کی تاریخ طباعت شعبان المعظم ۱۳۴۶ھ ہے۔ پاکستان میں اس علمی شرح کو طبع کرنے کا اعزاز قرآءت اکیڈمی کو حاصل ہے۔

ایک غلط فہمی کی تردید

حضرت قاری عبدالوحید صاحبؒ الہ آبادی سابقہ صدر مدرس شعبہ تجوید و قرآءت دارالعلوم دیوبند نے تجوید پر بہت سی کتب تحریر فرمائی ہیں۔ جن میں سے سب سے مشہور ”ہدیۃ الوحید فی علم التجوید“ ہے۔ بعض غیر محقق تذکرہ نگاروں نے کتاب مذکور کو بھی حضرت قاری عبدالرحمنؒ کی تصنیف قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ یہ کتاب حضرت قاری صاحبؒ نے قاری عبدالوحید صاحبؒ کو چھپوانے کے لیے دی مگر قاری صاحب موصوف نے اپنے نام سے طبع کروالی۔ مگر اس بیہودہ الزام کی تصدیق میں کوئی دلائل و شواہد پیش نہیں کئے ہیں۔

اگر فوائد مکبہ اور التذقیۃ الحلیٰ اور افضل الدرر کا مطالعہ کیا جائے تو ان کتب میں جو نہایت محققانہ انداز تحریر اور فن کی وسعت و گہرائی نظر آتی ہے اس کی حامل بہر حال ہدیۃ الوحید (باوجودیکہ ہدیۃ الوحید ایک نہایت علمی اور جامع کتاب ہے) نظر نہیں آتی۔ اہل علم ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ تمام مذکور کتب مطبوع موجود ہیں۔ یقیناً ہمارے بیان کی ہی تائید و توثیق فرمائیں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت قاری عبدالوحید صاحبؒ حضرت قاری عبدالرحمنؒ کی نہایت جان نثار اور قابل فخر شاگرد تھے اور آپ سے احیاء العلوم کے اوائل زمانہ میں ۱۳۱۴ھ سے ۱۳۲۰ھ تک تجوید و قراءات سبع و عشرہ میں استفادہ فرمایا بعد ازاں حضرت قاری عبدالرحمنؒ کی حکم پر ہی دارالعلوم میں اولین صدر مدرس تجوید و قرآءت کے طور پر تقرری عمل میں آئی۔

یہ بات تو مشاہدہ میں بھی آئی ہے کہ جب استاذ پڑھاتا ہے یا اپنی کتب میں کوئی بات تحریر کرتا ہے تو شاگرد اس کو بعینہ لے کر اپنی کتاب میں نقل کر لیتے ہیں یہ کوئی اچھے کی بات نہیں۔ تلامذہ کی اپنے اساتذہ سے علمی مشابہت خواہ وہ تحریر میں ہو یا تدریس میں کوئی حیرت انگیز بات نہیں۔

نیز حضرت قاری عبدالوحید صاحبؒ نے ہدیۃ الوحید کے علاوہ بھی تصانیف فرمائی ہیں (دیگر تصانیف سے متعلق دیکھو ہدیۃ الوحید مطبوعہ قرآءت اکیڈمی لاہور و تذکرہ قاریان ہند و ہدیۃ الوحید مطبوعہ دیوبند)

فنی کتب پر آپ کی تقاریر طبع جلیلہ

اس کے علاوہ حضرت قاری عبدالرحمنؒ نے بعض کتب قراءات پر مختصر یا مفصل تقاریر طبع بھی تحریر فرمائی ہیں۔ ایک مفصل تقریر قراءات سبع کے حواشی والے قرآن پر تحریر فرمائی جو کہ ۱۶/ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ میں باہتمام مدرسہ مظاہر العلوم طبع ہوا۔ بین السطور حضرت تھانویؒ کا ترجمہ ہے۔

دوسری تقریظ حضرت ملا علی قاریؒ کی مشہور و معروف شرح شاطبیہ کی ہندوستان میں اول بار طبع کے اوپر ہے یہ شرح مذکور ۱۳۳۸ھ میں دیوبند سے طبع ہوئی۔

تیسری تقریظ حضرت قاری محمد یامین صاحبؒ صدر مدرس قراءات امداد العلوم تھانہ بھون کے رسالے ”ضیاء الشمس فی اداء الخمس“ پر تحریر فرمائی۔ جو کہ حضرت تھانویؒ کے ”امداد الفتاویٰ“ میں شامل ہے اور اب اس رسالہ کو ہم شرح فوائد کیہ میں بھی شامل کر رہے ہیں فالحمد لله علی ذلک

وفات حسرت آیات

۱۳۳۸ھ مطابق ۱۹۲۹ء میں آپ مدرسہ احیاء العلوم الہ آباد سے مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ تشریف لے آئے۔ اس وقت مدرسہ عالیہ فرقانیہ میں آپ کے مایہ ناز شاگرد اور جانشین حضرت قاری عبدالمالک صاحبؒ صدر مدرس کے منصب پر فائز تھے انہوں نے حضرت قاری صاحبؒ کو مدرسہ کا صدر مدرس قرار دیا اور آپ کی زیر سرکردگی کام کرنے کو اپنی سعادت تصور کیا۔ مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ میں ہی ایک روز علیل رہنے کے بعد ۶ جمادی الاول ۱۳۳۹ھ بروز سوموار مطابق ۱۹۳۰ء علم و عمل کا یہ آفتاب غروب ہو گیا۔

آپ کے اٹھ جانے سے علم و ادب کی بساط الٹ گئی۔ قحط الرجال کے اس دور میں آپ جیسی نابغہ روزگار علمی ہستی کا اٹھ جانا پورے برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کی حرماں نصیبی تھی۔

آسمان تیری لحد پر شبہم افشانی کرے

سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

لیکن زبان حال سے یہ الفاظ بھی کہہ دیتے ہیں کہ بے شک آپ اس دنیا سے رخصت ہو گئے لیکن علم کی دنیا میں آپ کا نام تادیر زندہ رہے گا۔ انشاء اللہ

دل ہمارے یاد عہد رفتہ سے خالی نہیں

اپنے شاہوں کو یہ امت بھولنے والی نہیں

آپ کے ایک شاگرد نے ایک قطعہ زمین قبرستان کے واسطے جمو امیں ٹولہ مجیب گنج لکھنؤ میں وقف کیا ہوا تھا اسی میں آپ کو دفن کیا گیا۔

عدم مگرانی اور بے توجہی کی وجہ سے قبرستان کی حالت خراب ہو گئی تھی۔ وفات کے کافی عرصہ کے بعد حضرت قاری صاحبؒ کے شاگرد رشید حضرت قاری حفظ الرحمن صاحبؒ لکھنؤ تشریف لے گئے۔ آپ حضرت قاری عبدالمعبد صاحبؒ اور بعض دیگر احباب کو ساتھ لے کر قبرستان کی تلاش میں نکلے تاکہ استاذ گرامی کی قبر پر دعائے مغفرت اور بلندی درجات کے لیے

دعا کر سکیں۔ صبح سے لے کر دوپہر بارہ بجے تک قبر کی تلاش کی مگر قبر نہ ملی۔ سب حضرات تھک ہار کر ایک درخت تلے بیٹھ گئے۔ حضرت قاری حفظ الرحمن صاحبؒ نے کہا جب تک میں قبر تلاش نہ کر لوں گا واپس نہ جاؤں گا۔ یہ بات سن کر باقی احباب بھی ساتھ ہی رہے۔ حضرت قاری حفظ الرحمن صاحبؒ نے ایک دیہاتی کو بلایا جو قریب سے گزر رہا تھا کہ اس سے استاد محترم کی قبر کا دریافت کریں۔ حضرت قاری عبدالمعبود صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرت جب ہم لکھنؤ کے رہنے والے قبر کی نشاندہی نہ کر سکے تو یہ دیہاتی تو بالکل انجان ہے کہ اس نے تو حضرت قاری صاحبؒ کا نام نامی بھی نہ سنا ہوگا یہ کیا بتائے گا؟ جب دیہاتی نزدیک آیا تو حضرت قاری حفظ الرحمن صاحبؒ نے اس سے حضرت قاری صاحبؒ کی قبر کے متعلق دریافت کیا۔ دیہاتی نے یہ سن کر کہا کہ میرے ساتھ آئیے میں آپ کو بتاتا ہوں۔ غرض وہ دیہاتی ان سب حضرات کو حضرت قاری صاحبؒ کی قبر پر لے گیا۔ بعد ازاں وہاں پہنچ کر سب نے تصدیق کی کہ ہاں یہی قبر ہے۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت قاری عبد الرحمن مکیؒ شہرت کی بلندیوں پر فائز تھے کہ عوام و خواص اور شہری و دیہاتی سب حضرات قاری صاحبؒ کی شخصیت سے باخبر تھے۔

سلسلہ بیعت و سلوک

حضرت قاری عبد الرحمن مکی صاحبؒ حضرت مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے بیعت تھے اور اسی پر وہ آخری دم تک رہے (دیکھو ”القول الجلیل“ مؤلفہ استاذ القراء القاری المقری عبدالحق صاحب سہارنپوریؒ میں بیان کردہ حضرت قاری عبد اللہ مکیؒ کے حالات)

بعض حضرات کے بقول حضرت قاری صاحبؒ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحبؒ سے بیعت تھے۔ حالانکہ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحبؒ سلسلہ چشتیہ صابریہ میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ سے بیعت تھے۔ اسی تعلق کی بناء پر حضرت قاری صاحبؒ کے حضرت پیر مہر علی شاہ صاحبؒ سے بڑے دیرینہ تعلقات تھے کیونکہ یہ دونوں حضرات آپس میں پیر بھائی تھے۔ واللہ اعلم بالصواب

تلامذہ

حضرت قاری عبد الرحمن مکیؒ کے شاگردوں کی تعداد کا صحیح علم نہیں ہزاروں کی تعداد میں اگر کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا برصغیر پاک و ہند میں آپ کی خدمات تقریباً نصف صدی پر پھیلی ہوئی ہیں بعض شاگرد بہت زیادہ مشہور ہیں کہ جن کی وجہ سے برصغیر پاک و ہند کے طول و عرض میں علوم قرآن اور تجوید و قرأت کو بیش بہا فروغ ملا۔

(۱) شیخ القراء قاری عبدالحق صاحبؒ۔ (۲) شیخ القراء قاری عبدالمالک صاحبؒ صدر المدرسین فرقانیہ لکھنؤ۔ (۳) شیخ القراء قاری ضیاء الدین احمد صدیقیؒ۔ (۴) شیخ القراء قاری عبد الوحیدؒ علیہ الرحمہ اولین صدر مدرس تجوید و قراءات دارالعلوم

دیوبند۔ (۵) شیخ القراء قاری حفظ الرحمن صاحب صدر مدرس دارالعلوم دیوبند۔ (۶) قاری مفتی محمد نصیر نعمانی۔ (۷) قاری محمد عبدالمعبود صاحب۔ (۸) قاری محمد صدیق صاحب مین سنگھی (حضرت کا تمام تر استفادہ یعنی تجوید و قراءات سبع و عشرہ بطریق درہ و طیہ حضرت قاری عبد الرحمن مکی سے ثابت ہوتا ہے جیسا کہ حضرت قاری محمد صدیق صاحب کے سلسلہ کے بزرگوں کی اسناد سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ حضرت نے قاری عبد اللہ مکی سے مدرسہ صولتہ میں حفظ کیا ہے روایت حفص میں استفادہ نہیں فرمایا مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو شجرۃ الاساتذہ للشیخ المقرئ اظہار احمد التھانوی)۔ (۹) قاری محمد یوسف کلکتوی۔ (۱۰) قاری نواب حبیب الرحمن خان شروانی۔ (۱۱) قاری محمد حسین الدہ آبادی خلیفہ و مجاز حضرت حاجی امداد اللہ صاحب۔ (۱۲) قاری محمد فضل حق صاحب مچھلی شہری۔ (۱۳) اور آپ کے صاحبزادے قاری محمد سراج الحق پروفیسر الدہ آباد یونیورسٹی۔ (۱۴) حضرت مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محلی ناظم ندوۃ العلماء والد بزرگوار حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی۔ (۱۵) قاری محمد نظر صاحب۔ (۱۶) قاری محمد کامل صاحب افضل گڑھی۔ (۱۷) قاری قطب الدین سنہلی۔ (۱۸) حضرت قاری علی محمد سنہلی۔ (۱۹) قاری پیر زادہ سید محمد زین العابدین احمد آبادی۔ (۲۰) حکیم حافظ یوسف حسن خاں بہاری۔ (۲۱) حضرت قاری محمد سلیمان سورتی۔ (۲۲) قاری حکیم محمد عبد الرحیم خان امرہ ہوئی۔ (۲۳) قاری حافظ عبدالستار کانپوری۔ (۲۴) قاری شیخ محمد صاحب ناظم دارالعلوم سنو۔ (۲۵) قاری مولانا حیدر حسن خان ٹوکی۔ (۲۶) قاری عبدالعزیز جل کوزوی۔ (۲۷) قاری رجب علی الدہ آبادی۔ (۲۸) قاری محبوب علی الدہ آبادی۔ (۲۹) قاری عبد اللطیف الدہ آبادی۔ (۳۰) قاری محمد حسین عرف محمد میاں الدہ آبادی۔ (۳۱) قاری محمد اسلم لکھنوی شہید۔ (۳۲) قاری سید امیر احمد الدہ آبادی۔ (کاتب افضل الدردر شرح راسیہ) (۳۳) قاری احمد سعید الدہ آبادی وغیرہم کے نام قابل ذکر ہیں۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتاب کا نام ”فوائد مکیہ“ رکھنے کی وجہ

حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اس کتاب کا نام ”فوائد مکیہ“ رکھا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے مکہ معظمہ کے مشہور مدرسہ صولتیہ میں اپنے بڑے بھائی شیخ العرب والجم حضرت استاذ القراء والمجودین قاری المقری محمد عبد اللہ مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ سے تجوید و قراءات پڑھیں اور بعد میں ہندوستان تشریف لا کر علم تجوید و قراءات کے فروغ کا پیش بہا کام کیا اسی فروغ تجوید و قراءات کے ضمن میں آپ نے کتب بھی تالیف فرمائی ہیں جن میں تجوید میں فوائد مکیہ ہے جو فن میں ایک بہت اعلیٰ پائے کی کتاب ہے۔ اس کتاب میں حضرت مصنف علیہ الرحمہ تجوید کے قواعد بیان فرما رہے ہیں اس لیے بجا طور پر اس کی نسبت مکہ المکرمہ کی جانب فرمائی ہے۔ اس کتاب میں ایک مقدمہ اور تین باب ہیں پہلے باب میں پانچ فصلیں ہیں دوسرے باب میں آٹھ فصلیں ہیں تیسرے باب میں چار فصلیں ہیں اور خاتمہ میں دو فصلیں ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے رسم قرآنی کے موضوع پر علامہ شاطبی رحمہ اللہ کے قصیدہ عقیلۃ اتراب القصائد کی نہایت شاندار عربی میں علمی شرح افضل الدرر تالیف فرمائی جو اپنے موضوع اور فن کے لحاظ سے بہت بڑا علمی مقام رکھتی ہے۔

مقدمۃ الكتاب

فوائد مکیہ:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا
وَشَفِیْعِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاصْحَابِهِ وَارْوَاحِهِمْ وَذُرِّیَّاتِهِمْ اَجْمَعِیْنَ.

شرح : قولہ مقدمۃ :

یہ مقدمہ لکھیش سے ماخوذ ہے جو کہ لشکر کی اس جماعت کو کہتے ہیں جو آگے آگے چلنے والی ہو اگر فتح الدال پڑھا جائے تو

قَدَّمَ فعل متعدی کا اسم مفعول ہوگا بمعنی آگے لایا ہوا۔ مگر ”الْفَاتِحُ“ میں ہے اَلْفَتْحُ مُخَلَّفٌ یعنی دال کا فتح باطل ہے۔

اگر بکسر الدال پڑھا جائے اور یہ قَدَّمَ فعل متعدی کا اسم فاعل ہو تو معنی ہوگا مقدم کرنے والا چونکہ یہ اپنے جاننے والے کو اس شخص پر مقدم کرتا ہے جو اس کو نہیں جانتا اس لیے اس کو مقدمہ کہتے ہیں یا پھر قَدَّمَ تَقَدَّمَ (فعل لازم) کے معنی میں ہے جس کے معنی ہیں آگے ہونے والا پھر جب اس لفظ کو معنی وصفی سے اکی کی طرف منتقل کیا گیا اور لشکر کی جماعت متقدمہ کے لیے اسم قرار دے دیا گیا تو تائے نقلت کا اضافہ کیا گیا تاکہ وصفیت سے اسمیت کی طرف منتقل ہونے پر دلالت کرے۔

مقدمہ کی اقسام:

مقدمہ کی دو اقسام ہیں:

(۱) مقدمۃ العلم (۲) مقدمۃ الکتاب

مقدمۃ العلم کا اطلاق ان معانی پر ہوتا ہے جن پر علم کا شروع کرنا علی وجہ البصیرۃ ہو جیسے علم کی تعریف، موضوع، غرض و غایت وغیرہ۔

مقدمۃ الکتاب اس مجموعہ کلام کو کہتے ہیں جو مقصود سے پہلے لایا جائے یا اس معنی کہ اس مجموعہ کلام کے ساتھ مقصود کا ارتباط ہے۔ مثلاً علامہ شاطبی رحمہ اللہ نے شاطبیہ کے شروع میں مقدمہ رکھا ہے جس میں رموز قراء اور روایات بیان کی ہیں یعنی ابج دھز حطی کلم وغیرہ اب شاطبیہ کا سمجھنا اس کے مقدمہ پر موقوف ہے اور اسی طرح علامہ جزریؒ نے طیبۃ النشر کے آغاز میں مقدمہ کے اندر قراءۃ شرہ اور ان کے رواۃ کی رموز کو بیان فرمایا ہے اور طیبۃ النشر کا سمجھنا بھی اس کے مقدمہ پر موقوف ہے۔

اس جگہ حضرت مصنفؒ کی مراد قسم اول ہے اور مقدمۃ الکتاب کہہ کر مراد مقدمۃ العلم لیا ہے کتاب بمعنی علم ہے۔

قوله بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ: چونکہ یہ کتاب علم تجوید میں ہے اور علم تجوید کا تعلق قرآن کریم کے ساتھ ہے۔ قرآن میں پہلے بسملہ ہے اور قرآن کریم سے مطابقت پیدا کرنے کے لیے مصنف علیہ الرحمۃ نے کتاب کو بسملہ سے شروع کیا ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان عالی کی اتباع ہو جائے:

كُلُّ أَمْرٍ ذِي بَالٍ لَمْ يَدْأِ فِيهِ بِسْمِ اللَّهِ هَرَاهِمُ كَامِ جَوْ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ سَ شَرُوعَ نَهَ كَا جَا وَهَ اذْهَوَارَ هَتَا هَ۔

ابن حبانؒ نے اس حدیث کو دو طریق سے بیان کیا ہے۔ ابن الصلاحؒ نے اس کو حسن کہا ہے۔ ابو داؤدؒ اور ابن ماجہؒ نے اس

کو اس طرح روایت کیا ہے:

كُلُّ أَمْرٍ ذِي بَالٍ لَا يَبْدَأُ فِيهِ بِالْحَمْدِ لِلَّهِ
 هَرَاهِمُ كَامُ جَوَالِحِدِ اللَّهِ يَأْمُرُ بِالشُّرُوعِ نَهَى بِالشُّرُوعِ نَهَى
 أَوَّالِ الْحَمْدِ فَهُوَ أَقْطَعُ
 ادھورار ہوتا ہے۔

راوی کو شک ہے کہ حدیث میں الحمد للہ کے لفظ ہیں یا صرف الحمد کے۔

قوله الْحَمْدُ لِلَّهِ :

حضرت مصنف علیہ الرحمۃ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کے بعد الحمد للہ سے شروع کیا ہے اور قرآن کریم میں بھی بسملہ کے بعد الحمد للہ ہے قرآن کریم سے مطابقت پیدا کرنے کے لیے حضرت مصنف علیہ الرحمۃ نے الحمد للہ سے شروع کیا ہے اور جیسا کہ پہلے حدیث گزر چکی ہے کہ ہر وہ کام جو الحمد للہ کے بغیر شروع کیا جائے وہ ادھورا ہے۔
 ابتداء کی تین قسمیں ہیں: (۱) ابتداء حقیقی (۲) ابتداء اضافی (۳) ابتداء عری
 (۱) ابتداء حقیقی: کے معنی ہیں جو سب سے مقدم ہو۔

(۲) ابتداء اضافی: اس کو کہتے ہیں جو بعض سے مقدم ہو اور بعض سے موخر ہو۔

(۳) ابتداء عری: اس کو کہتے ہیں کہ وہ مقصود سے مقدم ہو۔

اب حضرت مصنف علیہ الرحمۃ کا کتاب کو بسملہ سے شروع کرنا ابتداء حقیقی ہے اور الحمد للہ سے شروع کرنا ابتداء اضافی یا عری ہے یا دونوں جگہ ابتداء عری ہے اب دو روایتوں میں جو بظاہر تعارض معلوم ہوتا تھا وہ نہ رہا۔
 الحمد للہ میں الف لام استغراق کا ہے یا جنس یا عہد کا ہے اور ہر صورت میں حمد اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ مخصوص ہے غیر اللہ پر اس کا اطلاق نہیں ہو سکتا پہلی صورت میں تو ظاہر ہے اور دوسری صورت میں اس لیے کہ اللہ میں جو لام ہے وہ اختصاص کے لیے ہے پس اس صورت میں حمد کا کوئی فرد بھی اللہ کے غیر کے لیے باقی نہیں رہتا کیونکہ اگر باقی رہے گا تو اختصاص باطل ہو جائے گا اور تیسری وجہ سے مراد اس سے وہ حمد ہوگی جو حق تعالیٰ نے بذات خود فرمائی ہے اور انبیاء اور اہل اللہ نے کی۔ لہذا اس صورت میں بھی حمد کا کوئی فرد غیر اللہ کے لیے باقی نہیں رہا۔

اس کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کی تعظیم و اختیاری کی بنا پر کلام کے ساتھ اس کی ثناء بیان کرنا اور اس ثنا کا مورد زبان اور دل ہیں۔
 شکر کا اظہار زبان، جو ارج اور ارکان کے ساتھ ہوتا ہے اور وہ باعتبار تعلق کے حمد سے عام ہوتا ہے اور باعتبار سبب کے اس سے خاص ہوتا ہے اس لیے اس کا اطلاق نعمت کے مقابلہ میں ہوتا ہے۔

رہی حمد تو وہ عام ہوتی ہے سب کے لحاظ سے اور خاص ہوتی ہے تعلق کے لحاظ سے۔ اس لیے کہ وہ نعمت کے مقابلے میں ہوتی ہے اور دیگر امور کے مقابلے میں بھی پس ان دونوں کے درمیان عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے کیونکہ یہ دونوں ایک مادہ میں مجتمع بھی ہیں۔ اور ایک مادہ میں ایک دوسرے سے منفرد بھی۔

الْحَمْدُ لِلّٰہِ حمد کے معنی میں ہے اور زبان سے تعریف کرنے کے عمومی معنی میں بولا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے یہ الفاظ نازل فرما کر اپنے بندوں کو سکھایا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تعریف اس طرح کیا کریں۔

قوله رَبِّ الْعَالَمِينَ :

رب اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے جس کے معنی مربی کے ہیں یہ لفظ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی مخلوق کی شان میں اضافت نسبت و اضافت کے استعمال نہیں ہو سکتا۔ ہاں مخلوق کی شان میں اضافت کے ساتھ استعمال ہو سکتا ہے مثلاً رَبُّ الدَّارِ کہہ سکتے ہیں جس کے معنی گھر کے مالک کے ہوں گے۔

العالمین عالم کی جمع ہے اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا سب مخلوقات کو عالم کہتے ہیں۔ آسمان زمین کی آبادی، جنگل و دریا میں اللہ تعالیٰ کی طرح طرح کی مخلوقات ہے۔ جن سب کا مربی اور معبود اللہ تعالیٰ ہے۔ اس لیے لفظ عالم کو جو خود جمع ہے جمع کر کے الْعَالَمِينَ فرمایا۔ لفظ رَبِّ کے معنی عربی لغت کے اعتبار سے تربیت و پرورش کرنے والے کے ہیں اور تربیت اس کو کہتے ہیں کہ کسی چیز کو اس کے تمام مصالح کی رعایت کرتے ہوئے درجہ بدرجہ آگے بڑھایا جائے۔ یہاں تک کہ وہ حد کمال کو پہنچ جائے۔ یہ لفظ جیسا کہ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے لیے مخصوص ہے۔

العالمین عالم کی جمع ہے جس میں دنیا کی تمام اجناس، آسمان، چاند سورج اور ستارے، ہوا و فضا، برق و باران، فرشتے، جنات زمین اور اس کی تمام مخلوقات، حیوانات، انسان، نباتات، جمادات وغیرہ سب ہی داخل ہیں اس لیے رَبِّ الْعَالَمِينَ کے معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ تمام اجناس کائنات کی تربیت کرنے والے ہیں۔

قوله وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ :

صَلٰوةُ اللّٰہِ عَلٰی عَبْدِہ کے بارے میں صحیح نقطہ نظر وہ ہے جو حضرت امام بخاریؒ نے حضرت ابو العالیہؒ سے ذکر کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں:

صَلٰوةُ اللّٰہِ عَلٰی عَبْدِہ تَنَاءُہُ عَلَیہِ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے حضرت محمد ﷺ پر صَلٰوة بھیجے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ملائکہ میں آپ ﷺ کی تعریف فرماتا ہے۔

علامہ ابن قیمؒ نے بھی اسی نقطہ نظر کو صحیح قرار دیا ہے اور وہ اپنی تصنیفات ”جلاء الافہام“ اور ”بدائع الفوائد“ میں اسی کی تائید کرتے ہیں۔ علامہ الشیخ عبدالرحمن بن حسنؒ فرماتے ہیں۔ صلوٰۃ کا مطلب دعا ہے۔ جیسا کہ مسند امام احمدؒ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الْمَلَائِكَةُ تُصَلِّي عَلَى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِي مَصَلَّاهُ. اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ. اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ. فرشتے اس کے لیے یہ دعا کرتے ہیں اے اللہ اس کی مغفرت فرما۔ اے اللہ اس کی بخشش فرما۔

صَلَوٰۃ کی اصل صَلَوٰۃ (بفتح حروف ثلاثہ) ہے واو کو الف کیا گیا تو صَلَوٰۃ ہوا۔ صلوٰۃ جب اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہو تو مراد رحمت خداوندی کا نزول ہوتا ہے۔ اگر ملائکہ کی طرف منسوب ہو تو استغفار اور مومنین کی طرف منسوب ہو تو دعا اور حیوانات کی طرف منسوب ہو تو مراد تسبیح ہوتی ہے۔

شریعت میں ارکان مخصوصہ کا نام صَلَوٰۃ ہے۔ یہاں معنی وہی مراد ہیں جو ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔ حضرت مصنف رحمۃ اللہ نے صَلَوٰۃ اور سلام کو جمع فرما کر قرآن کریم کی اتباع کی ہے کیونکہ باری تعالیٰ نے صَلَوٰۃ و سلام دونوں کا حکم فرمایا ہے۔ ارشاد باری ہے صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔ نیز امام نوویؒ نے بعض علماء سے صَلَوٰۃ و سلام کے افراد کی کراہت نقل کی ہے جس کے پیش نظر حضرت مصنفؒ نے دونوں کو جمع فرمایا ہے۔

قوله عَلَى سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ :

بظاہر لفظ صَلَوٰۃ کے بعد کلمہ عَلَى کا استعمال مناسب نہیں کیونکہ عَلَى معنی مضرت پر دلالت کرتا ہے۔ اس اعتراض کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ عَلَى مضرت کے لیے اس وقت ہوتا ہے جب لفظ دعا کا صلہ ہو۔

سید بمعنی سردار ہے۔ سید اصل میں سیّد تھا واو کو یاء کیا اول یاء کا ثانی یاء میں ادغام کیا گیا تو سید ہوا لفظ سید کا استعمال اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے یا نہیں اس میں تین اقوال ہیں:

- (۱) اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر نہیں کیا جاسکتا۔
- (۲) اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر ہی کیا جاسکتا ہے غیر پر نہیں کیونکہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یا سیدنا کہہ کر پکارا تو آپؐ نے فرمایا ”السَّيِّدُ هُوَ“
- (۳) سب پر اطلاق کیا جاسکتا ہے اور یہی قول صحیح تر ہے۔

قرآن کریم اور احادیث نبویؐ اس پر شاہد ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

(۱) وَ سَيِّدًا وَ حَصُورًا. (۲) وَ الْفَيَّا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ.

اور آنحضرت ﷺ کے ارشادات مبارکہ ہیں:

(۱) اَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ. (۲) قُومُوا إِلَى سَيِّدِكُمْ.

سید المرسلین آنحضرت ﷺ کے فرمان مبارک سے اس قول کے اوپر بہت عمدہ روشنی پڑتی ہے آپؐ نے فرمایا:

اَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ وَ
بَيْدِي لَوَاءِ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ وَمَا مِنْ نَبِيٍّ
يَوْمَئِذٍ آدَمَ فَمَنْ سِوَاهُ إِلَّا تَحْتَ لَوَائِي وَأَنَا
أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ وَلَا فَخْرَ.

میں قیامت کے دن سب انسانوں کا سردار ہوں گا اور
اس میں کوئی شیخی اور فخر کی بات نہیں اور حمد کا جھنڈا
میرے ہاتھ میں ہوگا اور اس میں کوئی شیخی اور فخر کی بات
نہیں اور حضرت آدم علیہ السلام اور دیگر تمام انبیاء
میرے جھنڈے تلے ہوں گے اور سب سے پہلے میں
(ترمذی) قبر سے اٹھوں گا اور اس میں کوئی فخر کی بات نہیں۔

قوله سَيِّدِنَا وَ نَبِيِّنَا : سید کی توضیح و تشریح ہم اس سے قبل بیان کر آئے ہیں۔

نَبِيٌّ بَرَزَن فَعِيلٌ بمعنی الفاعل یا تو مشتق ہے نَبَاءٌ مہموز اللام سے جس کے معنی خبر کے ہیں۔ وَهُوَ الْأَظْهَرُ
لِأَنَّهُ الْخَيْرُ عَنِ اللَّهِ تَعَالَى یا یہ مشتق ہے غیر مہموز سے وَهُوَ الْأَكْثَرُ اور بعض کہتے ہیں کہ یہ نبوت بمعنی رفعت سے
مشتق ہے۔ اس واسطے کہ نبی کا مرتبہ سب سے رفیع اور بلند ہوتا ہے۔ نبی و رسول میں فرق یہ ہے کہ نبی عام اور رسول خاص
ہے۔ اس لیے کہ نبی وہ انسان ہے جو تبلیغ احکام کے لیے حق تعالیٰ کی طرف سے مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہو۔ عام اس سے کہ اس
کے ساتھ کتاب یا شریعت جدیدہ ہو یا نہ ہو بخلاف رسول کے کہ اس کے ساتھ کتاب اور شریعت جدیدہ کا ہونا ضروری ہے۔
واللہ اعلم۔

قوله وَ شَفِيعِنَا : یعنی ہمارے سفارش کرنے والے۔ آنحضرت ﷺ قیامت کے دن ہماری سفارش کریں گے جیسا
کہ حدیث مبارکہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عرض کیا:

يَا رَسُولَ اللَّهِ مَنْ أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَقَدْ ظَنَنْتُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ ﷺ أَنْ لَا يَسْأَلَنِي عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ أَوَّلُ مِنْكَ لِمَا رَأَيْتُ مِنْ حِرْصِكَ عَلَى الْحَدِيثِ أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ خَالِصًا مِنْ قَلْبِهِ أَوْ مِنْ نَفْسِهِ. (بخاری)

صحیح بخاری کی حدیث کے الفاظ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

قیامت کے دن آپ کی شفاعت کا سب سے زیادہ مستحق کون ہوگا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابو ہریرہؓ میں جانتا تھا کہ تم سے پہلے کوئی یہ بات مجھ سے نہیں پوچھے گا کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ تمہیں حدیث سننے کی کیسی حرص ہے (ابن لو) کہ سب سے زیادہ میری شفاعت کا نصیب ہونا اسی شخص کے لئے ہوگا جس نے اپنے دل سے یا اپنے جی کے خلوص کے ساتھ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہا ہو۔

یعنی سب جمع ہو کر میرے پاس آ جائیں گے میں جاؤں گا اور اپنے پروردگار کو دیکھتے ہی سجدے میں گر پڑوں گا اور جب تک اس کو منظور ہے وہ مجھے سجدے میں ہی پڑا رہنے دے گا۔ اسکے بعد حکم ہوگا کہ محمد ﷺ اپنا سر اٹھائیے اور عرض کریں آپ کی عرض سنی جائے گی آپ کی درخواست قبول ہوگی آپ کی سفارش قبول ہوگی اس وقت میں اپنے مالک کی ایسی ایسی تعریف بیان کروں گا جو وہ مجھ کو سکھائے گا پھر میں لوگوں کی سفارش کروں گا سفارش کی ایک حد مقرر کر دی جائے گی میں ان کو بہشت میں لے جاؤں گا۔

فَيَا تُونِي فَأَنْطَلِقُ فَاسْتَاذِنُ عَلَى رَبِّي فَيُؤْذَنُ لِي عَلَيْهِ فَإِذَا رَأَيْتُ رَبِّي وَقَعْتُ لَهُ سَاجِدًا فَيَدْعُنِي مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَدْعُنِي ثُمَّ يَقَالَ أَرْفَعُ مُحَمَّدٌ ﷺ وَقُلْ تَسْمَعُ وَتَسْمَعُ وَتُسَلِّعُ تَعْطُهُ وَاشْفَعُ تُشَفِّعُ فَاحْمَدُ بِمَحَامِدِ عِلْمِنِيهَا ثُمَّ اشْفَعُ فَيُحْدِلِي حَدًّا فَأَدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ. (بخاری)

قوله وَمَوْلَانَا

مولا کا معنی ہے آقا سردار یہاں اس سے مراد نبی کریم ﷺ ہیں جو کہ تمام انبیاء کے سردار ہیں جو اللہ کے بعد پوری کائنات میں افضل و اعلیٰ ہیں مولا اللہ تعالیٰ کو بھی کہا جاتا ہے جیسے قرآن کریم میں ہے أَنْتَ مَوْلَانَا فَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۝

اور مولا اللہ تعالیٰ کے علاوہ جبریل اور میک لوگوں کو بھی کہا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ ط**
قوله مُحَمَّد

یہ نام نامی ہے آنحضرت ﷺ کا جو کہ آپ کے جد امجد عبدالمطلب نے آپ کی ولادت کے سات روز بعد رکھا تھا۔ کسی نے ان سے پوچھا کہ آپ نے ایسا نام کیوں رکھا ہے جو کہ آپ کے آباء و قوم میں سے کسی کا نہیں ہے انہوں نے کہا مجھے امید ہے کہ یہ شخص زمین و آسمان میں حمد کیا جائے گا چنانچہ حق تعالیٰ نے ان کی امید کو پورا فرمادیا۔

محمد ﷺ و احمد ﷺ میں فرق

محمد ﷺ اسے کہتے ہیں جس کی ساری کائنات سے زیادہ تعریف کی جائے اور احمد ﷺ اسے کہتے ہیں جس نے ساری کائنات سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کی۔ واقعی آنحضرت ﷺ ہی کی ذات گرامی اس لائق ہے کہ آپ کی ساری کائنات سے زیادہ تعریف کی جائے۔ لفظ محمد ﷺ کا معنی ہی اس پر دلالت کر رہا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ نسب:

سیدنا محمد ﷺ بن عبد اللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی ہمارے نبی ہیں۔ دادا نے آنحضرت ﷺ کا نام محمد اور والدہ نے خواب میں ایک فرشتے سے بشارت پا کر احمد ﷺ رکھا تھا۔

لفظ محمد ﷺ حمد سے اسم مفعول ہے یعنی مضاعف سے مبالغہ کے لئے ہے اور احمد ﷺ بھی حمد سے واقع علی المفعول ہے۔ اسم محمد ﷺ سے حمد کی کثرت و مہیت اور اسم احمد ﷺ سے حمد کی صفت اور کیفیت ظاہر ہوتی ہے۔ حضرت حسان بن ثابت ؓ کا شعر ہے ع

وَشَقَّ لَهُ مِنْ اسْمِهِ يُجْلَهُ
 فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُودٌ وَهَذَا مُحَمَّدٌ

ترجمہ: ”اللہ نے ان کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے ان کا نام اپنے نام سے مشتق کیا۔ دیکھو رب العرش تو محمود ہے اور آنحضرت ﷺ محمد ہیں۔“

واضح ہو کہ نبی کریم ﷺ کو اسم محمد سے خاص مناسبت ہے۔ آپ کا نام محمد و احمد اور آپ کے مقام شفاعت کا نام محمود ہے۔ امت محمدیہ کا نام حمادوں ہے۔ اور آنحضرت ﷺ کے لواء کا نام لواء محمد ہے۔ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى ذَلِكَ حَمْدًا

کثیراً۔

حدیث میں ہے کہ زمین پر میرا نام محمد ﷺ ہے اور آسمانوں پر احمد ﷻ ہے۔ تورات میں اسم مبارک محمد آیا تھا۔ اور انجیل میں اسم مبارک احمد آیا تھا۔ سیدہ آمنہ بی بی کو نام رکھنے کی بشارت فرشتے کی معرفت ایسے ہی ملی تھی جیسے کہ فرشتے کی بشارت سے حضرت ہاجرہ نے حضرت اسماعیل کا نام (پیدائش ۱۱/۱۶) اور حضرت مریم نے حضرت یسوع کا نام (لوقا باب ۳۰ درس) رکھا تھا۔

قوله والہ

اس سے دین اسلام میں رسول اللہ ﷺ کے متبعین مراد ہیں حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے بھی یہی تصریح کی ہے اور ان کے تلامذہ کا بھی یہی موقف ہے۔ اس نقطہ نظر کے مطابق تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات آپ ﷺ کی آل و اولاد اور بنی ہاشم و بنی عبدالمطلب کے تمام وہ حضرات جو آپ پر ایمان لائے نیز تمام اہل ایمان والہ میں داخل ہو جاتے ہیں۔

لفظ ال اسم جمع ہے اصل میں اہل تھا بدلیل اُھیل کے لِأَنَّ التَّصْغِيرَ يُرَدُّ إِلَى أَشْيَاءٍ إِلَى أَصُولِهَا۔ پس ہا ہمزہ سے تبدیل ہو گئی اور ہمزہ موافق قیاس کے الف سے تبدیل ہوا تو ال ہو گیا۔

یہ مذہب سیبویہ کا ہے اور یہی مشہور مختار عند البصرین ہے۔ امام کسائیؒ کے نزدیک اس کا اصل اَوَّل تھا کیونکہ تصغیر اوایل آتی ہے پس واؤ کو الف سے تبدیل کیا تو آل ہو گیا۔

کسائیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک اعرابی سے سنا جو کہ کہتا تھا کہ ”اَلٌ وَ اَوَّلٌ اَھْلٌ وَ اُھْلٌ“ یعنی کسائیؒ کے نزدیک ”اَلٌ“ اور ”اُھْلٌ“ ایک لفظ نہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کا اصل اَوَّل تھا ہمزہ ثانی کو الف سے بدل دیا۔ اسی سلسلہ میں علامہ شاطبیؒ کا ایک شعر ہے۔

فَابْدَأْهُ مِنْ هَمْزٍ هَاءٍ اَصْلُهَا

وَقَدْ قَالَ بَعْضُ النَّاسِ مِنْ وَاوٍ اَبْدَلَا

پس آل میں ابدال ہمزہ ہے اور ہمزہ کی اصل ہاء ہے اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ واؤ سے ابدال کیا گیا ہے۔ لفظ آل کی اصل بتاتے ہیں کہ ایک قول جو سیبویہ کا ہے کہ آل اصل میں اَوَّلٌ اور اَوَّلٌ اصل میں اُھْلٌ تھا اور دوسرا قول جو ابوالحسن ابن شنبوذ کا ہے کہ آل اصل میں اَوَّلٌ تھا۔

ال میں چند مذاہب

(۱) ال بمعنی اتباع ہے یہ حضرت جابر بن عبد اللہؓ اور حضرت سفیان ثوریؒ کا مذہب ہے اسی کو بعض اصحاب شوافع نے اختیار کیا ہے اور امام نوویؒ و امام ازہریؒ کے نزدیک یہی پسندیدہ ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ اور ان کے تلامذہ سے بھی ایک قول انہی معنی پر وارد ہے جو ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔

(۲) ال سے مراد بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب ہیں یہ امام شافعیؒ کا قول ہے اور امام احمد بن حنبلؒ سے بھی ایک قول یہی مروی ہے۔

(۳) امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ال فقط بنو ہاشم ہیں اور آپ کے اس قول کو بعض مالکیہ نے بھی پسند کیا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے:

وَعَنْ وَائِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ كِنَانَةَ مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ وَاصْطَفَىٰ قُرَيْشًا مِنْ كِنَانَةَ وَاصْطَفَىٰ مِنْ قُرَيْشٍ بَنِي هَاشِمٍ وَاصْطَفَانِي مِنْ بَنِي هَاشِمٍ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) وَفِي رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ أَنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ مِنْ وَلَدِ إِبْرَاهِيمَ إِسْمَاعِيلَ وَاصْطَفَىٰ مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ بَنِي كِنَانَةَ. (مسلم)

ترجمہ: حضرت وائلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اولاد اسماعیل سے کنانہ کو چن لیا۔ کنانہ سے قریش کو چن لیا اور قریش سے بنو ہاشم کو چنا۔ اور بنو ہاشم میں سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو چن لیا۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے) ترمذی کی ایک روایت میں ہے اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کی اولاد سے اسماعیل کو چن لیا اور اسماعیل کی اولاد سے بنو کنانہ کو چن لیا۔

لفظ ال گواہ اپنے اصل کے اعتبار سے عام ہے مگر استعمال کے اعتبار سے اس میں دو خصوصیات پیدا ہو گئی ہیں۔

(۱) اسکی اضافت غیر عاقل کی طرف نہیں ہوتی یعنی ال اسلام اور اہل مصر نہیں کہتے بلکہ اہل اسلام اور اہل مصر کہتے ہیں۔

(۲) عاقل کی طرف اس کی اضافت اس وقت ہوتی ہے جب اس کے لئے شرافت دینی و دنیوی ہو جیسے ال نبی یا صرف

دنیوی ہو جیسے ال فرعون -

قوله وَأَصْحَابِهِ

صاحب کی جمع اصحاب ہے جس کے معنی ہیں ساتھی، ایک ساتھ زندگی بسر کرنے والا۔ اصحاب کی جمع اصحاب ہے۔ اور اس سے مراد وہ حضرات مبارکہ ہیں جنہوں نے ایمان کی حالت میں آنحضرت ﷺ کی صحبت اختیار کی اور ایمان کی حالت میں ہی دنیا سے رحلت فرمائی۔ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بہت سارے مناقب اور فضائل ہیں۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُغْفَلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اللَّهُ فِي أَصْحَابِي لَا تَتَّخِذُوهُمْ غَرَضًا مِّنْ بَعْدِي فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَيَحِبِّي أَحَبَّهُمْ وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَيَبْغِضِي أَبْغَضَهُمْ وَمَنْ أَذَاهُمْ فَقَدْ أَذَانِي وَمَنْ أَذَانِي فَقَدْ أَذَى اللَّهِ وَمَنْ أَذَى اللَّهِ فَيُوشِكُ أَنْ يَأْخُذَهُ - (رواه الترمذی)

ترجمہ: ”حضرت عبد اللہ بن مغفلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ سے ڈرو! اللہ سے ڈرو میرے صحابہؓ کے بارے میں میرے بعد ان کو نشانہ نہ بنانا جو ان سے محبت کرتا ہے میری محبت کی وجہ سے محبت کرتا ہے۔ جو ان سے بغض کرتا ہے میرے بغض کی وجہ سے بغض کرتا ہے جو ان کو تکلیف دے اس نے مجھ کو تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ کو تکلیف دی اور جس نے اللہ کو تکلیف دی قریب ہے کہ اللہ ان کو پکڑ لے۔“ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔“

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ انْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدًّا أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ - (متفق علیہ)

ترجمہ: ”حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے صحابہ کو گالی مت دو اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو وہ صحابہ کے ایک مد کے ثواب کو نہ پہنچے گا اور نہ اس کے آدھے کے برابر۔“ (متفق علیہ)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا رَأَيْتُمُ الَّذِينَ يَسُبُّونَ أَصْحَابِي فَقُولُوا لَعْنَةُ

اللّٰهُ عَلٰی شَرِّكُمْ. (رواہ الترمذی)

ترجمہ: ”حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو صحابہ کرامؓ کو گالی دیتے ہیں تم کہو کہ تمہارے اس بد فعل پر اللہ کی لعنت ہو۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

قوله وَأَزْوَاجَهُ

اس سے مراد آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات جمعین ہیں جو امہات المؤمنین کے لقب سے سرفراز ہوئی تھیں۔ یہاں ہم ان کے اسماء مبارکہ ذکر کرتے ہیں۔

- (۱) ام المؤمنین حضرت خدیجہ الکبریٰؓ (۲) ام المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہؓ (۳) ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ (۴) ام المؤمنین حضرت حفصہ بنت عمر فاروقؓ (۵) ام المؤمنین حضرت زینب بنت خزیمہؓ (۶) ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ (۷) ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحشؓ (۸) ام المؤمنین حضرت ام حبیبہؓ (۹) ام المؤمنین حضرت صفیہ بنت حیؓ (۱۰) ام المؤمنین حضرت میمونہ بنت حارثؓ (۱۱) ام المؤمنین حضرت ریحانہ بنت شمعونؓ

حضرت ریحانہ کے بارہ میں اختلاف ہے بعض آپؐ کو ازواج میں شمار کرتے ہیں اور بعض لوہڈیوں میں۔

(۱۲) ام المؤمنین حضرت ماریہ قبطیہؓ

قوله وَذُرِّيَّاتِهِمْ

یعنی آپ ﷺ کی اولاد جن کے اسماء مبارکہ کی تفصیل اس طرح ہے:

صاحبزادگان

- (۱) حضرت قاسم رضی اللہ عنہ (۲) حضرت طیب یا طاہر رضی اللہ عنہ (۳) حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ

صاحبزادیاں:

- (۱) حضرت زینبؓ (۲) حضرت رقیہؓ (۳) حضرت ام کلثومؓ (۴) حضرت فاطمہ الزہرہؓ
- حضرت ابراہیمؓ کے علاوہ آپ کی تمام اولاد ام المؤمنین حضرت خدیجہ الکبریٰؓ سے ہے۔ حضرت ابراہیمؓ ام المؤمنین حضرت ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے ہیں۔ آپ ﷺ کے تمام صاحبزادگان چھوٹی عمر میں ہی وفات پا گئے۔ جبکہ چاروں صاحبزادیوں نے اسلام کا زمانہ پایا اور ہجرت بھی فرمائی۔

قوله أَجْمَعِينَ

تاکید کے لیے ہے اور اس میں تمام مسلمان جو قیامت تک آئیں گے وہ سب شامل ہو گئے ہیں۔
مصنف علام رحمۃ اللہ نے نہایت جامع و مانع انداز میں آنحضرت ﷺ پر درود تحریر فرمایا ہے۔ درود پڑھنے کی فضیلت احادیث میں وارد ہے۔ یہاں ہم چند احادیث درج کرتے ہیں۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ صَلَّى عَلَى صَلَوةٍ وَاحِدَةٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ وَحُطَّتْ عَنْهُ عَشْرُ خَطِيئَاتٍ وَرُفِعَتْ لَهُ عَشْرُ دَرَجَاتٍ. (النسائي)

”حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھے گا اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا اور اس کے دس گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور دس درجے بلند کئے جائیں گے۔“

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ أَوَّلَى النَّاسِ بِى يَوْمَ الْقِيَمَةِ أَكْثَرُهُمْ عَلَى صَلَوةٍ. (رواة الترمذی)

حضرت ابن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب لوگوں سے زیادہ میرے قریب وہ شخص ہوگا جو مجھ پر زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھنے والا ہوگا۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ لِلَّهِ وَمَلَائِكَتَهُ سَيَّاحِينَ فِي الْأَرْضِ يُبَلِّغُونَنِي مِنْ أُمَّتِي السَّلَامَ. (رواة النسائي والدارمی)

”حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے فرشتے روئے زمین پر گشت کرتے پھرتے ہیں جو میری امت کے درود و سلام کو مجھ تک پہنچاتے ہیں۔“

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ پر درود شریف نہ بھیجنے والا بڑا بد قسمت ہے اور رحمت خداوندی سے بہت دور ہے۔ رسول اللہ نے فرمایا:

رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عَنْدهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ وَرَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ

عَلَيْهِ رَمَضَانَ ثُمَّ أَنْسَلَخَ قَبْلَ أَنْ يُغْفَرَ لَهُ وَرَغِمَ أَنْفٌ رَجُلٍ أَدْرَكَ عِنْدَهُ
أَبَوَاهُ الْكَبِيرَ أَوْ أَحَدَهُمَا فَلَمْ يَدْخُلْهُ الْجَنَّةَ. (رواہ الترمذی)

”اس شخص کی ناک خاک آلود ہو کہ میں اس کے سامنے ذکر کیا جاؤں اور وہ مجھ پر درود و سلام نہ بھیجے اور
اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس پر رمضان کا مہینہ آیا اور گزر گیا اور اس نے اپنے گناہوں کی معافی
نہ چاہی نہ اس کی مغفرت کی گئی اور اس شخص کی ناک خاک آلود ہو کہ اس نے ماں باپ کو بڑھا پے میں
پایا اور ماں باپ نے اس کو جنت میں داخل نہ کرایا۔“

اسی طرح احادیث میں اپنی کتاب کے اندر درود شریف تحریر کرنے کی بھی بڑی فضیلت آئی ہے جیسا کہ درج ذیل
احادیث سے ظاہر ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

مَنْ صَلَّى عَلَيَّ فِي كِتَابٍ لَمْ تَزَلِ الْمَلَكَةُ يُسْتَغْفِرُونَ لَهُ مَا دَامَ اسْمِي فِي
ذَلِكَ الْكِتَابِ وَفِي رِوَايَةٍ لَمْ تَزَلِ الصَّلَاةُ جَارِيَةً لَهُ مَا دَامَ اسْمِي فِي
ذَلِكَ الْكِتَابِ - (نزل الابرار)

جو کتاب لکھنے کے دوران میرے نام پر درود بھیجے گا تو فرشتے ہمیشہ اس کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں جب تک میرا نام اس
کتاب میں رہے گا۔

(صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَائِمًا أَبَدًا)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ صَلَّى عَلَيَّ فِي كِتَابٍ لَمْ تَزَلِ الْمَلَكَةُ تُسْتَغْفِرُ لَهُ مَا دَامَ اسْمِي فِي
ذَلِكَ الْكِتَابِ - (شرف اصحاب الحدیث ص ۳۷)

”جو شخص مجھ پر کتاب میں درود لکھے۔ تو جب تک میرا نام مبارک اس کتاب میں رہے گا فرشتے اس
کے لئے استغفار کرتے رہیں گے۔“

درود پڑھنے کی تعلیم

عبدالرحمن بن ابی لیلی سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ کعب بن عجرہ کی مجھ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے (مجھ

سے) کہا کیا میں تمہیں ایسا ہدیہ عطا نہ کروں جس کو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ میں نے عرض کیا ضرور! مجھے ہدیہ عطا فرمائیں کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ اے اللہ کے رسول! ہم اہل بیت پر کیسے درود بھیجیں؟ کیونکہ آپؐ پر سلام بھیجنے کی تعلیم اللہ تعالیٰ نے ہمیں دی ہے۔ آپؐ نے فرمایا تم درود (اس طرح) پڑھو۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ (بخاری نے اس کو روایت کیا ہے)

ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم آپؐ پر کیسے درود بھیجیں؟ آپؐ نے فرمایا تم درود (اس طرح) پڑھو اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرٰهِيْمَ وَبَارَكْتَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ (متفق علیہ)

ایک اہم نقطہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر درود بھیجنے کی کیا توجیہ ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر درود شریف بھیجنے کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج شریف میں تمام نبیوں نے السلام علیکم کہا مگر آپؐ کی امت پر سوائے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اور کسی نبی نے سلام نہیں بھیجا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس احسان کے بدلے میں اپنی امت کو ارشاد فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجا کرو۔

فوائد مکہ: جاننا چاہیے کہ قرآن مجید کو قواعد تجوید سے پڑھنا نہایت ہی ضروری ہے۔

شرح: خطبہ مسنونہ اور صلوٰۃ و سلام کے بعد اب اصل مقصود کا بیان شروع فرما رہے ہیں۔

تجوید کا ثبوت قرآن حکیم سے:

قرآن کریم کو تجوید کے ساتھ پڑھنے کی حضرت مصنفؐ نے تاکید در تاکید کی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید کو تجوید سے پڑھنا قرآن کریم سے ثابت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے:

وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا ۝

”اور قرآن مجید کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کو ترتیل کے ساتھ پڑھنے کا حکم فرمایا ہے اور پھر اس کی اہمیت کی خاطر تَرْتِيلًا مصدر لاکر اس کی مزید تاکید فرمائی ہے۔ ترتیل کے ساتھ پڑھنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے اس لئے دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ترتیل ہی کے ساتھ نازل فرمایا ہے جیسا کہ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيلًا ۝

”اور اتارا ہم نے اس قرآن کو ترتیل کے ساتھ۔“

یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے تَرْتِيلًا مصدر لاکر اس کی اہمیت کو واضح کیا ہے۔ ترتیل کے ضمن میں علامہ جزریؒ نے اپنی کتاب ”الشرح“ میں اور علامہ قسطلانیؒ نے ”لطائف الاشارات لفنون القراءات“ میں حضرت علیؓ کا قول نقل فرمایا ہے:

هُوَ تَجْوِيدُ الْحُرُوفِ وَمَعْرِفَةُ الْوُقُوفِ یعنی ترتیل کا مطلب ہے حروف کو تجوید و جملہ صفات کے ساتھ ادا کرنا اور وقوف کی پہچان۔ علامہ بیضاویؒ نے وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا کے معنی یہ بیان فرمائے جَوْدُهُ تَجْوِيدًا۔

لفظ ترتیل کی لغوی تحقیق:

ترتیل رتل سے ہے جس کے معنی کشف و کشادگی کے ہیں۔ چنانچہ کشادہ دانتوں والے کو عربی میں ثغر۔ رتل کہتے ہیں۔ اس لیے مفسرین حضرات نے ترتیل کے معنی لکھے ہیں۔ کہ ”قرآن کریم کو ایسے اطمینان و تحقیق کے ساتھ پڑھا جائے۔ کہ نہایت عمدہ ادا پر مشتمل ہو۔“

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی تحقیق:

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ اپنی تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں کہ لغت میں ترتیل وضاحت سے پڑھنے کو کہتے ہیں اور شرح میں قرآن شریف کی قرأت میں چند چیزیں ضروری ہیں تاکہ کمال ترتیل ہو۔

اول: ہر حرف کو اس کے نخرج سے نکال کر صحیح طور پر ادا کرنا تاکہ بجائے ض کے ظ اور بجائے ط کے ت نہ پڑھی جائے۔

دوم: اوقاف کی خوب اچھی طرح رعایت کرنا۔ تاکہ کلام کا وصل (جوڑ) اور فصل (توڑ) بے غل نہ ہو جائے۔ اور کلام الہی کی صورت نہ بدل جائے۔

تجوید کا ثبوت قرآن مجید کی ایک اور آیت میں بھی ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْكِتَابَ يَتْلُونَهُ حَقَّ تِلَاوَتِهِ أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ

ترجمہ: ”جو لوگ دی ہم نے ان کو کتاب پڑھتے ہیں اس کو جس طرح پڑھنے کا حق ہے اور یہی لوگ ہیں اس کے ساتھ ایمان لانے والے یعنی جو لوگ تلاوت کا حق ادا کریں گے وہی ایمان لانے کا حق بھی ادا کریں گے۔“

اب تلاوت کا حق جو ہے وہ علم تجوید سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ کسی اور علم سے نہیں۔

تجوید کا ثبوت حدیث نبویؐ سے

حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ أَنْ يُقْرَأَ الْقُرْآنُ كَمَا أُنْزِلَ (رواہ ابن خزیمہ فی صحیحہ)

”یعنی اللہ کو یہی پسند ہے کہ قرآن کو اسی طرح پڑھا جائے جس طرح وہ نازل کیا گیا ہے۔“

نازل کس طرح کیا گیا ہے وہ ترتیل کے ساتھ کیا گیا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَرَكْعَةً تَوْحِيدًا ۚ جِيسَا كِهٖ اِسْ كِي تَفْصِيلٍ بَیْجَہٗ گَزَرْ چَکِي ہِے۔

اس فرمان نبوی ﷺ کے مطابق قرآن کو صحیح پڑھا جانا ضروری اور لازمی امر ہے کہ آپ ﷺ کی تلاوت بھی انہی قواعد

کے مطابق ہوتی تھی۔ مزید تفصیل اس طرح ہے۔ حضرت قتادہ تابعیؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت انسؓ سے دریافت

کیا کہ آنحضرت ﷺ کی قرأت کیسی ہوتی تھی۔ حضرت انسؓ نے جواباً فرمایا کہ ”مَد کے ساتھ تھی“ پھر بِسْمِ اللّٰهِ

الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کو پڑھ کر بِسْمِ اللّٰهِ کو دراز کیا پھر الرَّحْمٰنِ کو پھر الرَّحِیْمِ کو۔ (رواہ البخاری)

ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ سے پوچھا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کیسی ہوتی تھی؟ تو ام المؤمنینؓ نے فرمایا

کہ حرف بہ حرف تھی (رواہ الترمذی و ابوداؤد و النسائی)

ایک اور حدیث میں ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ سے منقول ہے کہ پارہ پارہ کرتے تھے۔ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ

الْعٰلَمِیْنَ کہتے پھر ٹھہر جاتے۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کہتے پھر ٹھہر جاتے۔ (رواہ الترمذی)

علامہ سیوطیؒ نے الاتقان میں ایک حدیث ذکر فرمائی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ:

مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَقْرَأَ الْقُرْآنَ غَضًّا كَمَا أُنْزِلَ فَلْيَقْرَأْهُ عَلَى قِرَاءَةِ ابْنِ أُمِّ عَبْدِ
ترجمہ: ”جو شخص قرآن کو اس خوبی کے ساتھ پڑھنا چاہیے کہ جس طرح وہ نازل ہوا ہے تو اس پر لازم
ہے کہ وہ ابن ام عبد کی قرأت پڑھے ابن ام عبد سے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ مراد ہیں۔ جن کو تجوید و
قرأت سے بجزوانی ملاتھا۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ:

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اقْرَأُوا الْقُرْآنَ بِلُحُونِ الْعَرَبِ
وَأَصْوَاتِهَا۔ (النسائی والموطا)

ترجمہ: ”حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قرآن کو عرب کے لب
ولہجہ اور ان کی آوازوں میں پڑھو۔“

ان کالب ولہجہ اور ادا بالکل تجوید کے مطابق ہوتی تھی اسی لیے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست تعلیم
حاصل کی۔ اور پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہؓ جو کہ متقن اور مجود تھے فرمایا کہ قرآن ان سے پڑھا کرو جیسا حدیث کہ
میں آیا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
اسْتَقْرِئُوا الْقُرْآنَ مِنْ أَرْبَعَةٍ مِّنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ وَسَلَامٍ مَّوْلَى أَبِي
حُذَيْفَةَ وَأَبِي بِنِ كَعْبٍ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ. (متفق علیہ)

”حضرت عبد اللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار آدمیوں
سے قرآن مجید پڑھو حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے حضرت سالمؓ مولی ابی حذیفہؓ سے حضرت ابی بن
کعبؓ سے حضرت معاذ بن جبلؓ سے۔“

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کی تعلیم ہر آدمی سے نہیں بلکہ جو ماہر ہو اس سے حاصل کرنی چاہیے۔

ان احادیث مبارکہ سے صاف اور واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ آپؐ کی قرأت اور آپؐ کے صحابہؓ کی قرأت
ترتیل کے ساتھ ہوتی تھی۔ قرآن کریم کو ترتیل کے ساتھ پڑھنے کا جو حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے یہ دنیا و آخرت دونوں جہانوں
کے لئے ہے۔ دنیا میں ترتیل سے پڑھنے کا حکم سورۃ المزمل کی آیت سے معلوم ہو رہا ہے اور آخرت میں ترتیل سے پڑھنے کا
حکم درج ذیل حدیث سے ثابت ہوتا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ يُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْآنِ
إِقْرَأْ وَارْتَقِ وَرَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تَرْتِلُ فِي الدُّنْيَا فَإِنَّ مَنَزِلَتَكَ عِنْدَ اخِرَايَةِ تَقْرَأُهَا.

(رواہ ابوداؤد و الترمذی - وقال امام الترمذی ہذا حدیث حسن صحیح)

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا قرآن کے حافظ اور ماہر کو کہا جائے گا کہ اب (قرآن) پڑھ اور اوپر (جنت کے درجات میں) چڑھ اور اسی طرح ترتیل سے پڑھ جس طرح کہ تو دنیا میں ترتیل سے پڑھا کرتا تھا اب تیرا مقام اس جگہ ہے کہ جہاں پہنچ کر تو آخری آیت پڑھے گا۔“

اجماع امت سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے کہ پوری دنیا کے مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن کو صحیح پڑھنا ضروری ہے اور یہ صحت تجوید ہی سے حاصل ہوتی ہے۔

بعض حضرات علم تجوید کی مخالفت کرتے ہیں اگر ان سے یہ کہا جائے کہ تم قرآن غلط پڑھنے کے متعلق فتویٰ دو کہ قرآن غلط پڑھنا جائز ہے تو وہ ہرگز فتویٰ نہیں دیں گے۔ مفہوم مخالف واضح طور پر عقلی لحاظ سے یہی بنا کہ قرآن کو تجوید سے پڑھنا ضروری ہے۔

تجوید کا ثبوت قیاس سے

قیاس سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ:

- (۱) جس طرح ایک شخص اپنے متعلق یہ خیال کرتا ہے کہ اس کا کھانا پینا اچھا ہو لباس اچھا ہو رہائش اچھی ہو جب ہر شخص اپنے بارے میں اچھی چیز کو پسند کرتا ہے تو قرآن شریف بطریق اولیٰ اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ اس کو اچھے طریقے سے پڑھا جائے اور یہ اچھائی تجوید کے ساتھ پڑھ کر ہی حاصل ہو سکتی ہے۔
- (۲) قرآن مجید عربی میں ہے اور یہ ۲۹ حروفوں سے مکون ہے اور اگر ان حروف کو اپنے اپنے مخارج و صفات سے نہیں ادا کیا جائے گا تو یہ حروف عربی نہیں رہیں گے بلکہ غمی بن جائیں گے۔ مثلاً ضاد کی غلط ادائیگی سے دال یا ڈال پڑھنا یا حرکات کو مجہول و ناقص ادا کرنا وغیرہ اس بناء پر قواعد تجوید کی رعایت لابدی امر ہے۔
- (۳) قرآن مجید لفظ اور معنی دونوں کا مجموعہ ہے امت محمدیہ جس طرح قرآن کے صحیح معانی کے سمجھنے اور اس کی حدود کے قائم کرنے کی مکلف ہے اسی طرح اس کے الفاظ و حروف کی تصحیح بھی نہایت ضروری ہے اس طریق پر جس کو

قراءات واداکے آئمہ نے آنحضرت ﷺ سے حاصل کر کے طبقہ بہ طبقہ ہم تک پہنچایا لہذا قرآن کو عجم کی فاسد و فحش اور ٹپکی (عام زبان) ادا کے موافق پڑھنا قطعاً درست نہیں۔

(۴) قرآن دستور خداوندی ہے اور دستور میں جس طرح مطالب و مفاہیم پر عمل کرنا ضروری ہوتا ہے اسی طرح زبان کے محاورہ اور لغت کے قاعدہ کے مطابق صحیح اور بافہم پڑھنا بھی لازمی ہوتا ہے۔ نیز غلط پڑھنا گستاخی کے مترادف ہے۔

(۵) قواعد تجوید کے مطابق پڑھنے سے تلاوت اور ادا میں زینت و خوبصورتی اور رونق پیدا ہوتی ہے۔ پس کسی عاقل و بالغ کے لئے مناسب نہیں کہ اس علم کو چھوڑ دے جس سے کلام الہی کی خوبیوں میں اضافہ ہوتا ہے۔

(۶) ہمارے استاد محترم حضرت قاری اظہار احمد تھانویؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہر زبان کے صحیح تلفظ کا معیار یہی ہے کہ وہ اہل زبان کے انداز کے مطابق بولی جائے اسی بات پر قیاس کرتے ہوئے سمجھو کہ قرآن بھی اپنی ایک طرز ادا رکھتا ہے جس کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اس کو نازل فرمایا جیسا کہ حدیث گزر چکی اس مخصوص طرز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو بتایا اور صحابہؓ نے تابعینؒ کو اور اس طرح یہ سلسلہ در سلسلہ ہم تک پہنچا لہذا قیاس کی رو سے بھی قرآن کو تجوید سے پڑھنا نہایت ضروری ہے۔

تجوید کے اثبات میں علماء قراءات کے اقوال

علامہ جزریؒ اپنی منظوم تصنیف ”المقدمہ“ میں فرماتے ہیں:

وَالْأَخْذُ بِالتَّجْوِيدِ حَتْمٌ لَا زَمَ

مَنْ لَمْ يُجَوِّدِ الْقُرْآنَ أَثِمَ

لَإِنَّهُ بِهِ الْإِلَٰهُ أَنْزَلَ

وَهَكَذَا مِنْهُ الْيَنَّا وَصَلَا

ترجمہ: ”اور حاصل کرنا تجوید کا واجب اور ضروری ہے جو تجوید کے ساتھ قرآن نہ پڑھے (وہ) گناہ گار ہے۔“

کیوں کہ وہ قرآن اس (تجوید) کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اور اسی طرح (یعنی تجوید کے ساتھ) اس (اللہ تعالیٰ) سے ہم تک پہنچا۔

بعض علماء قرأت یہ کہتے ہیں کہ ہر شخص کے لئے کم از کم اس قدر قرآن کو صحیح پڑھنا از حد ضروری ہے جس سے اس کی نماز

درست ہو جائے۔

علم تجوید سیکھنا اور حاصل کرنا بہت ضروری ہے یعنی بقدر مایہ جوز بہ الصلوٰۃ تجوید کے ساتھ قرآن مجید پڑھنا فرض عین ہے۔ اور اس کا علم فرض کفایہ ہے جیسا کہ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں۔

اَلْعِلْمُ بِهٖ فَرَضٌ كِفَايَةٌ وَالْعَمَلُ بِهٖ فَرَضٌ عَيْنٌ

پس جو شے قرآن حدیث اجماع امت قیاس اور اقوال آئمہ سے ثابت ہو رہی ہو اس کے بارے میں تاکید ہی کی جاتی ہے اسی لئے حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے ”نہایت ہی ضروری“ کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔

فوائد مکيه: اگر تجوید سے قرآن مجید نہ پڑھا گیا تو پڑھنے والا خطا وار کہلائے گا۔

شرح: خطا وار کا معنی ہے گناہگار۔ یعنی تجوید سے قرآن نہ پڑھنے والا گناہگار ہوگا۔ گناہگار کیوں ہوگا اس لئے کہ اس نے قرآن کی مخالفت کی ہے حدیث کی مخالفت کی ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ اور آنحضرت ﷺ کی مخالفت کرنے والا خطا کار و گناہگار ہے۔

فوائد مکيه: پھر اگر ایسی غلطی ہوئی کہ ایک حرف دوسرے حرف سے بدل گیا۔

لحن کا بیان

شرح: اب یہاں سے ان اغلاط کی نشاندہی کرنا شروع کر رہے ہیں

جنہیں قراء کی اصطلاح میں لحن کہتے ہیں۔ لحن کی دو قسمیں ہیں (۱) لحن جلی (۲) لحن خفی

یہاں سے لحن جلی کا بیان شروع ہو رہا ہے۔ لحن کا معنی غلطی اور لحن جلی کا معنی بڑی غلطی۔ قراء کی اصطلاح میں تجوید کے خلاف قرآن پڑھنا۔ یا غلط پڑھنا یا بے قاعدہ پڑھنا لحن جلی کہلاتا ہے۔

اور یہ وہ اغلاط ہیں جو کہ قواعد تجوید سے نابلد ہونے کی وجہ سے لوگوں سے سرزد ہوتی ہیں جیسا کہ ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدل دینا جیسے قُل کی جگہ کُل یعنی قاف کی جگہ کاف پڑھا تو معنی مراد الہی کے خلاف ہو گئے۔ قُل کے معنی ”کہہ تو“ اور کُل کے معنی ہیں ”کھا تو“۔ ایسے ہی وَنُذِخْلَهُمْ ظِلًّا ظَلِيلًا ۝ کی جگہ وَنُذِخْلَهُمْ ذِلًّا ذَلِيلًا یعنی ظنا کی جگہ ذال پڑھنے سے معنی مراد الہی کے صریحاً خلاف ہو گئے۔ وَنُذِخْلَهُمْ ظِلًّا ظَلِيلًا کے معنی ہیں ”ہم ان کو دواخل

کریں گے گھنے سایہ دار درختوں میں“ اور وَنَدَّخِلْهُمْ ذِلًّا ذَلِيلًا کا مطلب ہوا ”ہم ان کو ذلیل کریں گے ذلیل کرنا“
 وَالصَّيْفِ کی جگہ وَالسَّيْفِ پڑھ دینا۔ یعنی صا کی جگہ سین پڑھ دیا۔ وَالصَّيْفِ کا معنی ہے ”موسم گرما“ اور
 وَالسَّيْفِ کا معنی ہے ”تلوار“۔ قرآنی کلمات میں اگر ایک حرف دوسرے حرف سے بدل دیا جائے تو غور کرنے سے معلوم
 ہوگا کہ معنی مراد الہی کے خلاف ہو کر بجائے نزول رحمت و حصول ثواب کے باعث ناراضگی و آمد آفت کا سبب ہو سکتے ہیں۔
 یہاں ہم کچھ قرآنی کلمات کو نقل کر رہے ہیں کہ جن میں ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدلنے سے معانی میں کس قدر تبدیلی
 آ جاتی ہے۔

صحیح لفظ اور اس کے معنی	تبدیل شدہ لفظ اور اس کے معنی
قُلْ	کُلْ
صَيْفٌ	سَيْفٌ
عَجَلٌ	أَجَلٌ
أَلَا	عَلَى
سَاحِرَةٌ	سَاهِرَةٌ
عَقْرَبٌ	أَقْرَبٌ
مَسْطُورٌ	مَسْتُورٌ
أَكَلٌ	عَاقِلٌ
أَتَوْا	عَتَوْا
فَارِحِينَ	فَارِحِينَ
قَالُوا	كَالُوا
قَيْدًا	كَيْدًا
حِبَارَةٌ	هَبَارَةٌ
تَعْلَمُونَ	تَأْلَمُونَ
کہو	کھاؤ
گرمی	تلوار
جلدی کرنا	وقت مقررہ یعنی موت
خبردار	اوپر
جادوگر	میدان
بچھو	قریبی
مسطور یا سطریں	پوشیدہ
کھانے والا	عقل مند
آتے	سرکشی
خوش مسرور	تکلیف اٹھانے والے
کہتے ہیں	ناپتے ہیں
پابندی	مکر و فریب
پتھر کی کنکریاں	چھوڑنا
تم جانتے ہو	تم کو تکلیف پہنچی

ظَلَاظِلِيلًا	سایہ در سایہ	ذِلًّا ذَلِيلًا	ذلت در ذلت
أَكْبَرُهُ	وہ بہت بڑا ہے	أَقْبَرُهُ	اسکی قبر
مَحْذُورًا	ڈرنا	مَحْظُورًا	رکاوٹ
إِثْمٌ	گناہ	إِسْمٌ	نا کام
مَنْصُورًا	مدد کرنا	مَنْشُورًا	ریت پراگندہ
أَبْقَى	باقی رہنا	أَبْكَى	رونا
مُشْرِقِينَ	صبح کے قریب کا وقت	مُشْرِكِينَ	شرک کرنے والا
نَسَبًا	برادری (کنیہ)	نَصَبًا	رنج پہنچنا
مُصْبِحِينَ	صبح کرنے والے	مُصْبِحِينَ	تسبیح کرنے والے
رَقِيبٌ	منتظر ہونا	رَكِيبٌ	سوار ہونا
قُرْبَةً	نزدیک	كُرْبَةً	تکلیف ہونا
أَحَلَّ	حلال قرار دینا، احرام کھولنا	أَهْلٌ	چاند طلوع ہونا، تلبیہ کہنا
عَسِيرٌ	مشکل	أَسِيرٌ	قیدی
طِينٌ	مٹی	رَتِينٌ	انجیر کا درخت
أَنْحَرَ	قربانی کرنا	أَنْهَرَ	نہریا دریا
عَسَى	امید کرنا	عَصَى	نا فرمانی
إِلِيمٌ	تکلیف	عَلِيمٌ	جاننے والا
عَمِينٌ	اندھے	أَمِينٌ	دیانتدار
قَلْبٌ	دل	كَلْبٌ	کتا
ثَبَّتْ	ثابت ہونا (محکم مضبوط)	سَبَّتْ	ہفتہ کا دن
كَيْفَ حَالِكَ	کیا حال ہے تیرا	كَيْفَ هَالِكِ	کیسے گھبرایا تو

قَصْرٌ	محل	کسر	توڑنا
مُنْظَرَيْنِ	ڈھیل دیے جانا	منذرین	ڈرائے گئے

فوائد مکیہ: یا کوئی حرف گھٹا بڑھا دیا گیا۔

شرح : اب جن میں ہی سے دوسری صریح اور بڑی غلطی کا بیان فرماتے ہیں اور اس کی مثال یہ ہے جیسے گَنَانَا یَا کُلْنِ الطَّعَامَ کو اگر کَانَ یَا کُلْنِ الطَّعَامَ پڑھ دے تو معنی میں بہت فرق پڑ جائے گا۔ گَنَانَا یَا کُلْنِ الطَّعَامَ کے معنی ہیں ”وہ دونوں کھاتے تھے“ اور کَانَ یَا کُلْنِ الطَّعَامَ کے معنی ہوں گے ”وہ ایک کھاتا تھا“

ایسے ہی قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا کو قَالَ رَبَّنَا ظَلَمْنَا پڑھنا۔ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا کے معنی ہیں ”ان دونوں نے کہا اے ہمارے رب ہم نے اپنے آپ پر ظلم کیا“ اور اگر قَالَ رَبَّنَا ظَلَمْنَا پڑھا تو اس کے معنی ہوں گے ”کہا اس ایک نے الخ“

وَعَلَّمَ کو وَعَلَّمَا پڑھ دیا۔ وَعَلَّمَ کے معنی ہیں ”سکھایا اس ایک نے“ اور عَلَّمَا کے معنی ہیں ”سکھایا ان دونوں نے۔“

وَلَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ کو وَلَا تَقْرَبْ هَذِهِ الشَّجَرَةَ پڑھ دیا۔ وَلَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ کا معنی ہے ”تم دونوں اس درخت کے قریب نہ جاؤ۔“ اور وَلَا تَقْرَبْ هَذِهِ الشَّجَرَةَ کا معنی ہے ”تو ایک اس درخت کے قریب نہ جا۔“ تو یہ معنی مراد الہی کے خلاف ہو گیا۔

فوائد مکیہ: یا حرکات میں غلطی کی۔

شرح : یعنی ایک حرکت کی جگہ دوسری حرکت پڑھ دی جیسے اَنْعَمْتَ کو اَنْعَمْتُ پڑھ دیا یا اَنْعَمْتُ پڑھ دیا۔ اَنْعَمْتَ کے معنی ہیں ”اے اللہ آپ نے انعام کیا۔“ اور اَنْعَمْتُ کے معنی ہیں ”میں نے انعام کیا۔“ اسی طرح اَنْعَمْتُ پڑھا تو اس کے معنی ہیں ”تو ایک عورت نے انعام کیا۔“

وَقَتْلَ دَاوُدَ جَالُوتَ کو قَتَلَ دَاوُدَ جَالُوتَ پڑھ دیا۔ وَقَتْلَ دَاوُدَ جَالُوتَ کا معنی ہے ”اور قتل کیا دَاوُد علیہ السلام نے جالوت کو۔“ اور وَقَتْلَ دَاوُدَ جَالُوتَ کا معنی ہے ”اور قتل کیا جالوت نے دَاوُد کو۔“ (نعوذ باللہ)

ہماری روزمرہ کی اردو زبان میں بھی بہت سے ایسے الفاظ ہیں جن میں حرکات کے تبدیل کرنے سے مفہوم بدل جاتا ہے۔ ذیل میں دلچسپی طبع کے لیے ہم جدول کی صورت میں کچھ حرف اور ان کا مطلب دے رہے ہیں یہ الفاظ ہم نے اردو کی لغت سے اکٹھے کئے ہیں:

اعْرَاب :	بمعنی زیر پریش	اَعْرَاب :	عرب کی جمع۔ دیہاتی عرب
اَفْهَام :	بمعنی سمجھنا	اَفْهَام :	فہم کی جمع
بَابُر :	بمعنی بر شیر	بَابُر :	بمعنی گھاس
پَشَنَّا :	بمعنی مار کھانا	پَشَنَّا :	بمعنی کثرت ہونا
تَرْک :	ترکی کا رہنے والا	تَرْک :	بمعنی چھوڑنا۔ درگزر کرنا
جَنَتْنَا :	بمعنی جس قدر۔ جو کچھ	جَنَتْنَا :	بمعنی بیلوں کا ہل یا گاڑی میں لگنا
حُب :	بمعنی محبت	حُب :	بمعنی گولی
خُرْد :	بمعنی کم عمر۔ چھوٹا	خُرْد :	بمعنی عقل دانائی
دُرہ :	بمعنی کوڑا	دُرہ :	بمعنی دو پہاڑوں کے بیچ راستہ
رَحِم :	بمعنی مہربانی۔ بخشش	رَحِم :	بمعنی پچہ دانی
سَتَار :	پردہ پوشی	سَتَار :	ایک باجے کا نام
طُور :	ایک پہاڑ کا نام	طُور :	بمعنی رنگ ڈھنگ۔ چال چلن
عَلَم :	بمعنی جھنڈا	عَلَم :	بمعنی جاننا۔ دانائی۔ آگاہی
قَسَم :	بمعنی حلف۔ عہد	قَسَم :	بمعنی نوع۔ وضع۔ ڈھنگ طرح
کَرَم :	بمعنی عنایت۔ سخاوت	کَرَم :	بمعنی کیرا
لِثَانَا :	بمعنی چٹ لٹانا	لِثَانَا :	بمعنی بانٹ دینا۔ ضائع کرنا۔ برباد کرنا
مِثَل :	بمعنی مانند۔ مشابہ	مِثَل :	بمعنی کہاوت
وَتَر :	وہ خط جو دائرے کے کسی حصہ کو گھیرے	وَتَر :	عشاء کی فرض نماز کے بعد پڑھی جانے والی نماز

فوائد مکیہ: یا ساکن کو متحرک یا متحرک کو ساکن کر دیا۔

شرح: اب ایک اور بڑی غلطی کی نشاندہی فرما رہے ہیں کہ جیسے لفظ **خَلَقْنَا** کو **خَلَقْنَا** پڑھ دینا۔ **خَلَقْنَا** کا معنی ہے ”ہم نے پیدا کیا۔“ اور **خَلَقْنَا** کا معنی ہے ”اس نے ہمیں پیدا کیا۔“ اسی طرح **فَعَلْنَا** کو **فَعَلْنَا** پڑھ دینا۔ **فَعَلْنَا** کے معنی ہیں ”ہم نے کیا۔“ اور **فَعَلْنَا** کے معنی ہیں ”اس نے ہمیں کیا۔“

ایسے ہی **ضَرَبْنَا** ”ہم نے مارا“ **ضَرَبْنَا** کے معنی ہوں گے ”اس نے ہمیں مارا۔“ علیٰ ہذا القیاس۔ کہ معنی میں بہت زیادہ تغیر و تبدل ہو جائے گا اور معنی اور متن قرآنی منشاء و مراد الہی کے خلاف ہو جائیں گے۔

فوائد مکیہ: تو پڑھنے والا گناہگار ہوگا۔

شرح: یہاں درج بالا اغلاط کرنے والے کا حکم بیان فرما رہے ہیں کہ ایسا شخص گناہگار ہوگا لازمی امر ہے کہ جب تجوید کے خلاف پڑھے گا تو معنی مراد الہی کے خلاف ہوں گے اور پڑھنے والا گناہگار ہوگا۔ جیسا کہ اوپر مثالوں میں ہم تفصیلاً ذکر کر آئے ہیں۔

مزید قرآن غلط پڑھنے والوں کے لئے وعید بھی آئی ہے۔ حضرت امام غزالیؒ نے اپنی کتاب ”احیاء العلوم“ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے:

رَبِّ قَارِئِ الْقُرْآنِ وَالْقُرْآنُ يُلْعَنُ۔

”یعنی بہت سے ایسے لوگ ہیں کہ قرآن غلط پڑھنے کی وجہ سے قرآن ان پر لعنت کرتا ہے۔“

علامہ جزریؒ ”المقدمة الجزریة“ میں فرماتے ہیں:

وَالْأَخْذُ بِالتَّجْوِيدِ حَتْمٌ لَّازِمٌ

مَنْ لَمْ يُجَوِّدِ الْقُرْآنَ أَثِمٌ

ترجمہ: ”اور حاصل کرنا تجوید کا واجب ہے ضروری ہے جو تجوید کے ساتھ قرآن نہ پڑھے وہ گناہگار ہے۔“

اللہ تعالیٰ کے کلام کو عہد بدلانا سے قرآن کریم نے ظلم کہا ہے اور بدلنے والا ظالم ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: **فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ**۔ ترجمہ: جس بدل دیا ظالموں نے اللہ کے اس قول کو جو انہیں کہا گیا تھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ **حِطَّةٌ** کہو انہوں نے اس کو **حِطَّةٌ** بنا دیا۔ **حِطَّةٌ** کا معنی ہے معاف کر دے۔ بخش اور **حِطَّةٌ** کا معنی ہے گندم اور اللہ تعالیٰ کے قول کو بدلنے والے کو اللہ نے ظالم کہا ہے کیا کوئی اللہ تعالیٰ کے کلام قرآن مجید میں اس قسم کی غلطی کرے گا جیسے **قُلْ** کی جگہ **كُلْ** کہے گا تو کیا اس آیت کا مصداق نہیں ہوگا۔ یقیناً ہوگا قرآن کو غلط پڑھنے والے یقیناً اس آیت کے مصداق ہیں۔ نیز اس طرح پڑھنا تحریف میں شامل ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے **يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِمْ**۔ ترجمہ: بدل دیتے ہیں وہ کلام (اللہ) کو اس کی (اصل) جگہ سے اور دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِنْ مَّوَاضِعِهِمْ**۔ ترجمہ: تحریف کرتے ہیں کلمات میں ان کو اصل مقام سے ہٹا کر۔ علماء کے نزدیک تحریف کی دو قسمیں ہیں: (۱) تحریف لفظی (۲) تحریف معنوی

قرآن کو تجوید کے خلاف پڑھنا تحریف لفظی میں داخل ہے۔ نیز تحریف لفظی سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا**۔ ترجمہ: اے ایمان والو! تم کہو **رَاعِنَا** نہ کہو کیونکہ منافقین اس کو **رَاعِنَا** کر کے پڑھتے تھے۔ یعنی اس میں تحریف لفظی کرتے تھے۔ یاد رہے بعض جگہ تحریف لفظی سے تحریف معنوی لازم آتی ہے۔ اس سے منع کیا گیا ہے تو بات واضح ہو گئی کہ تجوید کے خلاف قرآن پڑھنا تحریف لفظی ہے اس سے بچنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

جو عہد قرآن کو غلط پڑھے گا اس کے لیے الشفاء میں قاضی عیاضؒ بیان فرماتے ہیں:

إِنَّ جَمِيعَ مَا فِيهِ حَقٌّ وَإِنْ مَنْ نَقَصَ مِنْهُ حَرْفًا قَاصِدًا لِذَلِكَ أَوْ بَدَّلَهُ بِحَرْفٍ آخَرَ مَكَانَهُ أَوْ زَادَ فِيهِ حَرْفًا مِمَّا لَمْ يَشْتَمِلْ عَلَيْهِ الْمُصْحَفُ الَّذِي وَقَعَ الْإِجْمَاعُ عَلَيْهِ وَاجْتَمَعَ عَلَى أَنَّهُ لَيْسَ مِنَ الْقُرْآنِ عَامِدًا هَذَا أَنَّهُ كَافِرٌ۔

ترجمہ: اور بے شک تمام کا تمام جو اس قرآن مجید میں ہے۔ وہ حق ہے اور بے شک جس شخص نے قصداً اس میں سے کسی حرف کی کمی یا اس کی جگہ میں کسی اور حرف کے ساتھ اس میں تغیر کیا یا اس نے اس میں ایسا حرف زائد کیا جو ان حروف میں ہے جس پر مجمع علیہ مصحف مشتمل نہ تھا۔ اور اس بات پر اجماع ہے کہ

وہ قرآن مجید سے نہیں ہے اور ایسا تمام اس نے عمداً کیا ہے تو بے شک ایسا شخص کافر ہے۔“

یہ وعید ان لوگوں کے لیے ہے جو صحیح قدرت کے باوجود اس کی طرف توجہ نہیں دیتے یعنی فصیح تلفظ و ادا کے موافق درست اور عمدہ طریق پر ادا کرنے کی طاقت رکھتے ہیں اور جو لوگ صحیح پڑھنے کی کوشش کرتے ہیں اور محنت اور کوشش کے باوجود صحیح ادا پر قادر نہیں ہوتے تو ایسے لوگوں پر ذرا بھی طعن و ملامت نہیں اور یہ حضرات وعید سے بری ہیں ان کے لیے دوا جرہیں جیسا کہ حدیث میں آیا ہے:

عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلْمَاهِرُ بِالْقُرْآنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَّةِ وَالَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَيَتَتَعَتُعُ فِيهِ وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ لَهُ أَجْرَانِ - (متفق علیہ)

ترجمہ: ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن کا ماہر لکھنے والے نیک بزرگ اور فرشتوں کے ساتھ ہوگا جو شخص قرآن اٹک کر پڑھتا ہے اور اس پر قرآن کی تلاوت مشکل ہے اس کے لیے دو ثواب ہیں۔

فوائد مکہ: اگر ایسی غلطی ہوئی جس سے لفظ کا ہر حرف مع حرکت اور سکون کے ثابت رہے۔

شرح: اب یہاں سے حضرت مصنفؒ نے لحن کی دوسری قسم ”لحن خفی“ کا بیان شروع کیا ہے اس سے قبل کی اغلاط ”لحن جلی“ تھیں۔ فرماتے ہیں کہ لحن خفی صفات عارضہ میں خلل سے واقع ہوتی ہے جیسے را پر زبرا پیش ہو تو اس کو پر یعنی منہ بھر کر پڑھتے ہیں اور اگر کوئی اس را کو باریک پڑھ دے تو یہ غلطی کی دوسری قسم یعنی لحن خفی ہے۔

اسی طرح لفظ اللہ سے پہلے زیر ہو تو لفظ اللہ کے لام کو باریک پڑھا جاتا ہے اس موقع پر کوئی اسے باریک پڑھنے کی بجائے پڑ پڑھ دے تو یہ لحن خفی ہے۔

اسی طرح غنہ زبانی وغیرہ نہ کرنا، اخفانہ کرنا یا ان کی مقدار کم کر دینا وغیرہ ان سب قسم کی اغلاط کو حضرت مصنفؒ نے یہاں مراد لیا ہے۔

فوائد مکہ: صرف بعض صفات جو تحسین حرف سے تعلق رکھتے ہیں اور غیر نمیزہ ہیں۔

شرح : یہاں لفظ ”غیر ممیزہ“ جو ہے یہ عطف تفسیری ہے ماقبل سے اور مراد اس سے صفات عارضہ ہیں۔ ہر صفات ممیزہ لازمہ ہوتی ہیں یعنی جو بھی صفات ممیزہ ہوں گی وہ لازمہ ہی ہوں گی عارضہ نہیں ہوں گی۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر لازمہ ممیزہ ہو۔ جو صفات لازمہ ممیزہ نہیں اسے عارضہ نہیں کہا جاسکتا۔ حضرت مصنفؒ نے جو یہاں غیر ممیزہ کا لفظ استعمال کیا ہے عارضہ پر یہ ان کی اپنی اصطلاح ہے اور کسی نے یہ اصطلاح استعمال نہیں کی۔ یہاں غیر ممیزہ سے صفات لازمہ مراد لینا درست نہیں۔ بلکہ غیر ممیزہ سے مراد صفات عارضہ ہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت مصنفؒ نے خود ہی اس کی وضاحت فرمائی ہے فرماتے ہیں:

”اگر ایسی غلطی ہوئی جس سے لفظ کا ہر حرف مع حرکت اور سکون کے ثابت رہے صرف بعض صفات جو تحسین حرف سے تعلق رکھتے ہیں اور غیر ممیزہ ہیں“ اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ تحسین حروف سے تعلق رکھنے والی صفات عارضہ ہوتی ہیں۔ آگے چل کر پھر حضرت مصنفؒ نے فرمایا ہے کہ:

”پہلی قسم کی غلطیوں کو لحن جلی اور دوسری قسم کی غلطیوں کو لحن خفی کہتے ہیں۔“ صفات عارضہ میں غلطی کرنا لحن خفی ہوتی ہے۔

فوائد مکبہ : یہ اگر ادا نہ ہوں تو خوف عقاب اور تہدید کا ہے۔

شرح : دوسری قسم کی غلطیوں کا بیان فرما کر ان کا حکم بتایا ہے۔ خوف کا معنی ڈر، عقاب کا معنی ناراضگی اور تہدید کا معنی ہے ڈانٹ ڈپٹ۔ یعنی جو لوگ قرآن کریم میں لحن خفی کریں گے ان پر بھی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا اندیشہ ہے کیونکہ صفات عارضہ سے حروف کے اندر خوبصورتی پیدا ہوتی ہے۔ جب صفات عارضہ ادا نہیں ہوں گی تو حروف میں وہ خوبصورتی نہیں رہے گی جس خوبصورتی کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان کو نازل کیا ہے۔ اور اسی کو علامہ جزریؒ نے اس طرح بیان کیا ہے کہ:

وَهُوَ أَيْضًا حِلْيَةُ التَّلَاوَةِ وَزِينَةُ الْأَدَاءِ وَالْقِرَاءَةِ

ترجمہ: اور وہ (علم تجوید) اسی طرح تلاوت کا زیور بھی ہے۔ اور فن ادا اور علم قرآءت کی زینت بھی ہے۔

فوائد مکبہ : پہلی قسم کی غلطیوں کو لحن جلی اور دوسری قسم کی غلطیوں کو لحن خفی کہتے ہیں۔

شرح : حضرت مصنفؒ نے اول لحن جلی کو بیان فرمایا تھا اور ان کی وضاحت فرمائی جس کی مزید تشریح و توضیح اوپر بیان کی جا چکی ہے بعد ازاں ان کا حکم بھی بیان فرمایا اور اس کے بعد لحن خفی کی بابت بتلایا اور اوپر ان کا حکم بھی بیان فرمادیا۔ لغت میں لحن کئی معنوں میں مستعمل ہے۔ لحن کا معنی لہجہ بھی ہوتا ہے جیسا کہ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کتب احادیث میں منقول ہے آپؐ نے فرمایا:

اِقْرُوا الْقُرْآنَ بِلُحُونِ الْعَرَبِ (رواہ مالک والنسائی)

یعنی تم قرآن کریم کو عربوں کے لہجوں میں پڑھو۔

اسی طرح لحن کا معنی عربی میں اشارہ بھی ہے جیسے:

خَيْرُ الْكَلَامِ مَا كَانَ لَحْنًا یعنی بہترین کلام وہ ہے جو اشارہ کے طور پر ہو۔

اور لحن کا معنی غلطی بھی ہے۔

جیسا کہ علامہ شاطبی علیہ الرحمہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے منسوب قول نقل کیا ہے

وَمَنْ رَوَى سَقِيمَ الْعَرَبِ السُّنْهَ

لَحْنًا بِهٖ قَوْلَ عُثْمَانَ فَمَا شَهْرًا

یعنی اور جس نے حضرت عثمانؓ کا یہ قول روایت کیا ہے کہ عن قریب عرب یعنی ان کی زبانیں (خود) اس

لحن (غلطی) کو درست کر لیں گی جو اس (رسم) میں ہے سو (اس کا) یہ (قول) مشہور نہیں ہے۔

مذکورہ بالا شعر میں حضرت عثمان غنیؓ کے قول میں لحن سے مراد غلطی ہے اور مصنف فوائد مکیہ نے بھی لحن کو بمعنی غلطی لیا ہے۔

فوائد مکیہ: تجوید کے معنی ہر حرف کو اپنے مخرج سے مع جمع صفات کے ادا کرنا۔

تجوید کی تعریف:

شرح: تجوید باب تفعیل کا مصدر ہے جس کا معنی عمدہ کرنا، اچھا کرنا ہوتا ہے لیکن یہاں معنی سے مراد تجوید کی تعریف ہے۔ جیسا کہ حضرت مصنفؒ نے بیان فرمائی۔

تجوید کے دو جزو ہیں مخارج اور صفات، ان میں کمال حاصل کرنا اور اس کے مطابق قرآن پڑھنا صحیح ہوتا ہے ان میں کسی قسم کا تکلف اور قصص نہیں ہونا چاہیے۔

تکلفات میں یہ چیزیں داخل ہیں ان سے بچنا چاہیے مثلاً زائد از ضرورت ہونٹوں کا حرکت دینا۔ جلد جلد پلکوں کا بند ہونا یا ناک کا پھولنا یا پیشانی پر بل پڑھنا وغیرہ وغیرہ۔ ان تمام تکلفات سے بچ کر مکمل طور پر لطافت کے ساتھ ادائیگی حروف ہونی چاہیے۔ جیسا کہ ”المقدمة الجزریہ“ میں علامہ جزریؒ نے فرمایا

مُكْمَلًا مِّنْ غَيْرِ مَا تَكْلَفُ
بِاللُّطْفِ فِي النَّطْقِ بِلَا تَعْصُفُ

یعنی اس حال میں کہ (وہ قاری) کامل ادا کرنے والا ہو۔ بغیر کسی تکلف کے ادا میں عمدگی کے ساتھ بغیر بے راہ ہونے کے۔

یہاں تجوید کی تعریف اس لئے بیان فرمائی کہ تعریف کا جاننا ضروری ہوتا ہے اگر کسی علم کی تعریف معلوم نہ ہو تو بحث فی المحمول لازم آتی ہے اور یہ باطل ہے۔
واضعین فن:

اس فن کو وضع کرنے والوں کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) مِنْ حَيْثُ الْأَدَاءُ

یعنی پڑھ کر بتلانے والے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ جس طرح آپؐ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے سنا اسی طرح قواعد کے مطابق آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو پڑھا دیا۔ چونکہ صحابہ کرامؓ اہل زبان تھے۔ لہذا ان کو قواعد کی ضرورت نہ تھی۔ بعد میں جب عرب و عجم کا اختلاط ہوا تو قواعد کی ضرورت پیش آئی اس وقت قواعد کو جمع کیا گیا۔

(۲) مِنْ حَيْثُ الْقَوَاعِدُ

یعنی قواعد جمع کرنے والے اس میں اختلاف ہے کہ یہ کون سے حضرات تھے۔ عمومی طور پر ان حضرات ائمہ کے نام بیان کئے جاتے ہیں:

(۱) ابوالاسود الدؤلیؒ (۲) ابوالقاسم عبداللہ بن سلامؒ (۳) خلیل بن احمد الفراء ہمدانیؒ

(۴) آئمہ قراءات میں سے کسی نے قواعد کو مرتب کیا ہے۔ جیسے ابو عمر حفص الدوری البصریؒ

(۵) ابو مزاحم خاقانیؒ (۶) موسیٰ بن عبید اللہ بن خاقان البغدادیؒ

صحابہ کرامؓ اور تابعین میں مشہور قراء

صحابہ کرامؓ میں قرآن پڑھانے والے سات صحابہ کرامؓ مشہور ہوئے ہیں: حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابودرداءؓ اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ۔ علامہ ذہبیؒ نے اپنی

کتاب طبقات القراء میں ایسے ہی بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ حضرت ابیؓ سے صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت نے قرآن پڑھا تھا۔ ان میں حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن السائبؓ بھی شامل ہیں اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے حضرت زید بن ثابتؓ سے بھی قرأت سیکھی ہے اور پھر ان لوگوں سے بکثرت تابعین نے قرأت کی تعلیم پائی۔

مدینہ کے قراء تابعین:

مدینہ کے قراء یہ لوگ تھے ابن المسیبؓ، عروہؓ، سالمؓ، عمر بن عبدالعزیزؓ، سلیمان بن یسارؓ اور عطاء بن یسارؓ۔ معاذ بن الحارث المعروف بمعاذ القاریؓ، عبدالرحمن بن ہرمل الاعرجؓ، ابن شہاب الزہریؓ، مسلم بن جذبؓ اور زید بن اسلمؓ۔

مکہ کے تابعین قراء:

عبید بن عمیرؓ، عطاء بن ابی رباحؓ، طاؤسؓ، مجاہدؓ مکرہ اور ابن ابی ملیکہؓ۔

کوفہ کے تابعین قراء:

علقمہ الاسودؓ، مسروقؓ، عبیدہ عمرو بن شرجیلؓ، حارث بن قیسؓ، ربیع بن خثیمؓ، عمرو بن میمونؓ، ابو عبدالرحمن السلمیؓ، زر بن حبیشؓ، عبید بن فضیلہؓ، سعید بن جبیرؓ، نخعیؓ اور شعبیؓ۔

بصرہ کے تابعین قراء:

ابو عالیہؓ، ابور جانیہ بن عاصمؓ، یحییٰ بن یحییٰؓ، امام حسن بصریؓ، ابن سیرینؓ اور ققادہؓ

شام (دمشق) کے تابعین قراء:

مغیرہ بن ابی شہاب الخرمیؓ جو حضرت عثمانؓ کے شاگرد تھے اور خلیفہ بن سعد جو ابودرداءؓ کے شاگرد تھے۔

فن تجوید میں تصانیف

اس فن میں عربی اور اردو میں بے شمار کتابیں لکھی گئیں۔ یہاں پر بعض مشہور کتابوں کا ذکر کیا جاتا ہے:

- (۱) انشراح الصدور فی تجوید کلام الغفور شیخ وہبہ سرور محلی (۲) تحفۃ الراغبین فی تجوید کتاب الحسین (۳) فتح المجید فی علم التجوید (۴) القول السدید فی بیان حکم التجوید تینوں محمد بن علی بن خلف حسینی المعروف حاد کی تصنیف ہیں۔ (۵) تحفۃ المرید لمعرفة التجوید شیخ حسین بن ادیس بن احمد (۶) تقویم اللسان لقاری القرآن سید محمد قادیانی مع حواشی (۷) تہذیب الولید سوال و جواب کی شکل میں (۸) مبتدیوں کی تجوید (۹) اشعۃ الضیاء (۱۰) ضیاء المراسلہ تینوں اردو میں مولانا قاری محمد اظہر

صاحب امر وہوی کی تصنیف ہیں۔ (۱۱) الحواشی الازہریہ فی حل الفاظ المقدمة الجزریہ۔ یہ جزری کے حواشی ہیں۔ خالد ازہری کی تصنیف ہے۔ (۱۲) الرسالة الشریفہ فی التجوید جواد العالمی۔ (۱۳) زیۃ الانسان فی علم تجوید القرآن۔ شیخ محمد شقر یہ (۱۴) سبعة ابواب التجوید فی کیفیۃ مخارج الحروف (۱۵) الشرح الجدید فی احکام التجوید مصطفیٰ احمد ابوسنہ (۱۶) العقد الفرید فی فن التجوید شیخ علی بن احمد صبرہ (۱۷) متن تحفۃ الاطفال منظوم تصنیف علامہ سلمان جزوری۔ (۱۸) فتح الاطفال شرح تحفۃ الاطفال۔ فتح الملک المتعال شرح تحفۃ الاطفال شیخ محمد المہدی۔ (۱۹) مجموعہ خمسہ متون فی التجوید یہ پانچ متون ہیں۔ جن میں پہلا شیخ منہاج الحضرمی کا ہے۔ (۲۰) المجموع الوحید فی علم التجوید شیخ عبدالبہادی سالم بن عثمان۔ (۲۱) مجموعہ سبعة متون فی التجوید والتوحید۔ یہ سات متون ہیں منہاج حضرمی۔ (۲۲) المسائل التجویدیہ تالیف شیخ عبدالکریم مراد (۲۳) ہدایۃ المستفید فی علم التجوید سوال و جواب کی شکل میں شیخ محمد الحمود (۲۴) التزہیۃ الریاضیۃ لحافظ القرآن المجید محمد مختار الباجوری۔ (۲۵) نہایۃ القول المفید طویل اور مفصل کتاب ہے شیخ محمد نصر کی۔ (۲۶) الدرۃ الفرید شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔ (۲۷) القلائد الجوزیۃ حواشی المقدمة الجزریہ مؤلفہ قاری سعید احمد صاحب (۲۸) تحفۃ نذریہ فارسی میں نہایت جامع رسالہ ہے۔ (۲۹) فیوض رحمانی فارسی میں اس میں چند سوالات کے جوابات ہیں اور اس سلسلہ میں علمی تحقیق بھی درج ہے۔ دونوں حضرت مولانا الحافظ القاری عبدالرحمن صاحب محدث پانی پتی کی تصنیف ہیں۔ (۳۰) تبیین الضابطۃ نذریہ مذکورہ کا ترجمہ مولانا رحیم الدین صاحب طرب دہلوی۔ (۳۱) فیوض رحمانی کا ترجمہ۔ مولانا عبدالسلام صاحب صاحبزادہ مولانا قاری عبدالرحمن صاحب (۳۲) مختصر التجوید مولانا حافظ قاری قادر بخش صاحب پانی پتی (۳۳) عذار القرآن (۳۴) قاعدہ مصباح القرآن دونوں حافظ قاری محمد اسماعیل صاحب پانی پتی کی تصنیف ہیں۔ (۳۵) پانی پتی قاعدہ۔ حافظ رحمت اللہ صاحب پانی پتی (۳۶) تعلیم قرآن کا آسان قاعدہ (۳۷) ہدایۃ القاری الی تجوید کلام الباری از فضیلۃ الشیخ استاذ القراء المقرئ السید عبدالفتاح المرصفی العجی المصری (۳۸) فوائد مکبہ۔ مشہور و معروف اور تجوید کی جامع کتاب ہے خاتمۃ القراء فی الہند الشیخ حضرت مولانا قاری المقرئ عبدالرحمن الدآبادی۔ (۳۹) تعلیقات مالکیہ استاذ القراء حضرت مولانا قاری المقرئ عبدالملک صاحب علی گڑھی کا فوائد مکبہ پر نہایت علمی اور شاندار حاشیہ۔ (۴۰) ضیاء القراءات (۴۱) خلاصۃ البیان۔ یہ عربی میں ہے دونوں قاری ضیاء الدین صاحب الدآبادی کی تصنیف ہیں۔ (۴۲) ہندی شرح جزری اردو میں اولین شرح مؤلف مولانا شاہ کرامت علی جوہر ری (۴۳) فوائد مرضیہ شرح جزریہ۔ (۴۴) رہنمائے تجوید دونوں قاری محمد سلیمان صاحب دیوبندی (۴۵) تنویر المرات شرح ضیاء القراءت۔ (۴۶) معرفۃ التجوید (۴۷) معرفۃ الوقوف (۴۸) تحفۃ المبتدی (۴۹) جامع الوقف (۵۰) قاعدہ تعلیم القرآن (۵۱) حواشی مرضیہ بر فوائد مکبہ (۵۲) حاشیہ جمال القرآن (۵۳) حاشیہ نزہۃ القاری

(۵۴) حاشیہ ضیاء القراءت - یہ کتب مولانا قاری محبت الدین احمد صاحبؒ کی ہیں۔ (۵۵) فیض العزیز عرف مفتاح التجوید - مولانا قاری سعید احمد صاحبؒ مفتی مظاہر العلوم سہارن پور۔ (۵۶) موجز البیان - سید علی نقیؒ (۵۷) ارشاد فی مسئلہ الضاد مولانا عبد اللطیف صاحبؒ (۵۸) رفع الضاد عن احکام الضاد - مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع صاحبؒ (۵۹) تیسیر التجوید استاذ القراء القاری عبد الحلق صاحب علی گڑھیؒ (۶۰) ہدیۃ الوحید - مولانا قاری عبد الوحید خان صاحب الہ آبادیؒ (۶۱) روا لطغیان فی اوقاف القرآن - (۶۲) مفید الاطفال (۶۳) مفید الاقوال مولانا قاری محمد حسین صاحبؒ (۶۴) مسائل ضروریہ (۶۵) تعلیم القرآن - حافظ محمد کرم الہی صاحب علی گڑھیؒ (۶۶) سراج القراءۃ قاری عبد اللہ صاحب مراد آبادیؒ (۶۷) میزان التجوید - مولانا عبد الحئی صاحبؒ (۶۸) تسہیل الفرقان حاشیہ جمال القرآن (۶۹) مختصر حواشی فوائد مکبہ دونوں قاری حفظ الرحمن صاحبؒ کی تصنیف ہیں (۷۰) جمال القرآن - (۷۱) تجوید القرآن (۷۲) یادگار حق القرآن - تینوں حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا القاری الحافظ الحاج محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ (۷۳) تعلیم الوقت - استاذ القراء والجمودین حضرت الشیخ مولانا الحافظ القاری عبد اللہ کی صاحبؒ (۷۴) مفتاح القرآن منظوم شیخ محمد رفیق صاحبؒ (۷۵) رموز القرآن - مولانا محمد حسن صاحب ہاشمی شاہجہانپوریؒ (۷۶) مجموعہ بست وسہ رسائل قرآءۃ - یہ قراءات کے تیس رسالے ہیں جو ایک ہی جلد میں چھپے ہوئے ہیں اور ان کے مصنفین جدا جدا ہیں اور بعض فارسی میں ہیں۔ (۷۷) کشف الغطاء المشابہ الضاد بالظاء (۷۸) روح التجوید (۸۰) زبدۃ ترتیل القرآن دونوں عربی میں ہیں۔ مولانا قاری محمد صدیق خراسانیؒ (۸۱) زبدۃ ترتیل القرآن کا ترجمہ جو قاری صاحب مذکور کے کسی شاگرد نے لکھا ہے۔ (۸۲) جہدا لمقل (عربی) (۸۳) عمدۃ الراعیہ (عربی) ابو محمد کیؒ (۸۴) مفید القاری - اس کے مصنف جہاں پورنگری کے رہنے والے ہیں۔

(۸۵) فوائد القراءۃ - شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ (۸۶) تجوید محمدی (عربی) (۸۷) سجادندی - امام ابو جعفر طیفورؒ (۸۸) مدلل یہ سجادندی کے حاشیہ پر چھپی ہے۔ (۸۹) اِمْلَاءُ مَا مَنَّ بِهِ الرَّحْمَنُ (عربی) (۹۰) تعلیم القرآن - (۹۱) معلم القراءۃ (۹۲) ہدیۃ القاری (۹۳) ہدیۃ القاری چاروں سندھی زبان میں ہیں۔ مولانا الحافظ القاری محمد مدنی صاحبؒ (۹۴) جمال القرآن کا سندھی زبان میں ترجمہ مولانا القاری شیر محمد صاحبؒ (۹۵) حجۃ القاری (۹۶) ایک اور دوسری کتاب وقوف میں دونوں قاری محمد علی صاحب جلال آبادیؒ کی تصنیف ہیں۔ (۹۷) مصباح التجوید - مولانا محمد عثمان صاحبؒ (۹۸) نورانی قاعدہ - قاری نور محمد صاحب لدھیانویؒ (۹۹) تفہیم التجوید اردو (۱۰۰) تفہیم الوقوف اردو دونوں کتب حضرت قاری محمد اسماعیل صاحبؒ (۱۰۱) معرفۃ التجوید حضرت قاری حبیب اللہ صاحبؒ (۱۰۲) الراعیۃ علامہ کی ابن ابی طالب القیسیؒ

(۱۰۳) المقدمة الجزرية علامہ جزریؒ (۱۰۴) التمهيد علامہ جزریؒ (۱۰۵) الاقوال الامداوية فی شرح مقدمہ الجزریہ۔
 عربی (۱۰۶) احسن الاقوال فی شرح تحفۃ الاطفال عربی (۱۰۷) قواعد التجويد بالاسلوب الجدید عربی قاری محمد اسماعیل صاحبؒ۔
 میرے استاذ محترم حضرت مولانا قاری اظہار احمد اتھانویؒ کی تجوید پر کتب درج ذیل ہیں:
 (۱۰۸) حواشی جدیدہ بر جمال القرآن۔ (۱۰۹) حواشی مفیدہ بر تیسیر التجوید (۱۱۰) ترجمہ المقدمة الجزریہ۔ (۱۱۱) ترجمہ تحفۃ
 الاطفال (۱۱۲) خلاصۃ التجوید۔ (۱۱۳) مجموعہ نادرہ (۱۱۴) حواشی منفردہ بر ہدیۃ الوحید۔ (۱۱۵) حواشی المفہمہ شرح جزریہ جو
 علامہ جزریؒ کے صاحبزادے علامہ احمد الجزریؒ کی تصنیف ہے اردو ترجمہ۔ (۱۱۶) الجواهر النقیۃ شرح المقدمة الجزریہ
 (۱۱۸) المرشد فی مسائل التجوید والوقف

اور احقر کی درج ذیل کتب تجوید سے متعلق چھپ چکی ہیں:

(۱۱۹) ترجمہ المقدمة الجزریہ (۱۲۰) ترجمہ تحفۃ الاطفال (۱۲۱) تحمیر التجوید (۱۲۲) حق التلاوة (۱۲۳) زیۃ المصحف (۱۲۴)
 تحفۃ الاخوان فی تجوید القرآن (۱۲۵) فوائد سلفیہ علی المقدمة الجزریہ (۱۲۶) شرح المقدمة الجزریہ (۱۲۷) شرح فوائد مکیہ
 (۱۲۸) الاھتداء فی الوقف والابتداء (۱۲۹) تدریب المعلمین یعنی رہنمائے مدرسین (۱۳۰) سبحانی قاعدہ
 (۱۳۱) حاشیہ جمال القرآن (۱۳۲) حاشیہ فوائد مکیہ (۱۳۳) معلم التجوید (۱۳۴) ترجمہ المقدمة الجزریہ (۱۳۵) ترجمہ
 تحفۃ الاطفال (۱۳۶) التقدمة الشریفیہ شرح مقدمہ الجزریہ (۱۳۷) سبیل الرشاد فی تحقیق تلفظ الضاد (۱۳۸) اجراء التجوید
 (۱۳۹) زیۃ القرآن۔ یہ سب کتابیں حضرت مولانا قاری محمد شریف صاحبؒ کی تالیف کردہ ہیں۔
 (۱۴۰) ترجمہ المقدمة الجزریہ (۱۴۱) مفتاح الکمال شرح تحفۃ الاطفال (۱۴۲) تسہیل القواعد تینوں حضرت مولانا قاری
 فتح محمد صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (۱۴۳) العطايا الوہبیہ شرح المقدمة الجزریہ حضرت مولانا قاری رحیم بخش صاحبؒ
 (۱۴۴) کمال الفرقان شرح جمال القرآن حضرت مولانا قاری محمد طاہر رحیمی صاحب وغیرہم قابل ذکر ہیں۔
 تجوید کی مزید کتب کی تفصیل انشاء اللہ ہم اپنی کتاب تاریخ علم تجوید و قرآءت میں تحریر کریں گے۔

فوائد مکیہ: اس کا موضوع حروف تہجی۔

شرح : تجوید کا موضوع حروف تہجی ہیں۔ حروف تہجی کہنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہاں بحث حروف تہجی کے

بارے میں ہوگی حروف معانی کے بارے میں نہیں ہوگی۔

موضوع کی تعریف: کسی شے کے حالات ذاتیہ سے کسی فن میں بحث کرنا۔

موضوع کا جاننا کیوں ضروری ہے: موضوع کا جاننا اس لئے ضروری ہے کہ اس کے جاننے سے علم ممتاز ہوتا ہے اور موضوع پر ہی کسی علم کے اشرف یا ادنیٰ ہونے کا دار و مدار ہوتا ہے۔

فوائد مکہ: اور غایت تصحیح حروف ہے۔

شرح: غایت کی تعریف: کسی کام کے کرنے کے بعد جو نتیجہ مرتب ہوتا ہے اس کو غایت کہتے ہیں۔
غایت کا جاننا اس لئے ضروری ہے کہ اگر کسی علم کی غرض و غایت معلوم نہ ہوں تو تین عجبوں میں سے کوئی ایک عیب لازم آتا ہے۔

(۱) عیب نفسی (۲) عیب عقلی (۳) عیب عربی

(۱) عیب نفسی

وہ ہوتا ہے کہ جس میں کسی لحاظ سے کوئی فائدہ نہ ہو جیسے کسی انسان نے جانا پشاور ہو اور وہ کراچی جانے والی گاڑی پر سوار ہو جائے۔

(۲) عیب عقلی

وہ ہوتا ہے کہ جس میں عقلی طور پر کوئی فائدہ نہ ہو جیسے انسان گھر سے قرآن وحدیث پڑھنے جائے اور اس کی بجائے طب یا ڈاکٹری وغیرہ سیکھ لے۔

(۳) عیب عربی

وہ ہوتا ہے جس میں عرف عام کے لحاظ سے کوئی فائدہ نہ ہو جیسے کوئی عالم فاضل بازار کی صفائی کرے۔
حضرت مصنفؒ یہاں تصحیح حروف سے مراد حروف کے مخارج کی عمدگی اور مضبوطی ان کے حقوق یعنی صفات لازمہ مذکورہ کو ادا کرنا اور ان صفات لازمہ کے جو تقاضے ہیں ان کو پورا کرنا مراد لے رہے ہیں۔

فوائد مکہ: اور خوش آوازی سے پڑھنا امر زائد مستحسن ہے۔

قرآن کو خوش آوازی سے پڑھنا:

شرح: خوش آوازی امر زائد مستحسن ہے اگر کلمہ جلی لازم نہ آئے تو خوش آوازی مستحسن ہے امر زائد سے مراد یہ ہے کہ

یہ تجوید کا جزو نہیں ہے اور مستحسن سے مراد اچھی چیز ہے۔ خوشی آوازی سے قرآن شریف پڑھنے سے متعلق آنحضرت ﷺ کی احادیث بکثرت آئی ہیں جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہے:

(۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا أَذِنَ اللَّهُ لِشَيْءٍ مَّا أَذِنَ لِلنَّبِيِّ حَسَنَ الصَّوْتِ بِالْقُرْآنِ يَجْهَرُ بِهِ. (متفق علیہ)

ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کسی چیز کو بغور نہیں سنتے ہیں جیسا کہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خوش آوازی سے پڑھے گئے قرآن کو جب کہ وہ بلند آواز سے پڑھیں۔“

(۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا أَذِنَ اللَّهُ لِشَيْءٍ مَّا أَذِنَ لِلنَّبِيِّ يَتَغَنَّى بِالْقُرْآنِ. (متفق علیہ)

ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کسی چیز کو نہیں سنتے جیسا کہ نبی کی آواز کو سنتے ہیں جب وہ قرآن کو خوبصورت آواز سے پڑھے۔“

(۳) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ

(رواہ البخاری)

ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو قرآن کو خوش کن آواز سے تلاوت نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔“

(۴) عَنْ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ زَيِّنُوا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ.

(رواہ احمد و ابوداؤد و ابی داؤد و ابی ماجہ و الداری)

ترجمہ: ”حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اپنی آوازوں کے ساتھ قرآن کو مزین کرو۔“

(۵) عَنْ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ حَسِّنُوا الْقُرْآنَ

بِأَصْوَاتِكُمْ فَإِنَّ الصَّوْتَ الْحَسَنَ يَزِيدُ الْقُرْآنَ حُسْنًا. (رواہ الداری)

ترجمہ: ”حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ

فرماتے تھے قرآن کو اچھی طرح پڑھو اپنی آوازوں کے ساتھ اس لئے کہ اچھی آواز قرآن میں خوبی کو زیادہ کرتی ہے۔“

مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم کو خوش آوازی سے پڑھنا مستحسن اور پسندیدہ ہے۔ خوش آوازی سے کیا مراد ہے؟

حضرت طاؤسؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ خوش آواز اور عمدہ ادا کے ساتھ قرآن کو پڑھنے والے کون ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص جس کو تو پڑھتے ہوئے سنے اور گمان کرے کہ اللہ سے ڈرتا ہے حضرت طاؤس نے فرمایا: حضرت طلحہؓ اسی طرح پڑھتے ہیں۔ (رواہ الدارمی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرآءت:

عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْعِشَاءِ وَ
”الْبَيْتِ وَالزَّيْتُونِ وَمَا سَمِعْتُ أَحَدًا أَحْسَنَ صَوْتًا مِنْهُ“ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت براءؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا عشاء کی نماز میں وَالْبَيْتِ وَالزَّيْتُونِ پڑھ رہے تھے اور آپؐ سے زیادہ خوش آواز میں نے کسی کو نہیں سنا۔“

حضرات صحابہ کرامؓ کی قرآءت:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ أَقْرَأْ عَلَيَّ قُلْتُ أَقْرَأُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ أَنْزَلَ قَالَ إِنِّي أُحِبُّ أَنْ
أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِي فَقَرَأْتُ سُورَةَ النَّسَاءِ حَتَّى آتَيْتُ إِلَى هَذِهِ الْآيَةِ فَكَيْفَ إِذَا
جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا ۝ قَالَ حَسْبُكَ الْآنُ
فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ فَإِذَا عَيْنَاهُ تَذَرُفَانِ - (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ”عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا جبکہ آپ ﷺ منبر پر تشریف فرماتے تھے (اے عبد اللہ) تم مجھے تلاوت قرآن سناؤ میں نے عرض کیا میں آپ ﷺ کو پڑھ کر سناؤں جبکہ آپ ﷺ پر قرآن نازل ہوا ہے آپ ﷺ نے فرمایا

مجھے پسند ہے کہ میں کسی دوسرے سے قرآن سنوں چنانچہ میں نے سورۃ النساء سے تلاوت شروع کر دی
جب میں اس آیت پر پہنچا فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى
هَؤُلَاءِ شَهِيدًا ۝ تو آپ نے فرمایا اب بس کرو اچانک میں نے آپ ﷺ کی طرف نظر اٹھائی
تو آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے۔“

صحیح بخاری و دیگر کتب حدیث میں مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا: لَقَدْ
أُوتِيتَ مِزْمَارًا مِّنْ مَّزَامِيرِ آلِ دَاوُدَ۔ اے ابو موسیٰ تم کو حضرت داؤد علیہ السلام کے باجوں میں سے ایک
باجا دیا گیا ہے۔

اس سے مراد یہ ہے کہ جس طرح حضرت داؤد علیہ السلام خوش الحان تھے اور خوش آوازی سے خدا کی کتاب زبور پڑھتے
تھے ویسے ہی تم بھی خوش الحان ہو اور یہ قدرت کا عطیہ ہے۔
صحیح بخاری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے: اُبْسَى أَفْرَانًا یعنی ابی ہم سب سے بڑے قاری ہیں۔ اسی لیے ان کو
سید القراء بھی کہتے ہیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعبؓ سے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ تم کو
قرآن پڑھ کر سناؤں حضرت ابیؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے میرا نام لے کر
فرمایا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا نَعَمْ ”یعنی ہاں“ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا پھر تو (سبحان اللہ) میرا ذکر اللہ رب
العزت کے سامنے بھی ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا نَعَمْ ”یعنی ہاں اس پر (جذبہ سرور و محبت سے) حضرت ابیؓ کی آنکھوں
سے آنسو جاری ہو گئے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو سورت البینہ پڑھ کر سنائی۔ (متفق علیہ)

حافظ ابن حجرؒ نے اسبابہ میں ذکر کیا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات مجھے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آنے میں کچھ دیر ہو گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا تو میں نے عرض کیا کہ
(یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ایک قاری (مسجد میں) قرآن مجید پڑھ رہا تھا وہ اتنا اچھا پڑھتا تھا کہ میں اس کی قرأت سننے
کو ٹھہر گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چادر اوڑھ کر گھر سے باہر تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہ رضی
اللہ عنہ قرآن پڑھ رہے ہیں آپ نے فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ جَعَلَ فِيْ اُمِّيْ مِثْلَكَ۔ یعنی شکر ہے اللہ تعالیٰ
کا کہ اس نے میری امت میں تم جیسے آدمی بنائے۔ (اسبابہ جلد ۳ ص ۱۱۰)

فوائد مکبہ: اگر قواعد تجوید کے خلاف نہ ہو ورنہ مکروہ اگر لحن خفی لازم آئے اور اگر لحن جلی لازم آئے تو حرام

ممنوع ہے پڑھنا اور سننا دونوں کا ایک حکم ہے۔

شرح : ایسی خوش آوازی کہ جس کے ساتھ لحن خفی لازم آئے تو وہ مکروہ ہے اور اگر خوش آوازی ایسی اختیار کی جائے جس سے لحن جلی لازم آئے تو وہ حرام ہے۔ لحن جلی کا پڑھنا ممنوع ہے کیونکہ وہ حرام ہے جو لحن جلی کرے گا وہ حرام کا مرتکب ہوگا اس لئے اس سے کمال احتیاط کے ساتھ اجتناب ضروری ہے کہ نہ تو پڑھنے میں لحن جلی ہونی چاہیے اور نہ سننے والا لحن جلی والی تلاوت سے خواہ پڑھنے والا کتنا بڑا آدمی کیوں نہ ہو۔ لحن جلی و خفی کرنے والے حضرات کے لیے جو وعید ہے وہ ہم نے تفصیل کے ساتھ گزشتہ اوراق میں بیان کر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو قرآن صحیح پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ خوشی آوازی سے پڑھنے کے متعلق حضرت مصنفؒ نے خاتمہ کی دوسری فصل میں تفصیل سے کلام کیا ہے لہذا اس کی مزید تشریح و توضیح وہیں پر آئے گی انشاء اللہ۔



فوائد مکیہ: باب اول

فصل اول

استعاذہ اور بسملہ کے بیان میں

شرح : باب کے لغوی معنی دروازہ کے ہیں اور اصطلاح میں کلام کے اس حصہ کو کہتے ہیں جس میں ایک ہی قسم کی مختلف چیزیں بیان کی جائیں۔ فصل کے لغوی معنی جدا کرنا اور کتب میں یہ لفظ استعمال کر کے یہ بیان کرنا مقصود ہوتا ہے کہ پہلا مضمون دوسرے مضمون سے الگ اور جدا ہے۔

باب اول میں پانچ فصلیں ہیں پہلی فصل استعاذہ اور بسملہ کے بیان میں۔ دوسری فصل مخارج کے بیان میں۔ تیسری فصل صفات کے بیان میں چوتھی فصل ہر حرف کی صفات لازمہ کے بیان میں اور پانچویں فصل صفات ممیزہ کے بیان میں ہے۔

استعاذہ کا معنی ”پناہ چاہنا“ کے ہیں اس کا دوسرا نام تعوذ بھی ہے۔ اس سے مراد **أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ** ہے۔

بَسْمَلٌ يُسَمَّلُ بِسْمَلَةٍ کے معنی ہے **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ**

عربی کا قانون ہے کہ کسی جملہ کو مختصر کرنا ہو تو اس کو کسی فعل کے وزن پر لے آتے ہیں اور اس فعل سے پورے جملہ کا معنی مراد لیتے ہیں جیسے **حَمْدًا** سے **الْحَمْدُ لِلّٰهِ** کہنا۔ **حَوْقَلٌ** سے **لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ** مراد لیا جاتا ہے اور **هَلْهَلٌ** سے **لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ** مراد لیا جاتا ہے۔ اسی قانون کے مطابق حضرت مصنفؒ نے بسملہ ذکر کیا ہے۔ اس سے مراد **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ** ہے۔

فوائد مکیہ: قرآن مجید شروع کرنے سے پہلے استعاذہ ضروری ہے۔

شرح : اس کا حکم اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ. (پارہ ۱۳: سورۃ النحل - ع ۱۹)
 ”اور جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کرو۔“

امام رازیؒ نے عطاء بن ابی رباحؒ سے نقل کیا ہے کہ قرآن پڑھنے والا جب کبھی قرآن مجید پڑھے تو استعاذہ ضرور کرے خواہ نماز میں ہو خواہ غیر نماز۔ اس کی دلیل آیت کے ظاہری الفاظ ہیں اللہ تعالیٰ نے فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ بصیغہ امر فرمایا ہے اور جب تک کوئی قرینہ صارف نہ ہو الا امر للوجوب قاعدہ کلیہ ہے۔ (ابن کثیر)

فَاسْتَعِذْ میں امر جمہور کے نزدیک انتخاب کے لیے ہے اور وہ کہتے ہیں کہ امر کا صیغہ وجوب کے لیے نہیں۔ وہ صحیحین کی روایات سے استدلال کرتے ہیں جیسا کہ ایک روایت میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ رات کے آخری حصہ میں بیدار ہوئے تو آپؐ نے آسمان کی طرف نظر کر کے یہ آیات تلاوت فرمائیں:

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ۝

سورۃ کے آخر تک۔

یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تعوذ نہ پڑھنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ امر انتخاب کے لیے ہے۔

تعوذ پڑھنے کی توجیہات

تعوذ پڑھنے میں لطافت یہ ہے کہ جو کچھ اس نے منہ سے بیہودہ باتیں یا فلوکلمات تلاوت سے پہلے نکالے تھے اب تعوذ کے پڑھنے سے وہ زبان تلاوت قرآن کے لیے پاکیزہ ہو جاتی ہے نیز اس میں اللہ تعالیٰ سے استعانت ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا اظہار اور اپنی عاجزی کا اقرار ہے کہ مجھ کو اس صریح باطنی دشمن یعنی شیطان سے مقابلہ کرنے کی قدرت نہیں بلکہ میں رب عزوجل سے پناہ مانگتا ہوں جس نے انسان اور شیطان دونوں کو پیدا کیا۔ پس تمام مخلوق اسی کے قبضہ قدرت میں مقبور ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں پر شیطان کو قدرت نہیں دی پس جب بندہ اپنے رب کی پناہ میں آ گیا تو شیطان اس سے بھاگتا ہے اور بڑے ڈر کی بات یہ بھی ہے کہ جس شخص کو ظاہری دشمن قتل کرے تو وہ مقتول شہید ہوتا ہے اور جس کو یہ باطنی دشمن شیطان قتل کرتا ہے تو وہ مردود کافر ہو جاتا ہے۔ اسی نے ہمارے جد امجد حضرت آدم علیہ السلام کے حق میں اظہار ہمدردی کر کے جنت سے ان کو نکھوایا اور ہمارے حق میں تو واشگاف الفاظ میں دربار خداوندی میں گمراہ کرنے کا اعلان کیا۔ اب

اس عدو مبین کے اثرات سے بچنے کی تدبیر یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کی پناہ مانگی جائے۔

فوائد مکبہ: اور الفاظ اس کے یہ ہیں: **أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ**۔

شرح: یعنی ان الفاظ سے قرآن کی موافقت زیادہ ہوتی ہے وہ اس طرح کہ آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے استعاذہ کے پڑھنے کا حکم دیا ہے لیکن دوسری جگہ استعاذہ کی امر کے ساتھ تعلیم دی ہے جیسے **قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ** ۝ **قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ** ۝ **قُلْ رَبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيْطَانِ** ۝ پس **أَعُوذُ** کا لفظ یہاں سے لیا گیا اور بقیہ عبارت **بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ** آیت مذکورہ سے لی گئی نتیجتاً **أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ** ہوا اس اعتبار سے یہ بہترین ہے۔

اور علامہ شاطبیؒ فرماتے ہیں:

إِذَا مَا أَرَدْتَ الدَّهْرَ تَقَرَّأْ فَاسْتَعِذْ

جَهَارًا مِّنَ الشَّيْطَانِ بِاللّٰهِ مُسَجَّلًا

”جب بھی تو ارادہ کرے ہمیشہ قرآن پڑھے تو پناہ طلب کرے اور بلند شیطان سے اللہ کی (مطلقاً) ہر حال میں۔“

عَلَى مَا أَتَى فِي النَّحْلِ يُسْرًا

”ان لفظوں کے ساتھ جو سورۃ النحل میں آئے ہیں کہ وہ مختصر ہونے کی وجہ سے آسان ہیں۔“

اور علامہ جزریؒ طیبۃ النشر میں فرماتے ہیں:

وَقُلْ أَعُوذُ إِنَّ أَرَدْتَ تَقَرَّأْ

كَالنَّحْلِ جَهْرًا لِّجَمِيعِ الْقُرَّا

یعنی اگر قرآن پڑھنے کا ارادہ کرو تو پڑھنے سے قبل بلند آواز سے کل قراء کے لیے **أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ** پڑھو۔ جیسا کہ سورۃ النحل میں آیا ہے **فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ**۔

اور بعض احادیث میں بھی یہ الفاظ بعینہ وارد ہوئے ہیں جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے کہ:

قَالَ قَرَأْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ أَعُوذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ

مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ فَقَالَ لِي قُلْ يَا ابْنَ اُمِّ عَبْدٍ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ اور اسی طرح امام نافع سے روایت ہے: رَوَى نَافِعٌ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ اَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ كَانَ يَقُولُ قَبْلَ الْقِرَاءَةِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ۔

حضرت ناظم علیہ الرحمۃ نے لفظ اَعُوْذُ اس لیے لکھا ہے تاکہ فَاسْتَعِيْذُ سے کوئی اَسْتَعِيْذُ نہ پڑھے جیسا کہ بعض اس طرف گئے ہیں۔

فوائد مکبہ: گو اور طرح سے بھی ثابت ہے۔

شرح: جو الفاظ ہم نے پیچھے ذکر کیے ہیں اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ان کے علاوہ اور الفاظ سے بھی استعاذہ کر سکتا ہے جیسا کہ حضرت مصنف علیہ الرحمۃ نے فرمایا اور اس کی دلیل ہے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ مِنْ هَمَزِهِ وَ نَفْخِهِ وَ نَفْثِهِ کہنا بھی ثابت ہے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت میں مرفوعاً یوں آیا ہے: اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ۔

ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ۔

ایک اثر منقطع میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اَسْتَعِيْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ کا پڑھنا آیا ہے۔

ایک اور روایت میں اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ کا پڑھنا منقول ہے۔

(کذا فی التلخیص الجبیر و زاد المعاد و حجة الله البالغه و منتقى الاخبار و ابن کثیر و هداية النبى)

الغرض یہ جملہ استعاذہ منوں و مشروع ہیں ان میں سے جو استعاذہ پڑھے گا کفایت کرے گا۔

جیسا کہ علامہ شاطبیؒ نے فرمایا:

--- -- وَ اِنْ تَزِدْ

لِرَبِّكَ تَنْزِيْهَاً فَلَسْتَ مُجْهَلًا

ترجمہ: اور اگر تو اپنے رب کی پاکی کے بیان میں اضافہ کرے تو تو جہالت کی طرف منسوب نہیں کیا جائے گا۔

علامہ جزریؒ نے طیبہ میں اس طرح بیان کیا ہے:

وَرَأَى تَغْيِيرَ أَوْ تَزْدَادَ لَفْظًا فَلَا

تَعُدُّ الَّذِي قَدْ صَحَّ مِمَّا نَقَلَا

یعنی اگر استعاذہ مذکورہ میں تغیر کرنا چاہو یا زیادتی کرنا چاہو تو جو استعاذہ صحیح منقول ہے اس سے تجاوز نہ کرو اور استعاذات یہ ہیں:

(۱) اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

(۲) اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

(۳) اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ

(۴) اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْمِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ اور ان کے سوا اور بھی استعاذات

زائد منقول ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

فوائد مکبہ: مگر بہتر یہ ہے کہ انہی الفاظ سے استعاذہ کیا جائے۔

شرح: یہ اس لیے بہتر ہے کہ ایک تو قرآن میں ان کلمات کو بیان کیا ہے اور دوسرے احادیث میں بھی ان کا ذکر آیا ہے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت میں مرفوعاً یوں آیا ہے: اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ صحیحین میں حدیث ہے کہ:

عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: اسْتَبَّ رَجُلَانِ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ عِنْدَهُ جُلُوسٌ وَاحِدُهُمَا يَسُبُّ صَاحِبَهُ مُغَضَّبًا قَدِ احْمَرَّتْ وَجْهَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنِّیْ لَا اَعْلَمُ کَلِمَةً لَوْ قَالَهَا لَخَهِبَ عَنْهُ مَا يَجِدُهُ، لَوْ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔

حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دو آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ گالی دے رہے تھے اور ہم بھی آپ ﷺ کے پاس بیٹھ ہوئے تھے اور گالی دینے والے کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر وہ یہ کہہ دے تو وہ چیز چلی جائے جو اس کے ذہن میں

ہے پھر آپ ﷺ نے فرمایا اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ - یہ الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں جیسا کہ ہم گزشتہ اوراق میں بھی ذکر کر آئے ہیں اور اس حدیث سے واضح ہے۔

فوائد مکہ: اور جب سورت شروع کی جائے تو بِسْمِ اللّٰهِ کا پڑھنا بھی ضروری ہے۔

شرح: کیونکہ ہر سورت کے شروع میں بسملہ لکھی ہوئی ہے اور ہر سورت کے ساتھ نازل ہوئی ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے:

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَعْرِفُ فَصْلَ السُّورَةِ حَتَّى يُنْزَلَ عَلَيْهِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ. (رواہ ابو داؤد)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر سورت کا فرق بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کے نازل ہونے سے پہچانتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ بسملہ ہر سورت کے ہمراہ نازل ہوتی تھی تو اس کا پڑھنا بھی ضروری ہوا۔ مصاحف عثمانیہ میں اس کو لکھ کر باقی رکھنا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ بسملہ ہر سورت کا جزو ہے اور اس کا پڑھنا بھی ضروری ہے۔

نیز بعض صحابہ کرامؓ کے قول بھی مروی ہیں اور بسملہ کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ یہ آیت تامہ ہے ہر سورت سے یہ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن عمرؓ اور حضرت سعید بن جبیرؓ اور حضرت زہریؓ اور حضرت عطاء اور حضرت عبداللہ بن المبارکؓ کا قول ہے۔ اور اسی قول پر قراء مکہ کوفہ اور وہاں کے فقہاء ہیں اور امام شافعیؒ کا قول جدید یہی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم فصل بین السورتین نہ جانتے تھے کہ یہاں تک کہ بسملہ اترتی۔

نوٹ: حضرت مصنف علیہ الرحمۃ کے نزدیک بسملہ ہر سورت کا جزو ہے جیسا کہ وہ اپنے حاشیہ میں بیان فرما رہے ہیں۔

بسم اللہ سے متعلق آئمہ قراءات کا اختلاف

ابتداء سورۃ میں تمام قراء بسم اللہ پڑھتے ہیں یعنی ابتدائے سورت میں کسی کا اختلاف نہیں البتہ اختلاف بین السورتین ہوا ہے۔ اس کی کیفیت و نوعیت یہ ہے:

(۱) قالون۔ مکی۔ عاصم اور کسائی۔ بسم اللہ بین السورتین پڑھتے ہیں۔

(۲) امام حمزہ الکوفی دوسورتوں کے درمیان وصل کرتے ہیں بغیر بسم اللہ کے۔

(۳) ورش۔ ابن عامر الشامی اور ابو عمر والبصری کے لیے تین وجوہ ہیں:

(۱) بسم اللہ۔ (۲) وصل۔ (۳) سکتہ

نوٹ: (۱) یہ اختلاف اس وقت ہے کہ پہلی سورت ختم کر کے بلا تنفس دوسری سورت شروع کرے۔ یاد رہے کہ بلا تنفس والی شرط صرف وصل اور سکتہ والی وجوہ میں ضروری ہے۔

(۲) یہ اختلاف اس وقت ہے کہ پہلی سورت کے بعد دوسری سورت ترتیب قرآنی کے مطابق ہو اگر کوئی بالائی سورت پڑھے تو سب کے یہاں بسم اللہ ضروری ہے۔

(۳) سورة الناس ختم کر کے سورة الفاتحہ شروع کرنا ہو تو بالاتفاق بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے۔ (امانیہ شرح شاطبیہ)

بسمیہ سے متعلق حضرت مصنف کا تحریر کردہ اپنا مضمون:

عَنِ ابْنِ خُرَيْمَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ فِي أَوَّلِ الْفَاتِحَةِ فِي الصَّلَاةِ وَعَدَّهَا آيَةً أَيْضًا فَهِيَ آيَةٌ مُسْتَقِلَّةٌ مِنْهَا فِي أَحَدَى الْحُرُوفِ السَّبْعَةِ الْمَتَّفِقِ عَلَى تَوَاتُرِهَا وَعَلَيْهِ ثَلَاثَةٌ مِنَ الْقُرَّاءِ السَّبْعَةِ ابْنُ كَثِيرٍ وَعَاصِمٌ وَالكِسَائِيُّ يَعْتَقِدُونَ أَنَّهَا آيَةٌ مِنْهَا بَلَّ مِنَ الْقُرْآنِ أَوَّلَ كُلِّ سُورَةٍ (من الاتحاف في القراءات الاربعة عشر) وَقِيلَ آيَةٌ تَامَّةٌ مِنْ كُلِّ سُورَةٍ وَهُوَ قَوْلُ ابْنِ عَبَّاسٍ وَابْنِ عُمَرَ وَسَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ وَالزُّهْرِيُّ وَعَطَاءُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُبَارَكِ وَعَلَيْهِ قُرَاءُ مَكَّةَ وَالْكُوفَةِ وَفُقَهَاؤُهَا وَهُوَ الْقَوْلُ الْجَدِيدُ لِلشَّافِعِيِّ (من منار الهدى في الوقف والابتداء) وَالْحَاصِلُ أَنَّ التَّارِكِينَ أَخَذُوا بِالْحَالِ الْأَوَّلِ وَالْمُبْسِمِلِينَ أَخَذُوا بِالْآخِرِ الْمُعْوَلِ وَلَا يَخْفَى قُوَّةُ دَلِيلِ الْمُبْسِمِلِينَ لَا يَسْمَا مَعَ كِتَابَةِ الْبَسْمَلَةِ فِي أَوَّلِ كُلِّ سُورَةٍ إجماعاً مِنَ الصَّحَابَةِ (من شرح الشَّاطِبِيَّةِ لِمُلا عَلَى الْقَارِي) ثُمَّ الْمُبْسِمِلُونَ بَعْضُهُمْ يَعُدُّهَا آيَةً مِنْ كُلِّ سُورَةٍ

سَوَى الْبَرَاءَةِ وَهُمْ غَيْرُ قَالُونَ (من کنز المعانی شرح حرز الامانی) قَالَ
السَّخَاوِيُّ تَلْمِيزُ الشَّاطِطِيِّ وَاتَّفَقَ الْقُرَّاءُ عَلَيْهَا فِي أَوَّلِ الْفَاتِحَةِ كَابْنِ كَثِيرٍ وَ
عَاصِمٍ وَالْكَسَائِيِّ يَعْقِدُونَ أَنَّهَا آيَةٌ مِنْهَا وَمِنْ كُلِّ سُورَةٍ وَالصَّوَابُ أَنَّ كُلَّ مَنِ
الْقَوْلَيْنِ حَقٌّ وَأَنَّهَا آيَةٌ مِّنَ الْقُرْآنِ فِي بَعْضِ الْقُرَّاءِ ابْتِغَاءً وَهِيَ قِرَاءَةُ الَّذِينَ
يَفْصِلُونَ بَهَايَيْنِ السُّورَتَيْنِ وَ لَيْسَتْ آيَةٌ فِي قِرَاءَةِ مَنْ لَمْ يَفْصِلْ بِهَا. ((النشر
فی القراءات العشر للامام ابن الجزری))

ترجمہ: ابن خزیمہ سے مروی ہے کہ تحقیق رسول اللہ ﷺ نے پڑھا ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم کو الْحَمْد کے
شروع میں نماز کے اندر اور اس کو ایک آیت شمار کیا پس معلوم ہوا کہ یہ ایک مستقل آیت ہے بعض قراء سبعہ کے
نزدیک جن کے قواعد پر اتفاق ہے اور قراء سبعہ میں سے تین قاری امام ابن کثیرؒ، امام عاصمؒ، امام کسائیؒ اسی قول
کو مانتے ہیں اور یہ تینوں اس کے الحمد کی آیت ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ بلکہ قرآن شریف کی ہر سورت کے
شروع کی ایک آیت مانتے ہیں (اتحاف فضلاء البشر) اور کہا گیا ہے کہ یہ ایک آیت تامہ ہے ہر سورۃ سے یہ
حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن عمرؓ، حضرت سعید بن جبیرؓ، حضرت زہریؓ، حضرت عطاءؓ اور حضرت عبد اللہ
بن مبارکؓ کا قول ہے اور اسی پر قراء کد اور کوفہ اور وہاں کے فقہاء ہیں۔ اور امام شافعیؒ کا قول جدید بھی یہی ہے۔
(منار الہدیٰ فی الوقف والابتداء) حاصل یہ ہے کہ بسم اللہ نہ پڑھنے والوں نے عمل کیا ہے شروع زمانہ پر اور پڑھنے
والوں نے عمل کیا ہے اخیر زمانہ پر جو معتد ہے اور بسم اللہ پڑھنے والوں کی دلیل کی قوت مخفی نہیں۔ خاص کر جبکہ بسم
اللہ ہر سورت کے شروع میں اجماع صحابہؓ سے لکھی گئی (شرح شاطبیہ لملا علی قاری) پھر بسم اللہ پڑھنے والے بعض
اس کو ہر سورۃ سے سوائے سورۃ براءۃ کے ایک آیت شمار کرتے ہیں۔ اور وہ بعض قائلوں راوی امام نافعؒ کے علاوہ
ہیں۔ (کنز المعانی شرح حرز الامانی) علامہ سخاویؒ شاگرد امام شاطبیؒ فرماتے ہیں کہ قراء نے اس کے جزو فاتحہ
ہونے پر اتفاق کیا ہے مثل امام ابن کثیرؒ اور امام عاصمؒ اور امام کسائیؒ اس کو سورۃ الفاتحہ اور ہر سورۃ کا جزو سمجھتے ہیں
اور صواب یہ ہے کہ دونوں قول حق ہیں اور وہ آیت قرآن سے ہے بعض کی قراءت میں اور یہ قراءت ان لوگوں کی
ہے جو درمیان دو سورتوں کے بسم اللہ سے فصل کرتے ہیں اور جو لوگ اس سے فصل نہیں کرتے ان کی قراءت میں
یہ آیت نہیں۔ (النشر فی القراءات العشر للامام ابن الجزری)

فوائد مکیہ : سوائے سورۃ براءات کے۔

شرح : قرآن مجید کی ہر سورت کے شروع میں بسملہ پڑھنا ضروری ہے کیونکہ وہ آیت ہے جیسا کہ پہلے دلائل سے بیان کیا گیا ہے مگر سورت البراءۃ پر بسملہ نہ پڑھی جائے کیونکہ وہاں لکھی ہوئی نہیں ہے۔ لکھی اس لیے نہیں کہ وہاں بسملہ نازل نہیں ہوئی۔

اور بعض حضرات سورت الانفال اور سورت البراءۃ کو ایک سورت سمجھتے ہیں اس لیے کہ ان کا مضمون ایک جیسا ہے اور بعض احادیث بھی اس پر دلالت کرتی ہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قُلْتُ لِعُثْمَانَ مَا حَمَلَكُم عَلَىٰ أَنْ عِمِدْتُمْ إِلَى الْأَنْفَالِ وَهِيَ مِنَ الْمَثَانِي وَالْإِلَىٰ بَرَاءَةِ وَهِيَ مِنَ الْمِثْنَيْنِ فَقَرَنْتُمْ بَيْنَهُمَا وَلَمْ تَكْتُبُوا سَطْرَ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَوَضَعْتُمُوهَا فِي السَّبْعِ الطُّوْلِ مَا حَمَلَكُم عَلَىٰ ذَٰلِكَ قَالَ عُثْمَانُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا يَأْتِي عَلَيْهِ الزَّمَانُ وَهُوَ يُنَزَّلُ عَلَيْهِ السُّورُ ذَوَاتُ الْعَدَدِ وَكَانَ إِذَا نَزَلَ عَلَيْهِ شَيْءٌ دَعَا بَعْضَ مَنْ كَانَ يَكْتُبُ فَيَقُولُ ضَعُوا هَؤُلَاءِ الْآيَاتِ فِي السُّورَةِ الَّتِي يُذَكَّرُ فِيهَا كَذَا وَكَذَا وَكَانَتِ الْأَنْفَالُ مِنْ أَوَائِلِ مَا نَزَلَتْ بِالْمَدِينَةِ وَكَانَتْ بَرَاءَةً مِنْ آخِرِ الْقُرْآنِ نَزُولًا وَكَانَتْ قِصَّتُهَا شَبِيهَةً بِقِصَّتِهَا فَقَبِضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يُبَيِّنْ لَنَا أَنَّهَا مِنْهَا فَمِنْ أَجْلِ ذَٰلِكَ قَرَنْتُ بَيْنَهُمَا وَلَمْ أَكْتُبْ سَطْرَ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَوَضَعْتُهَا فِي السَّبْعِ الطُّوْلِ - (رواه احمد والترمذی والبوداوی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو کہا آپ کو کس چیز نے آمادہ کیا جو آپ نے سورۃ الانفال اور سورۃ التوبہ کو اکٹھا کر دیا؟ حالانکہ الانفال مثنیٰ سے ہے اور سورۃ البراءۃ مبین سے اور ان کے درمیان بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ نہیں لکھی اور سورۃ الانفال کو لمبی سورتوں میں رکھا۔

اس کا کیا سبب ہے؟ حضرت عثمانؓ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب قرآن نازل ہوتا تو آپ ﷺ لکھنے والے کو فرماتے کہ یہ آیت اس جگہ یعنی فلاں سورۃ کے ساتھ ملا دو۔ جس میں ایسا ذکر کیا جاتا ہے۔ جس وقت کوئی آیت نازل ہوتی تو آپ ﷺ فرماتے اس کو فلاں سورۃ میں جس کا مضمون ایسا ایسا ہے لکھ دو۔ سورۃ الانفال ان سورتوں کی پہلی ہے جو مدینہ میں نازل ہوئیں اور سورۃ البراءۃ قرآن کے آخر میں نازل ہوئی سورۃ الانفال کا قصہ سورۃ البراءۃ کے مشابہ تھا۔ آپ ﷺ نے وصال فرما جانے تک یہ نہ فرمایا کہ سورۃ البراءۃ سورۃ الانفال سے ہے۔ آپ ﷺ کے بیان نہ کرنے اور مضمون کے مشابہ ہونے کی وجہ سے ہم نے ان کو قریب کر دیا اور ہم نے ان کے درمیان بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نہیں لکھی۔ اور سات لمبی سورتوں کے درمیان ان کو رکھ دیا۔

علامہ شاطبیؒ فرماتے ہیں کہ یہ سورت تلواریں کے ساتھ نازل ہوئی ہے اس لیے اس کے ساتھ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نازل نہیں ہوئی۔

وَمَهْمَا تَصِلْهَا أَوْ بَدَأْتَ بَرَاءَةً

لَتَنْزِيلِهَا بِالسَّيْفِ لَسْتَ مُبْسِمًا

”اور جب تو سورۃ البراءۃ کو کسی اور سورۃ کے ساتھ ملائے یا تو تلاوت کی ابتداء ہی سورۃ البراءۃ سے کرے تو اس سورۃ کے تلواریں کے ساتھ نازل ہونے کی وجہ سے تو بسم اللہ پڑھنے والا نہ ہو۔“

علامہ جزری طبعیۃ النشر میں فرماتے ہیں:

وَفِي ابْتِدَاءِ السُّورَةِ كُلِّ بِسْمًا

سَوَى بَرَاءَةٍ

ترجمہ: اور سورۃ کی ابتداء میں تمام قراء نے بسم اللہ پڑھی ہے سوائے سورۃ البراءۃ کے۔

مطلب یہ کہ باجماع قراء شروع البراءۃ میں بسم اللہ نہیں پڑھی جائے گی۔ خواہ ابتداء تلاوت ہو یا درمیان تلاوت وجہ یہ ہے کہ اس سورۃ میں کفار و مشرکین سے اعلان برأت نازل ہوا ہے۔

وَإِذْ أَمَرَ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ أَنَّ اللَّهَ بَرِيءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ وَرَسُولُهُ

بسم اللہ امان کی علامت ہے اور سورۃ میں کفار سے تبری اور بیزاری فرمائی جا رہی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ اول البراءۃ میں بسم اللہ کیوں نہیں لکھی گئی؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیونکہ بسم اللہ امان ہے اور البراءۃ میں امان نہیں کیونکہ یہ سورۃ سیف کے ساتھ نازل ہوئی ہے اور امان اور سیف میں کوئی تناسب نہیں۔

سورۃ البراءۃ پر بِسْمَلَهُ نازل نہ ہونے کے عقلی دلائل

اللہ تعالیٰ نے کچھ قوانین بنائے ہیں پھر اس میں استثنائی صورت پیدا کی ہے جیسا کہ آگ اس کو جلانے کی طاقت دی ہے ہر ایک کو اس نے جلایا ہے مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نہیں جلایا۔ پانی کے بہت سارے خواص ہیں ان میں سے ایک خاصہ یہ بھی ہے کہ وہ بہا کر لے جاتا ہے غرق کر دیتا ہے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تو نہیں بہایا اور فرعون کو غرق کیا ہے۔ یہ جو کانٹے کے آلات ہوتے ہیں چاقو، چھری، خنجر، تلوار وغیرہ ان میں اللہ تعالیٰ نے کانٹے کی تاثیر رکھی ہے۔ ہر چیز کو کانٹے ہیں مگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو نہیں کانٹا۔ یہ استثنائی صورتیں ہیں۔ تخلیق انسانیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے دور سے ہی یہ قانون بنادیا ہے کہ مردوزن کے اختلاط سے اللہ تعالیٰ اولاد کی نعمت سے نوازتے ہیں مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کر دیا۔ اس طرح قرآن حکیم میں بھی اللہ تعالیٰ نے ایک استثنائی صورت رکھی ہے کہ تمام سورتوں میں بِسْمَلَهُ کو نازل کیا ہے مگر سورۃ البراءۃ میں بسملہ نازل نہیں فرمائی یہ ایک استثنائی صورت ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اب یہ بات تو واضح ہو گئی کہ سورۃ البراءۃ کے شروع میں بسملہ نہیں لکھی گئی اور اس کا نہ لکھنا مختلف طرق سے ثابت کیا گیا ہے مختلف آراء لکھی گئی ہیں اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہاں سورۃ البراءۃ پر بسملہ پڑھی جائے گی یا نہیں پڑھی جائے گی۔ تو جمہور قراء سورۃ البراءۃ کے شروع میں ابتداء اور اتصال کسی حالت میں بھی بسملہ نہیں پڑھتے ہیں۔ البتہ بعض لوگ جیسا کہ علامہ سخاوی، ابوالفتح ابن شیطا، وغیرہم کا مسلک یہ ہے کہ یہ حضرات ابتداء سورۃ البراءۃ میں بسملہ کو جائز سمجھتے ہیں۔

فوائد مکبہ: اور اوساط و اجزاء میں اختیار ہے چاہے (بسم اللہ) پڑھے اور چاہے نہ پڑھے۔

شرح: سورۃ البراءۃ کے شروع میں بسملہ نہیں پڑھی جائے گی لیکن اس کے درمیان یا اس کے کسی جزو سے پڑھا جائے تو اس میں بسملہ پڑھنے میں اختیار ہے۔ اسی طرح باقی سورتوں کے اوساط و اجزاء میں بھی بسملہ پڑھنے نہ پڑھنے کا اختیار ہے۔ اوساط و وسط کی جمع ہے اور اجزاء جزو کی جمع ہے۔

علامہ شاطبی علیہ الرحمہ نے اس مسئلہ کو اس طرح بیان فرمایا ہے ۔

۔۔۔ وَفِي الْأَجْزَاءِ خَيْرٌ مِّنْ تَلَا

”اور سورتوں کے درمیان حصوں میں اس شخص کو کہ جو تلاوت کرے اختیار دیا گیا ہے۔“

علامہ جزریؒ نے طیبۃ النشر میں اس طرح بیان کیا ہے:

وَوَسْطًا خَيْرٌ وَفِيهَا يُحْتَمَلُ

یعنی سورتوں کے درمیان سے قرأت شروع کی جائے تو وہاں اختیار ہے چاہے بعد استعاذہ کے بسم اللہ پڑھے اور چاہے نہ پڑھے۔ یعنی سورۃ البراءۃ کے درمیان سے اگر قرأت شروع کرے تو وہاں بسم اللہ کے پڑھنے اور نہ پڑھنے کے جواز میں احتمال ہے بین الافعال والبراءۃ فصل۔ وصل اور سکتہ تین وجوہ میں سے کسی وجہ کو اختیار کیا جا سکتا ہے لیکن یاد رہے کہ یہ تینوں وجوہ بغیر بسملہ کے ہیں۔

فوائد مکہ : اعوذ اور بسملہ پڑھنے میں چار صورتیں ہیں: فصل کل۔ وصل کل۔ فصل اول وصل ثانی۔ وصل اول فصل ثانی۔

شرح : اس عبارت کو سمجھنے سے پہلے یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ ابتداء کی تین قسمیں ہیں:

(۱) ابتداء تلاوت ابتداء سورت: یہاں استعاذہ اور بسملہ دونوں ضروری ہیں۔

(۲) ابتداء سورت درمیان تلاوت: یہاں صرف بسملہ پڑھی جائے گی۔

(۳) ابتداء تلاوت درمیان سورت: یہاں استعاذہ ضروری ہے اور بسملہ میں اختیار ہے۔

حضرت مصنفؒ یہاں جو اعوذ اور بسملہ کی چار صورتیں بیان فرما رہے ہیں وہ ابتداء تلاوت ابتداء سورت کی ہیں۔

یعنی یہاں سے سورت کی بھی ابتداء ہو رہی ہے اور تلاوت کی بھی۔ اس لیے اعوذ باللہ اور بسملہ دونوں پڑھنی ضروری ہیں اس کی درج ذیل چار صورتیں ہیں:

(۱) فصل کل (۲) وصل کل (۳) فصل اول وصل ثانی (۴) وصل اول فصل ثانی

(۱) فصل کل:

استعاذہ بسملہ اور سورۃ کو علیحدہ علیحدہ تین سانسوں میں پڑھنا جیسے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ اِنَّا اَعْطٰیْكَ الْکُوْثَرَ ۝

(۲) وصل کل:

استعاذہ بسملہ اور سورۃ کو ایک ہی سانس میں پڑھنا چاہیے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اِنَّا اَعْطٰیْكَ الْکُوْثَرَ ۝

(۳) فصل اول وصل ثانی:

استعاذہ کو علیحدہ ایک سانس میں اور بسملہ اور سورت کو اکٹھے دوسرے سانس میں پڑھنا چاہیے:
اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اِنَّا اَعْطٰیْكَ الْکُوْثَرَ ۝

(۴) وصل اول فصل ثانی:

استعاذہ اور بسملہ کو ایک سانس میں اور سورت کو علیحدہ دوسرے سانس میں ادا کرنا چاہیے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اِنَّا اَعْطٰیْكَ الْکُوْثَرَ ۝
نوٹ: مذکورہ بالا چاروں صورتیں تمام قراء کے نزدیک بالاتفاق جائز ہیں۔

فوائد مکیہ: ایک سورۃ ختم کر کے دوسری سورت شروع کرے تو تین صورتیں جائز ہیں۔

اور چوتھی صورت جائز نہیں یعنی فصل کل۔ وصل کل اور فصل اول وصل ثانی جائز ہیں۔ اور وصل اول فصل ثانی جائز نہیں

شرح: یہ ابتدائے سورت درمیان تلاوت کی تین صورتیں ہیں اس میں چوتھی صورت جو ہے یعنی ”وصل اول فصل ثانی“ یہ ناجائز ہے اور یہ ناجائز اس لیے ہے کہ بسملہ آئندہ سورۃ کے ساتھ ہے جبکہ اس صورت میں یہاں بسملہ کا تعلق پچھلی سورۃ کے ساتھ ہونے کا وہم ہوتا ہے اس لیے ناجائز ہے اور اس کو علامہ شاطبیؒ نے اس طرح بیان فرمایا ہے۔

وَمَهْمَا تَصِلْهُمَا مَعَ اَوْ اٰخِرِ سُوْرَةٍ

فَلَا تَقِفَنَّ الدَّهْرَ فِيْهَا فَتَشْقَلَا

”اور جب بسملہ کو اواخر سورۃ کے ساتھ ملا کر پڑھے تو ہرگز بسملہ کے آخر میں وقف نہ کرے کہ تو گرانی کا باعث ہو

جائے گا۔“

علامہ جزریؒ نے طیبہ میں اس طرح بیان فرمایا ہے:

وَأَنَّ وَصَلْتَهَا بِأَخِيرِ السُّورِ

فَلَا تَقِفْ وَغَيْرُهُ لَا يُحْتَجَرُ

ترجمہ: اگر بسملہ کو آخر سورۃ سے وصل کر دیا تو بسملہ پر وقف نہ کر پس اگر وقف کرو گے تو یہ صورت ناجائز ہوگی اور اس کے علاوہ تین صورتیں جائز ہیں۔

یعنی بین السورتین بسملہ پڑھنے کی صورت میں ایسا ہرگز نہ کرو کہ بسملہ کو آخر سورۃ کے ساتھ ایک سانس میں جوڑ کر اس پر وقف کرو اور سورۃ کو دوسرے سانس سے شروع کرو کیونکہ یہ جائز نہیں۔ اس میں یہ وہم ہوتا ہے کہ بسملہ آخر سورۃ کے متعلق ہے حالانکہ بسملہ ابتدائے سورۃ کے لیے ہے۔

حاصل یہ کہ (۱) وصل کل (۲) فصل کل (۳) فصل اول وصل ثانی جائز ہیں اور وصل اول فصل ثانی ناجائز ہے۔ جیسے:

لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝ إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ۝

نیز حضرت مولف علیہ الرحمہ نے ابتدائے تلاوت درمیان سورۃ کو بیان نہیں فرمایا۔ (یہ مسئلہ کئی پہلوؤں سے مختلف فیہ ہے درمیان سورۃ سے جب ابتدائے تلاوت ہو تو جمہور عرفین بسملہ کا پڑھنا بہتر سمجھتے ہیں اور جمہور مغاربہ اور اہل اندلس کے نزدیک بسملہ کا نہ پڑھنا بہتر ہے۔ اس طرح متاخرین نے بسملہ کے پڑھنے اور نہ پڑھنے میں اختیار دیا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر بسملہ پڑھی جائے تو کیا درمیان سورۃ سے اس کا وصل کرنا جائز ہے یا ناجائز؟) ابتدائے تلاوت درمیان سورۃ میں اگر بسملہ بھی پڑھی جائے تو صرف دو صورتیں جائز ہیں: (۱) فصل کل (۲) وصل اول فصل ثانی اور یہ مسلک صاحب اتحاف کا ہے جبکہ صاحب غیث النفع اور علامہ جزریؒ کے نزدیک ابتدائے سورۃ کی طرح اجزائے سورۃ میں بھی استعاذہ اور بسملہ کی چاروں صورتوں کو جائز مانا گیا ہے۔

(بحوالہ غیث النفع علی سراج القاری ص ۲۰ علی نوری الصفا قسماً والنشر ج ۱ ص ۲۸ للعلامة الجزریؒ)

اور حضرت مصنف علیہ الرحمہ کا بھی یہی مسلک ہے وہ بھی ابتدائے تلاوت درمیان سورۃ میں چاروں صورتوں کو جائز قرار دیتے ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے اس کو بیان نہیں کیا اور اس کو بیان نہ کرنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ابتدائے سورۃ ابتدائے تلاوت والی چاروں صورتوں کو ابتدائے تلاوت درمیان سورۃ میں جائز قرار دیتے ہیں لیکن ایسی صورت میں کہ بسملہ کا وصل اس آیت کے شروع میں ہو جس میں شیطان۔ فرعون ہامان وغیرہ کا نام ہو تو وہ ناجائز ہوگا جیسے بِسْمِ اللَّهِ

کے بعد کوئی اس طرح پڑھے اَلشَّيْطٰنُ يُعِدُّكُمْ اَلْفَقْرَ وغيرہ۔

اگر بسملہ نہ پڑھی جائے چونکہ اس میں اختیار ہے تو یہاں وصل اور فصل دو صورتیں جائز ہوں گی اور وصل کی صورت میں آیت کے شروع میں اللہ تعالیٰ کے ذاتی یا صفاتی ناموں میں سے کوئی نہ ہو جیسے الرَّحْمٰنُ عَلٰی الْعَرْشِ اسْتَوٰی۔ اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰی وغيرہ۔

یا کوئی ایسی ضمیر ہو جو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتی ہے جیسے هُوَ الَّذِيْ - هُوَ الَّذِيْ اَنْزَلَ - اِلَيْهِ يَرْوُدُ یا تلاوت کے شروع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی محمدؐ ہو تو پھر فصل کل ہی متعین ہے کیونکہ محض تعوذ کے بعد ان آیات کے پڑھنے میں یہ قیاحت ہوگی کہ ضمیر کے شیطان کی طرف پھرنے کا وہم پیدا ہوگا۔

فصل وصل کی تفصیلی وجوہ کے لیے ہماری کتب ”تخیر التجوید“ اور ”زیۃ المصحف“ ملاحظہ فرمائیں۔

فوائد مکبہ: امام عاصمؒ کے نزدیک کہ جن کی روایت حفصؒ تمام جہان میں پڑھی جاتی ہے ان کے یہاں بسم اللہ ہر سورت کا جزو ہے۔

شرح: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کا جزو قرآن ہونے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قرآن کی مستقل آیت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّهُ مِنْ سُلٰیْمٰنَ وَاِنَّهُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

مگر جزو سورت ہونے میں اختلاف ہے جیسا کہ خود حضرت مولف رحمہ اللہ نے حاشیہ میں اس بات کی وضاحت فرمائی ہے۔ حضرت فرماتے ہیں:

”مگر یہ امر ظاہر ہے کہ بسم اللہ کا جزو ہر سورت ہونا امر قطعی نہیں کیونکہ مجتہدین و فقہاء کا اختلاف ہے احناف جزو قرآن کے قائل ہیں اور شوافع جزو ہر سورت کے قائل ہیں۔ ایسے ہی امام ابن کثیرؒ کی رحمہ اللہ امام عاصم رحمہ اللہ امام کسائی رحمہ اللہ کی طرف نسبت اعتقاد جزو ہر سورت کا ہونا امر ظنی ہے قطعی نہیں کیونکہ کتب تفسیر اور قرآت کی کتابوں میں جن کے مولف شافعی المذہب ہیں ان کا قول ہے کہ یہ قراء کرام جزو ہر سورت کے قائل ہیں اور ان قراء کرام سے روایت اعتقاد جزئیت ہر سورت کی نظر سے نہیں گزری۔ البتہ بسم اللہ کی روایت ان قراء کرام سے قطعی ہے اور اعتقاد جزئیت مسئلہ فقہی ہے علم قرآت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔“ منہ

”تمام جہان“ سے مراد یہ ہے کہ دنیا کے اکثر ممالک میں روایت حفصؓ پڑھی جاتی ہے بعض ممالک ایسے بھی ہیں جہاں لوگوں کی اکثریت روایت ورشؓ، روایت قالونؓ اور روایت دوریؓ البصریؓ پڑھتے ہیں جیسا کہ الجزائر، سوڈان، تونس اور المغرب، خطہ مغربی میں روایت ورشؓ اور روایت قالونؓ اور روایت دوریؓ البصریؓ کے موافق قرآن بھی چھپے ہوئے ہیں۔ جو کہ راقم کی لائبریری میں بھی موجود ہیں۔

فوائد مکہ: تو اس لحاظ سے جس سورۃ کو قاری بلا بسم اللہ پڑھے گا تو وہ سورۃ امام عاصمؓ کے نزدیک ناقص ہوگی۔

شرح: یہ بدیہی امر ہے کہ امام عاصم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بسم اللہ ہر سورت کی آیت ہے اور جو قاری بھی جتنی سورتوں میں بسم اللہ نہیں پڑھے گا ظاہر ہے اس کی اسی قدر آیات کم ہو جائیں گی۔

فوائد مکہ: اگر درمیان قرأت کے کوئی کلام اجنبی ہو گیا گو کہ سلام کا جواب ہی کسی کو دیا ہو تو پھر استعاذہ کو دہرانا چاہیے۔

شرح: وہ کلام جس کا تعلق قرأت قرآن سے نہ ہو اس کو اجنبی کلام کہتے ہیں۔ ظاہر ہے ایسے کلام کرنے سے قرأت قرآن کا انقطاع ہو جائے گا اور انقطاع کی صورت میں استعاذہ ضروری ہے تاکہ انسان شیطان کے شر سے محفوظ رہے۔ اگر اس کا تعلق قرأت قرآن سے ہو تو استعاذہ ضروری نہیں ہے جیسا کہ کوئی استاذ قرآن کا ترجمہ پوچھے یا تجوید کا مسئلہ یا اختلاف قرأت پوچھے تو اس کا تعلق قرآن سے ہے اس لیے استعاذہ ضروری نہیں ہے۔

فوائد مکہ: قرأت جہر میں استعاذہ جہر کے ساتھ ہونا چاہیے اور اگر آہستہ یا دل میں استعاذہ کر لیا جائے تو بھی کوئی حرج نہیں۔

شرح: قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مطلق استعاذہ کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے وہاں سری اور جہری کی کوئی قید نہیں لگائی اس لیے استعاذہ نماز کے علاوہ جس طرح چاہے کر سکتا ہے لیکن بہتر یہی ہے کہ اگر تلاوت جہریہ ہو تو استعاذہ بھی جہر کے ساتھ کرنا چاہیے اور اگر تلاوت آہستہ ہو تو استعاذہ بھی آہستہ کرنا چاہیے جو حضرات اخفا کے ساتھ استعاذہ کا حکم دیتے ہیں ان

کی دلیل یہ ہے کہ استعاذہ خارج از قرآن ہے اس لیے اس کو تلاوت سے جدا ہی رکھنا چاہیے جیسا کہ علامہ شاطبیؒ نے بعض علماء کا قول نقل فرمایا ہے۔

وَأَخْفَاءُ فَصْلٌ أَبَاهُ وَعَاتْنَا

وَكُم مِّن فَتَى كَالْمَهْدِ وَيُفِيهِ أَعْمَلَا

”استعاذہ کا آہستہ پڑھنا اس لیے ہے کہ وہ قرآن سے خارج ہے مگر اس اخفا کا ہمارے محقق مشائخ نے انکار کیا ہے اور کہتے ہی مشائخ ہیں جیسے امام ابو العباس احمد بن عمار مہدوی مقرئ متوفی ۴۳۰ھ اسی اخفاء پر عمل کرتے ہیں۔“

اس شعر میں اگرچہ بعض شرح نے فَصْلٌ اور أَبَاهُ کے فاء اور حمزہ کو رمز بنایا ہے۔ یعنی امام حمزہؒ اور امام نافعؒ استعاذہ آہستہ کرتے تھے مگر صحیح تر یہی ہے کہ رمز نہیں۔ ورنہ کلام میں بے ربطی ہوگی کہ اوپر کے اشعار میں جِہَارًا فرما کر آئے ہیں جو مطلق تمام قراء کے لیے تھا اور اب استثناء ہوگا۔

حقیقت یہ ہے کہ جہر بالتعوذ قراءت کے شعار کا اظہار ہے جیسے جہر بالتلبیہ اور تکبیرات عیدین نیز جہر کا ایک فائدہ یہ ہے کہ قراءت کا سامع پہلے ہی سے استماع کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ اخفاء ہوگا تو کچھ حصہ اس سے فوت ہوگا۔ البتہ صلوٰۃ اور خارج از صلوٰۃ کا فرق ہے۔ صلوٰۃ میں اخفاء تعوذ مستحب ہے اگرچہ صلوٰۃ جہریہ ہو کیونکہ مقتدی تکبیر تحریمہ کے بعد اول نماز ہی سے قراءت کی طرف گوش برآواز ہے لہذا قراءات میں سے کوئی شے بھی فوت ہونے کا اندیشہ نہیں۔ (امانیہ)

دوسری فصل مخارج کے بیان میں

فوائد مکبہ: مخارج حروف چودہ ہیں۔

شرح: یہاں حضرت مؤلف علیہ الرحمہ تجوید کے پہلے اور اہم جزو مخارج الحروف کو بیان فرما رہے ہیں۔ مخارج مخرج کی جمع ہے مَخْرَجٌ بفتح الراء مَخْرَجٌ يَخْرُجُ سے اسم ظرف ہے جس کے معنی ”نکلنے کی جگہ“ ہے اور اصطلاح قراء میں الْحِزْبُ الْمُؤَلَّدُ لِلْحَرْفِ وہ موقع جس سے حرف کی تولید ہوتی ہے۔ یعنی جس جگہ سے حرف ادا ہوتے ہیں اسے مخرج کہتے ہیں۔ اور اس کی دو اقسام ہیں:

(۱) مخرج محقق (مقطع)

(۲) مخرج مقدر

مخرج محقق: جب زبان ہونٹ اور حلق کے کسی معینہ جگہ پر آواز نکلے تو اس کو مخرج محقق کہتے ہیں۔
مخرج مقدر: یہ مخرج محقق کے برعکس ہے جس کا تعلق زبان ہونٹ اور حلق سے نہ ہو تو اس کو مخرج مقدر کہتے ہیں۔ یہ صرف جوف ہے۔ بعض کے نزدیک خیشوم بھی مخرج مقدر ہے باقی سب مخرج محقق اور مقطوع ہیں۔

حروف حروف کی جمع ہے اور اس سے حروف ہجا مراد ہیں۔ حروف معانی نہیں۔ حرف کے نام کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ہر حرف کے نام کے شروع میں اس حرف کی آواز موجود ہے۔ حرف لغت میں کنارے کو کہتے ہیں جیسا کہ قرآن حکیم میں آیا ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَعْبُدُ اللَّهَ عَلَى حَرْفٍ - (الحج: ۱۷)

”اور لوگوں میں بعض ایسے بھی ہیں جو کنارے پر کھڑے ہو کر اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔“

گویا حرف کے نام میں شروع کنارے پر وہ حرف اپنی آواز میں موجود ہوتا ہے۔ حرف بنتا ہے صوت سے اور صوت کے معنی ہیں ”هَوَاءٌ مَّتَمَّوْجٌ بِتَصَادُومِ الْجَسْمَيْنِ“ وہ ہوا جو دو جسموں کے تصادم سے پیدا ہوتی ہے۔ صوت کی یہ تعریف انسان و حیوان دونوں کی آواز کو شامل ہے اور حرف کی تعریف یہ ہے ”صَوْتُ مُعْتَمِدٍ عَلَى مَقْطَعٍ مُحَقَّقٍ أَوْ مُقَدَّرٍ“ وہ آواز جو محقق یا غیر محقق موقع سے نکلے۔ اس تعریف سے حرف کا خروج انسانی خصوصیت بن جاتا ہے۔

حروف پر جو حرکات آتی ہیں وہ ایک کیفیت عارضہ ہوتی ہیں جو حرف کی آواز کے سہارے قائم ہوتی ہے۔ بالاتفاق اہل بصرہ و کوفہ حروف عربیہ انتیس ہے۔ مگر مبرد کے نزدیک حروف کی تعداد اٹھائیس ہے۔ ان کی رائے میں الف ہمزہ لینہ ہے مستقل حرف نہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ ہر حرف کے نام کے شروع میں خود اس حرف کی آواز پائی جاتی ہے مگر الف ایسا نام ہے کہ وہ ہمزہ سے شروع ہو رہا ہے۔ لہذا الف کوئی مستقل حرف نہیں۔

جہوہ اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ اگر یہی دلیل ہے تو ہمزہ کے وجود سے بھی انکار کرنا چاہیے کیونکہ اس کے شروع میں ہا ہے۔ لہذا ہمزہ ہا ہونا چاہیے حالانکہ ہمزہ اور ہا قطعاً دو حرف ہیں جس کی دلیل یہ ہے کہ ایک دوسرے سے بدلتے رہتے ہیں جیسے هَمَزٌ اصل میں اَمَزٌ تھا اور بدلنا تغایر کی دلیل ہے ایک شے خود اپنے نفس سے نہیں بدل سکتی ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ الف ہمیشہ ساکن بے جھٹکے ماقبل مفتوح ہوتا ہے اور ماقبل کے اعتبار سے ہی مضم یا مرقق ہوتا ہے اور ساکن حرف کے بعد الف نہیں آ سکتا بخلاف ہمزہ کے کہ وہ جھٹکے کے ساتھ ادا ہوتا ہے اور بالاتفاق مرقق ہوتا ہے اور ساکن حرف کے بعد بھی آتا ہے جیسا کہ نون ساکن کے بعد ہمزہ آ جائے تو نون کو اظہار کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

حروف مہانی (حروف ہجاء) کی دو اقسام ہیں:

(۱) حروف اصلیہ (۲) حروف فرعیہ

(۱) حروف اصلیہ: الف سے یاء تک کے تمام حروف کو حروف اصلیہ کہتے ہیں۔

حروف فرعیہ کی بحث:

جن حروف کے خارج کی تعداد یہاں دی گئی ہے ان سے حروف اصلیہ مراد ہیں ان کے مقابلہ میں کچھ حروف فرعیہ بھی کہلاتے ہیں۔ جن سے اس رسالہ میں تعارض نہیں کیا گیا۔ مگر ہم مختلف کتب تجوید میں سے تتبع کے بعد یکجا لکھتے ہیں۔
حروف فرعیہ وہ حروف کہلاتے ہیں جن کا مخرج دو اصلی حروف کے درمیان ہو یعنی کچھ حصہ آواز کا ایک حرف سے اور کچھ حصہ دوسرے حرف کی آمیزش سے نکلتا ہے اور ملا علی قاریؒ نے تعریف یہ کی ہے: وہ حرف جو اپنا اصلی مخرج یا صفت ذاتیہ چھوڑ چکا ہو۔ ان دونوں تعریفوں کی روشنی میں حروف فرعیہ حسب ذیل ہیں:

(۱) ہمزہ مسبلہ: یعنی ہمزہ مسبلہ کا لواؤ۔ کالالف اور کالیا جیسے **ءَ اَعَجَمِي** میں ہمزہ ثانیہ کالالف پڑھا گیا ہے۔
روایت حفصؒ میں ہمزہ مسبلہ کالالف ہی پڑھا گیا جیسا کہ مثال سے واضح ہے اور ہمزہ مسبلہ کالواؤ اور کالیا روایت حفصؒ میں نہیں۔ بلکہ دیگر روایات میں بکثرت موجود ہیں۔

(۲) الف ممالہ: وہ الف جس کو مالہ صغریٰ یا کبریٰ سے پڑھا جائے جیسے **مَجْرُبَهَا** وغیرہ
(۳) لام مخمخہ جیسے لام اسم الجلالہ اور روایت ورش میں وہ لام مفتوح جو صاطاء اور ظاء کے بعد واقع ہو جیسے **ظَلَمُوا**
(۴) صاد مشمہ بالزای عند الخلف جیسے **اِهْدِنَا الصِّرَاطَ** میں اور **اَصْدَقُ** وغیرہ میں کہ زاء اور صاد خالصہ کی فرع ہے۔

اشتام کا طریقہ

یہاں اشتام کے معنی ہیں خلط الزای بالصاد یعنی صاد میں زای کی آمیزش۔ اور اس کے عمل کی صورت یہ ہے کہ صاد کی صفت ہمس کو زای کی صفت جبر سے بدلنا ہے باقی تمام صفات رخاوت۔ استعلاء۔ طباق صغیر باقی رہیں گی۔ اشتام کی یہ قسم خلط الحرف بالحرف کہلاتی ہے۔ (امانیہ)

(۵) نون مخفاة

(۶) یاء مشمہ بصوت الواو جیسے ہشام و کسائی کے یہاں **قِيلَ**۔ **غِيضُ** وغیرہ

اشٹام کا طریقہ

اس اشٹام کی ادا کا طریقہ یہ ہے کہ مذکورہ کلمات کے اوائل میں کسرہ پڑھتے ہوئے انضامِ شفعین کے ساتھ قدرے ضمہ کا اشارہ کیا جائے۔ لیکن یاد رہے کہ ضمہ کا حصہ کم۔ کسرہ کا زیادہ ہے تاکہ بعد والی یاء خالص ادا ہو و او کی یو بھی نہ آنے پائے۔ یہ اشٹام اس لیے کیا جاتا ہے تاکہ اصل فعل قبل از تعلیل کی طرف اشارہ ہو جائے یعنی قیلَ قیلَ اصل میں قُولُ بضم کاف تھا اشٹام کی یہ قسم غلط الحرکتہ بالحرکت کہلاتی ہے۔ (امانیہ)

(۷) حرف مخم کے بعد الف مخم

(۸) میم مخفا قیاد مخم

بقول طیبی جب میم میں اظہار ہو تو اصل یہ ہے اور جب اخفاء یا ادغام ہو تو فرعیہ یعنی ناقصہ ہے۔ (الجواہر النقیہ)
حضرت مولفؒ نے فرمایا ہے کہ مخارجِ چودہ ہیں۔ چودہ کی توجیہ اور یہ جن کا مذہب ہے آگے متن میں خود بیان فرما رہے ہیں۔

فوائد مکبہ: پہلا مخرج اقصیٰ حلق سے (۱- ۲- ۳- ۴- ۵) نکلتے ہیں۔

شرح: اقصیٰ کا معنی ہوتا ہے ”دور“ اقصیٰ حلق یعنی حلق کا وہ حصہ جو منہ سے دور ہے۔ قرآن کریم میں آیا ہے وَجَاءَ رَجُلٌ مِّنْ أَقْصَا الْمَدِينَةِ۔ ”اور ایک شخص شہر کی دوسری جانب سے دوڑتا ہوا آیا“۔ یہاں ہم اس آیت میں شہر کی دوسری جانب ”اقصیٰ“ سے شہرے پرے یا کچھ فاصلے پر مراد لیں گے۔

حضرت مصنفؒ نے مخارج کو اقصیٰ حلق سے شروع کیا ہے اور یہ مخرج محقق ہے۔ مخرج محقق ہی سے شروع کرنا زیادہ مناسب تھا۔ اس میں ہمزہ اور ہاء کے ساتھ الف کو بھی شمار کیا ہے۔ اور فراء کے مذہب کی بناء پر الف اور ہمزہ کا مخرج ایک ہے اس وجہ سے الف کو بھی ہمزہ کے ہمراہ بیان کر دیا ہے۔ فراء نے الف کو مبداء مخرج کا لحاظ کرتے ہوئے اقصیٰ حلق میں بیان کیا ہے۔

بہر حال جمہور کے نزدیک چونکہ الف مخرجِ مقدر جوف حلق سے نکلتا ہے اس وجہ سے اس کو حروفِ حلقیہ میں شمار نہیں کیا جائے گا بلکہ الف بالاتفاق جوفیہ اور ہوائیہ ہے اور حروفِ حلقیہ ان کو کہا جاتا ہے جو بالاتفاق حلق سے ادا ہوتے ہوں۔

فوائد مکيه : دوسرا مخرج وسط حلق اس سے عین حاء نکلتے ہیں۔

شرح : وسط کا معنی ہے درمیان یعنی حلق کا درمیانی حصہ۔ اس سے عین اور حاء بغیر نقطہ کے ادا ہوتے ہیں۔ ان کو علامہ جزئی نے اس طرح بیان کیا ہے ۔

ثُمَّ لَا قَصَى الْحَلْقِ هَمْزُهَا

ثُمَّ لَوْسَطِهِ فَعَيْنُ حَاءِ

”پھر اقصیٰ حلق کے واسطے ہمزہ اور حاء ہیں پھر وسط حلق کے لیے عین اور حاء ہیں۔“

اور علامہ شاطبی فرماتے ہیں ۔

ثَلَاثٌ بِأَقْصَى الْحَلْقِ وَ اُثْنَانُ وَسْطُهُ

وَ حَرْفَانِ مِنْهَا أَوَّلُ الْحَلْقِ جُمْلًا

”تین حروف اقصیٰ حلق سے اور دو وسط حلق سے اور دو حروف ان میں سے اول حلق میں خوب صورت قرار دیئے گئے ہیں۔“

فوائد مکيه : تیسرا مخرج ادنیٰ حلق اس سے غ خ نکلتے ہیں۔

شرح : ادنیٰ کا معنی ہے اقرب یعنی بہت زیادہ قریب یعنی حلق کا وہ حصہ جو منہ کے قریب ہے جیسا کہ قرآن میں آیا ہے:

ذَلِكَ ادْنٰی اَنْ يَّاتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰی وَجْهِهَا۔

”اس طریق سے بہت قریب ہے کہ یہ لوگ صحیح صحیح شہادت دیں۔“

ان دو حروف کا مخرج علامہ جزئی نے یوں بیان فرمایا ہے ۔

اَدْنَاهُ غَيْنٌ خَاءٌ هَا۔۔۔

”ادنیٰ حلق غین اور اس کے ساتھی خاء کا (مخرج) ہے۔“

چونکہ یہ چھ حروف حلق سے ادا ہوتے ہیں لہذا ان کو ”حروف حلقیہ“ کہتے ہیں۔
ان حروف کو علامہ حمروزی نے تحفۃ الاطفال میں اس طرح بیان کیا ہے:

هَمْزٌ فَهَاءٌ ثُمَّ غَيْنٌ حَاءٌ
مُهْمَلَتَانِ ثُمَّ غَيْنٌ خَاءٌ

ترجمہ ”ہمزہ ہاء پھر عین حاء بغیر نقطہ پھر عین اور خاء

فوائد مکبہ: چوتھا مخرج اقصى لسان اور اوپر کا تالو اس سے قاف نکلتا ہے۔

شرح: یہاں سے حضرت مصنف علیہ الرحمہ زبان کے مخارج شروع فرما رہے ہیں۔ یاد رہے کہ زبان سے ادا ہونے والے حروف کی دو اقسام ہیں:

(۱) وہ حروف جن میں زبان کا تعلق تالو کے ساتھ ہے۔

(۲) اور وہ حروف جن میں زبان کا تعلق دانتوں کے ساتھ ہے۔

وہ حروف جن میں زبان کا تعلق تالو کے ساتھ ہے وہ پانچ ہیں:

(۱) قاف (۲) کاف (۳) جیم (۴) شین (۵) یاء

ان میں سے پہلا حرف قاف کا مخرج بیان فرمایا ہے کہ اقصى لسان یعنی زبان کی جڑ جب اوپر کے تالو سے لگے گی تو اس سے قاف ادا ہوگا۔

فوائد مکبہ: پانچواں مخرج قاف کے مخرج سے ذرا منہ کی طرف ہٹ کر اس سے کاف نکلتا ہے۔

شرح: اس کا مطلب یہ ہے کہ قاف کے مخرج سے ذرا نیچے ہٹ کر منہ کی طرف زبان اور اوپر کا تالو اس سے کاف نکلتا ہے کیونکہ خالی زبان سے کوئی حرف ادا نہیں ہوتا جب تک کہ وہ تالو کے کسی حصہ سے یا دانت کے کسی حصہ سے نہ ملے۔ حضرت مولف علیہ الرحمہ کا تالو کا ذکر نہ کرنا مشہور اور واضح ہونے کی وجہ سے ہے۔ نیز اس وجہ سے بھی کہ قاف کے مخرج میں تالو کا ذکر فرما چکے ہیں اور یہاں اسی کو کافی سمجھ لیا ہے۔

کاف اور قاف کو ”حروف لبویہ“ کہتے ہیں۔ لبویہ یا لہاتیہ کے معنی ایک ہی ہیں لہات حلق کے کوئے کو کہتے ہیں اور کواردو

میں اس نرم گوشت کو کہتے ہیں جو ہڈی والے تالو کے حصہ کے ختم ہونے کے بعد حلق کے نشیب کی طرف لٹکا ہوتا ہے اور اسے لسان الصغیر بھی کہتے ہیں۔

علامہ جزری علیہ الرحمۃ نے ان دونوں حروف کے بخارج کو اس طرح بیان فرمایا ہے ۔

----- وَالْقَافُ

أَقْصَى اللِّسَانِ فَوْقَ ثَمَّ الْكَافُ

أَسْفَلُ-----

”اور قاف اس کا مخرج اقصائے لسان زبان کی جڑ ہے اس حالت میں کہ وہ جڑ کا بالائی حصہ ہے اس کے بعد کاف ہے جو ذرا منہ کی طرف نیچے والا حصہ ہے۔“

اور علامہ شاطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح بیان فرمایا ہے ۔

وَ حَرْفٌ لَهُ أَقْصَى اللِّسَانِ وَ فَوْقَهُ

مِنَ الْحَنَكِ أَحْفَظُهُ وَ حَرْفٌ يَأْسَفُ لَا

”اور ایک حرف قاف وہ ہے جس کا مخرج اقصى لسان اور اس کا مقابل تک ہے اور ایک حرف کاف اس حرف سے ذرا نیچے سے ادا ہوتا ہے تم اس کو اچھی طرح یاد رکھو۔

فوائد مکيه : چھٹا مخرج وسط لسان اس سے (ج - ش - ی) نکلتے ہیں۔

شرح : یہاں حضرت مصنفؒ نے صرف وسط لسان کہا ہے حالانکہ ایک حصہ سے کوئی حرف ادا نہیں ہوتا۔ اوپر کا تالو کہنا ضروری ہے۔ مگر یہاں بھی اوپر کا تالو شہرت کی بناء پر بیان نہیں فرمایا۔

وسط زبان کے مخرج سے ادا ہونے والے تین حروف (ج - ش - ی) ہیں ان میں سے یاء تینوں حالتوں یعنی یاء مدہ - یاء لین اور یاء متحرکہ یہیں سے ادا ہوں گی۔

حضرت مصنفؒ نے یاء کے ساتھ متحرکہ مدہ اور لین کی قید نہیں لگائی کیونکہ حضرت مصنفؒ نے فراء کے مذہب کو اختیار کیا ہے اور ان کے نزدیک جوف دہن کا مخرج ہی نہیں ہے لہذا یاء مدہ - لین اور متحرکہ تینوں وسط لسان اور اس کے مقابل اوپر کے تالو سے ہی ادا ہوتی ہیں ان حروف کا مجموعہ جیش ہے۔

یائے لین۔ یائے متحرکہ اور یاء مدہ کی مثلہ:

رَقِيلٌ - حَيْطٌ - كَيْفٌ - اَيْنٌ - يَوْمٌ - يَسُوقٌ وغیرہ

ان حروف کو ”حروف شجریہ“ کہتے ہیں۔ شجر کے معنی درمیان کے آتے ہیں۔ شجر بفتح الشین و سکون الهمیم منہ کا وہ حصہ جو فطری طور پر منہ کے بند کر لینے کے بعد بھی زبان اور تالو کے درمیان کھلا رہتا ہے۔ ان حروف کے مخرج کو علامہ جزریؒ نے اس طرح بیان فرمایا ہے۔

--- وَالْوَسْطُ فَجِمْ الشَّيْنُ يَا

”اور تالو زبان کا درمیانی حصہ پس اس سے جیم، شین۔ یاء غیر مدہ نکلتے ہیں۔

نوٹ: علامہ جزریؒ کے نزدیک یہاں سے صرف یائے لین اور یائے متحرکہ ادا ہوتی ہے۔ یائے مدہ ادا نہیں ہوتی۔

اور علامہ شاطبیؒ نے اس طرح بیان فرمایا ہے۔

وَوَسْطُهُمْ مِنْهُ ثَلَاثٌ ---

”اور زبان اور اس کے مقابل حنک کے درمیانی حصہ سے تین حروف جیم۔ شین۔ یاء ادا ہوتے ہیں۔

نوٹ: علامہ شاطبیؒ کے نزدیک یہاں یائے متحرکہ یائے لین اور یائے مدہ تینوں ادا ہوتی ہیں۔

اب یہاں سے وہ حروف شروع ہو رہے ہیں جن کا تعلق زبان اور دانتوں سے ہے۔ بہتر ہوتا کہ حضرت مصنف علیہ الرحمۃ اس مخرج کے بیان سے قبل دانتوں کی تفصیل بھی بتا دیتے لیکن حضرت مصنف علیہ الرحمۃ نے دانتوں کا بیان نہیں فرمایا۔ اور حضرت مصنفؒ نے یہ امام شاطبیؒ اور امام جزریؒ کی اتباع میں کیا ہے کہ انہوں نے بھی شاطبیہ۔ طیبہ اور مقدمہ میں دانتوں کو بیان نہیں فرمایا ہے بلکہ عموماً اہل عرب کی کتابوں میں دانتوں کا بیان نہیں ہوتا ہے۔ مگر ہم طلباء کی سہولت کے لیے مختصر دانتوں کا بیان کرتے ہیں۔

دانتوں کا بیان

انسان کے منہ میں اکثر تیس دانت ہوتے ہیں سولہ اوپر اور سولہ نیچے۔ ان دانتوں کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ سامنے کے چار دانتوں کو ”ثَنَائَا“ کہتے ہیں۔ اوپر والے دو دانت ”ثَنَائَا عَلَیَا“ اور نیچے والے دو دانت ”ثَنَائَا سُفْلَا“ کہلاتے ہیں۔

پھر ثَنَائَا سے ملے ہوئے دائیں بائیں اوپر نیچے ایک ایک یعنی کل چار دانت جو ہیں ان کو ”رُكْبَاعِیَات“ کہا جاتا ہے۔

اسی طرح رُبَاعِیات سے ملے ہوئے چار دانت ”اُنْیَاب“ کہلاتے ہیں۔ اور انیاب سے ملے ہوئے چار دانتوں کو ”ضَوَاحِک“ کہتے ہیں۔

ان ضَوَاحِک سے ملے ہوئے تین اوپر اور تین نیچے دائیں بائیں کل بارہ دانتوں کو ”طَوَاحِن“ کہتے ہیں۔
ان طَوَاحِن سے ملے ہوئے اوپر نیچے دائیں بائیں ایک ایک کل چار دانتوں کو ”نَوَاجِذ“ کہتے ہیں۔
ضَوَاحِک طَوَاحِن اور نَوَاجِذ اڑھیس ہیں اور ان کو اَضْرَاس کہتے ہیں ضرس کی جمع۔

ان سب کو کسی نے اشعار کی صورت میں نظم کیا ہے طلباء ان اشعار کو یاد کر لیں یا دکی آسانی کے لئے لکھتا ہوں۔
ہے دانتوں کی تعداد کل تیس اور دو

ثنا یا ہیں چار اور رباعی ہیں دو دو
ہیں انیاب چار اور باقی رہے ہیں
کہ کہتے ہیں قراء اضر اس انہی کو
ضوا حک ہیں چار اور طواحن ہیں بارہ

نواجذ بھی ہیں ان کے بازو میں دو دو

دانتوں کے ناموں کی توجیہات

ثَنَائَا اور ثَنَائَات (سانے کے دانت) ثَنَائَات کی جمع ہے۔ ثَنَائَات کے معنی دو کے ہیں۔ جیسے ثَنَائَات دو دو یہ دانت بھی آپس میں کسی فاصلہ کے بغیر دو دو ملے ہوئے ہیں اس لئے ان کو ثَنَائَا کہتے ہیں بخلاف دوسرے دانتوں کے کہ وہ بھی دو دو ہیں لیکن وہ چونکہ آپس میں ملے ہوئے نہیں ہیں بلکہ ہر طرف صرف ایک ایک جدا جدا ہیں اس لئے ان کو ثَنَائَا نہیں کہا جاتا۔

رُبَاعِیَّات

(را کے زبر سے) رُبَاعِیَّات کی جمع ہے رباع کے معنی چار کے ہیں اور چونکہ یہ دانت بھی چار ہیں اس لئے ان کو رباعیات کہتے ہیں یا رُبَاعِیَّات رُبَاعِیَّات کی جمع ہے رباع کے معنی ہیں اور ان چار دانتوں میں غذا ٹھہر جاتی ہے ممکن ہے کہ اس لئے ان کو رباعیات کہا جاتا ہو۔ ان کا دوسرا نام طَوَاحِن ہے قَوَاطِع قَاطِعَات کی جمع ہے جس کے معنی کاٹنے والی کے ہیں چونکہ ان دانتوں سے چیزوں کو کاٹا جاتا ہے اس لئے ان کو قَوَاطِع کہتے ہیں۔

انیاب

یہ نَاب کی جمع ہے نوکدار تیز نوکیلے پکلی کے دانت کو کہتے ہیں۔ ان کا دوسرا نام کُوَاسِر ہے یہ کَاسِرۃ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں توڑنے والی چیز اور چونکہ عموماً ان دانتوں سے چیزوں کو توڑا جاتا ہے اس لئے ان کو کُوَاسِر کہتے ہیں۔

ضَوَاحِک

یہ ضَا حِکۃ کی جمع ہیں چونکہ عموماً ہنسنے وقت یہ ظاہر ہوتے ہیں اس لئے انہیں ضَوَاحِک کہتے ہیں اور صَحک ہنسنے کو کہتے ہیں۔

طَوَاحِن

یہ طَاحِنۃ کی جمع ہے یعنی غذا پسینے والی ڈاڑھیں چونکہ ان سے غذا چابائی جاتی ہے اس لئے ان کو طَوَاحِن کہتے ہیں۔

نَوَاجِذ

یہ نَاجِذۃ کی جمع ہے یہ نَاجِذۃ العَقْل سے ہے یعنی عقل کے کمال تک پہنچنے والی داڑھیں جو عقل کے کامل ہو جانے کے بعد نکلتی ہیں۔

ان تمام دانتوں اور داڑھوں کے ناموں کو اس طریقے پر بھی نظم کیا گیا ہے یاد کرنے کے واسطے تحریر کرتا ہوں:

یہ بتیس دانت بھی اک نعت عظمیٰ کا مظہر ہیں ثلثا چار ہیں دو دو رباعی مثل اختر ہیں
یہ چار انیاب بھی کتنے مزین کتنے بہتر ہیں یہ بیس اضراس کیسی نعمتیں اللہ اکبر ہیں
ضواحک چار ہیں بارہ طواحن بھی مقرر ہیں نواجذ بھی ان کے برابر چار مضمر ہیں
اب یہاں سے ان حروف کا بیان شروع ہو رہا ہے جن کا تعلق زبان اور دانتوں سے ہے اور یہ کل ۱۳ حروف ہیں۔

فوائد مکبہ: ساتواں مخرج حافظ لسان اور داڑھوں کی جڑ اس سے (ض) نکلتا ہے۔

شرح: حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے حرف ضاد کا مخرج بیان کرتے ہوئے ”داڑھوں کی جڑ“ کے الفاظ تحریر فرمائے ہیں اور داڑھوں کی تعیین نہیں فرمائی اور یہ اس لئے نہیں فرمائی کہ نیچے والی داڑھوں سے کوئی حرف ادا نہیں ہوتا۔ اور جڑ کی قید بھی کسی مصنف نے نہیں لگائی یہ بھی حضرت مؤلف نور اللہ مرقدہ نے قید لگائی ہے۔

ضاد کے مخرج کو علامہ جزرئی نے اس طرح بیان فرمایا ہے:

وَالضَّادُّ مِنْ حَافِيَةٍ اِذْوَلِيَا

الْاَضْرَاسُ مِنْ اَيْسَرٍ اَوْ يُمْنَاهَا

اور ضاد ادا ہوتا ہے زبان کی کروٹ سے جبکہ وہ کروٹ لگے ڈاڑھوں سے خواہ بائیں طرف یا دائیں طرف سے۔

اور علامہ شاطبیؒ نے ضاد کا تخریج اس طرح بیان کیا ہے:

اِلَى مَا يَلِيّ الْاَضْرَاسَ وَهُوَ لَدَيْهِمَا

يَعِزُّ وَيَا لِمَنْ يَكُونُ مَقْلًا

ترجمہ: اس حصہ تک جو داڑھوں سے متصل ہے اور یہ حرف دونوں طرف کے حافین سے ادا ہونا اور الوجود ہے اور دائیں طرف سے بہت کم ہے۔

ضاد کو باعتبار تخریج حافیہ کہتے ہیں۔

حرف ضاد سے متعلق حضرت مولانا قاری حفظ الرحمن صاحبؒ کی تحقیق

جڑ کی قید کی توجیہ حضرت مولفؒ کے ایک نامور تلمیذ حضرت مولانا قاری المقری حفظ الرحمن صاحبؒ ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:

”-----المقدمة الجزرية اور دیگر کتب معتبرہ میں داڑھ کی جڑ کی قید نہیں ہے مگر سیدی و مولائی و استاذی حضرت مولانا

قاری عبدالرحمن صاحبؒ کی نور اللہ مرقدہ نے اپنی کتاب فوائد مکبہ میں اس کو لکھا ہے۔

سواس کی وجہ یہ ہے کہ اکثر لوگ حرف ضاد ادا کرتے وقت حاف لسان کو بوجہ ناواقفیت کے داڑھوں کے اندرونی حصہ کے بجائے نیچے کے حصہ میں جہاں سے غذا چبائی جاتی ہے لگا دیا کرتے تھے۔ کیونکہ معتبر کتابوں میں عموماً صرف اوپر کی داڑھ کا ذکر ہے اور اس کے حصہ کا ذکر نہیں۔ پس جب حضرتؒ نے بعض لوگوں کی اس غلطی کا احساس کیا تو داڑھوں کی جڑ کی قید لگائی مگر بعض لوگ بوجہ ناواقفیت کے اس میں بھی غلطی کرنے لگے یعنی پورے حاف کی دبازت کو صرف داڑھوں کی جڑ میں لگانا چاہتے ہیں اور یہ نہایت دشوار ہے کیونکہ حاف لسان کی دبازت قریب قریب ایک چاول کی لہائی کے ہے اور اس کی جڑ کی مقدار تھائی چاول بھی نہیں لہذا ضروری معلوم ہوا کہ اس کو وضاحت سے سمجھایا جائے۔

پس جاننا چاہیے کہ زبان کے تین حصے ہیں ایک اوپر کا جسے ظہر لسان یعنی زبان کی پیٹھ کہتے ہیں اور دوسرا نیچے کا حصہ جسے

بلطن لسان یعنی زبان کا پیٹ کہتے ہیں تیسرا وہ حصہ جو ان دونوں کے درمیان میں ہے یعنی چاروں طرف زبان کی کروٹ، پھر اس کی کروٹ کے طولاً تین حصے ہیں ایک تو داہنی جانب کی کروٹ جس کو قراء کی اصطلاح میں ”حافہ یحئی“ کہتے ہیں دوسرا بائیں جانب کی کروٹ جسے ”حافہ یسرئ“ کہتے ہیں اور ایک سامنے کا حصہ یعنی زبان کی نوک جس کو طرف لسان کہتے ہیں۔

اسی طرح ساری کروٹ کے عرضاً بھی تین حصے نکلتے ہیں ایک وہ جو کہ اوپر ظہر لسان سے ملا ہوا ہے۔ دوسرا وہ جو بلطن لسان سے ملا ہوا ہے۔ تیسرا وسطی حصہ ان دونوں کے درمیان میں ہے اور جس طرح زبان کی کروٹ کے عرضاً تین حصے نکلتے ہیں اسی طرح دانتوں کا اندرونی حصہ جس سے مخارج کو تعلق ہے اس کے بھی تین حصے نکلتے ہیں۔ ایک تو اوپر کی جز، دوسرا نیچے کا کنارہ اور تیسرے ان دونوں کے درمیان کا وسطی حصہ۔

پس جب یہ باتیں معلوم کر چکے تو اب سمجھو کہ داڑھوں کی جز کی جو قید بڑھائی گئی ہے اس سے یہ مطلب ہے کہ داڑھوں کی جز کا وسطی حصہ کے ساتھ حافہ کا اوپر والا حصہ جو کہ ظہر لسان سے ملا ہوا ہے وہ لگنا چاہیے۔ اب داڑھوں کے وسطی حصہ کے ساتھ حافہ کا وسطی اور داڑھوں کے نیچے کنارہ کے ساتھ حافہ کا نیچا کنارہ خود بخود منطبق ہو جائے گا۔ غرض کہ اس قید کے بڑھانے سے داڑھوں کے اوپری حصہ کی حد بیان کرنا مقصود ہے۔ جس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اگر کسی کا کچھ حصہ زیادہ دبیز ہو جس سے حافہ کا نیچا حصہ باوجود داڑھوں کے ساتھ منطبق ہونے کے کچھ نیچے لٹک آئے یا داڑھوں سے کچھ زیادہ لمبا ہو جس سے حافہ کے انطباق کے بعد داڑھوں کا نیچا حصہ باقی رہ جائے۔ تو ایسے شخص کو حافہ کے اوپر کے حصہ کو داڑھوں کی جز سے لگا کر حافہ کے بقیہ نیچے حصوں کو اس کے حال پر داڑھوں سے لگا دینا چاہیے۔ یعنی حافہ کو نہ عرضاً سکیڑنے کی کوشش کرنی چاہیے نہ پھیلانے کی بلکہ جس طرح لگے اس کے حال پر رہنے دینا چاہیے ورنہ تکلف ہوگا۔

پس اس بیان کے بعد یہ بات سمجھ میں آگئی ہوگی کہ قراء میں سے جنہوں نے داڑھوں کی جز کی قید نہیں لگائی اور جنہوں نے لگائی ہے دونوں کا ماحصل ایک ہے۔ اب جبکہ ضاد کے مخرج کی حالت معلوم ہو چکی تو اس کی ادا کا طریقہ معلوم کرنا چاہیے پس وہ اس طور پر ادا ہوتا ہے کہ حافہ کو اوپر کے مضمون کے مطابق داڑھ سے دائیں یا بائیں جانب لگائیں بقیہ حصہ زبان کو پھیلا کر صفت الطباق ادا کرنے کے لئے تالو سے لگائیں اس طرح کہ تالو ڈھک جائے اور زبان کی نوک کو دال اور غطاء کے مخرج پر لگنے سے بچائیں۔ پس جب قاعدہ کے موافق زبان لگ چکے تو آواز پیدا کرنے کی کوشش کرنا چاہیے۔

اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ آواز سامنے سے نہ پیدا ہو بلکہ ٹھیک اور پورے مخرج سے نکلے اس طرح پر کہ اگر جڑوں کو سمیٹ کر ہاتھ منہ کے قریب دائیں جانب یا بائیں جانب جدھر سے نکالنا ہو لگائیں۔ تو آواز کے ساتھ ساتھ کچھ ہوا بھی ہاتھوں کو محسوس ہو اور وہ ہوا بھی سامنے سے نہ نکلے بلکہ اسی جانب سے جدھر سے صوت نکلی ہے ہاتھوں کو محسوس ہونا چاہیے۔ کوئی یہ نہ

کچھ کہ جبروں کے سمیٹنے کو اس کی ادا میں کوئی دخل ہے۔ نہیں! بلکہ یہ صحت ادا کے معلوم کرنے کا طریقہ بیان کیا ہے کیونکہ جب تک صوت مخرج سے نہ نکلے صرف زبان کا مخرج پر لگنا کارآمد نہیں اور یہیں پر ان لوگوں کی غلطی معلوم ہوگئی جو کہ برابر منہ کو ٹیڑھا کر کے ضاد کو ادا کرتے ہیں۔ ہاں یہ بات اور ہے کہ جبرے جب اوپر کو سٹے ہوئے ہوں گے تو خفیف سی صوت دھوا اس جانب سے صاف معلوم ہوگی۔ اور جب منہ کو درست کر کے ادا کریں گے تو جبروں سے ٹکرا کر سامنے ایک جانب نکلتی ہوئی معلوم ہوگی یہیں سے یہ بات بھی سمجھ میں آگئی ہوگی کہ ضاد کا دونوں جانب سے ایک ساتھ نکالنا کیوں دشوار ہے۔ کیونکہ دونوں طرف مخرج پر ایک ساتھ زبان کا لگ جانا کچھ زیادہ مشکل نہیں۔ پس اس کی وجہ یہی ہے کہ ضاد کا اس طرح پُر ادا کرنا کہ دونوں جانب سے صوت دھوا پیدا ہو اور اگر دونوں جانب ہاتھ لگائیں تو ایک ساتھ دونوں طرف صوت کے ساتھ خفیف دھوا محسوس ہو۔ نہایت ہی مشکل ہے۔

اب رہی یہ بات کہ اس کی صوت کیسے پیدا ہونی چاہیے دال مثم جیسی بالکل سخت کہ آواز جاری نہ رہ سکے۔ یا طاء جیسی نرم پس یہ دونوں درست نہیں۔ اس کی آواز نہ دال مثم جیسی سخت ہے نہ طاء جیسی نرم ہے۔ بلکہ اگر اس کو صحیح مخرج مع صفات استطالات وغیرہ سے ادا کیا جائے گا تو اس کی آواز میں کچھ طاء سے مشابہت ہوگی اور اس مشابہت کا صحیح احساس ان لوگوں کو نہیں ہو سکتا جو خود طاء کو غلط زائے مثم پڑھتے ہیں۔ کیونکہ پہلے مشبہ بہ کد درست اور صحیح ہونا بھی ضروری ہے۔ نیز ضاد میں اطباء بہ نسبت طاء کے قوی ہے اور ضاد میں اطباء جتنا قوی ہوگا اسی قدر اس میں نرمی کم ہوگی۔

پس ضاد میں بالکل طاء جیسی نرم آواز ہرگز نہیں ہونی چاہیے۔ علیٰ ہذا دال مثم بھی سراسر غلط ہے کہ اس میں رخاوت بالکل نہیں بلکہ یہ حروف شدیدہ میں سے ہے جن کے ادا کرتے وقت آواز بند ہو جاتی ہے اور ضاد حرف رخوہ میں سے ہے جن کے ادا کرتے وقت آواز جاری رہتی ہے اور دال مثم بہ نسبت مشابہ طاء یہ بالکل ہی غلط ہے جیسا کہ ہمارے ہندوستان میں مروج ہے اور بعض جگہ معنی بدل جانے کے باعث نماز کے نہ ہونے کا خوف ہے لہذا کسی ماہر مشاق قاری سے اس کو سیکھنے کی کوشش کرے۔

فوائد مکبہ: آٹھواں مخرج طرف لسان اور دانتوں کی جڑ اس سے ”لام نون راء“ نکلتے ہیں۔

شرح: حضرت مصنفؒ نے مخرج کے بیان میں فراء کا مذہب اختیار کیا ہے اور فراء کے نزدیک لام نون اور راء کا مخرج ایک ہی ہے۔ علامہ شاطبیؒ نے حرز الامانی میں سیبویہ کا مذہب اختیار کیا ہے۔ مگر سیبویہ کا مذہب بیان کرنے کے بعد ان حضرات کے بھی مذہب کا تذکرہ کیا ہے جن کے نزدیک لام نون راء کا مخرج ایک ہے۔

وَمِنْ طَرَفٍ هُنَّ الثَّلَاثُ لِقَطْرُبٍ
وَيَحْيَىٰ مَعَ الْجَرْمِيِّ مَعَهُ قَوْلًا

ترجمہ: ”مگر قطرب کی رائے میں یہ تینوں حروف لام نون راء طرف لسان سے ادا ہوتے ہیں اور یحییٰ یعنی فراء اور ابو عمر صالح بن اسحاق جریمی کی طرف بھی یہی مطلب منسوب کیا گیا ہے۔“

حضرت مصنفؒ نے ”طرف لسان اور دانتوں کی جڑ“ بڑے جامع الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ تینوں حروف میں طرف لسان کو دخل ہے نیز فرمایا ”دانتوں کی جڑ“ تو لام کے مخرج میں تو ثنایا۔ رباعی انیاب اور ضاحک مراد ہیں اور نون کے مخرج میں ضاحک کو دخل نہیں ہے۔ ثنایا رباعی اور انیاب نون کے مخرج میں مراد ہیں۔ اور راء کے مخرج میں ثنایا اور رباعی مراد ہیں اور پشت زبان کو دخل ہے۔ جیسا کہ علامہ جزریؒ نے فرمایا ہے: **وَالرَّاءُ يَدْخُلُ فِيهِ لِقَطْرُبٍ لِّظَهْرٍ دَخَلَ**۔ ”یعنی اور راء اس نون کے قریب قریب ہے اور اس میں پشت زبان کو دخل ہے۔“

یہاں شہرت کی بناء پر پشت زبان کا ذکر نہیں فرمایا۔ چونکہ حضرت مصنفؒ نے تینوں حروف لام نون اور راء کا مخرج ایک بیان کیا ہے اور لام اور نون کے مخرج میں پشت زبان کو دخل نہیں ہے اسی وجہ سے حضرت مصنفؒ نے اسے بیان نہیں کیا۔ ان تینوں حروف کو باعتبار مخرج طرفیہ ذلقلیہ کہتے ہیں اور یہاں بھی حضرت مصنفؒ نے حروف کے نام شہرت کی بناء پر بیان نہیں کئے ہیں۔

کیا ”طرف لسان“ میں لام نون راء تینوں حروف داخل ہیں؟

حضرت مصنفؒ نے یہاں لام۔ نون اور راء تینوں کے لیے طرف لسان اور دانتوں کی جڑ کا مخرج بتلایا ہے۔ نون اور راء کے مخرج میں تو ”طرف لسان“ سمجھ میں آتا ہے مگر کیا لام کا مخرج بھی طرف لسان ہے۔

(۱) نہایت القول المفید ص ۳۳ پر ہے کہ بعض محققین کی رائے یہ ہے کہ لام کا اخراج بیک وقت دونوں طرف کے کنار ہائے زبان (مع راس لسان) اور اوپر کی ضاحکین۔ تائین۔ رباعیین اور ثنایا علیا کے مسوڑوں سے نکالنا آسان ہے۔ اسی وجہ سے لام کے مخرج کو تمام مخرج میں وسیع ترین مخرج کہا گیا ہے یہ تینوں حروف یعنی لام نون اور راء ذلقلیہ اور ذلقلیہ کہلاتے ہیں المنجد اور قاموس میں ہے **ذَلَقُ اللَّسَانِ طَرَفُهُ** اور **وَالذَّوْلُقُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ حَذُّهُ** اور یہی حضرت ملا علی قاریؒ نے بھی تحریر فرمایا ہے کیونکہ ذلق کے معنی طرف اور دھار کے ہیں۔ اور یہ تینوں حروف بھی زبان کی طرف راس زبان سے ادا ہوتے ہیں۔ (ماخوذ از الجواہر النقیہ)

(۲) ایک جواب اس کا یہ بھی دیا جاسکتا ہے کہ لام کے مخرج میں ضواحک کو تو دخل ہے مگر حضرت مصنفؒ نے لہذا کثر حکم

الکل کے قاعدہ کے تحت ادنیٰ حافہ اور ضواحک کا تذکرہ نہیں فرمایا ہے۔

(۳) ایک جواب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فراء کے نزدیک لام کے مخرج میں ضواحک کو دخل نہ ہو۔

(۴) حضرت قاری ابن ضیاء محبت الدین احمد ”تتمۃ الاقوال من البیان تحفۃ الاطفال“ میں ضاد اور لام کا مخرج اس طرح

بیان فرماتے ہیں ۔

وَلِلضَّادِّ الْأَضْرَاسُ مِنْ حَافَتِهِ

وَاللَّامُ خُذٌ مِنْ أَطْرَافِ اللِّسَانِ

جیسا کہ اوپر بیان کیا ہے کہ حضرت مصنف کے نزدیک لام نون راء کا مخرج ایک ہے ہم طلباء کی سہولت کے لیے ان حضرات کا بھی تذکرہ کرتے ہیں جن کے نزدیک لام نون راء کا مخرج الگ الگ ہے۔

علامہ جزئی کے نزدیک لام نون راء کا مخرج علیحدہ علیحدہ ہے انہوں نے ان مخارج کو اس طرح بیان کیا ہے:

وَاللَّامُ أَذْنَا هَا لِمُتَّهَاهَا

وَالنُّونُ مِنْ طَرَفِهِ تَحْتَ أَجْعَلُوا

وَالرَّايِدَانِيَّةُ لِظَهْرِ أَذْخَلْ

ترجمہ: اور لام ادا ہوتا ہے ادنائے حافہ سے منتھائے زبان تک۔ اور نون زبان کے کنارہ سے لام کے مخرج سے ذرا نیچے سے ادا کرو اور راء مخرج میں نون ہی کے قریب قریب ہے البتہ پشت کو زیادہ دخل ہے۔

اور اسی طرح علامہ شاطبی کے نزدیک بھی لام۔ نون۔ راء کے مخرج علیحدہ علیحدہ ہیں اور انہوں نے اس طرح بیان کیا

ہے۔

وَ حَرْفٌ بِأَذْنَا هَا إِلَى مُتَّهَاهُ قَدْ

يَلِي الْحَنَكَ الْأَعْلَى وَ دُونَهُ دُورًا

ترجمہ: اور ایک حرف لام کا مخرج ادنیٰ حافہ سے منتھائے لسان تک ہے۔ اور یہ اوپر کے تالو سے قریب ہوتا ہے۔ اور ایک حرف نون اس اوپر والے حرف سے ذرا کم مگر اس سے قریب قریب ہے۔

وَ حَرْفٌ يُدَانِيهِ إِلَى الظَّهْرِ مَدْخَلٌ

وَكَمْ حَاقِيقٍ مَعَ سَيِّئِيهِ بِهِ اجْتَلَىٰ

ترجمہ: اور ایک راء اس گزشتہ سے ذرا قریب قریب ہے جس میں پشت زبان کو بھی دخل ہے اور کتنے ماہرین ہوئے ہیں جو سیبویہ کے ساتھ متفق ہو کر اسی بیان کے ساتھ ظاہر ہوتے ہیں۔

فوائد مکيه: نواں مخرج نوک زبان اور ثنایا علیا کی جڑ سے ”طاء دال تاء“ نکلتے ہیں۔

شرح: یہاں حضرت مصنف نے ط - د - ت کا مخرج بیان کیا ہے

علامہ شاطبیؒ نے ط - د - ت کا مخرج اس طرح بیان کیا ہے ۔

وَمِنْهُ وَمِنْ عَلِيَا الثَّنَايَا ثَلَاثَةٌ

ترجمہ: ”اور طرف لسان اور ثنایا علیا سے تین حروف ادا ہوتے ہیں۔“

علامہ جزری نے ان حروف کا مخرج اس طرح بیان کیا ہے ۔

وَالطَّاءُ وَالذَّالُّ وَتَامِنُهُ وَمِنْ

عَلِيَا الثَّنَايَا - - - - -

ترجمہ: ”اور طاء اور دال اور تاء طرف لسان اور ثنایا علیا کی جڑ سے نکلتے ہیں۔“

ان حروف کو حروف نطعہ کہتے ہیں نَطْعِيَّة طاء کے سکون اور طاء کے فتح دونوں طرح صحیح ہے۔ نَطْعُ بکسر نون اور فتح

التاء تا لو کی سلوٹوں یا ٹکٹوں کو کہتے ہیں اور بعض نے اس کا معنی گڑھا بھی کیا ہے بہر حال اول الذکر صحیح ہے اردو میں اس کا ہم

معنی کوئی لفظ نہیں ہے۔ قرب کی وجہ سے ان حروف کو نَطْعِيَّة کہتے ہیں۔

یاد رہے کہ محققین کے نزدیک تمام حروف کے مخرج الگ الگ ہیں جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے۔ قرب کی وجہ سے دو دو تین

تین حروف کو ایک ایک مخرج میں بیان کیا گیا ہے اس وجہ سے ان تینوں حروف کو بھی ایک مخرج میں بیان کیا گیا ہے۔

فوائد مکيه: دسواں مخرج نوک زبان اور ثنایا علیا کا کنارہ اس سے ”طاء - ذال اور ثاء“ نکلتے ہیں۔

شرح: اس سے مراد یہ ہے کہ زبان کی نوک اور ثنایا علیا کے کنارے سے یہ تین حروف نکلتے ہیں علامہ شاطبیؒ نے ان کا

مخرج اس طرح بیان فرمایا ہے ۔

وَمِنْهُ وَمِنْ أَطْرَافِهَا وَمِثْلُهَا أَنْجَلَا

ترجمہ: ”اور طرف لسان اور اطراف ثنایا علیا سے گزشتہ حرفوں کی طرح تین حروف یعنی طاء ذال اور ثاء ظاہر ہوئے ہیں۔“

علامہ جزری نے ان حروف کا مخرج اس طرح بیان کیا ہے ۔

وَالظَّاءُ وَالذَّالُ وَثَاءٌ لِلْعُلْيَا

ترجمہ: ”اور طاء اور ذال اور ثاء ثنایا علیا کے لئے ہیں۔“

ان تینوں حرفوں کو باعتبار مخرج لِثَوِيَّةً بکسر لام اور فتح الثاء کہتے ہیں۔ لثۃ مسوڑھوں کو کہتے ہیں اور یہ نام قرب کی وجہ سے ان حروف کو دیا گیا ہے۔

فوائد مکيه : گیارہواں مخرج نوک زبان اور ثنایا سفلی کا کنارہ مع اتصال ثنایا علیا کے اس سے ”صاد زاء اور سین“ نکلتے ہیں۔

شرح : نیچے والے دانتوں میں سے صرف ثنایا سفلی کا تعلق ان تین حروف کے مخرج کے ساتھ ہے یعنی صاد- زاء اور سین کے مخرج میں ثنایا سفلی کو بھی دخل ہے اور کسی مخرج میں نیچے والے دانتوں اور واڑھوں کو دخل نہیں ہے۔ علامہ شاطبیؒ نے اس مخرج کو یوں بیان فرمایا ہے ۔

وَمِنْهُ وَمِنْ بَيْنِ الثَّنَايَا ثَلَاثَةٌ

ترجمہ: ”اور طرف لسان اور ثنایا علیا کے درمیان سے تین حروف یعنی صاد- زاء اور سین ادا ہوتے ہیں۔“

علامہ جزریؒ نے ان حروف کے مخرج کو اس طرح بیان فرمایا ہے ۔

وَالصَّفِيرُ مُسْتَكِنٌ

مِنْهُ وَمِنْ فَوْقِ الثَّنَايَا السُّفْلَى

ترجمہ: ”اور حروف صفر صاد- زاء اور سین قرار پکڑنے والے ہیں اس طرف لسان سے اور ثنایا سفلی کے

اد پر سے۔

اس مخرج کے بیان میں علامہ شاطبیؒ نے ثنایا سفلی کا ذکر نہیں فرمایا اور صرف ثنایا علیا کا ذکر کیا ہے جبکہ علامہ جزریؒ نے ثنایا

سفلی کا ذکر فرمایا ہے اور ثنایا علیا کا ذکر نہیں کیا۔ دراصل جو چیز کسی مصنف کے نزدیک زیادہ شہرت کی حامل ہوتی ہے وہ اس کو ذکر نہیں کرتا اسی لئے علامہ شاطبیؒ نے ثنایا سفلی کا تذکرہ نہیں کیا اور علامہ جزریؒ نے ثنایا علیا کا تذکرہ نہیں کیا۔

مگر صاحب فوائد مکہؒ نے ان دونوں کو ذکر کیا ہے یعنی ثنایا علیا اور ثنایا سفلی اور ان دونوں کے اتصال ہی سے صفت صغیر صحیح ادا ہوتی ہے۔ حضرت مصنف علیہ الرحمۃ کے نامور شاگرد حضرت مولانا قاری حفظ الرحمن صاحب ”تسهيل الفرقان میں تحریر فرماتے ہیں۔

”یہ قید یعنی ثنایا علیا دیگر کتب معتبرہ مثلاً المقدمة الجزریہ وغیرہ میں نہیں ہے ابتدا سیدی و مولائی اور استاذی حضرت مولانا قاری عبد الرحمنؒ کی نور اللہ مرقدہ نے فوائد مکہ میں بڑھائی اور حق یہ ہے کہ اس قید کے بڑھانے کی ضرورت بھی تھی کیونکہ اگر ان حروف کے ادا کرتے وقت اوپر نیچے کے دانت ملے نہ ہوں تو صفت صغیر ناقص ادا ہوگی۔

بعض لوگ اس قید سے بڑا دھوکہ کھاتے ہیں کیونکہ غلطی سے وہ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ اتصال ثنایا علیا کا زبان کے سرے کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اس کا اصل مفہوم یہ ہے کہ ثنایا علیا کے اتصال کا تعلق ثنایا سفلی کے ساتھ حروف صغیر ادا کرتے وقت اوپر نیچے کے دانتوں کو ملا لیا جائے۔ مگر بالکل کناروں سے کنارے ملانے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس میں تکلف ہے بلکہ طبعاً جس طرح منہ بند ہونے کی حالت میں دانت اوپر نیچے کے آپس میں ملے ہوئے ہیں ویسا ہی ملانا چاہیے۔ پھر زبان کی نوک کو صرف نیچے کے دانتوں کے کنارہ پر لگانا چاہیے۔ اس طرح کہ اوپر کے دانتوں سے جدا رہے کیونکہ اگر زبان کی نوک اوپر کے دانتوں کے ساتھ لگ جائے گی تو پھر صفت صغیر ادا نہیں ہوگی۔“

ان حروف کو باعتبار صفت حروف صغیر یہ کہتے ہیں اور باعتبار مخرج حروف اسلیہ کہتے ہیں۔ اَسْلِيَّة کا معنی زبان کی نوک ہے۔ (المنجد)

فوائد مکبہ : بارہواں مخرج نیچے کے لب اور ثنایا علیا کا کنارہ اس سے فاء نکلتا ہے۔

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمۃ نے یہاں فاء کا مخرج بیان فرمایا ہے۔

علامہ شاطبیؒ نے فاء کے مخرج کو اس طرح بیان کیا ہے۔

وَحَرْفٌ مِّنْ اطْرَافِ الثَّنَائِيَا هِيَ الْعَلَا
وَمِنْ بَاطِنِ السُّفْلَى مِنَ الشَّفَتَيْنِ قُلْ

ترجمہ: ”اور ایک حرف ایسا بھی ہے جو ثایا۔ مراد علیا۔ کے اطراف سے ہے اور کہو ایک حرف دونوں ہونٹوں میں سے نیچے والے ہونٹ کے باطن سے ادا ہوتا ہے۔“

علامہ جزریؒ نے فاء کا مخرج اس طرح بیان فرمایا ہے ۔

-----وَمِنْ بَطْنِ الشَّفَةِ

فَالْفَامَعَ اطْرَافِ الثَّايَا الْمُشْرِفَةِ

ترجمہ: ”اور نچلے ہونٹ کے شکم سے پس فاء ادا ہوتی ہے کناروں کے ساتھ ثایا علیا کے۔“
اس حرف کو باعتبار مخرج شفویہ کہتے ہیں۔

فوائد مکبہ : تیرہواں مخرج دونوں لب اس سے باء میم اور واؤ نکلتے ہیں۔

شرح : تینوں حروف کا ایک مخرج تو بیان کیا گیا مگر اس میں تفصیل ہے کہ باء دونوں ہونٹوں کی تری سے نکلتی ہے اور اسی وجہ سے اسے بحری کہتے ہیں اور میم دونوں ہونٹوں کی خشکی سے نکلتی ہے اور اسے بری کہا جاتا ہے۔ جبکہ واؤ دونوں ہونٹوں کے ناتمام ملنے سے نکلتی ہے۔

حضرت مصنفؒ نے واؤ کے ساتھ متحرک مدہ اور لین کی قید نہیں لگائی چونکہ حضرت مصنفؒ کے نزدیک جوف دھن کا مخرج ہی نہیں ہے لہذا واؤ مدہ لین اور متحرک تینوں حالتوں میں شفتان سے ہی نکلتی ہے۔ ان تینوں حروف کو باعتبار مخرج شفویہ کہتے ہیں کیونکہ عربی میں ہونٹوں کو شفتان کہا جاتا ہے لہذا یہ نام اس وجہ سے ہوا۔

علامہ جزریؒ نے ان حروف کے مخرج کو اس طرح بیان کیا ہے ۔

لِلشَّفَتَيْنِ الْوَاوُ بَاءٌ مِيمٌ

ترجمہ: ”دونوں ہونٹوں کے لئے واؤ۔ باء اور میم ہیں۔“

یہاں واؤ سے مراد لین اور متحرک ہے۔ کیونکہ علامہ جزریؒ کے نزدیک جوف دھن ایک مستقل مخرج ہے جیسا کہ انہوں

نے باب مخارج الحروف کے آغاز میں بتایا بھی ہے ۔

فَالِفُ الْجَوْفُ وَاخْتَاهَا وَهِيَ

حُرُوفٌ مَدِّ لَهَا وَاءٌ نَّتْهِی

ترجمہ: ”پس الف اور اس کے دوسا تھی (یعنی واؤ مدہ اور یائے مدہ) مخرج ان کا جوف دھن ہے اور یہ حروف مدہ ہیں جو ہوا پر ختم ہوتے ہیں۔

ہاں علامہ شاطبیؒ نے صاحب فوائد مکیہؒ کی طرح ان کا مخرج ایک ہی بیان فرمایا ہے۔

وَلِلشَّفَتَيْنِ اجْعَلْ ثَلَاثًا لِّتَعْدِلَا

ترجمہ: ”اور دونوں ہونٹوں کے لئے مقرر کرو تین حرفوں یعنی واؤ۔ باء اور میم کو تاکہ تم بالانصاف ہو جاؤ۔“

فوائد مکيه: چودہواں مخرج خیشوم اس سے غنہ نکلتا ہے۔ مراد اس سے نون مخفی و مدغم بادغام ناقص ہے۔

شرح: خیشوم ناک کے بانسے کو کہتے ہیں اور اس سے غنہ ادا ہوتا ہے جیسا کہ حضرت مصنفؒ نے بیان فرمایا۔

علامہ جزریؒ غنہ کے مخرج کو اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

وَعُنَّةٌ مَّخْرَجُهَا الْخِشُومُ

ترجمہ: ”اور جو غنہ ہے اس کا مخرج خیشوم ہے۔“

جبکہ علامہ شاطبیؒ غنہ کا مخرج اور اس سے ادا ہونے والے حروف بہت وضاحت سے بیان فرما رہے ہیں۔

وَعُنَّةٌ نُونِيٌّ وَنُونِيٌّ وَمِيمِيٌّ اِنْ

سَكَنَ وَلَا اِظْهَارِيٌّ فِي الْاَنْفِ يُجْتَلِي

ترجمہ: ”اور نون اور نون اور میم اگر ساکن ہوں اور ان میں اظہار نہ ہو تو ان کے غنہ کا مخرج ناک میں دیکھا جاتا ہے۔“

غنہ ایک آواز کا نام ہے جو صفت لازمہ ہے نون اور میم کی جو ان دونوں حرفوں میں ہر حال میں پائی جاتی ہے خواہ وہ معمولی ہو جیسے نون میم مظہرہ اور متحرکہ میں ہوتی ہے۔ خواہ وہ ایک الف کے برابر ہو جو نون میم مشدد میں اور نون میم مخفاۃ میں پائی جاتی ہے اور جب نون کا واؤ اور یاء میں ادغام ناقص ہوتا ہے تو اس وقت یہ صفت غنہ پائی جاتی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ غنہ کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) غنہ آنی (۲) غنہ زمانی

(۱) غنہ آنی

غنہ آنی اس غنہ کو کہتے ہیں جو خود بخود نون اور میم میں بغیر قصد کے ادا ہو جائے اور یہ نون میم مظہرہ میں اور نون میم متحرک میں پایا جاتا ہے اور یہ صفت لازمہ ہے۔

(۲) غنہ زمانی

غنہ زمانی اس غنہ کو کہتے ہیں کہ جس میں قصد کر کے ایک الف کے برابر غنہ خیشوم سے ادا کیا جائے اور یہ نون میم مشدداور نون میم مخفاۃ اور مدغم بادغام ناقص میں پایا جاتا ہے۔ پھر غنہ زمانی کی بھی دو اقسام ہیں۔
(۱) غنہ بطور ذات (۲) غنہ بطور صفات

(۱) غنہ بطور ذات

وہ غنہ جو کہ نون میم مخفاۃ میں بطور ذات کے ہوتا ہے۔

(۲) غنہ بطور صفات

وہ غنہ جو نون میم مشدداور مدغم بادغام ناقص میں بطور صفات کے ہوتا ہے۔
حضرت مصنف کا فرمانا ”نون مخفی“، بضم الهمیم وفتح الفاء ہے اور اس سے مراد نون میم اخفاء والے مراد ہیں۔
اور حضرت مصنف کا فرمانا کہ ”مدغم بادغام ناقص ہے“ یعنی ایسا مدغم کہ جس کا مدغم فیہ میں ادغام ناقص کیا جائے۔ اور اس کی مثال جیسے طاء کا ادغام تاء میں ناقص ہوتا ہے جیسے بَسَطْتُ یا قاف کا ادغام کاف میں ناقص بھی ہوتا ہے جیسے اَلَمْ نَخْلُقْکُمْ۔

مگر ان میں غنہ نہیں ہے لہذا اس سے مراد یہ حروف نہیں بلکہ نون ساکن و تنوین کے بعد جب واو اور یاء آئیں تو ان کا ادغام ناقص مراد ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ غنہ تو اور بھی حالتوں میں پایا جاتا ہے۔ (جیسا کہ ہم اوپر بیان کر کے آئے ہیں) پھر یہاں ان دو حالتوں کو خاص طور پر حضرت مصنف نے کیوں بیان فرمایا ہے۔

جواب اس کا یہ ہے کہ نون متحرک اور نون مظہرہ میں جو غنہ ہوتا ہے وہ غنہ آنی ہے جو محض ایک صفت ہے اور دوسری صفات کی طرح حرف کی ذات کے ہمراہ ہی ادا ہوتا ہے پس اِنَّ۔ لَمَّا اور اِیْسَ اُمِّ بَہ اور مِنْ بَعْدِ وغیرہ میں غنہ اگر چہ ہے تو زمانی، لیکن اس کے ادا ہوتے وقت بھی چونکہ آواز کا اعتماد زیادہ تر ذات کے مخرج پر ہی ہوتا ہے اس لئے اس پر بھی حرف کا اطلاق نہیں کیا گیا۔ البتہ مِنْکُمْ وغیرہ میں بعض محققین کے نزدیک حرف کی ذات بالکل ہی غائب ہو جاتی ہے اور صرف غنہ

ہی باقی رہ جاتا ہے اور اس حالت میں خود یہ غنہ ہی بمنزلہ ذات کے ہوتا ہے اس لئے اس حالت میں اہل فن ذات یعنی نون مخفّاء پر صفت یعنی غنہ کا اطلاق کر دیتے ہیں۔ اور گو مَنْ یَسْأَلُ اور مَنْ وَلَّیْ وغیرہ میں بھی ذات کے مخرج پر اعتماد ہوتا ہے لیکن چونکہ بہ نسبت اُمّ یہ اور مَنْ بَعْدُ وغیرہ کے اس میں بھی خیشوم کا دخل زیادہ ہوتا ہے اس لئے نون مدغم بالغنہ کو بھی نون مخفات کے ساتھ شامل کر دیتے ہیں۔

غنہ کے بارے میں ایک اشکال اور اس کا جواب

سوال: دوسری صفات کی طرح غنہ بھی ایک صفت ہے پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ اس کے لیے تو مخرج بیان کیا گیا ہے اور دوسری صفات کے لئے مخرج بیان نہیں کیا گیا پس مناسب یہ تھا کہ اور صفات کی طرح غنہ کے لئے بھی مخرج معین نہ کرتے اور اگر اس کے لئے مخرج بتایا ہے تو دوسری صفات کے لئے بھی مخرج بتانا چاہیے تھا۔ غنہ اور باقی صفات میں کیا فرق ہے؟

جواب: غنہ کو مخرج میں اس لیے بیان کیا گیا ہے کہ غنہ کا مخرج اور اس کے حروف کا مخرج علیحدہ علیحدہ ہے۔ یعنی غنہ خیشوم سے ادا ہوتا ہے اور اس کے حروف نون طرف لسان سے اور میم شفتان سے ادا ہوتی ہے باقی حروف کے جو مخرج ہیں وہی ان صفات کے مخرج بھی ہیں جو ان حروف میں پائی جاتی ہیں۔

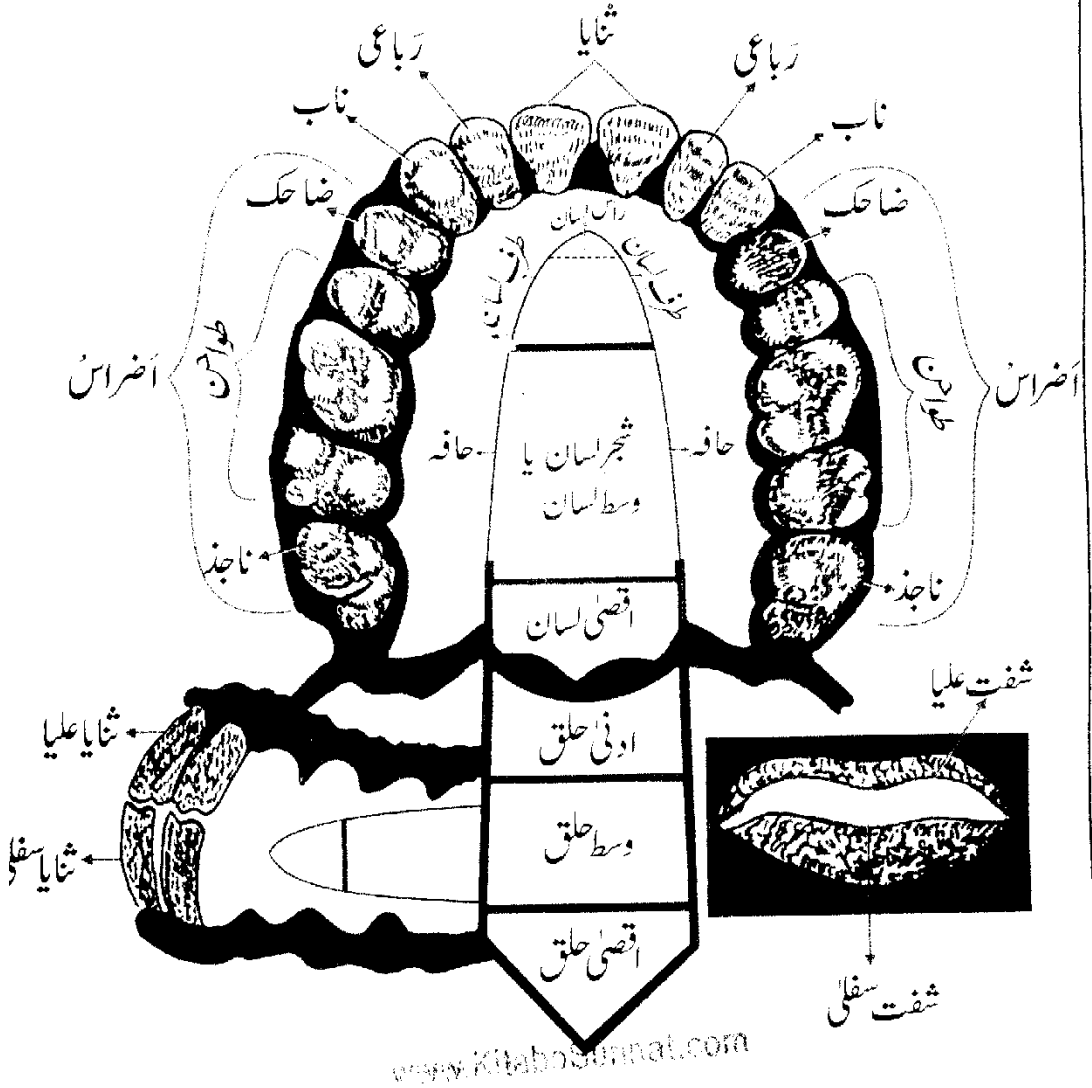
نون۔ میم کا مخرج اور صفت غنہ کا مخرج الگ ہونے کی وجہ سے غنہ کا مخرج بیان کیا گیا ہے۔ اس لیے کہ انخفاء کی حالت میں اعتماد تو خیشوم پر ہوتا ہے اور اعتماد ضعیف مخرج پر ہوتا ہے اور نون۔ میم مشدد میں حروف اپنے اپنے مخرج سے ادا ہوتے ہیں اور غنہ خیشوم سے ادا ہوتا ہے۔ اور مدغم باء غام ناقص میں نون مدغم فیہ کے مخرج سے ادا ہوتا ہے اور صفت غنہ خیشوم سے ادا ہوتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

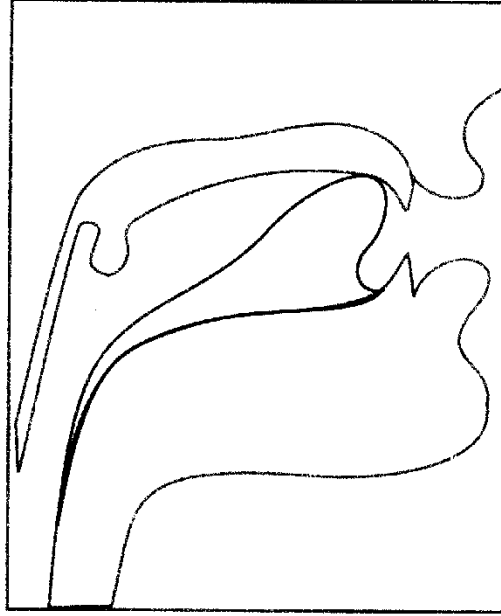
غنہ کی بابت یہ کچھ اشکالات کے مختصر جوابات نقل کئے گئے ہیں۔ غنہ کے متعلق حضرت مصنف علیہ الرحمہ کا اپنا حاشیہ بھی فوائد مکبہ میں موجود ہے جس کو ہم اب نقل کرتے ہیں۔

حضرت مصنف علیہ الرحمہ کا غنہ سے متعلق تحریر شدہ مضمون

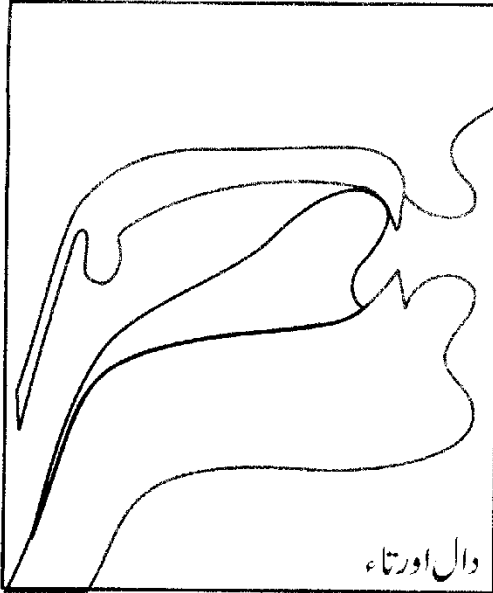
غنہ صوت خیشومی کا نام ہے اور یہ سب حروف میں ممکن الاداء ہے مگر نون و میم میں صفت لازمہ کے طور سے ہے اور جب یہ دونوں حروف مشدد یا مخفی یا مدغم بالغنہ ہوں تو اس وقت یہ صفت علی وجہ الکمال پائی جاتی ہے اور ان حالتوں میں خیشوم کو ایسا دخل ہے کہ بغیر اس صفت کے نون و میم بالکل ادا ہی نہ ہوں گے یا نہایت ناقص ادا ہوں گے لہذا قراء نے لکھا ہے کہ نون و میم کا مخرج ان حالتوں میں خیشوم ہے۔ اب کئی اعتراض ہوتے ہیں۔

دانتوں کا نقشہ

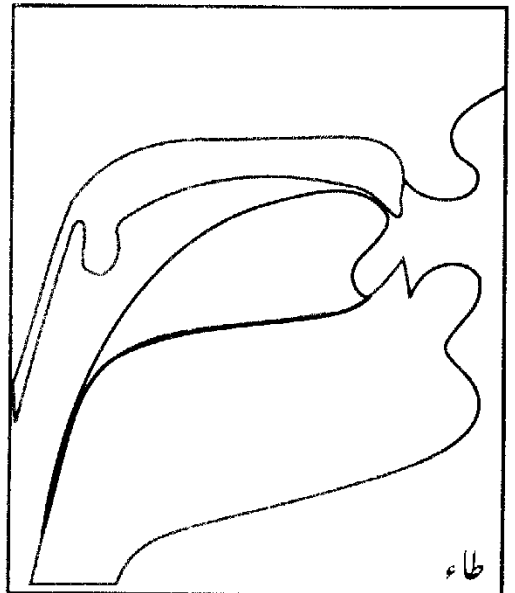




طرفِ لسان مع پشت زبان اور ثنایا رباعی کے مسوڑھے اس سے رانگتی ہے۔

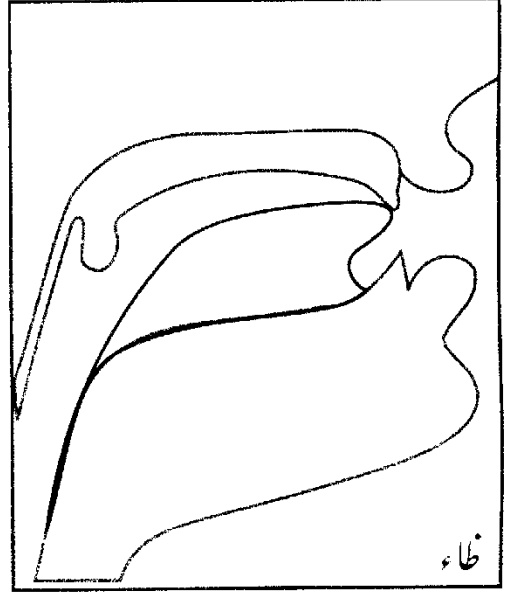
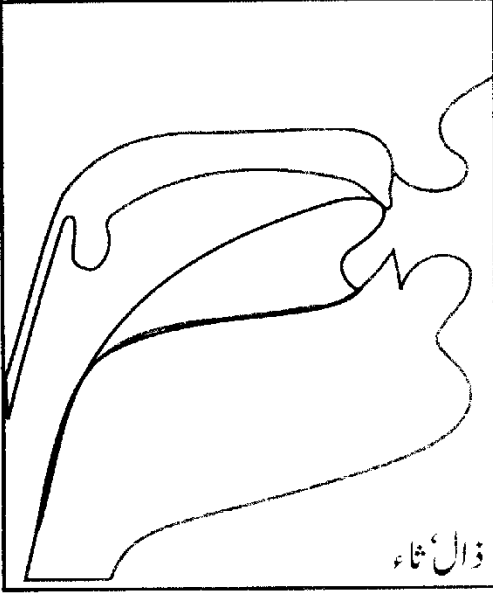


دال اور تاء

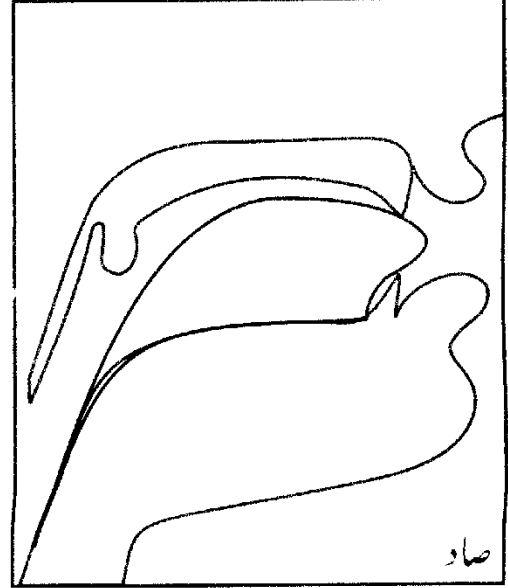
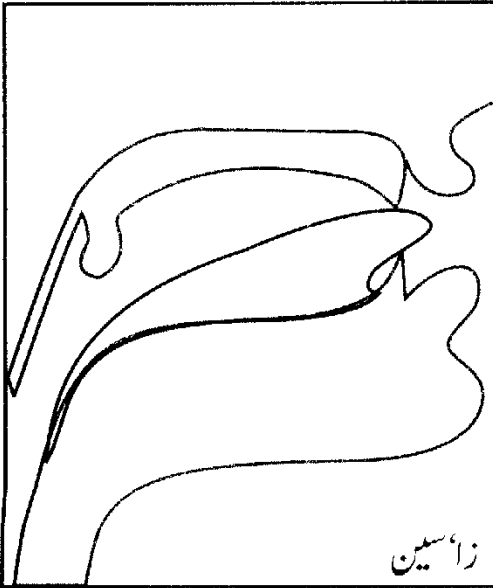


طاء

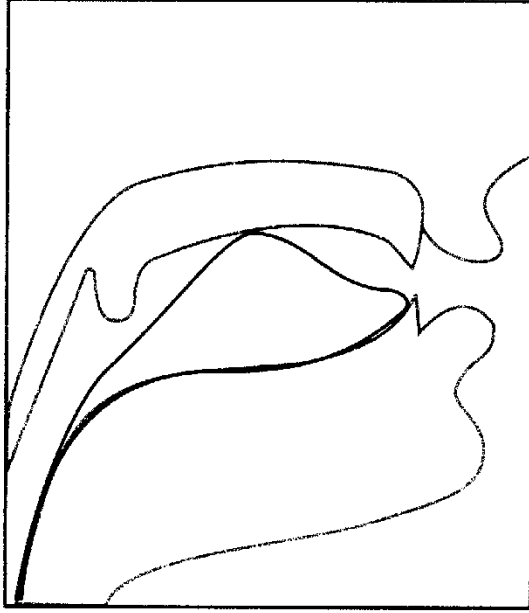
زبان کی نوک اور ثنایا علیا کی جڑ اس سے طاء دال اور تاء نکلتے ہیں۔



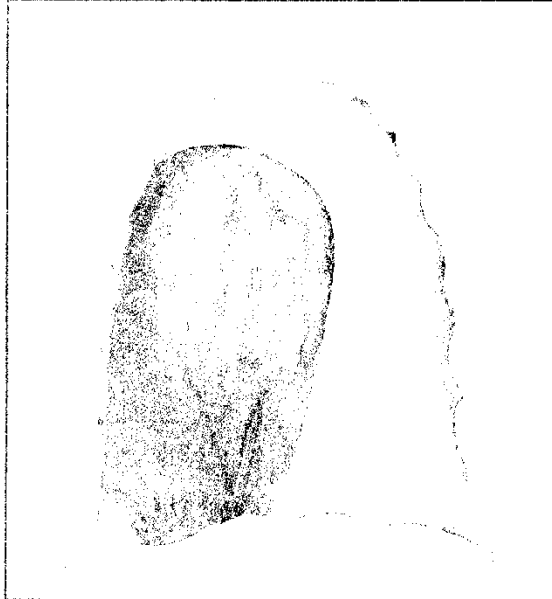
زبان کی نوک اور ثنایا علیا کا کنارہ اس سے طاء ذال ثاء نکلتے ہیں۔



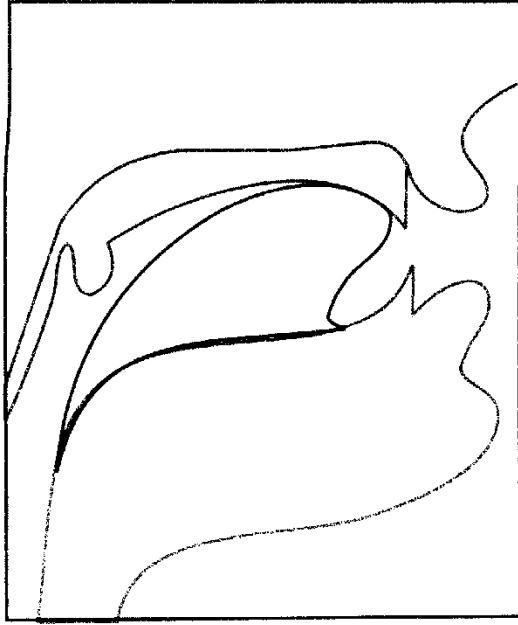
زبان کی نوک اور ثنایا سفلی کا کنارہ مع اتصال ثنایا علیا اس سے صاد ذال سین نکلتے ہیں۔
نوٹ: طاء۔ طاء اور صاد میں زبان کو جو موٹا دکھایا گیا ہے اس سے ان حروف کی تقسیم ظاہر کی گئی ہے۔



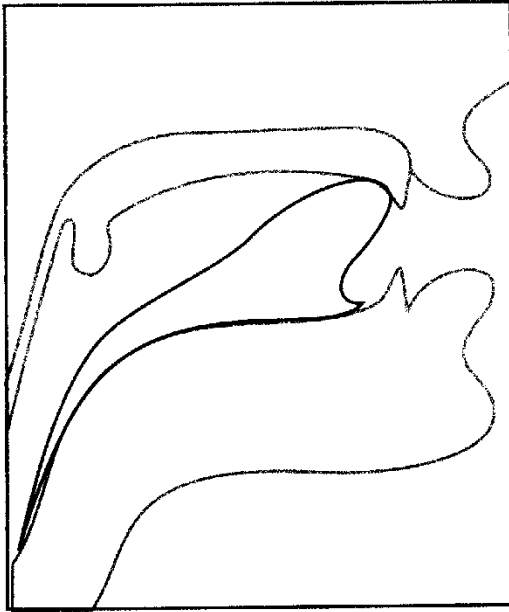
زبان کا بیچ اور سامنے والا تالو اس سے جیم، شین، یا متحرک اور یاء لین نکلتے ہیں۔



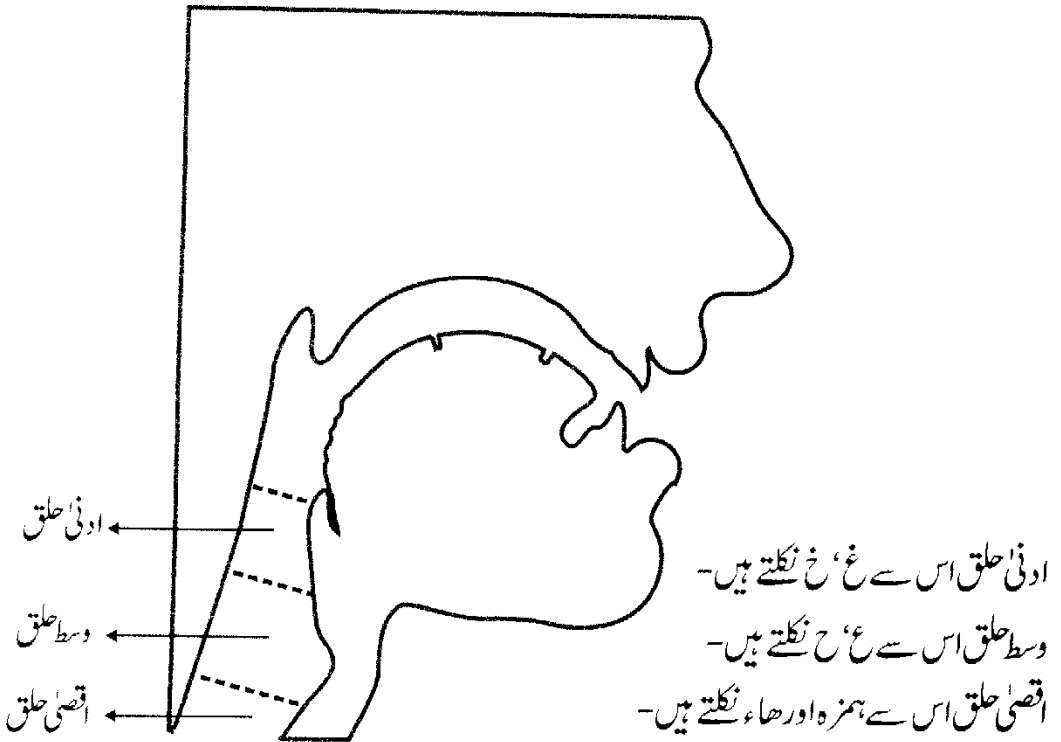
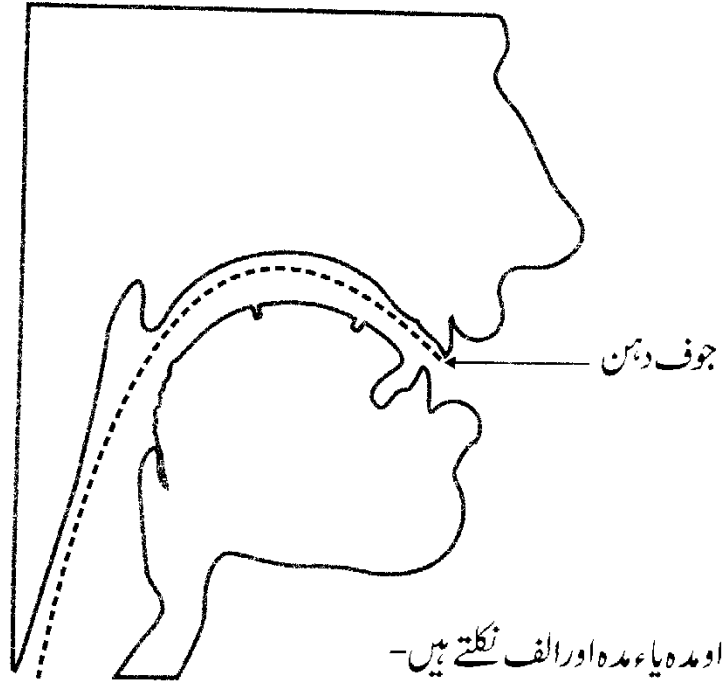
زبان کا حافہ اور اوپر والی پانچ داڑھیں اس سے ض نکلتا ہے۔

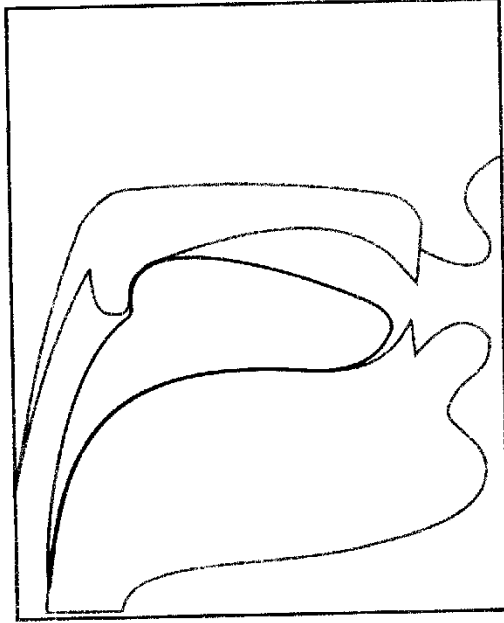


اونی حافہ مع طرف لسان ثنایا۔ رباعی ناب اور ضاحک کے سوڑھے اس سے لام نکلتا ہے۔

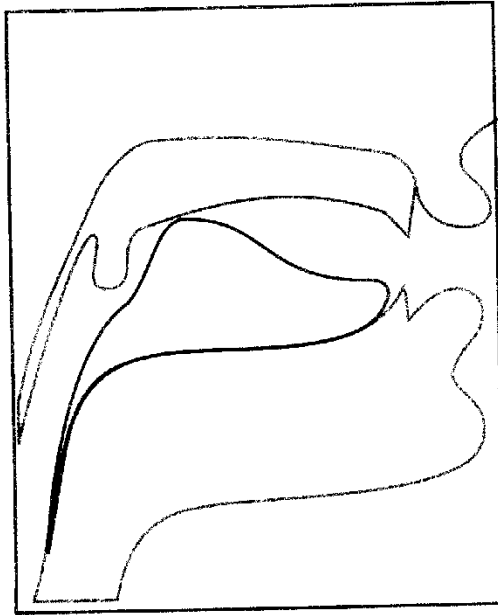


طرف لسان ثنایا۔ رباعی اور ناب کے سوڑھے اس سے نون نکلتا ہے۔

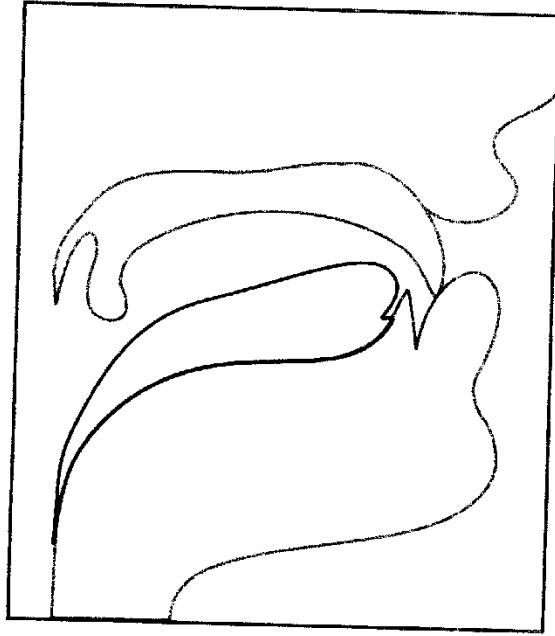




زبان کی جڑ اور لہات اس سے قاف نکلتا ہے۔



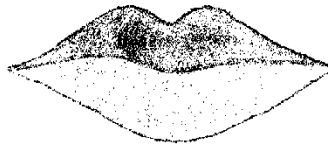
قاف کے مخرج سے ذرا نیچے زبان کی جڑ اور لہات اس سے کاف نکلتا ہے۔



ثنا یا علیا کا کنار اور نچلے ہونٹ کا اندرونی حصہ اس سے فاء نکلتا ہے۔



واؤ



میم

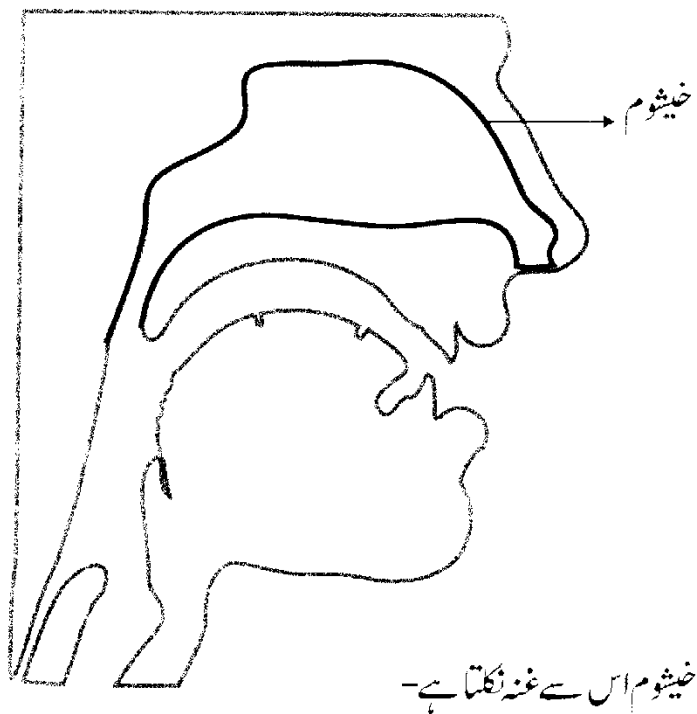


باء

دونوں ہونٹ اس سے واؤ متحرک ولین اور باء میم نکلتے ہیں۔

(باء میم اطباق شفتین سے اور واؤ انضمام شفتین سے)

(نوٹ: باء نچلے ہونٹ کی تری سے اور میم نچلے ہونٹ کی خشکی سے ادا ہوتا ہے)



(اول) یہ کہ سب صفات لازمہ میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ بغیر ان کے حروف ادا نہیں ہوتا تو سب کا مخرج بیان کرنا چاہیے اور مخرج بدلنا چاہیے یا دو مخرج لکھنا چاہیے۔ جواب یہ ہے کہ چونکہ صفت غنہ کا مخرج سب مخرج سے علیحدہ ہے اس واسطے بیان کرنے کی حاجت ہوئی۔ بخلاف اور صفات کے کہ انہی مخرج سے تعلق رکھتے ہیں جہاں سے حروف نکلتے ہیں۔

(دوم) یہ کہ نون مشدود اور مدغم بالغنہ اور میم مطلقا خواہ مشدود ہو یا مخفی ان صورتوں میں اصلی مخرج سے نکلنے میں تبدیل مخرج تو نہیں معلوم ہوتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ مخرج اصلی کو بھی دخل ہے اور خیشوم کو بھی تاکہ علی وجہ الکمال ادا ہوں۔

(سوم) یہ ہے کہ نون مخفی کو بعض قراء زمانہ لکھتے ہیں کہ اس میں لسان کو ذرہ بھر دخل نہیں اور کتب تجوید کی بعض عبارت سے ان کی تائید بھی ہوتی ہے مگر غور و خوض کیا جائے اور سب کے اقوال مختلفہ پر نظر کی جائے تو یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ نون مخفی میں لسان کو بھی دخل ہے مگر ضعیف اسی وجہ سے کالعدم سمجھا گیا جیسا کہ حروف مدہ میں اعتما و ضعیف سے قطع نظر کر کے خلیل وغیرہ نے ان کا مخرج جوف بیان کیا ہے۔

ایسا ہی نون مخفی کا حال ہے کہ اس کی تعریف یہ کی جاتی ہے ”حَرْفٌ خَفِیٌّ یَخْرُجُ مِنَ الْخِشُومِ لَا عَمَلَ لِلِّسَانِ فِيهِ“ (ترجمہ) یعنی ایک حرف خفی ہے جو نکلتا ہے ناک کے بانسے سے زبان کا اس میں کوئی کام نہیں۔

اب لَا عَمَلَ لِلِّسَانِ کو دیکھ کر خیال پیدا ہوتا ہے کہ لسان کو ذرہ بھر دخل نہیں کیونکہ مکرہ مخفی عموم کا فائدہ دیتا ہے اگر یہ صحیح مانا جائے تو حروف کا اطلاق صحیح نہیں اس واسطے کہ حرف کی تعریف ملا علی قاری وغیرہ نے لکھی ہے کہ صَوْتُ یَعْتَمِدُ عَلَى مَقْطَعٍ مُّحَقَّقٍ أَوْ مُقَدَّرٍ (ترجمہ) یعنی حرف ایک آواز ہے جو جوتی ہے کسی مخرج محقق یا مقدر پر۔

مقطع محقق کو اجزاء حلق لسان شفت بیان کیا اور مقطع مقدر جوف کو بیان کیا لہذا لَا عَمَلَ لِلِّسَانِ میں عمل خاص کی نفی ہے جیسا کہ آگے کی عبارات سے معلوم ہو جائے گا۔ ثانیاً ملا علی قاری کی عبارت سے بھی عمل لسان ثابت ہے وہ لکھتے ہیں کہ وَإِنَّ النَّوْنَ الْمُحَفَّاهَ مُرَكَّبَةٌ مِّنْ مَّخْرَجِ الذَّاتِ وَمِنْ تَحَقُّقِ الصِّفَةِ فَمِنْ تَحْصِيلِ الْكُمَالَاتِ (ترجمہ) نون مخفی مرکب ہے مخرج ذات سے اور کمالات کی تحصیل میں صفت کے پائے جانے سے تحقق صفت کے معنی وجود

غنہ اور اس کا مخرج خیشوم ہے۔ فنبت ماقلنا ثالثا۔

امام جزری النشر فی القراءات العشر میں لکھتے ہیں

”الْمَخْرَجُ السَّابِعُ عَشَرَ الْخِشُومُ وَهُوَ الْغَنَةُ وَهِيَ تَكُونُ فِي النَّوْنِ

وَالْمِيمِ السَّاكِنَتَيْنِ حَالَةَ الْإِخْفَاءِ أَوْ مَا فِي حُكْمِهِ مِنَ الْأَدْعَامِ بِالْغَنَةِ فَإِنَّ
مَخْرَجَ هَذَيْنِ الْحَرْفَيْنِ يَتَحَوَّلُ مِنْ مَخْرَجِهِ فِي هَذِهِ الْحَالَةِ عَنْ
مَخْرَجِهِمَا الْأَصْلِيِّ عَلَى الْقَوْلِ الصَّحِيحِ كَمَا يَتَحَوَّلُ مَخْرَجُ حُرُوفِ
الْمَدِّ مِنْ مَخْرَجِهِمَا إِلَى الْجَوْفِ عَلَى الصَّوَابِ۔“

ترجمہ: ”ستر ہواں مخرج خیشوم ہے اور وہ غنہ کا مخرج ہے جو کہ نون ساکن میں اخفاء یا ادغام بالغنہ کی حالت میں ہوتا ہے
اس لئے کہ ان دونوں حروف کا مخرج اس حالت میں قول صحیح کی بنا پر اپنے اصلی مخرج سے پلٹ جاتا ہے جیسا کہ حروف مد کا
مخرج ان کے مخرج سے جوف کی طرف پلٹ جاتا ہے بنا بر قول صواب کے۔“

پھر آگے احکام النون الساکنہ والتنوين کی تنبیہات میں لکھتے ہیں۔

”الْأَوَّلُ مَخْرَجُ النُّونِ وَالتَّنْوِينِ مَعَ حُرُوفِ الْإِخْفَاءِ الْخَمْسَةِ عَشَرَ مِنَ
الْخِشُومِ فَقَطْ وَلَا حَظَّ لَهُمَا مَعَهُنَّ فِي الْقَمِّ لِأَنَّهُ لَا عَمَلَ لِلِّسَانِ فِيهِمَا
كَعَمَلِهِ فِيهِمَا مَعَ مَا يَظْهَرُ أَوْ يُدْغَمَانِ بِغَنَةٍ۔“

ترجمہ: ”اول نون اور تنوین کا مخرج معہ پندرہ حروف اخفاء کے فقط خیشوم سے ہے اور ان دونوں میں ان حروف کے ساتھ
منہ میں زبان کا کوئی حصہ نہیں اس لئے کہ ان دونوں میں زبان کا کوئی کام نہیں پڑتا جیسا کہ ان دونوں میں اظہار یا ادغام بالغنہ
کی صورت میں ہوتا ہے۔“

اس سے معلوم ہوا نشی قید کی ہے مطلق عمل کی نہیں یعنی اظہار اور ادغام بالغنہ میں جو عمل ہے یہ نون مخفی میں نہیں۔ اب اگر
تحول کے معنی انتقال اور تبدل کے مراد ہوں تو لَا عَمَلَ كَعَمَلِهِ مَعَ مَا يُدْغَمَانِ بِغَنَةٍ اس کے معارض ہوگا۔ لہذا
مراد تحول سے توجہ و میلان ہے اس طرح پر کہ محول عنہ و محول الیہ دونوں کو دخل ہے مگر نون خفیہ میں بہ نسبت نون مشدودہ کے لسان
کو بہت کم دخل ہے بخلاف نون مشدودہ و مدغم بالغنہ و میم خفا کے کہ ان میں لسان و شفٹ کو زیادہ دخل و عمل ہے۔

ایک بات اور یہاں سے ظاہر ہوتی ہے کہ نون مخفی میں لسان کو ایسا عمل بھی نہ ہو جیسا کہ نون اور میم مشدود میں ہوتا ہے اور نہ
مابعد کے حرف کے مخرج پر اعتماد ہو جیسا کہ واؤ۔ یاء۔ لام اور راء میں بحالت ادغام بالغنہ اعتماد ہوتا ہے کیونکہ ان حروف میں
ادغام بالغنہ کی صورت یہ ہے کہ نون کو مابعد کے حرف سے بدل کر اول حرف کو اس کے مخرج سے مع صوت خیشومی کے ادا کریں

اسی وجہ سے اس نون کو جو یاء-واؤ-لام اور راء میں مدغم بالغنہ ہوتا ہے اس کو حرف کے ساتھ کسی نے تعبیر نہیں کیا کیونکہ یہاں ذات نون بالکل منعدم ہوگئی ہے اور نہ اصلی مخرج سے کچھ تعلق رہا ہے صرف غنہ باقی ہے جس کا محل خیشوم ہے بخلاف نون مخفی کے کہ اس کی تعریف یہ کی جاتی ہے۔

”حَرْفٌ خَفِیٌّ یَخْرُجُ مِنَ الْخِشُومِ وَلَا عَمَلٌ لِلِّسَانِ فِیْهِ وَلَا شَائِبَةٌ حَرْفٍ اخْرَجَ فِیْهِ۔“

ترجمہ: ”وہ ایک حرف خفی ہے جو خیشوم سے نکلتا ہے اور زبان کا اس میں کوئی کام نہیں اور مابعد کے حرف کا اس میں کوئی شائبہ نہیں۔“

اب امام جزریؒ کے قول سے بھی ثابت ہو گیا کہ نون مخفی میں لسان کو بھی کچھ دخل ہے۔ نہایت القول المفید میں النشر سے زیادہ صاف مطلب نکلتا ہے پہلے لکھا ہے کہ خیشوم مخرج ہے نون میم غیر مظہر کا پھر لکھتے ہیں کہ

”لَا يُقَالُ لَا بُدَّ مِنْ عَمَلِ اللِّسَانِ فِي النَّوْنِ وَالشَّفَتَيْنِ فِي الْمِيمِ مُطْلَقًا حَتَّى فِي حَالَةِ الْإِخْفَاءِ وَالْإِدْغَامِ بَغْنَةً وَكَذَا لِلْخِشُومِ عَمَلٌ حَتَّى فِي حَالَةِ الْإِظْهَارِ وَالتَّحْرِيكِ قَلِمَ هَذَا التَّخْصِصُ لِأَنَّهُمْ نَظَرُوا لِلاَّغْلَبِ فَحَكَمُوا أَنَّهُ بَاتَهُ الْمَخْرُجُ فَلَمَّا كَانَ الْاَغْلَبُ فِي حَالَةِ إِخْفَائِهِمَا وَإِدْغَامِهِمَا بَغْنَةً عَمِلَ الْخِشُومُ جَعَلُوهُ مَخْرَجَهُمَا حِينَئِذٍ۔ وَإِنْ عَمِلَ اللِّسَانُ وَالشَّفَتَانِ أَيْضًا وَلَمَّا كَانَ الْاَغْلَبُ فِي حَالَةِ التَّحْرُكِ وَالْإِظْهَارِ عَمِلَ اللِّسَانُ وَالشَّفَتَيْنِ جَعَلُوهُمَا الْمَخْرُجَ وَإِنْ عَمِلَ الْخِشُومُ حِينَئِذٍ أَيْضًا الْخ۔“

ترجمہ: ”نون اور میم کو متحرک اور مظہرہ کا مخرج لسان اور شفٹ کو اور نون مخفاۃ اور مدغم بالغنہ کا مخرج خیشوم کو قرار دیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اس بارے میں عمل غالب کو مد نظر رکھا ہے یعنی نون متحرک اور مظہرہ میں گو خیشوم کو بھی دخل ہے مگر ان حالتوں میں چونکہ لسان اور شفٹ کو زیادہ دخل ہوتا ہے اس لیے ان کا مخرج لسان اور شفٹیں کو قرار دیا ہے اور اخفاء اور ادغام بالغنہ کی حالت میں گو لسان اور شفٹ کو بھی دخل ہے مگر چونکہ ان حالتوں میں خیشوم کو زیادہ دخل ہوتا ہے اس لیے ان حالتوں میں ان کا مخرج خیشوم کو قرار دیا۔“

(چہارم) رابعاً غنہ اور اخفاء سے غرض تحسین لفظ اور جو ثقل ترکیب حروف سے پیدا ہو اس کی تخفیف مقصود ہوتی ہے اور ایسے اخفاء سے کہ جس میں لسان کو ذرہ بھر بھی تعلق نہ ہو محال نہیں تو متعسر ضرور ہے اور صوت بھی کر بہہ ہو جاتی ہے اگر کچھ بنا کر تکلف سے ادا کیا جائے حاصل یہ ہے کہ نون مخفاۃ کے ادا کرتے وقت زبان حک سے قریب متصل ہوگی۔ مگر اتصال نہایت

ضعيف ہوگا۔

فوائد مکيه : (فائدہ) یہ مذہب فراء وغیرہ کا ہے۔

شرح : یعنی حروف کے چودہ مخارج بیان کرنا یہ مذہب فراء وغیرہ کا ہے۔

فراء کا پورا نام اس طرح ہے یحییٰ بن زیاد بن عبد اللہ بن منصور ابوزکریا الاسلمی عرف فراء کوفی النخویؒ۔ آپ ۱۴۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۰۷ھ میں المکہ المکرمہ سے لوٹے ہوئے راستہ میں وفات پائی۔

وغیرہ سے مراد قطربؒ۔ جریمیؒ۔ ابن کیسانؒ ہیں ان کے مختصر تعارف۔

(۱) قطربؒ: آپ کا پورا نام محمد بن مستنیر ابوعلی النخوی عرف قطربؒ ہے۔ المتوفی ۲۰۹ھ۔

(۲) جریمیؒ: آپ کا پورا نام صالح بن اسحاق ابو عمر جریمی البصریؒ ہے آپ ہمدان کے استاد ہیں آپ نے ۲۲۵ھ میں وفات پائی۔

(۳) ابن کیسانؒ: آپ کا پورا نام محمد بن ابراہیم بن کیسان ابو الحسن النخویؒ ہے۔ المتوفی ۳۲۰ھ۔

ان قراء حضرات کے نزدیک حروف کے مخارج چودہ ہیں انہوں نے لام نون راء کے مخرج کو ایک بیان کیا ہے۔ جوف کا مخرج ختم کر دیا ہے۔ الف کو مبداء مخرج کا لحاظ کرتے ہوئے اقصیٰ حلق میں۔ واؤ کو شفتان میں اور یاء کو وسط لسان میں تقسیم کر دیا ہے۔

فوائد مکيه : اور سیبویہ کے نزدیک سولہ مخارج ہیں۔ انہوں نے لام کا مخرج حافہ لسان اس کے بعد نون کا

مخرج کہا ہے اس کے بعد راء کا مخرج ہے۔

شرح : سیبویہؒ کا پورا نام عمرو بن عثمان بن قنبر ابو البشر الملقب بہ سیبویہ الفارسی ثم البصری النخویؒ ہے۔ صحیح قول کی

بناء پر آپ ۱۴۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۸۰ھ میں بیس سال کی عمر میں شیراز میں فوت ہوئے۔ سیبویہؒ کے علاوہ کمی بن ابی طالب القیسؒ علامہ شاطبیؒ اور علامہ ابن حاجبؒ کا بھی یہی مذہب ہے ان کے نزدیک بھی حروف کے مخارج سولہ ہیں۔

فوائد مکيه : غلیل کے نزدیک سترہ ہیں۔

شرح : آپ کا پورا نام ابو عبد الرحمن خلیل بن احمد بن عمرو بن تیم البصری الفراء ہیدی (یا الفراء ہودی) اشوی المقری الازدی ہے۔ آپ نحو عروض اور ادب کے امام تھے۔ آپ ۱۰۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۷۵ھ یا ۱۷۶ھ کو بصرہ میں فوت ہوئے۔

ان کے علاوہ ابوالحسن بن شریحؒ - شیخ ابوعلی سیناؒ - علامہ ابوالقاسم ہذلیؒ اور علامہ جزریؒ کا بھی یہی مذہب ہے۔ یاد رہے کہ جمہور علماء کا مذہب سترہ کا ہی ہے۔

فوائد مکہ : انہوں نے لام-نون اور راء کا مخرج جدا جدا رکھا ہے اور حرف علت جب مدہ ہو تو ان کا مخرج جوف کہا ہے۔

شرح : حرف علت الف - واؤ اور یا کو کہتے ہیں اور یہ عام ہے اور یہ شامل ہے تینوں قسموں کو یعنی متحرک مدہ اور لیں۔ مدہ خاص ہے اور مدہ اس وقت کہیں گے جب الف ساکن بے جھکے ماقبل زبر یا ساکن ماقبل زیر اور واؤ ساکن ماقبل پیش ہو جیسے نُوحِيهَا - اَوْذِينَا وغیرہ۔ جوف کا معنی خالی جگہ ہوتا ہے یہاں اس سے مراد منہ کے اندر کا خالی حصہ ہے۔ شہرت کی بناء پر جوف دھن یا جوف الفم کی قید نہیں لگائی۔

مخارج کی تعداد کا اختلاف حقیقی نہیں ہے حضرت مصنفؒ نے اس اختلاف کی وضاحت فوائد مکہ کے حاشیہ میں فرمائی ہے۔ جو درج ذیل ہے:

تعداد مخارج میں اختلاف کی حقیقت حضرت مصنف علیہ الرحمہ کی نظر میں

یہ اختلاف چودہ - سولہ اور سترہ کا حقیقی اختلاف نہیں ہے فراء نے لام-نون اور راء میں قرب کا لحاظ کر کے ایک کہہ دیا۔ سیبویہ اور خلیل نے قرب کا لحاظ نہ کر کے الگ مخرج ہر ایک کا بیان کیا جیسا کہ محققین کا قول ہے کہ ہر حرف کا مخرج علیحدہ ہے مگر نہایت قرب کی وجہ سے ایک شمار کیا جاتا ہے۔

علی ہذا التیاس حروف مدہ کا مخرج خلیل نے جوف کہا ہے۔ فراء اور سیبویہ نے مدہ وغیرہ کا ایک ہی مخرج کہا ہے مخرج جوف زائد نہیں کیا اس میں تحقیق یہ ہے کہ الف بالکل ہوائی حرف ہے اس میں اعتماد صوت کا کسی جزو معین پر نہیں ہوتا اس واسطے فراء اور سیبویہ نے مبدأ مخارج یعنی اقضاء حلق کا مخرج کہا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

اور حرف واؤ اور یا مدہ ہوں تو اس وقت اعتماد صوت کا لسان و شفتین پر نہایت ضعیف ہوتا ہے مگر ہوتا ضرور ہے تو

فراء اور سیبویہ نے اس اعتماد ضعیف کی وجہ سے مدہ وغیر مدہ کے مخرج میں فرق نہیں کیا۔ خلیل نے ضعف و قوت کا لحاظ کر کے ایک مخرج جو فرائد کیا ہے۔

حضرت مصنف علیہ الرحمۃ نے باعتبار مخرج حروف کے القاب شہرت کی بنا پر بیان نہیں فرمائے ہم نے متعلقہ مخرج کے ساتھ حروف کے القاب بیان کیے ہیں طلباء کی سہولت کے لیے اب یہاں حروف کے القاب اکٹھے بیان کیے جاتے ہیں:

(١) حَلَقِيَّة (٢) لَبَّاتِيَّة (٣) شَجَرِيَّة (٤) حَافِيَّة (٥) طَرَفِيَّة يَازَلَقِيَّة (٦) نَظْعِيَّة (٧) رِشَوِيَّة (٨) اَسَلِيَّة (٩) شَفَوِيَّة (١٠) مَدِيَّة

جونی

حروف کے مخارج معلوم کرنے کا طریقہ:

جس حرف کا مخرج معلوم کرنا ہو اس حرف کے باقیل ہمزہ مفتوحہ لگا کر تلفظ کیا جائے جیسے اَقْ - اَبْ - اَجْ - اَہ پھر اگر حرف کے مقررہ مخرج میں آواز ٹھہرے تو سمجھ لیں کہ حرف بالکل صحیح ادا ہوا بصورت دیگر حرف کا مخرج غلط ہوگا۔

مگر اس میں قابل اعتبار بات ماہر استاذ کی تصدیق ہے کیونکہ فن میں اصل چیز تلقی ہے۔

اساتذہ کرام سے ضروری التماس: مخارج پڑھانے کے بعد طلبہ کو خوب یاد کروائے جائیں۔ جب اچھی طرح یاد ہو جائیں تو پھر درج ذیل طریقہ سے پورے انتیس حروف کی مشق کروائی جائے۔

مثلاً حرکات سے جیسے بَب - بَب - بُب - تَب - تَب - ثَب - قَب - قَب - قَب - طَب - طَب - طَب آخری۔

حروف مد سے جیسے با- بُو- بی- طا- طُو- طی- ظا- ظُو- ظی آخر تک۔

شروع میں ہمزہ لگا کر جیسے اَبْ-اِبْ-اُبْ-اَقْ-اِقْ-اُقْ-اَثْ-اِثْ-اُثْ وغیرہ آخر تک۔

آخر میں ہاء لگا کر جیسے قَہ۔ قَہ۔ قُہ۔ بَہ۔ بَہ۔ بُہ۔ طَہ۔ طَہ۔ طُہ وغیرہ آخر تک۔

انشاء اللہ اس طرح پورے انتیس حروف کی مشق سے حروف کی ادائیگی بالکل صحیح ہو جائے گی۔

فوائد مکبہ : تیسری فصل صفات کے بیان میں

شرح : یہاں حضرت مصنفؒ تجوید کے اہم اور دوسرے رکن صفات الحروف کو بیان فرما رہے ہیں۔ صفات، صفت کی جمع ہے جس کے معنی حالت اور کیفیت کے ہیں۔

صفت کی تعریف

کسی حرف کو خارج سے ادا کرتے وقت جو حالت اور کیفیت حرف کو لاحق ہوتی ہے اسے صفت کہتے ہیں۔ مثلاً آواز کا بلند ہونا یا پست ہونا۔ موٹا ہونا یا باریک ہونا۔ نرم ہونا یا سخت ہونا وغیرہ۔

صفات کی تعداد میں قراء کا اختلاف

- علامہ ابو محمد مکی بن ابی طالب القیسؒ المتوفی ۴۳۷ھ نے الرعایہ میں صفات کی تعداد ۴۴ بیان کی ہے۔
- علامہ جزریؒ نے التہمید میں ۳۴ صفات بیان کی ہیں۔
- اور طیبۃ النشر اور المقدمة الجزریہ میں صفات کی تعداد ۷۱ بیان کی ہے۔
- علامہ شاطبیؒ نے الشاطبیہ میں صفات کی تعداد ۶۱ بیان کی ہے۔
- علامہ ابن حاسبؒ نے شافیہ میں صفات کی تعداد سترہ ۱۷ بیان کی ہے۔
- العلامة الشيخ ابراهيم المارغنيؒ نے الخوم الطوالع میں صفات کی تعداد ۴۲ بیان کی ہے۔
- علامہ برکوئیؒ نے الدر اللتیم میں صفات کی تعداد ۴۲ بیان کی ہے۔

نفس۔ صوت۔ حرف اور صفت کے درمیان فرق

تقسیم صفات کے لئے مذکورہ بالا چار عوامل کا جاننا ضروری ہے۔ کیونکہ کلام کی تشکیل انہی چار عوامل سے ہوتی ہے۔ درج ذیل طور میں ہر ایک کے درمیان فرق واضح ہے۔

نفس: منہ سے نکلنے والی ہوا میں ارادہ اور آواز کو داخل نہ ہو تو اسے نفس کہتے ہیں۔

صوت: منہ سے نکلنے والی ہوا میں ارادہ اور آواز کو داخل ہو تو اسے صوت کہتے ہیں۔

حرف: اگر آواز مخصوص کیفیت یعنی مخرج محقق یا مقدر پر اعتماد کی وجہ سے پیدا ہو تو اسے حرف کہتے ہیں۔

صفت: اگر حروف میں دوسری کیفیات بھی پائی جائیں تو اسے صفت کہتے ہیں۔

صفات کو عموماً مخارج کے بعد بیان کیا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مخارج کو پہلے اس لئے بیان کرتے ہیں کہ جب مخارج کا بیان پہلے ہوگا تو حرف پیدا ہوگا اور جب حرف پیدا ہوگا تو اس کے اندر صفات پائی جائیں گی۔ اگر مخارج پہلے نہ ہوں تو حرف کا تحقق نہیں ہوگا اگر حرف ہی نہ ہوگا تو صفات کہاں پائی جائیں گی۔

صفات کا مقام

جس طرح سونے چاندی کا وزن کرنے کے لئے ترازو اور کھرے سے کھوٹے کی پہچان کے لئے کسوٹی کا ہونا ضروری ہے اس طرح حروف کے وزن کے لیے ان کے مخارج کا جاننا ضروری ہے۔
جیسا کہ علامہ سخاویؒ فرماتے ہیں:

لِّلْحَرْفِ مِيزَانٌ فَلَا تَكُ طَاغِيَا

فِيهِ وَلَا تَكُ مُخْسِرَ الْمِيزَانِ

ترجمہ: حرف کے لیے اس کا مخرج ترازو ہے سو تو اس ترازو میں حد سے گزرنے والا اور زیادتی کرنے والا بھی نہ ہو اور اس کی تول میں کمی کرنے والا بھی نہ ہو۔

اور ان کے کھرے اور کھوٹے کی پہچان کے لئے صفات کا علم ضروری ہے۔ علم تجوید میں مخارج اور صفات کا علم بہت ضروری قرار دیا گیا ہے۔ لہذا یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ صفات نہ ہوتیں تو کلام مثل بہائم کے ہو جاتا۔

صفات کے فوائد

صفات کے عام طور پر تین فوائد قراء سے منقول ہیں۔

- (۱) متحد المخارج حروف صرف صفات ہی کی وجہ سے ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں۔ جیسے ہمزہ اور ہاء کا مخرج ایک ہی ہے مگر ہمزہ میں صفت شدت اور جبر ہے جب کہ ہاء میں صفت ہمس اور رخوت ہے۔
- (۲) صفات کی وجہ سے حروف کی قوت اور ضعف کا پتہ چلتا ہے مثلاً حروف مجہورہ قوی ہیں حروف مہموہ سے۔
- (۳) متحد المخارج حروف میں صفات کی وجہ سے امتیاز پیدا ہوتا ہے۔

صفات کی اقسام

صفات کی مندرجہ ذیل دو اقسام ہیں:

(۱) صفات لازمہ (۲) صفات عارضہ

(۱) صفات لازمہ

ایسی صفات جو حروف میں ہر وقت اور ہر حال میں پائی جائیں۔ اور اگر وہ صفات ادا نہ ہوں تو حرف وہی حرف نہ رہے بلکہ دوسرے حرف سے بدل جائے یا ناقص ادا ہو۔ صفات لازمہ کے چار مشہور نام ہیں۔

(۱) ذاتیہ (۲) لازمہ (۳) مقومہ (۴) ممیزہ

(۱) ذاتیہ سے مراد حروف کی ذات میں دخل رکھنے والی۔

(۲) لازمہ سے مراد ہر حال میں لازم و ضروری۔

(۳) مقومہ سے مراد حروف کو درست رکھنے والی قائم کرنے والی۔

(۴) ممیزہ سے مراد ایک ہی مخرج سے نکلنے والے حروف کو ممیز اور ممتاز کرنے والی۔

(۲) صفات عارضہ

ایسی صفات جو حروف میں کبھی پائی جائیں اور کبھی نہ پائی جائیں اور اگر یہ صفات ادا نہ ہوں تو حرف وہی حرف رہے مگر اس حرف کا حسن و زینت باقی نہ رہے مثلاً مد۔ تسہیل۔ ابدال۔ راء اور الف کی تقیم و ترقیق وغیرہ۔ صفات عارضہ کے بھی چار مشہور نام ہیں۔

(۱) محلیہ (۲) مجزیہ (۳) مزینہ (۴) عارضیہ

(۱) محلیہ کا مطلب ہے حسن و زینت اور آراستہ کرنے والی۔

(۲) مجزیہ کا مطلب ہے کسی خاص موقع محل کے مطابق پائی جانے والی۔

(۳) مزینہ کا مطلب بھی محسنہ والا ہی ہے یعنی مزین کرنے والی زینت دینے والی۔ خوشنما بنانے والی آراستہ کرنے

والی۔

(۴) عارضیہ یا عارض یعنی عارض ہونے والی لاحق ہونے والی مطلب یہ ہے کہ مخصوص حالات میں حرف میں شامل

ہونے والی صفات کہ جب وہ خاص حالت ختم ہو جائے تب وہ صفت اس حرف میں موجود نہ رہے جیسے راء مضمومہ اور مفتوحہ کا پڑھا جانا اور راء مکسور ہونے کی حالت میں ترقیق سے پڑھا جانا۔

صفات لازمہ کی اقسام

صفات لازمہ کی مندرجہ ذیل دو اقسام ہیں۔

(۱) صفات لازمہ متضادہ (۲) صفات لازمہ غیر متضادہ

صفات لازمہ متضادہ

مقابل کی ایسی دو صفات جو نہ بیک وقت کسی حرف میں جمع ہو سکیں اور کوئی حرف ان سے خالی بھی نہ ہو۔

فوائد مکبہ : جہر کے معنی شدت اور زور سے پڑھنے کے ہیں۔

شرح : جہر کے معنی بلندی کے ہیں حضرت مصنفؒ نے جہر کے معنی شدت بمعنی بلندی کے لئے ہیں کیونکہ اگر اس سے مراد شدت لیا جائے تو صفت شدت اور جہر ایک ہو جائیں گی۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ شدت ایک علیحدہ اور مستقل صفت ہے اور جہر ایک علیحدہ صفت ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ مصنفؒ نے آگے اس کی تشریح اس طرح فرمائی ہے ”اور زور سے پڑھنے کے ہیں“ لہذا اس سے معلوم ہوا کہ جہر کے معنی بلندی کے ہیں۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَلَا تَجْهَرُ بِصَلَاتِكَ (الاسراء-۱۱۰) ترجمہ: اور نہ بلند آواز سے پڑھو تم اپنی نماز۔

جن حروف میں یہ صفت پائی جائے انہیں مجبورہ کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کو ادا کرتے وقت آواز ان کے نخرج میں ایسی بلندی اور زور کے ساتھ ٹھہرتی ہے کہ سانس جاری رہنا بند ہو جاتا ہے۔ مثلاً وَقَبْ کی باء۔ حروف مہوسہ کے علاوہ باقی انیس حروف مجبورہ ہیں۔ جن کا مجموعہ عَظَمَ وَزَنُ قَارِيٍّ ذِي غَضٍّ جَدَّ طَلَب (ترجمہ: بچی نگاہ رکھنے والے قاری کا وزن زیادہ ہوا اس نے طلب میں کوشش کی) ہے۔ علماء تجوید کے نزدیک یہ قوی صفت ہے۔

فوائد مکبہ : اس کی ضد ہمس ہے۔

شرح : ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ صفات لازمہ کی دو اقسام ہیں اور یہ بیان صفات لازمہ متضادہ کا ہے لہذا اس میں جس قدر صفات بیان ہوں گی ان کے اضداد بھی ساتھ ہی بیان ہوں گے۔

فوائد مکبہ : یعنی نرمی کے ساتھ پڑھنا۔

شرح : ہمس کے معنی پستی اور ضعف کے ہیں حضرت مصنفؒ نے ہمس کے معنی نرمی بیان کئے ہیں اور یہاں نرمی سے مراد پستی ہے کیونکہ اگر ہمس سے مراد نرمی لیا جائے تو آگے بیان ہونے والی صفت رخوت کے معنی بھی نرمی ہے۔ اور اس صورت میں ہمس اور رخوت ایک ہو جائیں گی۔ حالانکہ یہ دونوں علیحدہ علیحدہ صفات ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَخَشَعَتِ الْأَصْوَاتُ لِلرَّحْمَنِ فَلَا تَسْمَعُ إِلَّا هَمْسًا (ط-۱۰۸) (ترجمہ) اور پست ہو جائیں گی آوازیں

رحمن کے حضور نہ سنے گا تو مگر کھسر پھسر۔

اس سے معلوم یہ ہوا کہ ہمس کا معنی پستی ہی ہے اور حضرت مصطفیٰؐ نے بھی یہاں نرمی سے مراد پستی لیا ہے۔

ہمبس کے لغوی معنی پستی اور ضعف کے ہیں جن حروف میں یہ صفت پائی جائیں انہیں حروف مہوسہ کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کو ادا کرتے وقت آواز ان کے نخرج میں ایسے ضعف اور پستی کے ساتھ ٹھہرتی ہے کہ سانس جاری رہتا ہے اور آواز میں ایک قسم کی پستی ہوتی ہے جیسے یَلْهَثُ کی ثاء۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں ”وَالْهَمْسُ صَوْتُ خَفِيٍّ يَكْشِبُهُ صَوْتُ اخْفَافِ الْاِبِلِ اِذَا سَارَتْ فَوْقَ الرَّمْلِ“ (شرح شاطیہ ص ۴۲۵) یعنی ہمبس ایسی پست آواز کہلاتی ہے جو اونٹوں کے ریت پر چلنے کے وقت ان کے پاؤں کی آواز سے مشابہ ہو۔

فوائد مکيه : اور اس کے دس حرف ہیں جن کا مجموعہ فَحْثٌ شَخْصٌ سَكَّتْ ہے۔

شرح : مطلب یہ ہے کہ جن حروف میں صفت ہمبس پائی جاتی ہے وہ دس ہیں اور ان کا مجموعہ فَحْثٌ شَخْصٌ سَكَّتْ (ترجمہ: پس اس کو ایک شخص نے بات کرنے پر ابھارا مگر وہ خاموش رہا۔) میں جمع کیا گیا ہے۔

علامہ شاطیہؒ نے شاطیہ میں حروف مہوسہ کو الگ اپنے انداز میں بیان فرمایا ہے ۔
فَمَهُمُوسُهَا عَشْرٌ (حَثَّتْ كَسَفَ شَخْصِه)

ترجمہ: ”ان حرفوں میں سے دس مہوسہ ہیں جن کا مجموعہ حَثَّتْ كَسَفَ شَخْصِه ہے۔“

علماء تجوید کے نزدیک یہ صفت ضعیف ہے۔

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ صفت ہمبس سے متعلق ایک نہایت اہم رسالہ ضیاء الشمس فی ادا الہمبس جو کہ استاذ القراء حضرت قاری محمد یامین صاحبؒ کا تالیف کردہ ہے تحریر کیا جائے جس پر استاذ القراء قاری عبدالوحید صاحبؒ حضرت مولانا قاری المقری عبدالرحمن المکی الہ آبادیؒ اور حکیم الامت حضرت مولانا قاری محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ کی تقاریظ بھی موجود ہیں۔

ضیاء الشمس فی ادا الہمبس

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و قراء قرآن مبین اس مسئلہ میں کہ حرف کاف و تا جو حروف مہوسہ میں سے ہیں ان کی

صفت ہمس کے کیا معنی ہیں اور یہ کس طرح ادا کی جاتی ہے۔ ایک صاحب فرماتے ہیں کہ کاف و تا کی صفت ہمس کسی کو ادا کرنی نہیں آتی اور وہ خود اس طرح ادا کرتے ہیں کہ کاف و تا ساکن و متحرک میں ہاء ہوز کی آواز سنائی دیتی ہے آیا یہ آواز صحیح ہے یا نہیں۔ نیز وہ صاحب اپنی کیفیت اداء کی تائید میں کتاب مجہد المقل کی عبارت ذیل پیش کرتے ہیں:

وَأَمَّا الشَّدِيدُ الْمَهْمُوسُ فَهِيَ حَرْفَانِ الْكَافُ وَالتَّاءُ الْمُشْتَاةُ الْفَوْقِيَّةُ فَلِشِدَّتِهِمَا يَحْتَسِبُ صَوْتُهُمَا بِالْكِلْيَةِ بَلْ نَفْسُهُمَا أَيْضًا حِينَ احْتِبَاسِ صَوْتِهِمَا لِأَنَّ احْتِبَاسَ الصَّوْتِ بِالْكِلْيَةِ لَا يَكُونُ إِلَّا احْتِبَاسَ النَّفْسِ بِالْكِلْيَةِ لِأَنَّ حَقِيقَةَ الصَّوْتِ هِيَ النَّفْسُ ثُمَّ يَنْفَتِحُ مَخْرَجَاهُمَا وَيَجْرِي فِيهِمَا نَفْسٌ كَثِيرٌ مَعَ صَوْتٍ ضَعِيفٍ لِيَحْصُلَ الْهَمْسُ -

ترجمہ: صاحب مجہد المقل فرماتے ہیں:

کہ حرف کاف اور تاء (جس کے اوپر دو نقطے ہیں) ان دونوں کے اندر صفت شدت اور ہمس پائی جاتی ہے ان دو حروف میں زیادہ شدت ہونے کی وجہ سے آواز بالکل بند ہو جاتی ہے اور ان دو حروف میں جس وقت آواز بند ہو جاتی ہے تو آواز کے بند ہونے کے وقت سانس بھی بند ہو جاتا ہے اور آواز کے بالکل بند ہو جانے کی وجہ سے سانس کا بالکل بند ہونا اس لیے ہے کہ آواز حقیقت میں سانس ہی ہے۔ پھر جب کاف اور تاء کا مخرج نکلتا ہے تو ان دونوں حروف میں سانس بہت زیادہ جاری ہوتا ہے اور آواز ضعیف ہوتی ہے تاکہ صفت ہمس حاصل ہو جائے۔“

آیا اس عبارت سے ان صاحب کی ادا کی تائید ہوتی ہے یا نہیں اگر ہوتی ہے تو یہ قول قابل عمل ہے یا نہیں۔ بیوا تو جروا؟

الجواب

صفت ہمس مقابل ہے جہر کے۔ جہر لغت میں آواز قوی و بلند کو کہتے ہیں اور ہمس آواز ضعیف و خفی کو کہتے ہیں اور اصطلاح قراء میں یہ دس حروف ہیں جن کا مجموعہ فَحْتُهُ شَخْصٌ سَكَّتْ ہے جو حروف ہمس اور مہوسہ کہلاتے ہیں کیونکہ ان حروف کے اداء کرتے وقت آواز ان کے مخرج میں ایسی ضعف کے ساتھ ٹھہرتی ہے کہ سانس جاری رہتا ہے اور آواز ضعیف و خفی ہوتی ہے۔ اسی سے جہر کی تعریف اور حروف بھی مقابلہ معلوم ہو گئے۔

كَمَا قَالَ الْعَلَّامَةُ عَلَى الْقَارِیِ الْهَمْسُ فِي اللِّغَةِ الْخَفَاءِ وَسُمِّيَتْ حُرُوفُهُ
مَهْمُوسَةً بِجَرَيَانِ النَّفْسِ مَعَهَا لِضَعْفِهَا وَلِضَعْفِ الْإِعْتِمَادِ عَلَيْهَا عِنْدَ
خُرُوجِهَا وَضِدَّهَا الْمَجْهُورَةُ (المخ الفکریہ علی متن الجزریہ مطبوعہ مصر)

(ترجمہ) جس طرح حضرت ملا علی قاریؒ "المخ الفکریہ شرح القدّمۃ الجزریہ مطبوعہ مصر میں فرماتے ہیں کہ ہمس لغت میں پستی کو کہتے ہیں اور جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو مہموسہ کہتے ہیں کیونکہ صفت ہمس میں سانس جاری رہتا ہے صفت ہمس کے ضعیف ہونے کی وجہ سے اور صفت ہمس کے ادا کے وقت اس پر اعتماد ضعیف ہوتا ہے اور صفت ہمس کی ضد صفت جہر ہے۔

اور حروف مہموسہ میں سے دو حروف کاف و تاء شدیدہ ہیں اور باقی رخوہ ہیں شدت کے معنی لغت میں قوت و سختی کے ہیں اور اصطلاحاً یہ آٹھ حروف ہیں جن کا مجموعہ اَجْدُکَ قَطُبَتْ ہے اور یہ حروف شدت اور شدیدہ کہلاتے ہیں کیونکہ ان کی اداء کے وقت آواز ان کے مخرج پر ایسی قوت کے ساتھ ٹھہرتی ہے کہ بند ہو جاتی ہے اور آواز میں قوت و سختی پیدا ہوتی ہے اور چونکہ شدت مقابل ہے رخوت کے لہذا شدت کے معنی لغوی و عربی سے مقابلہ رخوت کے معنی بھی معلوم ہو گئے اور علاوہ حروف شدیدہ مذکورہ اور پانچ حروف متوسط لِنَّ عُمُو کے باقی سولہ حروف رخوہ کہلاتے ہیں پس تمہید مذکور سے معلوم ہوا کہ کاف و تاء مہموسہ بھی ہیں اور شدیدہ بھی ہیں لیکن بناء بر تعریف مذکور ہمس و شدت کے اجتماع میں بظاہر اشکال وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ ہمس کی تعریف میں ضعف اعتماد و صوت و جریان نفس مذکور ہے اور شدت کی تعریف میں قوت اعتماد و صوت اور احتباس صوت ماحوز ہے حالانکہ یہ امور ایک دوسرے کے مخالف و ضد ہیں۔

لیکن درحقیقت کچھ اشکال نہیں اس لئے کہ ہمس و جہر شدہ و رخوت کی تعریف میں جو قوت و ضعف اعتماد و صوت اور جریان و احتباس نفس و صوت کہا جاتا ہے یہ امور اضافی و اعتباری ہیں یعنی ہر ایک صفت میں اس کے مقابل صفت کی نسبت سے قوت و ضعف و جریان و احتباس پایا جاتا ہے پس کاف اور تاء میں من حیث الہمس جو ضعف اعتماد و صوت اور جریان نفس ہے وہ باعتبار حروف مجہورہ کے ہے اور من حیث الشدۃ جو قوت اعتماد و صوت اور احتباس صوت ہے وہ حروف رخوہ کی نسبت سے ہے

فارتفع الاشکال۔

نیز ہر ایک صفت کے حروف میں باہم بھی قوت و ضعف و جریان اور احتباس نفس و صوت کا تفاوت پایا جاتا ہے بوجہ دیگر صفات قویہ یا ضعیف کی آمیزش کے۔ پس کاف و تاء بہ نسبت صاد کے ضعیف ہیں کیونکہ صاد میں تین صفت قوی الطباق و استعلاء و صغیر موجود ہیں اور بہ نسبت ثاء حاء و خاء سین شین فاء و ہا قوی ہیں اور بہ نسبت دیگر حروف شدیدہ ضعیف و خفی الصوت ہیں مگر

صفت شدت کی وجہ سے ان میں جریان نفس کتر ہے بہ نسبت دیگر حروف مہوسہ کے جیسا کہ جہد المقل میں ہے: لَا تَشَدُّ فِي الشَّدَّةِ يُوجَدُ احْتِبَاسُ الصَّوْتِ وَ احْتِبَاسُ الصَّوْتِ يَسْتَلِزِمُ احْتِبَاسَ النَّفْسِ (ترجمہ) کیونکہ صفت شدت میں آواز کا بند ہونا پایا جاتا ہے اور آواز کے بند ہونے سے سانس کا بند ہونا لازم آتا ہے۔

پس تقریر مذکورہ سے ثابت ہو گیا کہ کاف تاء میں ہمس حقیقی یعنی ضعف و خفا صوت تو بہر حیثیت پایا جاتا ہے مگر جریان نفس بخوبی نہیں ہوتا اور چونکہ بہ نسبت دیگر حروف مہوسہ ان میں جریان نفس بہت کم ہوتا ہے اسی وجہ سے بعض علماء نے ان کے مہوسہ ہونے میں اختلاف کیا ہے اور ان کو مجبورہ کہا ہے کیونکہ ایسے جریان نفس قلیل سے تو حروف مجبورہ بھی خالی نہیں چنانچہ ملا علی قاریؒ نے اس خلاف کو المخرج الفکر یہ شرح جزریہ میں شافیہ ابن حاجب سے نقل کیا ہے نیز دیگر محققین فن تجوید و قراءۃ کے اقوال سے بھی یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ کاف تاء میں جریان نفس بخوبی نہیں ہوتا۔ یا کم ہوتا ہے دیگر حروف مہوسہ سے۔

چنانچہ حضرت مولانا قاری عبدالرحمن صاحب محدثؒ پانی پتی تحریر فرماتے ہیں ”لیکن جریان نفس در کاف تاء خوب معلوم نمی شود گو ضعف صوت ہست“ لہذا بعض علماء در مہوسہ بودن انہا خلاف کردہ اند۔ (تحفہ نذریہ) (ترجمہ) لیکن کاف اور تاء میں سانس کا جاری ہونا اچھی طرح واضح نہیں ہوتا اگرچہ آواز کمزور (ضعیف) ہو اسی وجہ سے بعض علماء نے ان کے مہوسہ ہونے میں اختلاف کیا ہے۔

حضرت قاری محمد علی خاں صاحب جلال آبادی تحریر فرماتے ہیں ”اما جریان نفس در کاف و تا کمتر است و در بوقای اکل“ (حجتہ القاری) (ترجمہ) بہر حال کاف اور تاء میں سانس کا جاری ہونا بہت کم ہے اور بقایا حروف مہوسہ میں اکل۔ نیز یہ بھی واضح ہو کہ قوت اعتماد یا ضعف اعتماد اور جہر الصوت یا خفی الصوت ہونا تو حروف میں ہر حال میں پایا جائے گا خواہ متحرک ہوں یا ساکن کیونکہ یہ امور صفات حروف کی تعریف میں منجملہ ذاتیات کے ہیں لیکن جریان یا احتباس نفس یا جریان یا احتباس صوت یہ امور منجملہ عرضیات کے ہیں کہ حالات سکون میں ان کا ظہور ہوتا ہے اور جب حروف متحرک ہوں تو جریان و احتباس نفس و صوت غایت درجہ خفا میں ہوتا ہے:

کَمَا قَالَ صَاحِبُ الرِّعَايَةِ إِنَّ جَرِيَّ النَّفْسِ فِي الْهَمْسِ وَ حَبَسَ النَّفْسِ فِي الْجَهْرِ فِي السَّاكِنِ زَائِدٌ مِنَ الْمُتَحَرِّكِ وَ فِي الْوَقْفِ زَائِدٌ مِنَ السَّاكِنِ - هَكَذَا قَالَ الْجَارُزِيُّ وَ ذَكَرَ الْجَارُزِيُّ أَنَّ جَرِيَّانَ الصَّوْتِ وَ عَدَمَ جَرِيٍّ عِنْدَ اسْكَانِ الْحَرْفِ أَبَيْنُ مِنْهُمَا عِنْدَ تَحَرُّكِهِ -

(ترجمہ) جس طرح صاحب الرعاۃ نے فرمایا ہے کہ:

ہمس کے اندر سانس کا جاری رہنا اور جہر کے اندر سانس کا رک جانا ساکن حرف میں بہ نسبت متحرک کے زیادہ ہوتا ہے اور وقف میں ساکن سے بھی زیادہ ہمس میں سانس کا جاری ہونا اور جہر میں سانس کا بند ہونا پایا جاتا ہے۔

ایسے ہی جابردی نے کہا ہے اور جابردی نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ آواز کا جاری ہونا اور آواز کا جاری نہ ہونا کاف اور تاء کی ساکن حالت میں زیادہ ظاہر ہوتا ہے بہ نسبت متحرک حالت کے۔

پس کاف تاء اگر متحرک ہوں گے تو چونکہ حروف کی ادائیگی افتتاح مخرج کے ساتھ ہوتی ہے لہذا افتتاح کی وجہ سے فی الجملہ صوت کا جریان ضروری ہوگا جب جریان صوت ہوگا تو اس کے ساتھ جریان نفس بھی ضرور ہوگا بموجب قاعدہ مسلمہ جَرَيَانُ الصَّوْتِ يَسْتَلِزِمُ جَرَيَانَ النَّفْسِ كَذَا فِي الْجَهْدِ الْمُقْلِ (ترجمہ) آواز کا جاری رہنا لازم ہے سانس کے جاری رہنے سے جیسا کہ جہد المقل میں آیا ہے۔

مگر یہ جریان نفس اول تو بجز تحریک حرف کے دوسرے وجہ صفت شدت قوی کے غایت درجہ خفا میں ہوتا ہے کہ خود قاری کو بھی اس کا پتہ نہیں لگتا بلکہ معدوم کہنا چاہیے جیسا کہ بقول بعض حروف قلقلہ سے بحالت حرکت بھی صفت قلقلہ منفک نہیں ہوتی اور نون و میم متحرک بھی صفت غنہ سے خالی نہیں مگر وجہ عدم ظہور و غیر محسوس ہونے کے قلقلہ و غنہ کا عدم ہوتے ہیں اسی طرح کاف تاء متحرک میں بھی گو جریان نفس ہوتا ہے مگر وجہ عدم ظہور و غیر محسوس ہونے کے لَا يُعْبَأُ بِهِ ہے یہ تفصیل تو کاف و تاء متحرک کے متعلق تھی اور اگر کاف و تاء ساکن ہوں تو چونکہ حرف ساکن کی ادائیگی استقرائے صوت و التصاق مخرج کے ساتھ ہوتی ہے بالخصوص حروف شدیدہ میں کہ ان میں تصادم جسمین بالقوہ ہوتا ہے لہذا شدت اتصال جسمین کی وجہ سے جب صوت تھپس ہوگی تو نفس بھی ضرور تھپس ہوگا۔ (کما ذکرہ صاحب الجہد المقل)

پس جب صوت و نفس دونوں بند ہو گئے تو جب تک مخرج کو جنبش نہ ہو تب تک کوئی حرف سنائی نہیں دے سکتا اسی لئے حرف شدیدہ میں سے حروف قُطِبَ جَدِّ میں وجہ صفت جہر قوی کے بحالت سکون صفت قلقلہ یعنی مخرج میں جنبش قوت کے ساتھ رکھی گئی تاکہ آواز میں قوت جہر پیدا ہو اس قدر کہ قریب کا سامع بھی محسوس کر سکے لِأَنَّ أَدْنَى الْجَهْرِ اسْمَاعُ الْغَيْرِ مگر ہمزہ کو اکثر نے قلقلہ سے خارج کیا ہے و توجیہ مذکور فی المطولات اور دو حروف کاف تاء ساکن میں وجہ صفت ہمس ضعیف کے جنبش نہایت ضعیف و نرمی کے ساتھ رکھی گئی تاکہ آواز میں ضعف و خفاء قائم رہے اس قدر کہ خود قاری اس کو محسوس کر سکے لِأَنَّ أَدْنَى الْخَفَافَةِ اسْمَاعُ نَفْسِهِ مگر اس جنبش ضعیف سے (کہ صفت ہمس کے

اداء کی غرض سے کی جاتی ہے) جو نفس جاری ہوتا ہے اس کے ساتھ کسی قسم کی صوت جاری نہ ہونا چاہیے کیونکہ ہمس کی تعریف میں جریان نفس ماخوذ ہے نہ کہ جریان صوت ہے اور نفس اور صوت میں یہی فرق ہے کہ ہوا خارج از داخل انسان اگر مسموع ہو تو صوت اور اگر غیر مسموع ہو تو نفس ہے:

کما قال صاحب الجهد المقل اعلم ان النفس الذي هو الهواء الخارج من داخل الانسان ان كان مسموعاً فهو صوت ولا فلا انتهى ص ۲۷ وقال مؤلف حقيقة التجويد في رسالته المذكورة فالتنفس يوجد في كل صوت ولا يوجد صوت في كل تنفس بل بعضه مع الإرادة وإذا خرج الحرف من فم الانسان بغير إرادته فلا يطلق عليه الحرف ولا يراد منه المعنى فالصوت على قسمين جهري وخفي والجهري ما يسمعه الغير والخفي ما يسمعه النفس كما قال الفقهاء وأدنى الجهر ما يسمعه الغير وأدنى المخافة ما يسمعه النفس في القراءة والطلاق والعناق والبيع والاستثناء والتسمية على الذبح وجوب السجدة بتلاوة آية السجدة وغيرها والمراد من الأدنى حداً لجهري والخفي۔

(ترجمہ) جس طرح صاحب جہد المقل نے فرمایا ہے کہ

جان لو کہ نفس انسان کے منہ میں سے نکلنے والی ہوا ہے کہ اگر وہ سنائی دے تو اس کو آواز کہیں گے ورنہ آواز نہیں کہلائے گی۔ اور حقیقۃً التجوید کے مؤلف اپنے رسالہ میں فرماتے ہیں کہ سانس ہر آواز میں پایا جاتا ہے لیکن آواز ہر سانس میں نہیں پائی جاتی بعض سانسوں میں آواز پائی جاتی ہے اور وہ بھی ارادہ کے ساتھ اور جب حرف انسان کے منہ سے بغیر ارادہ کے نکلتا ہے تو اس پر حرف کا اطلاق نہیں ہوتا اور نہ ہی معنی مراد لیا جاتا ہے پس آواز کی دو اقسام ہیں: (۱) جہری (۲) خفی

جہری وہ آواز ہے جس کو اپنے علاوہ دوسرا شخص بھی سنے اور خفی وہ آواز ہے جس کو انسان خود سنے دوسرا شخص نہ سنے۔ جس طرح فقہاء کرام نے فرمایا ہے کہ قرأت میں طلاق نہیں اور غلام آزاد کرنے میں بیع کرنے میں اور استثناء میں اور بسم اللہ کا پڑھنا کسی چیز کو ذبح کرتے وقت اور ان کے علاوہ اور ادنیٰ کہنے سے جہر و خفی کی تعریف مقصود ہے۔

پس خلاصہ تقریر مذکور کا یہ ہوا کہ اول تو کاف تاء میں مطلقاً خواہ متحرک ہوں خواہ ساکن جریان نفس بخوبی نہیں ہوتا اور دیگر حروف مہوسہ سے بہت کم ہوتا ہے اور بالخصوص متحرک میں ساکن سے بھی کم ہوتا ہے جیسا کہ دلائل و شواہد اقوال محققین سے ثابت کیا گیا۔ دوسری صفت ہمس کے اداء کی غرض سے کاف تاء متحرک انفتاح مخرج کے ساتھ اور ساکن میں جنبش ضعیف و خفی کے ساتھ جو کچھ نفس کا جریان ہوتا بھی ہے اس کے ساتھ صوت کا جاری ہونا ضروری بھی نہیں کیونکہ نفس عام ہے اور صوت خاص اور عام کے تحقق کے ساتھ خاص کا تحقق لازم نہیں۔

نیز صوت کا جاری کرنا درست بھی نہیں نہ عقلاً نہ نقلاً۔ عقلاً اس وجہ سے کہ اگر صوت جاری کی جائے گی تو کاف تاء شدیدہ نہ رہیں گے بلکہ رخوہ ہو جائیں گے کیونکہ جریان صوت رخوہ میں ہوتا ہے نہ کہ شدیدہ میں۔ اور یہ بات ادنیٰ تا مل سے ظاہر ہوتی ہے کہ جو شدت باری اور جاری کے باورجیم میں ہے وہ بھاری اور جھاری کے باورجیم میں نہیں ہو سکتی۔ اسی قیاس پر جو شدت کانا اور تانا کاف تاء میں ہے وہ کھانا اور تھانا کے کاف تاء میں نہیں پائی جاتی تو ایک صفت ہمس جو مختلف فیہ ہے اس کے ادا کرنے کی وجہ سے صفت شدت جو کہ متفق علیہ ہے مفقود ہو جائے گی اور یہ جائز نہیں۔

اور نقلاً اس وجہ سے کہ امام جزئیؒ سے کتاب النشر فی القراءات العشر میں اور ملا علی قاریؒ سے المحکم الفکری علی متن الجزریہ میں اس کا عدم جواز و غلط ہونا ثابت ہوتا ہے چنانچہ کتاب النشر فی القراءات العشر میں ہے:

وَالنَّاءُ يُتَحَفَّظُ بِمَا فِيهَا مِنَ الشَّدَّةِ وَالْهَمْسِ لِئَلَّا تَصِيرَ رِخْوَةً كَمَا يَنْطِقُ بَعْضُ النَّاسِ وَالْكَافُ فَلْيَعْنِ بِمَا فِيهَا مِنَ الشَّدَّةِ وَالْهَمْسِ لِئَلَّا يَذْهَبَ إِلَى الْكَافِ الصَّمَاءِ النَّائِيَةِ فِي بَعْضِ لُغَاتِ الْعَجَمِ فَإِنَّ ذَلِكَ غَيْرُ جَائِزٍ فِي لُغَاتِ الْعَرَبِ وَلِيَحْذَرَ مِنْ إِجْرَاءِ الصَّوْتِ مَعَهَا كَمَا يَفْعَلُهُ بَعْضُ الْأَعَاجِمِ -

(ترجمہ) اور حرف تاء میں حتی الامکان شدت و ہمس سے بچنے کی کوشش کی جائے تاکہ تاء حروف رخوہ میں سے نہ ہو جائے جس طرح بعض لوگوں کے بولنے سے ہو جاتا ہے اور حرف کاف میں صفت شدت و ہمس کا خوب اہتمام کرنا چاہیے تاکہ وہ ٹھوس کاف کی مانند نہ ہو جائے جیسا کہ بعض غمی لغات میں ثابت ہے کیونکہ یہ لغات عرب میں جائز نہیں ایسے ہی کاف میں آواز کے جاری ہونے سے بھی بچنا چاہیے جیسا کہ بعض غیر فصیح لوگ کرتے ہیں۔

اس سے صاف طور پر ثابت ہو گیا کہ اجراء صوت ادا عاجم ہے جو کہ ممنوع اور قابل احتراز ہے۔

نیز ملا علی قاریؒ محکم الفکری علی متن الجزریہ میں فرماتے ہیں:

ثُمَّ إِنَّ النَّفْسَ الْحَارِجَ الَّذِي هُوَ صِفَتْ حَرْفٍ إِنْ تَكَيَّفَ كُلُّهُ بِكَيْفِيَّةِ الصَّوْتِ حَتَّى

يَحْصُلُ صَوْتُ قَوِيٍّ كَانَ الْحَرْفُ مَجْهُورًا أَوْ إِنَّ بَقِيَ بَعْضُهُ بِلاَ صَوْتٍ يَجْرِي مَعَ الْحَرْفِ كَانَ الْحَرْفُ مَهْمُوسًا وَأَيْضًا وَإِنْ انْحَصَرَ الصَّوْتُ فِي مَخْرَجِهِ انْجِصَارًا تَامًا فَلَا يَجْرِي جَرِيَانًا سَهْلًا يُسَمَّى شَدِيدًا أَوْ أَمَّا إِذَا جَرَى جَرِيَانًا تَامًا وَلَا يَنْحَصِرُ أَصْلًا يُسَمَّى رَخْوَةً۔

(ترجمہ) پھر خارج ہونے والی سانس حرف کی صفت ہے اگر وہ سارے کا سارا متکلیف ہو جائے آواز کی کیفیت کے ساتھ حتیٰ کہ ایک قوی آواز حاصل ہو جائے تو وہ صرف مجبورہ ہو گا اور اگر سانس کا بعض حصہ باقی ہو حرف کے ساتھ بغیر آواز کے جاری ہوئے تو ایسا حرف مہموسہ ہوگا اور اسی طرح اگر آواز اس کے مخرج میں بالکل بند ہو جائے اور تھوڑی سی بھی نہ جاری ہو تو اس کو شدید کہتے ہیں اور اگر آواز مکمل طور پر جاری ہو اور وہ بند نہ ہو تو اس کو رخوہ کہتے ہیں۔

اس عبارت سے بھی ثابت ہو گیا کہ مہموس من حیث ہو مہموس میں نفس بلا صوت یعنی غیر مسموع کا جریان ہوتا ہے اور فَلَا يَجْرِي جَرِيَانًا سَهْلًا سے شدیدہ میں جریان صوت ضعیف کی بھی نفی ہوگئی پس چونکہ جہد المقل کی عبارت مذکورہ فی السوال کا مفہوم بظاہر معارض ہے کتاب النشر فی القراءات العشر اور مخ الفکر یہی کی عبارات مذکورہ سے لہذا امام جزری اور ملا علی قاری کے مقابلہ میں صاحب جہد المقل کے قول کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔

علاوہ ازیں جہد المقل کی عبارت میں کاف و تاء متحرک مراد ہے یا ساکن یا مطلقا متحرک۔ متحرک تو مراد ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ اول تو خود جہد المقل کی عبارت صفحہ نمبر ۶۰ میں حاملہ اَنْهُمَا نَاقِصَانِ عِنْدَ تَحْرِيكِ الْحَرْفِ اس کے معارض ہے۔ دوسرے یہ کہ حرکت خود انفتاح مخرج سے پیدا ہوتی ہے پھر ثَمَّ يَنْفُخُ کے کوئی معنی نہیں بنتے۔ اور اسی سے مطلق کی بھی نفی ہوگئی۔ کیونکہ متحرک کو بھی شامل ہے۔ پس لامحالہ مراد جہد المقل کی عبارت مذکورہ کاف و تاء ساکن ہے۔ پس اگر جہد المقل کی عبارت کے موافق تلفظ کیا جائے تو کاف و تاء ساکن کے بعد صوت جاری رکھنا چاہیے۔ کیونکہ حرف ثَمَّ تعقیب و تراخی کے لئے ہے۔ اب اگر یہ صوت کسی حرف کی ہے تو زیادتی فی القرآن لازم آئے گی۔ اور اگر صوت مسموع غیر حرنی ہے تو اس کا عدم جواز اداء اعاجم ہونا نشر اور المخ الفکر یہ سے ثابت ہو گیا۔

پس حکم یہ ہے کہ اگر صوت حرنی پیدا ہو تو لُحْن جلی ہوگا اور اگر غیر حرنی ہو تو لُحْن خفی ہوگا اور اگر جری صوت کا وہم و شبہ ہو تو یہ ادا مطابق اداء محققین کے ہے اور یہی ہونا چاہیے۔ اور غالباً مراد جہد المقل کی یہی ہے لہذا اکثر جگہ ان کے کلام کی تاویل کرنا پڑے گی اور یہ یہ کہا جائے کہ ان پر عجبت غالب تھی اور اس مقام پر اور نیز دیگر مقامات پر جہاں کہیں جریان نفس کثیر و صوت ضعیف کہا ہے یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ مراد جہد المقل کی جریان نفس کثیر سے کثیر بہ نسبت حروف مجبورہ کے ہے۔ گود میگر حروف

مہوسہ کے اعتبار سے قلیل ہو اور مراد صوت ضعیف سے صوت خفی غیر مسوع ہے۔

لَا اَنْ اَدْنٰى الْمَخَافَةِ هُوَ اَسْمَاعُ نَفْسِهِ تو اس توجیہ پر جہد المقتل کی عبارت سے یہ صوت مخصوص یعنی کاف و تاء مخلوط بہاء ہوز بھی ثابت نہ ہوئی پس کاف و تاء کے جریان نفس میں استدر مبالغہ کرنا جس سے ہاوز کی یا کسی اور حرف کی آواز پیدا ہو (جیسا کہ بعض سین مہملہ کی اور بعض ثامثلہ کی آواز نکالتے ہیں) اور حروف عربی مخلوط لفظ حروف عجمی ہو جائیں کَانَ کو کُھَانَا اور اَبْتَرٌ کو اُبْتَهَرٌ پڑھنا نقلت کو نقلتہ اور ذِکْرٌ کو ذِکْرٌ مَکْھُ پڑھنا اس طرح کی صفت ہمس ادا کرنا بالکل غلط و بے اصل ہے نہ کسی ماہر و محقق قاری سے سنا۔ نہ محققین کی کتب معتبرہ میں اس کا ذکر ہے۔

البتہ بعض اعاجم مثل اہل خراسان و ترکستان و ایران یا بعض اعراب عرب مثل اہل نجد و یمن وغیرہ اس سے اس قسم کی ادا سنی ہے۔ اور کتب ائمہ فن مثل شیخ جزری و ملا علی قاری سے اس قسم کی اداء کی تعلیم ثابت ہوتی ہے۔ کما ذکر۔ اس قسم کی اداء مختلِع و بے اصل سے تو ان بعض علماء کے قول پر عمل کرنا بہتر ہے جو کاف و تاء کو مجبورہ کہتے ہیں۔ نیز دیگر محققین قراء کے اقوال سے بھی اس قسم کی ادا کا غلط ہونا ثابت ہوتا ہے۔

چنانچہ حضرت مولانا قاری عبدالرحمن صاحب پانی پتی تحفہ نذریہ میں تحریر فرماتے ہیں:

”وید اباد کہ در مقدمہ صفات حروف چنان فساد برپا کردہ کہ اگر بطور قواعد مختلِعہ او کلام اللہ خواندہ شود ضرور است کہ کلام اللہ محرف گردد چہ گوید کہ در وقف مہوسہ بعد سکون تاء و کاف آواز دیگر پیدا شود چوں معنی اس قول از تلامذہ او پرسیدند گفتند کہ در لفظ خَلِقَتْ خُلِقَتْس باید گفت یعنی بعد سکون تاء آواز سین ساکن باید برآورد گویا اجتماع ساکنین شود بدون آل صفت ہمس حاصل نمی شود بچنین در کاف ساکن در وقف بعد سکون کاف یک سین ساکن بآواز خفیف باید گفت و بچنین در حروف قلقلہ و دیگر صفات فساد باختراع کردہ تعلیم مروج ساختہ۔ سبحان اللہ در عبارات کتب قرآنی تہ چہ غلط فہمی کرد کہ امام علم شریف را بخیل مرکب خود فاسد ساختہ انتہی بقدر الحاجتہ۔“ (تحفہ نذریہ)

(ترجمہ) حروف کی صفات کے مقدمہ و تفصیل میں ایسا فساد برپا کیا گیا ہے کہ اگر بالفرض ان حضرات کے خود ساختہ قواعد کے مطابق کلام اللہ کو پڑھا جائے تو قرآن کریم میں تحریف کرنا یعنی کلام اللہ کے مفہوم کو بدل کے رکھ دینا لازم آئے گا کیونکہ ان حضرات کا یہ کہنا ہے کہ حروف مہوسہ حالت وقف میں تاء اور کاف کے سکون کے بعد کسی اور حرف کی آواز پیدا ہوگی پھر جب لوگوں نے اس طرح کے خیالات رکھنے والے شخص کے تلامذہ سے (جو اسی نظریے کے قائل تھے) اس قول کے معنی دریافت کئے تو انہوں نے بتایا کہ جیسے لفظ خَلِقَتْ میں تاء کے سکون کے بعد سین کی آواز پیدا کرتے ہوئے خُلِقَتْس پڑھنا چاہیے اس سے اگرچہ اجتماع ساکنین تو لازم آئے گا مگر اس کے بغیر صفت ہمس حاصل نہیں ہو سکتی ہے ایسے ہی کاف

ساکن میں حالت وقف میں کاف کے سکون کے بعد ایک سین ساکن خفیف آواز سے پڑھنی چاہیے اور اسی طرح حروف قلقلہ میں بھی اور دیگر کئی صفات میں اپنے پاس سے بہت سے فسادات گھر گھر کے لوگوں کو تعلیم دیتا رہا ہے۔ سبحان اللہ کتب قرأت کی عبارات میں کس قدر غلط فہمی سے کام لیا ہے اور اس علم شریف کو اپنے جہل مرکب کے ساتھ کیسا فاسد کر دیا ہے۔

نیز رسالہ مذکورہ میں دوسرے مقام پر ص ۳۲ میں فرماتے ہیں ”کافر احتیاط کند تا کاف فارسی کہ آں را کاف صماء گویند نگر دو خصوصاً وقتے کہ مکرر باشد مانند بِشْرٍ کَکُمُ وَاَمَّا قَبْلُ مَهْمُوسَهْ آید مانند تَسْتَكْثِرُوْا بسیار احتیاط کند کہ صوت در اں جاری نہ شود چنانچہ لغت بعضے عجیبانست“ (ترجمہ) کاف میں یہ احتیاط کرنی چاہیے کہ کہیں ادائیگی میں فارسی کاف نہ بن جائے جس کو کاف صماء کہتے ہیں اور دو جگہوں پر خصوصی احتیاط کرنی چاہیے کہ اس میں آواز جاری نہ ہو جیسا کہ بعض عجمی (غیر عرب) لوگ کرتے ہیں:

(۱) جہاں کاف مکر آئے جیسے بِشْرِ کُکْم۔

(۲) جہاں کاف کسی مہوسہ حرف سے قبل ہو جیسے: تَسْتَكْثِرُوا

حضرت قاری محمد علی صاحب جلال آبادی حجتہ القاری مطبوعہ محمود المطالع کانپور ص ۳۵ میں فرماتے ہیں ”کاف باکاف فارسی نیامیزد و بائے ہوز ہم درو پیدا نشو خاصہ وقتے کہ پیش از حرف مہوسہ در آید نحو **تَسْتَكْفِرُوا** پنجہیں اگر مکرر باشد **نحو بِشْرٍ كَكُم** (ترجمہ) کاف کو کاف فارسی سے نہ ملائیں ایسے میں دوہائے ہوز بھی نہ پیدا ہوں خصوصاً اس وقت کہ جب حرف مہوس سے قبل آئے جیسے **تَسْتَكْفِرُوا** اور اسی طرح اگر (کاف) مکرر آجائے جیسے **بِشْرٍ كَكُم**۔

وقال العلامة الجزري في المقدمة الجزرية هـ

وَرَاعَ شِدَّةَ بِكَافٍ وَبِتَا

كُشِرَ كُكُمْ وَتَوَفَّى فِتْنًا

(ترجمہ) اور رعایت کرمفت شدت کی کاف اور تاء میں جیسے بِشْرٍ کُفْمٌ - تَوَفَّی اور فَتْسَا -

فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

کتابتہ العبد المسکین قاری محمد یامین غفی عنہ رب العلمین معلم التجوید فی مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون اوائل صفر ۱۳۳۸ھ

تقریظ: قاری المقری حضرت مولانا عبد الرحمن المکی ثم اللہ بادی عفی عنہ

جواب نہایت صحیح و مدلل اور متقدمین و متاخرین کی کتب و اداء کے مطابق ہے۔

تقریظ: کترین خلائق (قاری) عبدالوہید الہ آبادی عفا اللہ عنہ۔ خادم درجہ قرأت مدرسہ عالیہ دیوبند ضلع سہارنپور
حضرت مولانا مرشدنا تھانوی افاض اللہ تعالیٰ علی برکاتہم نے احقر کو یہ فتویٰ دکھلایا۔ احقر حرف بحرف اس جواب سے متفق
ہے۔ احقر سے اکثر لوگوں نے اس قسم کے سوالات کئے تھے جن کے مختلف طور سے جوابات دیئے گئے۔ جو بفضلہ تعالیٰ اس
جواب میں مع شے زائد سب مضامین موجود ہیں احقر بوجہ عدم فرصت و بے سامانی اس حد تک نہیں کر سکا۔ اس تکمیل سے نہایت
مسرت ہے۔

تقریظ: حکیم الامت حضرت مولانا قاری اشرف علی صاحب تھانوی ۷ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ
میں مدت سے ایسی تحقیق کا شائق تھا اس رسالہ کو دیکھ کر جوش مسرت میں یہ شعر بیساختہ قلب میں آیا ۔
لله الحمد ہر آں چیز کہ خاطر میخواست
آخر آمد ز پس پردہ تقدیر پدید
جَزَى اللّٰهُ تَعَالٰی مُؤَلِّفَهَا خَيْرًا لِّجَزَائِ

فوائد مکیہ : ان حروف کے ماسوا سب مجبورہ ہیں۔

شرح : مطلب یہ ہے کہ حروف مہوسہ جو کہ دس ہیں ان کے علاوہ باقی انیس حروف مجبورہ ہیں جن کا بیان پہلے ہو چکا
ہے اور جن کا مجموعہ عَظْمٌ وَزَنٌ قَارِئٍ ذِی غَضٍّ جَدُّ طَلَبٌ ہے بعض نے اس کا مجموعہ یہ لکھا ہے۔ ظل قود
بض اذ غرا جند مطیع اور صفت ہمس صفت جہر کی ضد ہے۔

فوائد مکیہ : شدیدہ کے آٹھ حروف ہیں جن کا مجموعہ اِحْدُ قَطْبٌ بَکْتُ ہے۔

شرح : حضرت مصنفؒ یہاں سے صفت شدت بیان کر رہے ہیں سب سے پہلے یہ بیان کیا ہے کہ صفت شدت کے آٹھ
حروف جن کا مجموعہ اِحْدُ قَطْبٌ بَکْتُ (ترجمہ) اچھا کام کر اور اسی پر اکتفا کروہ اچھا کام غالب ہو کر رہے گا۔ میں جمع ہیں۔
علامہ شاطبیؒ نے حروف شدیدہ کو اس طرح بیان کیا ہے ۔

اَجَدْتُ كَقُطْبٍ لِّلشَّدِيدِ دَقَّةً مِّثْلًا

ترجمہ: ”اَجَدْتُ كَقُطْبٍ“ (یعنی پاتا ہوں میں مانند مدار کے یا پاتا ہوں میں مانند ستارے کے
قُطْب کے معنی مدار بھی ہے اور ستارہ بھی ہے) آٹھ حروف کا مجموعہ حروف شدیدہ کے لئے متعین کیا گیا
ہے۔ یہ صفت قوی ہے۔“

فوائد مکبہ : ان کے سکون کے وقت آواز رک جاتی ہے۔

شرح : اب حضرت مصنفؒ صفت شدیدہ کی تعریف بیان کر رہے ہیں انہوں نے سکون کی قید لگائی ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صفت شدت حروف میں حالت سکون میں پائی جاتی ہے متحرک ہونے کی حالت میں نہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں بلکہ یہ صفت سکون و متحرک دونوں حالتوں میں پائی جاتی ہے کیونکہ یہ صفت لازمہ ہے اور صفت لازمہ کے لئے کسی قید کی ضرورت نہیں ہوتی۔

در اصل حضرت مصنفؒ نے جو سکون کی قید لگائی ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ جب حروف شدیدہ متحرک ہوں تو ان کی آواز جو جاری ہوتی ہے وہ حرکت کی ہوتی ہے اس وقت صفت شدت کم محسوس ہوتی ہے اور سکون میں آواز بند ہو جاتی ہے اس لیے صفت شدت بھی زیادہ محسوس ہوتی ہے جیسا کہ اس کی تعریف میں بیان کیا گیا ہے۔

شدت کے معنی سختی اور قوت کے ہیں جن حروف میں یہ صفت پائی جائے انہیں حروف شدیدہ کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کو ادا کرتے وقت آواز ان کے مخرج میں ایسی سختی اور قوت کے ساتھ ٹھہرتی ہے کہ آواز کا جاری رہنا بند ہو جاتا ہے اور آواز میں ایک قسم کی سختی ہوتی ہے۔ مثلاً اَحَدٌ کی دال۔ حروف شدیدہ آٹھ ہیں جیسا کہ ان کا مجموعہ بیان کیا جا چکا ہے۔

فوائد مکبہ : پانچ حروف متوسط ہیں جن کا مجموعہ لِنْ عُمُرْ ہے۔

شرح : یہاں سے صفت متوسط کا بیان شروع کیا گیا ہے اور یہ صفت پانچ حروف میں پائی جاتی ہے جن کا مجموعہ لِنْ عُمُرْ (اے عمر نری کر) ہے۔ علامہ شاطبیؒ نے حروف متوسط کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔

وَمَا بَيْنَ رُخْوٍ وَالشَّدِيدِ عُمُرٌ نَلْ

ترجمہ: ”اور رخو اور شدیدہ کے درمیان عُمُرٌ نَلْ (اے عمر پاتو) یا حروف ناعمد اخذ ہے۔ پانچ حروف متوسط ہیں۔“

علامہ جزری ان کو اس طرح بیان فرما رہے ہیں۔

وَبَيْنَ رُخْوٍ وَالشَّدِيدِ لِنْ عُمُرٌ

ترجمہ: ”اور درمیان رخو اور شدیدہ کے حروف متوسط لِنْ عُمُرٌ ہیں۔“

نوٹ : بعض نے حروف متوسط کی تعداد آٹھ بیان کی ہے اور ان میں حروف مدہ کو بھی شامل کیا ہے ان کی بات غلط ہے حروف متوسط پانچ ہیں جیسا کہ تحقیق سے ثابت ہے اور اس کی تردید علامہ شاطبیؒ اس طرح فرماتے ہیں:

و (وَائِ) حُرُوفُ الْمَدِّ وَالرَّخْوِ كَمَلًا

ترجمہ: اور وائِ حروف مدہ اور حروف رخوہ کو کامل کرتے ہیں یعنی حروف مدہ حروف متوسطہ میں سے نہیں جیسا کہ بعض نے کہا ہے بلکہ یہ رخوہ میں سے ہیں۔“

فوائد مکيه: ان میں بالکل آواز بند نہیں ہوتی۔

شرح: یہاں صفت متوسطہ کی توضیح کی گئی ہے تو وسط کا معنی بین بین یعنی درمیان درمیان کے ہے یعنی جن حروف میں یہ صفت پائی جائے انہیں حروف متوسطہ کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان کے ادا کرتے وقت آواز ان کے نخرج میں نہ تو پوری طرح جاری رہتی ہے اور نہ بند ہوتی ہے جیسا کہ حضرت مصنفؒ بھی فرما رہے ہیں۔ بلکہ درمیانی حالت ہوتی ہے جیسا کہ اس صفت کے معنی سے واضح ہے یعنی شدت ناقصہ اور رخاوت ناقصہ پائی جائے۔

فوائد مکيه: باقی حروف ماسواشدیدہ اور متوسطہ کے سب رخوہ ہیں۔

شرح: حروف شدیدہ آٹھ ہیں اور حروف متوسطہ پانچ ہیں ان تیرہ حروف کے علاوہ بقایا سولہ حروف رخوہ ہیں جن کا مجموعہ یہ ہے خُسَّ حَظَّ شِصَّ هِزَّ وَ صِغَتْ يَافَذَّ۔ (ترجمہ: کم نصیبی محنت کی کمی اور پراگندہ حالی سے ہے اے پریشان آدمی)

فوائد مکيه: یعنی ان کی آواز جاری ہو سکتی ہے۔

شرح: صفت رخوت کی توضیح فرما رہے ہیں۔ رخوت کے معنی نرمی کے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے تَجَرُّجِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً (ص - ۳۶) (ترجمہ) وہ اس کے حکم سے نرم نرم چلتی ہے۔

جن حروف میں یہ صفت پائی جائے انہیں حروف رخوہ کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرتے وقت آواز ان کے نخرج میں ایسی نرمی سے ٹھہرے کہ آواز جاری رہے اور آواز میں ایک قسم کی نرمی پائی جائے جیسے الناس کی سین یہ صفت شدت کی ضد ہے اور یہ صفت ضعیف ہے۔

یہاں تک حضرت مصنفؒ نے صفات لازمہ کی چار اہم صفات بیان کی ہیں اور ان چار صفات کی مزید تشریح و توضیح اس طرح سمجھی جاسکتی ہے۔

خارج ہونے والی ہوا جو حرف کی صفت ہے اگر قوی آواز کے ساتھ پیدا ہو رہی ہے۔ تو یہ صفت جبر ہے اور اگر آواز کے

علاوہ کچھ سانس بھی حرف کے ساتھ جاری رہے تو صفت ہمس ہے پھر اگر حرف کی آواز مخرج میں بالکل بند ہو جائے تو اسے صفت شدت کہتے ہیں۔ جیسے اَلْحَجَّج کی جیم پر وقف کرنے کی صورت میں آواز مخرج میں بالکل بند ہو جاتی ہے اور فوری طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ جیم میں صفت شدت اور صفت جہر پائی جا رہی ہیں۔

مگر اس کے برعکس اگر حرف کی آواز پوری طرح جاری رہے اور رکے نہیں تو اس صفت کو صفت رخوت کہتے ہیں مثلاً الْقَرَيْش کی شین پر وقف کرنے سے آواز اور سانس بند نہیں ہوتے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شین میں ہمس اور رخوت کی صفات پائی جا رہی ہیں۔ ایسے ہی اگر آواز پوری طرح نہ تو جاری ہو اور نہ ہی بند ہو۔ تو اسے صفت توسط کہتے ہیں۔ مثلاً ظَلَّ پروفقا درمیانی کیفیت ہوتی ہے۔

ان چاروں صفات کو آپس میں ملانے سے حروف کی چار اقسام ہوتی ہیں۔

(۱) مجہورہ شدیدہ

کل چھ حروف ہیں: (۱) ہمزہ (۲) جیم (۳) دال (۴) قاف (۵) طاء اور (۶) باء
ان حروف میں آواز بلند اور بند ہوگی۔

(۲) مجہورہ رخوہ

کل سات حروف ہیں: (۱) الف (۲) واو (۳) یاء (۴) زال (۵) ضاد
(۶) ظاء اور (۷) غین۔ ان حروف میں آواز بلند اور جاری ہوگی۔

(۳) مہموسہ شدیدہ

یہ دو حروف ہیں: (۱) کاف اور (۲) تاء۔ ان دونوں حروف میں آواز پست اور بند ہوگی۔

(۴) مہموسہ رخوہ

کل آٹھ حروف ہیں: (۱) ثاء (۲) حاء (۳) خاء (۴) سین (۵) شین (۶) صاد (۷) فاء اور (۸) ہاء۔ ان حروف میں آواز پست اور جاری رہے گی۔ اور حروف متوسطہ یعنی لَمَّ عُمَرُو کے پانچ حروف متوسطہ مجہورہ ہیں۔

فوائد مکبہ: خُصَّ ضَغِطٍ قِطْ یہ حروف متصف ہیں ساتھ استعلاء کے

شرح: یہاں سے صفت استعلاء کا بیان شروع ہوا ہے جن حروف میں یہ صفت پائی جاتی ہے وہ سات ہیں جن کا مجموعہ خُصَّ ضَغِطٍ قِطْ (ترجمہ: دنیا کے تفاخر کے درپے ہو کر وقت ضائع نہ کرو) ہے۔ علامہ شاطبی نے حروف استعلاء کو اس طرح بیان فرمایا ہے

وَقَطَّ خُصَّ ضَغَطٍ سَبْعُ عَلَوٍ----

ترجمہ: ”اور قَطَّ خُصَّ ضَغَطٍ سات حروف مستعلیہ ہیں۔“

اور علامہ جزریؒ ان حروف استعلاء کو ایسے بیان فرما رہے ہیں۔

وَسَبْعُ عَلَوٍ خُصَّ ضَغَطٍ قَطَّ حَصَرٍ

ترجمہ: ”اور سات حروف ہیں مستعلیہ خُصَّ ضَغَطٍ قَطَّ میں منحصر یعنی جمع ہیں۔“

فوائد مکبہ : یعنی ان کے ادا کرتے وقت اکثر حصہ زبان کا تالو کی طرف بلند ہو جاتا ہے۔

شرح : صفت استعلاء کی توضیح میں حضرت مصنفؒ فرماتے ہیں کہ ان حروف مستعلیہ کو ادا کرتے وقت زبان کا اکثر حصہ (اس سے مراد زبان کی جڑ ہے) تالو کی طرف اٹھ جاتا ہے۔ یعنی زبان کی جڑ تالو کی طرف صرف بلند ہوتی ہے تالو سے ملتی نہیں ہے بلکہ جدا رہتی ہے۔

استعلاء کے لغوی معنی ہیں بلندی کی طرف اٹھنا۔ جن حروف میں یہ صفت پائی جائے انہیں حروف مستعلیہ کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کو ادا کرتے وقت زبان کی جڑ اوپر کے تالو کی طرف اٹھ جاتی ہے جس کی وجہ سے یہ حروف خوب پر ہو جاتے ہیں جیسے قَالَ کا قاف۔ علماء تجوید کے نزدیک صفت استعلاء قوی صفت ہے۔

فوائد مکبہ : اس کے ماسوا سب حروف استفال کے ساتھ متصف ہیں۔

شرح : مطلب یہ ہے کہ حروف مستعلیہ جو کہ خُصَّ ضَغَطٍ قَطَّ کے مجموعہ میں جمع ہیں ان کے علاوہ باقی بائیس حروف حروف مستقلہ ہیں جس کا مجموعہ مَنْ أَخَذَ وَجَدَ سَعَةً فَزَكَ حَقُّ لَهُ شَرْبٌ غَيْثٍ (ترجمہ: جو وسعت مال کی تو نگری پائے اور وہ مال پاکیزہ ہو بارش رحمت کا پینا اس کو جائز ہے) ہے۔

فوائد مکبہ : ان کے ادا کرتے وقت اکثر حصہ زبان کا بلند نہ ہوگا۔

شرح : مستقلہ کی تعریف میں حضرت مصنفؒ فرماتے ہیں کہ ان مستقلہ حروف کو ادا کرتے وقت زبان کی جڑ اوپر کے تالو کی طرف نہیں اٹھے گی۔

استفال کے لغوی معنی نیچے رہنے کے ہیں جن حروف میں یہ صفت پائی جائے انہیں مستقلہ کہتے ہیں۔ اس صفت کا مطلب یہ ہے کہ ان حروف کو ادا کرتے وقت زبان کی جڑ اوپر کے تالو کی طرف نہیں اٹھتی ہے جس کی وجہ سے یہ حروف ادائیگی میں باریک رہتے ہیں جیسے حَبْلٌ کالام۔

یہ صفت ضعیف ہے۔ صفت استعلاء اور صفت استفال ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

فوائد مکیہ : صَطْطُضْ یہ حروف متصف ہیں طباق کے۔

شرح : صفت طباق چار حروف میں پائی جاتی ہے جن کا مجموعہ صَطْطُضْ ہے۔ علامہ شاطبیؒ نے حروف مطبقہ کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔

----- وَمُطَبَّقٌ
هُوَ الضَّادُ وَالظَّاءُ اَعْجَمًا وَاِنْ اِهْمَلَا

ترجمہ: ”اور حروف مطبقہ ضاد اور طاء ہیں خواہ یہ دونوں بانقطہ ہوں یا بے نقطہ۔“

یعنی ضاد اور طاء کے نقطے ہوتے ہیں اور اسی طرح طاء اور صاد نقطے کے بغیر ہوتے ہیں لکھنے میں شکل ایک جیسی ہے۔ بظاہر نقطے ان میں فرق کرتے ہیں اور آواز ان کی مختلف ہوتی ہے صفات کی وجہ سے۔

اور علامہ جزریؒ نے حروف مطبقہ کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔

وَصَادُ ضَادٌ طَاءٌ ظَاءٌ مُطَبَّقَةٌ

ترجمہ: ”اور صاد۔ ضاد۔ طاء۔ ظاء۔ حروف مطبقہ ہیں۔“

فوائد مکیہ : یعنی ان کے ادا کرتے وقت اکثر حصہ زبان کا تالو سے مل جاتا ہے۔

شرح : اب صفت طباق کی توضیح فرما رہے ہیں۔ طباق کے معنی ڈھانپنا یا لپٹنے کے ہیں۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبِقٍ ۝ (الانشقاق) (ترجمہ: تمہیں ایک حالت کے بعد دوسری حالت سے بھی گزرنا ہوگا۔) جن حروف میں یہ صفت پائی جائے انہیں حروف مطبقہ کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کو ادا کرتے وقت زبان کا پیچ یعنی درمیانی حصہ تالو کے ساتھ ملصق ہو جاتا ہے۔ یعنی مل جاتا ہے جس کی وجہ سے یہ چاروں حروف خوب پر ہو جاتے ہیں جیسے حُطَامًا کی طاء۔ صفت طباق قوی صفت ہے۔

فوائد مکیہ : ان چار حروف کے سوا باقی حروف انفتاح سے متصف ہیں۔ یعنی ان کے ادا کرتے وقت اکثر زبان تالو سے ملتی نہیں۔

شرح : حضرت مصنف صفت انفتاح کو بیان فرما رہے ہیں۔ جو کہ صفت طباق کی ضد ہے۔ مطبقہ چار حروف کے علاوہ باقی تمام حروف مفتوحہ ہیں۔ ان کو ادا کرتے وقت زبان کا پیچ یعنی درمیانی حصہ تالو سے جدا رہتا ہے۔

افتتاح کے معنی افتراق الگ اور جدا ہونے کے ہیں۔ جن حروف میں یہ صفت پائی جائے انہیں مفتوحہ کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کو ادا کرتے وقت زبان کا بیچ اوپر کے تالو سے جدا رہتا ہے۔ خواہ زبان کی جڑ اوپر کی طرف اٹھ جائے۔ جیسے: غ۔ خ۔ ق میں بلند ہوتی ہے مستعلیہ ہونے کی وجہ سے حضرت مصطفیٰ کی عبارت یعنی ”ان کے ادا کرتے وقت اکثر زبان تالو سے ملتی نہیں“ اسی کی طرف مشیر ہے۔

جس کی وجہ سے یہ حروف باریک ادا ہوتے ہیں۔ جیسے یَسْمَعُونَ کے تمام حروف۔ مطبقہ کے علاوہ باقی پچیس حروف مفتوحہ ہیں جن کا مجموعہ مَن أَخَذَ وَجَدَ سَعَةً فَرَّكَ حَقُّ لَهُ شَرْبٌ غِیْثٌ (ترجمہ: جو وسعت مال کی تو نگری پائے اور وہ مال پاکیزہ ہو بارش رحمت کا پینا اس کو جائز ہے) ہے۔ یہ صفت ضعیف ہے۔ مگر ضعیف ہونے کے باوجود علامہ جزری نے اس کی اہمیت کو اس طرح بیان کیا ہے:

وَحَلِصَ انْفِتَاحٌ مَّحْذُورًا عَسَلَى
خَوْفَ اشْتِبَاهِهِ بِمَحْظُورٍ عَصَلَى
ترجمہ: اور مَحْذُورًا اور عَسَلَى کے افتتاح کو خالص (ترقیق کے ساتھ) ادا کرو ان کے مشتبہ ہو جانے کے ڈر سے مَحْظُورًا اور عَصَلَى کے ساتھ۔

علامہ جزری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صفت افتتاح کو اگر مَحْذُورًا کی ذال میں اور عَسَلَى کی سین میں ادا نہ کیا۔ تو مَحْذُورًا کی ذال ظاء سے بدل جائے گی اور یہ مَحْظُورًا بن جائے گا۔ اور عَسَلَى کی سین صاد سے بدل جائے گی اور یہ عَصَلَى بن جائے گا۔ ایک حرف دوسرے حرف سے بدلنے کی وجہ سے یہ لکھن جلی ہوگی۔ اس لیے کہ مَحْذُورًا بالذال کا معنی ہے۔ خوفناک اور مَحْظُورًا بالظاء کا معنی ہے ممنوع۔ اسی طرح عَسَلَى بالسين کا معنی ہے قریب اور عَصَلَى بالصاد کا معنی ہے اس نے نافرمانی کی۔

لہذا اس سے معلوم ہوا کہ صفت افتتاح جن جن حروف میں پائی گئی ہے ان میں خاص اہتمام کے ساتھ ادا کی جائے تاکہ کوئی حرف دوسرے حرف سے بدل کر لکھن جلی نہ ہو جائے۔

فوائد مکبہ : یہ صفات جو ذکر کئے گئے ہیں متضادہ ہیں۔

شرح : حضرت مصنفؒ نے یہاں تک صفات لازمہ متضادہ کو بیان کیا ہے جیسا کہ شروع میں ذکر بھی فرمایا ہے۔ یہاں پر چار صفات اور ان کی چار ہی اضداد کو بیان کیا ہے۔

فوائد مکبہ : جہر کی ضد ہمس ہے۔ رخو کی ضد شدت ہے اور استعلاء کی ضد استغفال اور اطباق کی ضد افتتاح۔

شرح : یہاں توضیح فرما رہے ہیں کہ صفات لازمہ متضادہ جو بیان کی ہیں ان میں کون سی صفت کسی کی ضد ہے فرمایا کہ جہر کی ضد ہمس ہے رخوت کی ضد شدت ہے اور استعلاء کی ضد استفال ہے اور اطباق کی ضد انفتاح ہے۔

فوائد مکبہ : تو ہر حرف چار صفتوں کے ساتھ ضرور متصف ہوگا۔

شرح : صفات لازمہ متضادہ ایسی صفات کو کہتے ہیں کہ نہ تو وہ دونوں کسی ایک حرف میں جمع ہوں اور نہ کوئی حرف ان سے خالی ہو۔ حضرت مصنفؒ توضیح فرما رہے ہیں کہ ہر حرف میں چار صفتیں ضروری پائی جائیں گی۔ ایسا نہیں ہے کہ حروف تہجی میں سے کوئی حرف صفات لازمہ متضادہ میں نہ پایا جائے اگر کوئی حرف صفت جہر میں ہے تو ہمس میں نہ ہوگا اور اگر صفت ہمس میں ہے تو صفت جہر میں نہ ہوگا۔ اسی طرح صفت شدت میں جو حرف ہوگا تو وہ رخوت اور توسط میں نہ ہوگا اور اگر صفت رخوت میں جو حرف ہوگا تو شدت اور توسط میں نہ ہوگا ایسے ہی صفت توسط میں اگر کوئی حرف ہے تو وہ صفت رخوت اور صفت شدت دونوں میں نہ ہوگا یہ اصول تمام صفات متضادہ میں کارفرما رہے گا۔

نوٹ : حضرت مصنفؒ نے صفت ازلاق اور صفت اصمات کا تذکرہ نہیں فرمایا اسے یہاں بیان کیا جاتا ہے۔

صفت ازلاق

ازلاق کے معنی کنارہ اور پھسلنے کے ہیں۔ جن حروف میں یہ صفت ازلاق پائی جاتی ہے انہیں حروف مذلقہ کہتے ہیں مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ حروف اپنے مخارج یعنی ہونٹ اور زبان کے کنارہ سے بہت سہولت اور جلدی سے ادا ہوتے ہیں مثلاً زَلْفًا کی فاء اور لام۔

یہ چھ حروف ہیں جن کا مجموعہ فَرَّ مَن لَّبَّ (ترجمہ: اللہ کی جانب رجوع کرنے والا شخص عقلمند ہے) ہے۔

صفت اصمات

اصمات کے معنی منع کرنا اور روکنے کے ہیں۔ جن حروف میں یہ صفت پائی جاتی ہے۔ انہیں حروف مصمتہ کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ یہ حروف اپنے مخارج سے بہت مضبوطی اور گرائی کے ساتھ ادا ہوتے ہیں۔ مثلاً خَيْرٌ کی خاء۔ حروف مذلقہ کے علاوہ باقی تیس حروف مصمتہ ہیں جن کا مجموعہ جَزَّ غَشَّ سَاخَطَ صَدَّقَ اذَّو عَطَّ يَحْضُكُ (ترجمہ: اس غصہ کرنے والے کے دھوکے سے درگزر کر جو نیک آدمی کو روکے، کیونکہ اس کو نصیحت تجھے خیر پر آمادہ کرے گی) ہے۔

حضرت مصنفؒ نے صفت اذلاق اور اصمات کو کیوں بیان نہیں فرمایا؟

صفت اذلاق اور صفت اصمات کو بعض مصنفین نے بیان کیا ہے جیسے علامہ جزریؒ نے المقدمة الجزریہ میں بیان کیا ہے۔ شافعیہ لابن حاسب میں بھی یہ موجود ہیں۔ ایسے ہی نہایت القول المفید اور طیبہ میں بھی ان کو بیان کیا گیا ہے۔ اور بعض مصنفین نے ان دونوں صفات کو بیان نہیں کیا۔

جیسے علامہ شاطبیؒ نے اپنے قصیدے شاطبیہ میں بیان نہیں کیا ایسے ہی النثر - جہد المقل - التہید اور الرعایہ میں ان دونوں صفات کو بیان نہیں کیا۔ جن مصنفین نے ان دونوں صفات کو بیان نہیں کیا۔ انہوں نے اختصار کی وجہ سے بیان نہیں کیا۔ اور فن کی انہی کتب کی تقلید میں حضرت مصنفؒ نے بھی اختصار کی وجہ سے ان دونوں صفات کو بیان نہیں کیا۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ صفات لازمہ متضادہ میں پہلی چار صفات - ہمس - جہر - شدت اور رخوت ہیں۔

ہمس کا معنی پستی اور ضعف کے ہیں جہر کا معنی بلندی ہے اور شدت کا معنی قوت اور سختی کے ہیں۔ رخوت کا معنی نرمی ہے ان چار صفات میں جو پستی - بلندی اور سختی - نرمی بیان کی گئی ہیں۔ صفت اذلاق اور اصمات کا بھی یہی مطلب ہے۔ یعنی سہولت سے ادا ہونا اور مضبوطی اور جماؤ کے ساتھ ادا ہونا ایسا مفہوم ہے جو پہلی چار صفات میں پایا گیا ہے۔

تیسری وجہ جو بعض اساتذہ فن نے بیان فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت مصنفؒ نے ان صفات کو یہاں اس لیے ذکر نہیں فرمایا ہے کہ ان کا تعلق تجوید کی بہ نسبت نحو سے زیادہ ہے۔

بعض مصنفین نے جو صفت اذلاق اور صفت اصمات کو ذکر نہیں کیا اس کی وجہ ان کتب کے مصنفین نے کہا ہے کہ ان دونوں صفات کا تعلق اداء و تجوید کے بجائے وضع اور عربیت سے ہے سوان کے نزدیک اذلاق کے معنی یہ ہیں کہ عربی لغت و زبان میں ایسا تو ہو سکتا ہے کہ کوئی رباعی یا خماسی (یعنی چار یا پانچ اصلی حروف والا) کلمہ مصمۃ حروف کے شامل ہوئے بغیر مذلقہ ہی سے مرکب ہو جائے لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ رباعی یا خماسی کلمہ مصمۃ حروف ہی سے مرکب ہو جائے اور اس میں مذلقہ حرف کوئی بھی شامل نہ ہو بلکہ ایسے کلمات میں ایک حرف مذلقہ کا ہونا ضروری و لا بدی امر ہے۔ گو بعض کلمات میں ایک سے زائد حروف بھی پائے جاتے ہیں مثلاً جَعْفَر - قَمَطَر - سَفَرٌ جَل - قَدْ عَمِل - جَحْمَرِش وغیرہ اور اصمات کے معنی یہ ہیں کہ مصمۃ حروف اس بات سے منع کئے گئے ہیں کہ کسی رباعی یا خماسی کلمہ کی بناء انہی حروف کے ساتھ مخصوص ہو جائے اور اس میں اذلاق کا کوئی حرف بھی شامل نہ ہو۔ یہ بات ممنوع اور غیر موجود ہے پس گویا یہ حروف عرب کو اس باز سے خاموش و منع اور خالی کرتے ہیں کہ وہ اپنی زبان میں کوئی رباعی یا خماسی کلمہ ایسا پائیں جو صرف مصمۃ حروف سے مرکب ہو گیا ہو اور مذلقہ میں سے ایک حرف بھی اس میں شامل نہ ہو اور یہ اس لیے ہے کہ بہ نسبت مذلقہ کے یہ حروف قدرے ثقیل و

دشوار ہیں پس رباعی اور خماسی کلمہ میں ایک ثقل تو طوالت کا پایا جاتا ہے پھر اگر وہ کلمہ صرف مصمتہ حروف سے بن جاتا تو اس میں دوسرا ثقل تلفظ کا آ جاتا اس لیے کسی مذلقہ حرف کی ثقلیت ضروری ہوتی تاکہ اس کی خفت و سہولت سے مصمتہ کے ثقل و دشواری کا ازالہ ہو جاتے اور عَسَّجَد - ذَهْدَقَة - زَهْرَقَة - عَسْطَوْس - عَسْطَس شواذ کے قلیل سے ہیں اس تقریر پر مصمتہ بمعنی ممنوع اور مصمتہ بمعنی ساکت ہے۔

یاد رہے کہ مروجہ نصاب تجوید جمال القرآن تیسیر التبیان اور المقدمۃ الجذریہ میں ان کا بیان ہوا ہے اسی لیے ان کو ہم نے یہاں بیان کیا ہے۔ نیز ایک بات یہ بھی ذہن نشین رہے کہ اختصار کی بناء پر حضرت مصنفؒ نے اگر ان کو یہاں بیان نہیں فرمایا تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ حضرت مصنفؒ اور دیگر وہ مصنفین جو ان دونوں صفات کا تذکرہ نہیں فرما رہے ہیں وہ ان صفات کے وجود سے انکاری ہیں۔ بلکہ وہ ان کے وجود کو مانتے ہیں۔

فوائد مکبہ : باقی صفات کی ضد نہیں ہے۔

شرح : حضرت مصنفؒ کا فرمان کہ باقی صفات کی ضد نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ اب یہاں سے صفات لازمہ غیر متضادہ کا بیان شروع ہو رہا ہے اور صفات لازمہ غیر متضادہ کی ضد نہیں ہوتی۔

صفات لازمہ غیر متضادہ کی تعریف

یہ حروف کی وہ لازمی اور ضروری صفات ہیں جن کا حرف میں پایا جانا لازمی اور ضروری ہو مگر اپنے مفہوم کے اعتبار سے بالکل الگ الگ ہوں۔ ضدیت اور تقابل ہرگز نہ ہو۔ یہ صفات بعض حروف میں ہوں گی اور بعض میں نہ ہوں گی۔

صفات لازمہ متضادہ اور صفات لازمہ غیر متضادہ میں فرق

صفات لازمہ متضادہ اور صفات لازمہ غیر متضادہ میں بنیادی فرق یہ ہے کہ صفات لازمہ متضادہ تمام حروف میں پائی جاتی ہیں جب کہ صفات لازمہ غیر متضادہ صرف بعض حروف میں پائی جاتی ہیں۔

فوائد مکبہ : قلقلہ کے پانچ حروف ہیں جن کا مجموعہ قُطْبُ جَدِّ ہے۔

شرح : صفات لازمہ غیر متضادہ میں سب سے پہلی صفت قلقلہ ہے۔ حضرت مصنفؒ نے فرمایا کہ یہ پانچ حروف میں ہوتی ہے جن کا مجموعہ قُطْبُ جَدِّ (ترجمہ: بخت و عظمت کا مدار و مرکز) ہے۔ علامہ شاطبیؒ صفت قلقلہ کے متعلق

فرماتے ہیں ۔

وَفِي قُطْبٍ جَدِّ خَمْسٍ قَلْقَلَةٍ عَلَا

ترجمہ: ”اور قُطْبِ جَدِّ میں قلقلہ کے پانچ عالیشان حروف ہیں۔“

اور علامہ جزرئی نے حروف قلقلہ کو اس طرح بیان فرمایا ہے:

قَلْقَلَةُ قُطْبٍ جَدِّ ----

ترجمہ: اور حروف قلقلہ قُطْبِ جَدِّ ہیں۔

فوائد مکبہ : مگر قاف میں قلقلہ واجب اور باقی چار حروف میں جائز ہے۔

شرح : حضرت مصنفؒ فرماتے ہیں کہ قلقلہ قاف میں واجب ہے یہاں واجب سے مراد اکمل ہے اور آگے فرمایا کہ

باقی چار حروف میں قلقلہ جائز ہے اور اس سے مراد اکمل ہے۔

محققین کے نزدیک چونکہ حروف قلقلہ میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک حروف قلقلہ پانچ ہیں بعض کے نزدیک تین اور بعض کے نزدیک ایک ہے۔ مگر ان تمام محققین کی بیان کردہ اقسام میں حرف قاف لازماً شامل ہے۔ اور حضرت مصنفؒ نے حرف قاف میں قلقلہ واجب اور باقی چار میں جائز فرما کر اسی اختلاف کی جانب اشارہ فرمایا ہے۔ علامہ شاطبیؒ نے بھی قاف کے قلقلہ کے متعلق اس طرح فرمایا ہے ۔

وَأَعْرِفُ هُنَّ الْقَافُ كُلُّ يَعْدُهُا

ترجمہ: ”اور حروف قلقلہ میں سب سے زیادہ مشہور قاف ہے سب اس کو شامل کرتے ہیں۔“

فوائد مکبہ : قلقلہ کے معنی مخرج میں جنبش دینا بختمی کے ساتھ۔

شرح : اب قلقلہ کی تعریف بیان کی گئی ہے۔ قلقلہ کے معنی حرکت دینا اور بلانا ہے اور جن حروف میں یہ صفت پائی

جاتی ہے انہیں حروف مقلقلہ کہتے ہیں ان حروف کو ادا کرتے وقت حالت سکون میں ان کے مخرج کو حرکت ہو جاتی ہے مثلاً

وَقَبْ کی باء۔ مُسَدِّ کی دال وغیرہ۔ یہ صفت قوی ہے۔

علامہ جزرئیؒ نے حروف قلقلہ کی صحیح ادائیگی کی جانب اس طرح توجہ دلا رہے ہیں ۔

وَبَيِّنَنَّ مُقْلَقًا إِنْ سَكَنَا

وَرَأَى يَكُنْ فِي الْوَقْفِ كَانَ أَبِينَا

ترجمہ: ”اور خوب ظاہر کر حروف قلقلہ کو جب کہ وہ (سکون اصلی کے ساتھ) ساکن ہوں اور اگر (حروف قلقلہ) وقف کی حالت میں ہوں تو (ان میں قلقلہ) زیادہ واضح (اور ظاہر) ہوگا۔“

قلقلہ کی صحیح ادائیگی کا طریقہ

قلقلہ کے ادا کرنے میں اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ جس طرح آواز بلند تھی اس آواز کی بلندی کے ساتھ قلقلہ ادا کیا جائے کہ صاف صاف واضح سنائی دے۔ اس لئے کہ قلقلہ جن حروف میں ہوتا ہے وہ سب مجبورہ شدیدہ ہوتے ہیں۔ صفت قلقلہ ادا کرنے سے پہلے یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ حروف عموماً سکون کی حالت میں الصاق عضوین یعنی دو جسموں کے ملنے سے ادا ہوتے ہیں اور حروف متحرک انفکاک عضوین دو جسموں کی علیحدگی اور جدائی سے ادا ہوتے ہیں۔ یہ قاعدہ کلیہ تمام حروف میں عام ہے۔ سوائے حروف قلقلہ کے حروف قلقلہ ساکنہ میں الصاق عضوین کے بعد انفکاک عضوین بھی ضروری ہے۔ یہ انفکاک حروف قلقلہ غیر مشددہ میں فوری طور پر ہونا چاہیے ورنہ حروف قلقلہ مشددہ ہو جائیں گے۔ اور مشددہ میں الصاق کے بعد انفکاک فوری طور پر نہیں ہونا چاہیے ورنہ غیر مشددہ ہو جائیں گے۔

قلقلہ کے مراتب چار ہیں:

(۱) ساکن موقوف مشدد جیسے بِالْحَقِّ

(۲) ساکن موقوف مخفف جیسے مُحِيطٌ

(۳) وہ ساکن حرف جو کلمہ کے درمیان میں ہو جیسے يَجْمَعُ

(۴) متحرک مطلقاً جیسے طَبَعَ میں طاء اور باء

قلقلہ کی تین قسمیں ہیں:

(۱) الصغیرہ (۲) الکبیرہ (۳) الاکبر

(۱) الصغیرہ

ایسا حرف قلقلہ جو ساکن کلمہ کے درمیان میں ہو جیسے يَقْدِرُ

(۲) الکبیرہ

ایا حرف جو ساکن موقوف مخفف ہو جیسے اَلسَّجُودُ

(۳) الاکبر

ایا حرف جو ساکن موقوف مشدّد ہو جیسے اَشَقُّ

حروف قلقلہ کے مراتب کی توجہ

قلقلہ میں مراتب ثلاثہ کی توجہ یہ ہے کہ سکون غیر وقفی میں حرف قلقلہ کے بعد فوراً دوسرے حرف کا تلفظ کرنا ہوتا ہے اس لیے قلقلہ کو پوری طرح ادا کرنے کا موقع نہیں ملتا۔ اور وقفی سکون میں تھوڑی دیر ٹھہرنا ہوتا ہے اس لیے اچھی طرح ظاہر کرنے کا موقع مل جاتا ہے اور اس فرق کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ وقف میں چونکہ سانس ختم ہو رہا ہوتا ہے اس لیے اگر آخری حرف کے ادا کرنے میں پورے اہتمام سے کام نہ لیا جائے تو کما حقہ ادا نہیں ہوتا بخلاف ساکن غیر وقفی کے کہ اس میں یہ بات نہیں ہوتی اس لیے اس کے ظاہر کرنے کے لیے زیادہ اہتمام کرنے کی ضرورت نہیں پیش آتی باقی جو متحرک کا قلقلہ ہوتا ہے۔ وہ حرکت کے ساتھ خود ادا ہو جاتا ہے۔ اس وجہ سے اس کا کوئی خاص احساس نہیں ہوتا۔ اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے قلقلہ ہوا ہی نہیں۔ اس لیے اس کا مرتبہ سب سے کم ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

فوائد مکبہ : راء میں صفت تکرار کی ہے۔ مگر اس سے جہاں تک ممکن ہو احتراز کرنا چاہیے۔

شرح : یہاں سے راء میں پائی جانے والی صفت تکرار کا بیان شروع ہوا ہے اور فرماتے ہیں کہ یہ صفت راء میں پائی جاتی ہے اور اس کو ادا کرنا چاہیے مگر صفت تکرار کو بیان کرنے کے فوراً بعد فرما رہے ہیں کہ اس سے بچنا چاہیے بظاہر یہ تضاد ہے مگر دراصل بات یہ ہے کہ تکرار کا لغوی معنی ہوتا ہے ایک چیز کو بار بار حقیقی طور پر ادا کرنا اور یہاں اس کے حقیقی معنی مراد نہیں ہیں بلکہ مشابہت تکرار مراد ہے یعنی راء میں حقیقی تکرار احترازی صفت ہے۔ اور اس سے بچنا ضروری ہے جبکہ صفت ادائی مشابہت تکرار ہے۔

حقیقی تکرار سے بچنے کا طریقہ

حضرات قراء اور مجودین عظام نے یہ بیان فرمایا ہے کہ قرآن پڑھنے والے قاری کو چاہیے کہ راء کے ادا کرتے وقت سراء

زبان کو تالو کے ساتھ ایک بار مضبوطی سے اس طرح چمٹائے کہ لرزے نہ پائے۔ ان دونوں کا فرق اساتذہ سے تلقی پر موقوف ہے لکھنے سے یہ بات سمجھ میں نہیں آئے گی۔ یہ صفت قوی ہے۔

علامہ شاطبیؒ نے صفت تکرار اس طرح بیان فرمائی ہے:

----- وَرَاءُكَ رَزَتْ

ترجمہ: اور راء صفت تکریر سے متصف کی گئی ہے۔

اور علامہ جزریؒ نے صفت تکرار اس طرح بیان فرمائی ہے:

----- وَبِكَرِيرٍ جُعِلَ

ترجمہ: اور صفت تکریر کے ساتھ وہ راء خاص کی گئی ہے۔

اور جب راء مشدد ہو تو اس میں صفت تکریر کو بہت اہتمام اور احتیاط سے ادا کرنا چاہیے ایسا نہ ہو کہ تشدید کو ادا کرتے وقت کئی راء ادا ہو جائیں اور یہی حقیقی تکرار ہے جس سے بچنا نہایت ضروری ہے علامہ جزریؒ اس طرف اشارہ فرما رہے ہیں:

وَإِخْفِ تَكْرِيرًا إِذَا تَشَدَّدَ

اور چھپا صفت تکریر کو جب مشدد ہو وہ یعنی راء کو نرمی سے ادا کرو۔

تکرار حقیقی سے بچنے اور نشا بہت تکرار ادا کرنے کا صحیح طریقہ علمائے تجوید نے یہ بیان فرمایا ہے کہ طرف لسان کو اس کے مقابل اوپر کے تالو سے دفعۃً مضبوطی کے ساتھ خوب اچھی طرح ملا دیا جائے اور جب تک راء ادا نہ ہو زبان کو حرکت نہ دیں۔

فوائد مکبہ: شین میں صفت تفش ہے یعنی منہ میں صوت پھیلتی ہے۔

شرح: شین میں صفت لازمہ غیر متضادہ میں سے ایک صفت تفش ہے۔ اس کو ادا کرتے وقت آواز منہ میں پھیل جاتی ہے۔ حضرت مصنفؒ نے جو صفت تفش کی تعریف تحریر فرمائی ہے اس سے یہ بات بالکل واضح ہے اس پر لکھنے کی مزید کوئی ضرورت نہیں۔ مگر بعض لوگ شین کو ادا کرتے وقت صفت تفش کا خیال نہیں کرتے جس سے شین ناقص ادا ہوتا ہے اس کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔ تاکہ شین کامل ادا ہو۔ یہ صفت قوی ہے۔

علامہ شاطبیؒ نے صفت تفش کو اس طرح بیان کیا ہے:

----- وَشَيْنٌ بِالتَّفَشِّ تَعْمَلَا

ترجمہ: اور شین میں تفسی پر عمل پیرا ہو۔

علامہ جزریؒ نے صفت تفسی کو اس طرح بیان کیا ہے:

وَلَيْتَ تَفْشِي الشَّيْنُ -----

ترجمہ: اور صفت تفسی کے لیے شین ہے۔

فوائد مکبہ : اور ضاد میں صفت استطالت ہے۔

شرح : استطالت کے معنی لمبا اور درازی کے ہیں۔ حرف ضاد میں یہ صفت پائی جاتی ہے اسی لئے اسے حرف مستطیلہ کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اس حرف کو ادا کرتے وقت شروع حاذ سے آخر حاذ تک آواز کو درازی رہتی ہے۔ مثلاً الضالین کا ضاد۔

صفت استطالت کی صحت کا معیار علماء تجوید نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اگر ضاد کو ادا کرتے وقت آواز دال کے مشابہ ہو تو جان لینا چاہیے کہ صفت استطالت صحیح ادا نہیں ہوئی۔ اس لئے کہ دال میں صفت شدت کی وجہ سے جس صوت ہے جو مانع استطالت ہے۔ اور اگر ضاد کی آواز ظاء کے مشابہ ہو تو پھر اس وقت صفت استطالت کا ادا ہونا ممکن ہے جبکہ زبان کی نوک ظاء کے مخرج سے بالکل جدا رہے۔ حرف ضاد کو ظاء سے مشابہت تامہ حاصل ہے جیسا کہ صاحب الرعایہ فرماتے ہیں ”وَلَمْ يَخْتَلِفَا فِي السَّمْعِ“ لیکن یہ دلیل صرف مشابہ ہونے کی ہے مکمل ظاء ہونے کی نہیں اور اگر ضاد کو ظاء کے مخرج سے ادا کیا جائے تو لحن جلی ہوگی۔ استطالت صفت قوی ہے۔

علامہ شاطبیؒ نے صفت استطالت کو اس طرح بیان فرمایا ہے:

كَمَا الْمُسْتَطِيلُ الضَّادُ لَيْسَ بِأَغْفَلَ

ترجمہ: جیسا کہ ضاد مستطیل ہے جو بے نقط نہیں۔

علامہ جزریؒ نے صفت استطالت کو اس طرح بیان فرمایا ہے:

----- ضَادٌّ اِنْ اسْتَطِيلَ

ترجمہ: اور ضاد میں صفت استطالت ادا کر۔

حرف مستطیل اور حرف مدہ میں فرق

ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ حرف مستطیل میں درازی بخرج میں ہوتی ہے اور حرف مدہ میں درازی ان کی ذات میں ہوتی

ہے۔

صفت تَفَشِّی اور صفت استطالت میں فرق

صفت تَفَشِّی کے معنی ہیں ”پھیلنا“ یعنی جب شین کو ادا کیا جاتا ہے تو آواز بخرج میں پھیل جاتی ہے اور استطالت کا معنی لمبا اور دراز ہونا ہے اور ضاد کو ادا کرتے ہوئے شروع حانہ سے آخر حانہ تک آواز کو امتداد دیتا ہے۔

فوائد مکیہ : اور صاد-زای-سین حروف صغیرہ کہلاتے ہیں۔

شرح : صغیر کے معنی سیٹی کے ہیں۔ جن حروف میں یہ صفت پائی جائے انہیں حروف صغیرہ یا صغیرہ کہتے ہیں مراد یہ ہے کہ ان حروف کو ادا کرتے وقت آواز تیز مثل سیٹی کے نکلتی ہے مثلاً أَحْسَن کی سین۔ یہ صفت تین حروف میں پائی جاتی ہے صاد-زای اور سین۔ یہ صفت قوی ہے۔

علامہ شاطبی صغیر کا تذکرہ اس طرح فرما رہے ہیں۔

وَصَادٌ وَسَيْنٌ مُّهِمَلَانِ وَزَايُهُمَا

صَغِيرٌ

ترجمہ: ”اور صاد اور سین ہمستین اور زای حروف صغیرہ ہیں۔“

علامہ جزری حروف صغیر کا تذکرہ اس طرح فرما رہے ہیں۔

صَغِيرُهُمَا صَادٌ وَزَايٌ سَيْنٌ

ترجمہ: ”اور صغیران حروف کے صاد-زای اور سین ہیں۔“

سین میں صفت صغیر بہ نسبت صاد کے زیادہ ظاہر ہے اور صاد میں بہ نسبت زای کے ظاہر تر ہے۔

فوائد مکیہ : نون-میم میں ایک صفت یہ بھی ہے کہ ناک میں آواز جاتی ہے۔ اور کسی حرف میں یہ صفت

نہیں ہے۔

شرح : اس کا نام صفت غنہ ہے اور یہ صفت لازمہ ہے نون اور میم کی۔ ان دونوں حروف میں ہر حالت میں غنہ کسی نہ کسی صورت میں ضرور پایا جائے گا۔ خواہ معمولی طور پر ہو۔ جیسے نون میم مظہرہ اور نون میم متحرکہ میں نون میم متحرکہ اور نون میم مظہرہ میں جو غنہ ذکر کیا گیا ہے اس کو غنہ آنی کہتے ہیں اور یہ صفت لازمہ ہے۔ نون میم مشدد نون میم مخفّہ نون ساکن و تنوین مدغم باء دغام ناقص ان میں ایک الف کے برابر غنہ کیا جائے گا۔ اور جو ایک الف کے برابر غنہ بیان کیا گیا ہے وہ غنہ زمانی ہے۔ یہ غنہ نون میم مشدد میں بطور صفت کے اور نون میم مخفّہ میں بطور ذات کے ہوتا ہے کیونکہ اخفا کی صورت میں ان دونوں کا خروج ہی ضیغوم ہوتا ہے اور ادغام بالغنہ کے وقت نون کا خروج تو مدغم فیہ کے خروج سے بدل جائے گا اور ایک الف کے برابر جو غنہ ادا کیا جائے گا وہ بطور صفت کے ادا کیا جائے گا۔ جیسے مَنْ يَقُولُ - مِنْ وَالٍ وغیرہ۔ یہ غنہ زمانی صفت عارضہ ہے اور جہاں غنہ زمانی ہوگا وہاں غنہ آنی ضرور ہوگا اور جہاں غنہ آنی ہوگا وہاں ضروری نہیں کہ غنہ زمانی بھی ہو۔ غنہ کی صفت قوی صفات میں سے ہے۔

اس کو علامہ شاطبیؒ نے اس طرح بیان کیا ہے:

وَعُغْنَةُ تَنْوِينٍ وَنُونٍ وَمِيمٍ اِنْ
سَكَنَ وَلَا اِظْهَارٍ فِي الْاَنْفِ يُجْتَلَى

ترجمہ: اور تنوین اور نون اور میم اگر ساکن ہوں۔ اور ان میں اظہار نہ ہوا ہو۔ تو ان کے غنہ کا خروج ناک میں دیکھا جاتا ہے۔

اور علامہ جزریؒ نے اس طرح بیان کیا ہے:

وَعُغْنَةُ مَخْرَجُهَا الْخِشُومُ

ترجمہ: اور غنہ اس کا خروج ضیغوم ہے۔

نوٹ: حضرت مصنفؒ نے صفات لازمہ غیر متضادہ میں بھی صفت لین اور صفت انحراف کا ذکر نہیں فرمایا ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ طلباء کی آسانی کے لیے یہاں ان صفات کا بھی تذکرہ کر دیا جائے اس لیے کہ طلباء ان صفات کے نام پہلے پڑھ چکے ہیں۔

صفت لین:

لین کے معنی نرمی کے ہیں۔ اور جن حروف میں یہ صفت پائی جائے انھیں حروف لینیہ کہتے ہیں تعریف یہ ہے کہ ان حروف

کو ادا کرتے وقت ان میں اتنی نرمی پائی جائے کہ کوئی ان پر مد کرنا چاہے تو مد کر سکتا ہے اور یہ صفت دو حرفوں میں پائی جاتی ہے۔
 واو لین اور یاء لین وادساکن ماقبل فتح جیسے حَوَّلَیْنِ اور یاء ساکن ماقبل فتح کَیْفٌ، وِیْلٌ وغیرہ
 علامہ جزریؒ نے اس صفت کو اس طرح بیان کیا ہے:

وَاوٌ وِیَاءٌ سَکَنًا وَاَنْفَتْحًا
 قَبْلَهُمَا

ترجمہ: اور حرف لین وہ واو اور یاء ہیں جو ساکن ہوں اور مفتوح ہو ماقبل ان کا۔
 صفت لین ایک ضعیف صفت ہے۔ اس لیے اس کو بعض مصنفین بیان کرتے ہیں اور بعض نہیں بیان کرتے۔ حضرت
 مصنف علیہ الرحمۃ نے بھی ضعف کی بنا پر بیان نہیں کیا۔

صفت انحراف

انحراف کا معنی پلٹنا اور مائل ہونا کے ہیں، اور جن حروف میں یہ صفت پائی جائے انھیں حروف منخرِف کہتے ہیں۔ اور یہ دو
 حروف ہیں ”ل“ اور ”ر“ مثلاً الرَّحْمٰنُ کلام اور را۔
 تعریف یہ ہے کہ ان حروف کو ادا کرتے وقت زبان کا کنارہ دوسرے مخرج کی طرف مائل ہوتا ہے یعنی لام کو ادا کرتے
 وقت زبان کا کنارہ را کے مخرج کی طرف اور را کو ادا کرتے وقت زبان کا کنارہ لام کے مخرج کی طرف مائل ہوتا ہے۔
 علامہ شاطبیؒ نے اس صفت کو اس طرح بیان کیا ہے:

وَمِنْ حُرُوفٍ لَّامٌ وَرَاءُ

ترجمہ: اور لام وراء حروف منخرِف ہیں

علامہ جزریؒ نے اس صفت کو اس طرح بیان کیا ہے:

وَالْاِنْحِرَافُ صَحِيحًا

فِي السَّلَامِ وَالسَّرَا

ترجمہ: اور صفت انحراف صحیح قرار دی گئی ہے لام اور را میں۔

حضرت مصنف علیہ الرحمۃ نے صفت انحراف کو اسی لیے بیان نہیں کیا کہ لام اور را کا مخرج مصنف کے نزدیک ایک ہے

اور انحراف کا معنی پلٹنا اور مائل ہوتا ہے۔ کہ لام کو ادا کرتے وقت زبان را کے مخرج کی طرف اور را کو ادا کرتے وقت زبان لام کے مخرج کی طرف مائل ہوتی ہے۔ جب ان کا مخرج ایک ہو تو مائل ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ نیز چونکہ لام اور را کا مخرج ایک ہے اور صفت انحراف میں پلٹنا اور مائل ہونا ہے اور یہ بات طلباء کے لیے پریشانی کا باعث ہے اس لیے اس کو بیان نہیں کیا۔ صفت انحراف کے وجود کا انکار نہیں کیا۔ صفت کا وجود مسلم ہے جیسا کہ حضرت مصنف نے آگے صفات متمیزہ کے ضمن میں انہیں بیان کیا ہے۔

فوائد مکیہ : اور ان صفات متضادہ سے چار صفتیں یعنی جہر-شدت-استعلاء-اطباق قویہ ہیں باقی ضعیف ہیں اور صفات غیر متضادہ سب قویہ ہیں تو ہر حرف میں جتنی صفتیں قوت کی ہوں گی اتنا ہی حرف قوی ہوگا۔ اور جتنی صفتیں ضعف کی ہوں گی اتنا ہی حرف ضعیف ہوگا۔

شرح : صفات لازمہ متضادہ میں سے حضرت مصنف فرماتے ہیں کہ چار صفات قوی ہیں یعنی جہر-شدت-استعلاء اور اطلاق۔ جبکہ باقی صفات لازمہ متضادہ ضعیف ہیں۔ اور صفات لازمہ غیر متضادہ سب کی سب قوی ہیں۔ یاد رہے کہ حضرت مصنف نے صفت اصمات اور صفت اذلاق کو صفات متضادہ میں بیان نہیں فرمایا اور ایسے ہی غیر متضادہ میں سے صفت انحراف اور صفت لین کو بیان نہیں فرمایا جن کو ہم اوپر بیان کر آئے ہیں ان چار صفات میں سے صفت اصمات اور انحراف صفات قویہ ہیں اور صفت اذلاق اور لین صفات ضعیفہ ہیں۔

ذیل میں ہم مراتب صفات کو جدول کے ذریعے بیان کر رہے ہیں جس سے عزیز طلباء کو مراتب صفات کے سمجھنے اور یاد کرنے میں آسانی ہوگی۔

مراتب صفات

قوی صفات	ضعیف صفات
جہر-شدت-استعلاء-اطباق-اصمات-صفیر-قلقلہ-تکریر-تفشی-استطالت-انحراف اور غنہ	ہمس-رخوت-استفال-انفتاح-اذلاق اور لین
کل بارہ صفات	کل چھ صفات

نوٹ: بعض کے نزدیک صفات کی تین قسمیں ہیں:

صفات قوی۔ وہ گیارہ ہیں۔ جہر۔ شدت۔ استعلاء۔ اطباق۔ صفر۔ قلقلہ۔ انحراف۔ تکریر۔ تقشی۔ استطالت۔ غنہ۔
صفات ضعیفہ پانچ ہیں: ہمس۔ رخوت۔ استفال۔ انفتاح۔ لین۔

صفات متوسطہ: اصمات۔ اذلاق۔ توسط

اب آگے حضرت مصنفؒ صفات کی قوت کے اعتبار سے حروف کی تقسیم بیان فرما رہے ہیں۔

فوائد مکیہ:	اقوی	قوی	متوسط	ضعیف	اضعف
	ض	ج۔ د	ء۔ ا۔ ز	س۔ ش	ث۔ ح
	ط۔ ظ	ص۔ غ	ت۔ خ	ل۔ و	ن۔ م
	ق	ر۔ ب	ذ۔ ع۔ ک	ی	ف۔ ہ
	چار حروف	چھ حروف	آٹھ حروف	پانچ حروف	چھ حروف

شرح : یہاں حضرت مصنفؒ نے صفات کے قوت و ضعف کے لحاظ سے حروف کے مراتب بیان کئے ہیں۔

اقوی

وہ حروف جن میں یا تو صفات ضعیفہ بالکل نہ ہوں یا صرف ایک ضعیف صفت ہو۔

قوی

وہ حروف جن میں صفات قویہ زیادہ ہوں اور صفات ضعیفہ کم ہوں مگر یہ صفات ضعیفہ کم از کم دو ہوں۔

متوسط

جن حروف میں صفات قویہ اور صفات ضعیفہ دونوں برابر ہو۔

ضعیف

جن میں صفات ضعیفہ اکثر ہوں اور صفات قویہ کم ہوں اور یہ صفات قویہ کم از کم دو ہوں۔

اضعف

جن میں صفات قویہ یا تو بالکل نہ ہوں یا صرف ایک صفت قویہ ہو۔

حضرت مصنفؒ جو صفات باعتبار قوت وضعف بیان فرما رہے ہیں اس کو حضرت مصنفؒ کے شاگرد قاری ضیاء الدین احمد الہ بادیؒ نے اپنی کتاب خلاصۃ الیمان فی تجوید القرآن میں اشعار کی صورت میں اس طرح بیان فرمایا ہے:

أَقْوَى الْحُرُوفِ الطَّاءُ وَضَادُّ مُعْجَمِهِ
وَالظَّاءُ ثُمَّ الْقَافُ وَهِيَ الْخَاتِمَةُ
قَوِيَّتُهَا جِيمٌ وَذَالٌ ثُمَّ رَاءٌ
صَادٌّ وَزَاوٌ ثُمَّ غَيْنٌ قُرْرًا
وَأَوْسَطُ هَمْزٍ وَبَا تَالِفٌ
خَاءٌ وَذَالٌ عَيْنٌ وَكَافٌ ثُمَّ قَفٌ
وَأَضْعَفُ الْحُرُوفِ ثَاءٌ حَاءٌ
وَالنُّونُ وَالْمِيمُ وَفَاءٌ هَاءٌ
ضَعِيفُهَا سِینٌ وَشِینٌ لَامٌ
وَالْوَاوُ وَالْيَاءُ هِيَ الْخِتَامُ

ترجمہ:

- (۱) حروف میں سب سے زیادہ قوی (۱) طاء اور (۲) ضاد معجمہ اور (۳) ظاء ہے پھر (۴) قاف ہے اس پر خاتمہ ہے۔
- (۲) قوی حروف یہ ہیں: (۱) جیم (۲) ذال (۳) پھر راء (۴) صاد (۵) زاء (۶) پھر غین یہ ثابت کیا گیا ہے۔
- (۳) قوت اور ضعف کے اعتبار سے متوسط حروف یہ ہیں۔
- (۱) ہمزہ (۲) یاء (۳) ثاء (۴) الف (۵) خاء (۶) ذال (۷) عین (۸) کاف۔ اس کے بعد ٹھہر جا۔
- (۴) اضعف الحروف یہ ہیں۔
- (۱) ثا (۲) حاء (۳) نون (۴) میم (۵) فاء (۶) ہاء۔
- (۵) یہ حروف ضعیف ہیں۔
- (۱) سین (۲) شین (۳) لام (۴) واو (۵) یاء اس پر خاتمہ ہے۔

متن میں بیان کردہ نقشہ ”مراتب برائے صفات حروف“ حضرت مصنفؒ نے نہایت القول المفید سے لیا ہے اور اس میں

کلام کی گنجائش ہے۔ میرے شیخ محترم استاذ القراء والحدیث حضرت قاری اظہار احمد التھانوی نور اللہ مرقدہ کی تحقیق یہ ہے۔

درجات حروف	نمبر شمار	تعیین حروف	صفات قویہ	صفات ضعیف
اقویٰ	۱	ط	(۱) جہر (۲) شدت (۳) استعلاء (۴) اطباق (۵) اصمات (۶) قلقلہ	X
اقویٰ	۲	ض	(۱) جہر (۲) استعلاء (۳) اطباق (۴) اصمات (۵) استظالت	(۱) رخاوت
اقویٰ	۳	ظ	(۱) جہر (۲) استعلاء (۳) اطباق (۴) اصمات	(۱) رخاوت
اقویٰ	۴	ق	(۱) جہر (۲) شدت (۳) استعلاء (۴) اصمات (۵) قلقلہ	(۱) انفتاح
قوی	۱	ج	(۱) جہر (۲) شدت (۳) اصمات (۴) قلقلہ	(۱) استقلال (۲) انفتاح
قوی	۲	د	(۱) جہر (۲) شدت (۳) اصمات (۴) قلقلہ	(۱) استقلال (۲) انفتاح
قوی	۳	ص	(۱) استعلاء (۲) اطباق (۳) اصمات (۴) صغیر	(۱) ہمس (۲) رخاوت
قوی	۴	غ	(۱) جہر (۲) استعلاء (۳) اصمات	(۱) رخاوت (۲) انفتاح
قوی	۵	ء	(۱) جہر (۲) استعلاء (۳) اصمات	(۱) استقلال (۲) انفتاح
متوسط	۱	ب	(۱) جہر (۲) شدت (۳) قلقلہ	(۱) استقلال (۲) انفتاح (۳) اذلاق
متوسط	۲	ر	(۱) جہر (۲) انحراف (۳) تکریر (توسط)	(۱) استقلال (۲) انفتاح (۳) اذلاق

متوسط	۳	ز	(۱) جہر (۲) اصمات (۳) صغیر (توسط)	(۱) استفعال (۲) انفتاح (۳) اذلاق
متوسط	۴	ع	(۱) جہر (۲) اصمات (توسط)	(۱) رخاوت (۲) انفتاح (۳) اذلاق

درجات حروف	نمبر شمار	تعیین حروف	صفات قویہ	صفات ضعیف
ضعیف	۱	ا	(۱) جہر (۲) اصمات	(۱) رخاوت (۲) استفعال (۳) انفتاح
ضعیف	۲	ت	(۱) شدت (۲) اصمات	(۱) ہمسن (۲) استفعال (۳) انفتاح
ضعیف	۳	خ	(۱) استعلا (۲) اصمات	(۱) ہمسن (۲) رخاوت (۳) انفتاح
ضعیف	۴	ذ	(۱) جہر (۲) اصمات	(۱) رخاوت (۲) استفعال (۳) انفتاح
ضعیف	۵	ک	(۱) شدت (۲) اصمات	(۱) ہمسن (۲) استفعال (۳) انفتاح
ضعیف	۶	س	(۱) اصمات (۲) صغیر	(۱) ہمسن (۲) رخاوت (۳) استفعال (۴) انفتاح
ضعیف	۷	ش	(۱) اصمات (۲) تفشی	(۱) ہمسن (۲) رخاوت (۳) استفعال (۴) انفتاح
ضعیف	۸	ل	(۱) جہر (۲) انحراف (توسط)	(۱) استفعال (۲) انفتاح (۳) اذلاق

ضعیف	۹	و	(۱) جہر (۲) اصمات	(۱) رخاوت (۲) استفعال (۳) انفتاح

ضعیف	۱۰	ی	(۱) جہر (۲) اصمات	(۱) رخاوت (۲) استفال (۳) انفتاح
ضعیف	۱۱	ن	(۱) جہر (۲) غنہ (توسط)	(۱) استفال (۲) انفتاح (۳) اذلاق
ضعیف	۱۲	م	(۱) جہر (۲) غنہ (توسط)	(۱) استفال (۲) انفتاح (۳) اذلاق

درجات حروف	نمبر شمار	تعیین حروف	صفات قویہ	صفات ضعیف
اضعف	۱	ث	(۱) اصمات	(۱) ہمس (۲) رخاوت (۳) استفال (۴) انفتاح
اضعف	۲	ح	(۱) اصمات	(۱) ہمس (۲) رخاوت (۳) استفال (۴) انفتاح
اضعف	۳	ہ	(۱) اصمات	(۱) ہمس (۲) رخاوت (۳) استفال (۴) انفتاح
اضعف	۴	ف	X	(۱) ہمس (۲) رخاوت (۳) استفال (۴) انفتاح (۵) اذلاق

فوائد مکيه: (فائدہ) ہمزہ میں شدت اور جہر کی وجہ سے کسی قدر سختی ہے مگر نہ اس قدر کہ ناف مل جائے۔
ناف سے حروف کو کچھ علاقہ ہی نہیں۔

شرح: یہ بات قاری محمد علی جلال آبادی مؤلف رسالہ حجتہ القاری نے تحریر کی ہے کہ ہمزہ کو تحقیق ادا کیا جائے اور یہ بات کہی کہ اس کی ادائیگی میں پڑھنے والے کی ناف ہلتی ہوئی محسوس ہو۔ خصوصاً اجتماع ہمز تین میں مثلاً **أَنْذَرْتَهُمْ**۔ مگر حضرت مولف نے قاری صاحب مذکور کے اس دعویٰ کا رد فرمایا اور کہا کہ ہمزہ کی ادا میں کسی قدر سختی ہوتی ہے بوجہ صفت شدت

اور جہر کے مگر نہ اس قدر کہ ناف بل جائے۔ کیونکہ ناف اور حروف کی ادائیگی کا آپس میں کوئی تعلق نہیں۔ اور یہی بات حضرت مؤلف کے شاگرد عزیز حضرت مولانا قاری المقری عبدالوحید صاحب الہ آبادی نور اللہ مرقدہ نے اپنی تالیف ہدیۃ الوحید میں درج فرمائی اور اسی بات کو ہدیۃ الوحید کے حاشیہ میں ہمارے شیخ محترم القاری المقری اظہار احمد اتھانوی نے اپنے استاذ محترم استاذ القراء والحدود دین حضرت مولانا قاری عبدالملک صاحب نور اللہ مرقدہ سے خود سن کر تحریر فرمایا۔

فوائد مکبہ : (فائدہ) فاء۔ ہاء یہ دونوں حروف اضعف الحروف ہیں۔ نہایت ہی نرمی سے ادا

ہونے چاہیے۔

شرح : اضعف الحروف وہ حروف ہیں جن میں صفات قویہ یا تو بالکل نہ ہوں یا صرف ایک صفت قویہ ہو۔ فاء اور ہاء بھی اضعف الحروف ہیں جیسا کہ ہم اوپر جدول کے ذریعے واضح کر چکے ہیں۔ لہذا ان کی ادائیگی میں سختی نہ ہونی سے ادا کرنا چاہیے مگر اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ ضعیف اور نرم ادا کرنے میں اس قدر مبالغہ کیا جائے کہ فاء مثل واؤ کے اور ہاء مثل ہمزہ مسہلہ کے ہو جائے جیسا کہ بعض طلباء کا تلفظ ایسا بھی دیکھنے میں آیا ہے۔

فوائد مکبہ : (فائدہ) حرف عین۔ ہاء کے ادا کرتے وقت گلا نہ گھونٹا جائے بلکہ وسط حلق سے نہایت

لطافت سے بلا تکلف نکالنا چاہیے۔

شرح : حضرت مصنفؒ ان تینوں فوائد میں مختلف اغلاط کی نشان دہی فرماتے ہوئے احتیاط بتا رہے ہیں اس فائدہ میں عین اور ہاء کی ادائیگی میں لوگوں کی غلط ادا کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرما رہے ہیں کہ آواز کو گلا جیسے گھونٹا ہو اس طرح نہیں نکالو۔ بلکہ وسط حلق سے جو ان حروف کا مخرج ہے نہایت لطافت اور بلا تکلف ادا کرو۔ کیونکہ اگر ان دونوں حروف کو گلا گھونٹ کر ادا کیا جائے گا تو ایک تو مخرج سے صحیح ادا نہ ہوں گے دوسرے صفات لازمہ سے بھی خالی ہوں گے جس کی وجہ سے آواز بھدی ہو جائے گی اور یہ بھداپن سکون اور تشدید کی حالت میں اور بھی زیادہ نمایاں ہوگا۔ علامہ جزریؒ اپنے قصیدہ المقدمۃ الجزریہ میں حروف کو صحیح ادا کرنے کے متعلق بہت تاکید فرما رہے ہیں

وَهُوَ عَطَاءُ الْحُرُوفِ حَقَّهَا
وَرَدُّ كُلِّ وَاحِدٍ لِأَصْلِهِ
مَكْمَلًا مِّنْ غَيْرِ مَا تَكَلَّفَ
مِنْ صِفَةٍ لَهَا وَمُسْتَحَقَّهَا
وَاللَّفْظُ فِي نَظِيرِهِ كَمَثَلِهِ
بِاللُّطْفِ فِي التَّنْطِقِ بِلا تَعَسُّفٍ

ترجمہ: ”اور وہ تجوید حروف کو ان کا حق دینا۔ یعنی جو ان کی صفات لازمہ سے ہے اور ان کے مستحق کا دینا ہے جو صفات عارضہ سے ہے اور لوٹانا ہر حرف کو اس کے اصل مخرج کی طرف اور لفظ اپنی نظیر یعنی مانند میں اپنے سابق حرف کی مثل ہے۔ اس حال میں کہ وہ قاری کامل ادا کرنے والا جمیع صفات کو بغیر کسی تکلف کے عمدگی کے ساتھ نطق میں بلا زیادتی و کمی کے۔“

فوائد مکبہ: چوتھی فصل ہر حرف کی صفات لازمہ کے بیان میں

شرح: اس فصل میں حضرت مصنفؒ نے انتیس حروف کی صفات لازمہ کو انفرادی طور پر بیان کیا ہے تاکہ طلباء کو یاد کرنے میں آسانی رہے۔

فوائد مکبہ:		
نمبر شمار	اشکال حروف	اسماء صفات لازمہ
۱	ل	مجبور۔ رخو۔ مستقل۔ مفتوح۔ مدہ۔ مخم یا مرقق

شرح: حضرت مصنفؒ نے یہاں الف اور آگے چل کر لام وراء میں مخم اور مرقق بھی صفات لازمہ میں تحریر فرمائے ہیں حالانکہ یہاں پر صفات لازمہ کے نام بیان ہو رہے ہیں جبکہ مخم اور مرقق کسی صفت لازمہ کے نام نہیں ہیں۔ دراصل صفت استعلاء اور اطباق میں تقخیم ہے جس کی وجہ سے حروف کو مخم کیا جاتا ہے ایسے ہی صفت استفال اور افتتاح کی رو سے حروف مرقق پڑھے جاتے ہیں جس کی وجہ سے حروف کو مرقق کیا جاتا ہے۔ تقخیم اور ترقیق کا شمار گو صفات عارضہ میں ہوتا ہے لیکن ان تین حروف الف لام وراء کے لیے ان میں سے کوئی ایک اصل اور لازم ضرور ہے اسی وجہ سے حضرت مصنفؒ نے ”یا“ کا لفظ استعمال فرمایا ہے پس چونکہ بعض جگہ ان تینوں حروف میں تقخیم عارضی ہے اور ترقیق اصل ہے اور بعض جگہ ترقیق عارضی ہے اور تقخیم اصل ہے جیسا کہ کتب فن میں اس بات کی صراحت کی گئی ہے کہ راء میں تقخیم اصل ہے جیسا کہ علامہ شاطبیؒ فرماتے ہیں:

عَلَى الْأَصْلِ بِالتَّفْخِيمِ كُنْ مُتَعَمِّلًا

ترجمہ: ”اصل کی بنا پر تو تقخیم پر عمل کرنے والا ہو۔“

اور لام میں ترقیق اصل ہے اور الف تقخیم و ترقیق میں اپنے ماقبل کے تابع ہے لہذا یہ اصل صفات لازمہ کی مانند ہے۔ یہاں پر اصل اور لازم کا فرق بھی سمجھ لو الف لام اور راء میں صفات لازمہ کے لحاظ سے صفت استقلال و انتفاع انکی لازمی صفات ہیں ان صفات کے اعتبار سے ان حروف میں ترقیق لازم ہے۔ اور تقخیم اصل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ راء اپنی زیادہ حالتوں کے لحاظ سے مخم ہوتی ہے جیسا کہ آگے چل کر تقخیم و ترقیق کے بیان میں واضح ہوگا کہ راء بارہ حالتوں میں بد ہوتی ہے اور سات حالتوں میں باریک پڑھی جاتی ہے جبکہ سات کلمات ایسے ہیں جن میں مخم و مرقق پڑھنے کا اختلاف ہے نیز راء کی ادائیگی میں پشت زبان کو دخل ہے اور پشت زبان صفت اطباق کا مکمل ہے اس اعتبار سے راء میں تقخیم اصل ہوئی۔

اب ایک سوال یہ ہے کہ مخم و مرقق تو صفات عارضہ ہیں اور حضرت مصنفؒ یہاں صفات لازمہ بیان فرما رہے ہیں تو اس کے درج ذیل جواب ہو سکتے ہیں۔

(۱) پہلا جواب تو اوپر بیان ہوا ہے۔

(۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت مصنفؒ نے ان کو یعنی تقخیم و ترقیق کو صفات لازمہ میں بیان فرمایا ہے اور یہ لاکھ حکم الکمل کے ضمن میں آتا ہے۔

(۳) تیسرا جواب علامہ جزریؒ اپنی تصنیف ”التمہید“ میں یہ دیتے ہیں کہ حروف مستعلیہ یعنی خُصَّ ضَغْطِ قِطْ کے سات حروف ہیں اور تین حروف یعنی لام۔ راء اور الف گو مستقلہ ہیں مگر بعض حالات میں ان میں تقخیم پیدا ہونے کی وجہ سے یہ شبہ مستعلیہ ہوتے ہیں اور شبہ مستعلیہ استعلاء و استقلال کے درمیان ایک ایسی صفت بن گئی جیسے شدت و رخاوت کے درمیان صفت توسط ہے کہ اس کو صفات لازمہ متضادہ میں بیان بھی کیا جاتا ہے مگر وہ ضدیت کے لحاظ سے اپنی شناخت بھی نہیں کراتی ہے۔

(۴) چوتھا جواب علامہ عرشیؒ نے یہ فرمایا ہے کہ تقخیم کی حالت میں لام و راء حروف مستعلیہ میں سے ہیں اس میں اگر الف کو بھی شامل مان لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ لام و راء اور الف کی یہ ایک ایسی کیفیت ہے جو استعلاء و استقلال کے مابین ہے جیسا کہ بعض حروف کے مختلف حالتوں میں مختلف مخرج ہوتے ہیں مثلاً واؤ مدہ اور غیر مدہ کے دو مخرج ہیں۔

حضرت مصنفؒ نے یہاں دیگر کتابوں کے برعکس صفات کے نام ذکر نہیں فرمائے بلکہ جو حرف جن صفات سے موصوف ہے وہ ذکر فرمائی ہیں جیسے الف کے متعلق فرمایا کہ یہ مجبور۔ رخو۔ مستقل۔ منفتح۔ مدہ اور مخم یا مرقق ہوتا ہے۔ اور اس طرح موصوف کا ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس سے قبل تیسری فصل میں صفات کے اسماء ذکر ہو چکے ہیں اور شرح کے ذیل میں

ان کی مزید وضاحت بھی ہو چکی ہے ضروری تھا کہ یہاں صفات کو موصوف بیان کیا جائے تاکہ معلوم ہو سکے کہ وہ حروف کن صفات کا حامل ہے اور ان صفات کی وجہ سے وہ حروف کن القاب سے ملقب ہوتے ہیں۔

نیز حضرت مصنفؒ یہاں صفت مدہ الف میں بیان فرما رہے ہیں حالانکہ صفات کے بیان میں حضرت مصنفؒ نے صفت مدہ کو بیان نہیں فرمایا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں صفت مدہ کے متعلق بیان کر دیا جائے حروف کے ادا ہونے میں آواز میں نرمی اور درازی پیدا ہونے کو صفت مدہ کہا جاتا ہے اس سے متصف تین حروف مدہ ہیں جن کا مجموعہ وَاِیٰ ہے اور جو نُوحِیْہَا میں مجتمع ہیں۔ لیکن اس صفت سے متصف ہونے میں اکملیت الف کو حاصل ہے اس لیے کہ واؤ میں انضمام شفتین کو دخل ہے اور یاء میں وسط زبان تالو کی طرف اٹھتی ہے جبکہ الف کو فراء نے مبداء صوت کے لحاظ سے حلق میں شامل تو کیا ہے مگر اس کی آواز میں ایک گونہ درازی پائی جاتی ہے جو واؤ اور یاء میں اس قدر نہیں پائی جاتی۔ سیبویہؒ جن کے قول کے مطابق مخارج سولہ ہیں اور فراء جن کا مذہب حضرت مصنفؒ بیان فرما رہے ہیں ان کے نزدیک مخارج چودہ ہیں اس لیے سیبویہؒ یہ صفت بیان کرتے ہیں تاکہ حرف کے وجود سے متعلق وضاحت ہو سکے اور چونکہ ظلیل کے قول کے مطابق یہ تمام باتیں مخارج کے ذیل میں آگئی ہیں اس لیے انہوں نے مدہ کو صفات میں ذکر نہیں فرمایا ہے۔

یاد رہے کہ فوائد مکبہ کے بعض نسخوں میں واؤ اور یاء کے ساتھ بھی مدہ کی صفت تحریر ہے مگر معتبر نسخوں جیسے تعلقات مالکیہ مؤلفہ حضرت استاذ الاساتذہ قاری المقری الشیخ عبدالملک نور اللہ مرقدہ کے متن فوائد مکبہ اور توضیحات مرضیہ مؤلفہ حضرت مولانا قاری محمد شریف صاحبؒ کے متن فوائد مکبہ میں واؤ اور یاء کے ساتھ صفت مدہ تحریر نہیں ہے۔

فوائد مکبہ :		
نمبر شمار	اشکال حروف	اسماء صفات لازمہ
۲	ب	مجبور - شدید - مستقل - منفح - مقلقل -
۳	ت	مہموس - شدید - مستقل - منفح -
۴	ث	مہموس - رخو - مستقل - منفح -
۵	ج	مجبور - شدید - مستقل - منفح - مقلقل -
۶	ح	مہموس - رخو - مستقل - منفح -
۷	خ	مہموس - رخو - مستقل - منفح - مخم -

۸	د	مجبور-شدید-مستقل-منفتح-مقلقل-
۹	ذ	مہوس-رخو-مستقل-منفتح-
۱۰	ر	مجبور-متوسط-مستقل-منفتح-تکرار-مخم یا مرقق-
۱۱	ز	مجبور-رخو-مستقل-منفتح-صفر-
۱۲	س	مہوس-رخو-مستقل-منفتح-صفر-
۱۳	ش	مہوس-رخو-مستقل-منفتح-تفشی-
۱۴	ص	مہوس-رخو-مستقل-مطبق-صفر-مخم-
۱۵	ض	مجبور-رخو-مستقل-مطبق-مستطیل-مخم-
۱۶	ط	مجبور-شدید-مستقل-مطبق-مقلقل-مخم-
۱۷	ظ	مجبور-رخو-مستقل-مطبق-مخم-
۱۸	ع	مجبور-متوسط-مستقل-منفتح-
۱۹	غ	مجبور-رخو-مستقل-منفتح-مخم-
۲۰	ف	مہوس-رخو-مستقل-منفتح-
۲۱	ق	مجبور-شدید-مستقل-منفتح-مقلقل-مخم-
۲۲	ک	مہوس-شدید-مستقل-منفتح-
۲۳	ل	مجبور-متوسط-مستقل-منفتح-مرقق یا مخم-
۲۴	م	مجبور-متوسط-مستقل-منفتح-غندہ-
۲۵	ن	مجبور-متوسط-مستقل-منفتح-غندہ-
۲۶	و	مجبور-رخو-مستقل-منفتح-
۲۷	ہ	مہوس-رخو-مستقل-منفتح-
۲۸	ء	مجبور-شدید-مستقل-منفتح-
۲۹	ی	مجبور-رخو-مستقل-منفتح-

شرح : حضرت مصنفؒ اس جدول میں حروف کی صفات لازمہ بیان فرما رہے ہیں۔ یاد رہے کہ درج ذیل حروف یعنی خاء۔ صا۔ ضاد۔ طاء۔ ظاء۔ غین اور قاف میں جو حضرت مصنفؒ نے صفت مضمّ بیان فرمائی ہے اس سے ان کی تفریق لازمہ مراد ہے جو کہ حروف مستعلیہ **حُصَّ صَغُطِ قِطْ** میں ہر حال موجود ہوتی ہے جبکہ لام اور راء کی صفت مضمّ یا مرقن کا بیان ہم اوپر الف کے ذیل میں کر آئے ہیں۔ فوائد مکبہ کے بعض نسخوں میں واؤ اور یاء کے ساتھ مدہ کی صفت بھی لکھی گئی ہے لیکن ہمارے پیش نظر معتبر نسخوں کی رو سے اس صفت کا بیان حضرت مصنفؒ نے ان حروف میں نہیں فرمایا ہے۔ اور اس کی توجیہ ہم الف کے ذیل میں تحریر کر کے آئے ہیں۔

یاد رہے کہ حضرت مصنفؒ یہاں جو مضمّ کا لفظ لا رہے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ صفت استعلاء اور صفت طباق کے حامل حروف کو ان صفات کے ساتھ ادا کرنے سے جو نتیجہ مرتب ہوتا ہے وہ ان حروف کو مضمّ ادا کرنا ہے۔

یہاں اب حضرت شیخ استاذ الاساتذہ ابراہیم سعد مصری الشافعیؒ استاذ مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ جو کہ حضرت شیخ القراء حسن بدیر الجریسی الکبیر کے شاگرد اور شیخ العرب والعجم استاذ القراء والنجو دین حضرت قاری عبداللہ کئی کے استاذ ہیں ان کے اشعار نقل کیے جاتے ہیں جو ہر حرف کی صفات کے متعلق ہیں۔

نمبر شمار	حرف	اشعار اور صفات حروف	تعداد
۱	ء	لِلْهَمْزِ جَهْرٌ شِدَّةٌ ثُمَّ اسْتِفَالٌ وَافْتَحَ وَأَصْمِتْ قُلْ لَهُ خَمْسٌ نُقْلٌ جہر۔ شدت۔ استفال۔ انفتاح۔ اصمات	۵
۲	باء	لِلْبَاءِ جَهْرٌ شِدَّةٌ مُسْتَفِلَةٌ كَذَا افْتَحَنْ وَأَذِلْقَنْ مُقْلَقَلَةٌ جہر۔ شدت۔ استفال۔ انفتاح۔ اذلاق۔ قلقلہ	۶
۳	تاء	سِتُّ لَهْ وَالتَّاءُ خَمْسٌ نُقْلٌ فَاهِمِسْ وَشُدَّ افْتَحَ لَهُ كَذَا اسْتِفَالٌ ہمس۔ شدت۔ انفتاح۔ استفال۔ اصمات	۵

۳	ثاء	وَاصْمِتْ كَذَا الثَّاءُ أَهْمِسْ رِخَاءً وَافْتَحَا وَاسْتَفِلْ اصْمِتْ خَمْسَةٌ قَدْ صَحِيحًا بهمس - رخوت - انفتاح - استفال - اصمات
۵	جیم	وَالْجِيمُ فَاجْهَرْ شُدَّ وَاسْتَفِلْ بِهَا كَذَا افْتَحِ اصْمِتْ قَلِيلًا سِتُّ لَهَا جهر - شدت - استفال - انفتاح - اصمات - قلقله
۶	حاء	ثُمَّ أَهْمِسِ الْحَاءَ رِخَّ وَاسْتَفِلْ كَذَا وَافْتَحْ وَاصْمِتْ خَمْسَةٌ قَدْ أَخَذَا اصمات - رخوت - بهمس - انفتاح - استفال
۷	خاء	وَالْخَاءُ أَهْمِسْ مَعَ رِخْوَةٍ وَاسْتَعْلَا فَتَحِ وَاصْمَاتِ بِخَمْسِ تُجَلِي بهمس - رخوت - استعلاء - انفتاح - اصمات
۸	دال	ثُمَّ أَجْهَرِ الدَّالَ شَدِيدًا مُسْتَفِلٌ وَافْتَحْ وَاصْمِتْ قَلِيلًا سِتُّ جُعِلَ جهر - شدت - استفال - انفتاح - اصمات - قلقله
۹	زال	لِلدَّالِ جَهْرٌ ثُمَّ رِخْوٌ وَاسْتِفَا لَهُ فَتَحْ وَاصْمَاتِ فِخْمَسٍ يُكْتَفَى جهر - رخوت - استفال - انفتاح - اصمات
۱۰	راء	لِلرَّاءِ قُلْ سَبْعٌ فَاجْهَرْ وَسِطَنَ كَذَا اسْتَفِلْهُ ثُمَّ فَافْتَحْ أَذْ لِقَنَ

	كَذَٰلِكَ جَرَّافٌ ثُمَّ تَكْرِيرٌ جُعِلَ فَذَاتُ مَامُ سَبْعَةٌ لَهَا نُقْلٌ جر۔ توسط۔ استقال۔ انفتاح۔ اذلاق۔ انحراف۔ تکریر		
۶	وَحُذِّ صِفَاتِ الزَّايِ يَامَنْ يَعْقِلُ جَهْرٌ وَرِخْوٌ ثُمَّ فَتَحٌ مُسْتَفِلٌ وَاصْمِتَنْ وَتَمَّ بِالصَّفِيرِ سِتٌّ لَهَا آتَتْ بِلَا نَكِيرِ جر۔ رخوت۔ انفتاح۔ استقال۔ اصمات۔ صفر	زاء	۱۱
۶	وَاهْمِسْ لِسَيْنٍ ثُمَّ رَخَّ وَاسْتَفِلَ وَافْتَحَ وَاصْمِتْ وَاصْفِرْ سِتٌّ نُقْلٌ رخوت۔ استقال۔ انفتاح۔ اصمات۔ صفر۔ ہمس	سین	۱۲
۶	وَبَعْدَ هَمْسِ الشَّيْنِ رَخَّ وَاسْتَفِلَ وَافْتَحَ وَاصْمِتْ وَالتَّفْشِيَّ قَدْ جُعِلَ ہمس۔ رخوت۔ اطباق۔ استعلاء۔ صفر۔ اصمات	شین	۱۳
۶	فَهَٰذِهِ سِتٌّ وَقُلْ لِلصَّادِ هَمْسٌ وَرِخْوٌ أَطْبِقَنَّ يَابَادِي مُسْتَعْلِيًّا زِدِ الصَّفِيرِ مُصْمِتًا سِتٌّ لَهَا فَاحْفَظْ لِقَوْلِي يَافْتَى ہمس۔ رخوت۔ اطباق۔ استعلاء۔ صفر۔ اصمات	صاد	۱۴

۶	لِلضَّادِّ سِتَّةٌ بِلَا شِقَاقٍ جَهْرٌ وَرِخْوَةٌ بِالِاطِّاقِ مُسْتَعْلِيًّا وَمُصَمِّمًا مُسْتَطَلًّا جهر۔ رخوت۔ اطباق۔ استعلاء۔ اصمات۔ استطالات	ضاد	۱۵
۶	فَاقْبَلْ وَقُلْ لِلطَّاءِ سِتًّا تَجْمُلًا جَهْرًا وَشِدَّةً كَذَا لَا سِتْعَلًا وَاطْبِقَنَّ وَأَصِمْتَنَ مُقْلَقًا جهر۔ شدت۔ استعلاء۔ اطباق۔ اصمات۔ قلقله	طاء	۱۶
۵	وَالظَّاءُ أَجْهَرُنَ بِالرَّخْوِ وَالِاطِّاقِ مُسْتَعْلِيًّا وَمُصَمِّمًا يَارَاقِي جهر۔ رخوت۔ اطباق۔ استعلاء۔ اصمات	ظاء	۱۷
۵	بِالْخَمْسِ خُذُوا الْعَيْنَ فَافْتَحْ وَاجْهَرَا كَذَا اسْتَفِيلُهُ وَسِطٌ وَأَصِمْتَ تَظْفَرًا جهر۔ رخوت۔ الافتتاح۔ استعلاء۔ اصمات	عین	۱۸
۵	فَهَازِهِ خَمْسٌ وَقُلْ لِلْغَيْنِ خَمْسٌ أَتَتْ أَيْضًا بِغَيْرِ مَيِّنٍ فَاجْهَرْ وَرَخَّ وَافْتَحَنَّ مُسْتَعْلِيًّا وَأَصِمْتَنَ وَكُنْ لِقَوْلِي صَاحِيَا جهر۔ رخوت۔ الافتتاح۔ استعلاء۔ اصمات	غین	۱۹

۲۰	فاء	ثُمَّ أَهْمِسِ الْفَاءَ رَخَاءً مُزَلِّقًا كَذَا اسْتَفْلَهَا وَافْتَحَنْ خَمْسًا ثِقًا رخوت۔ اذلاق۔ استفال۔ ہمس۔ انفتاح
۲۱	قاف	لِلْقَافِ جَهْرٌ شِدَّةٌ وَالصَّمْتُ وَاسْتَعْلٍ وَافْتَحَ قَلِيلًا ذِي سِتُّ جہر۔ شدت۔ اصمات۔ استفال۔ انفتاح۔ قلقلہ
۲۲	کاف	وَأَهْمِسْ بِشِدَّةٍ لِّكَافٍ وَأَصْمِئْتَن وَاسْتَفِلْ افْتَحْ خَمْسَةً لَهَا ثُبْنٌ ہمس۔ شدت۔ اصمات۔ استفال۔ انفتاح
۲۳	لام	وَاحْفَظْ لِسِتٍّ قَدْ آتَتْ لِلَّامِ فَاجْهَرُ وَوَسِطٌ وَاسْتَفِلْ بِأَسَامِي وَافْتَحْ وَأَذْلِقَنَّ بِالْأَنْحِرَافِ جہر۔ توسط۔ استفال۔ انفتاح۔ اذلاق۔ انحراف
۲۴	م	وَالْمِيمِ وَالنُّونَ بِالْأَخِلَافِ فَاجْهَرُ هُمَا وَسَطُهُمَا اسْتَفْلُهُمَا جہر۔ توسط۔ استفال۔ انفتاح۔ اذلاق
۲۵	نون	وَافْتَحْهُمَا أَذْلِقَ فَاخْمَسْ لَهُمَا جہر۔ توسط۔ استفال۔ انفتاح۔ اذلاق

۵	لِلَّهَا صَمَتْ ثُمَّ رَخَّوْهُمُسْ وَاسْتَفِلَّ افْتَحَهَا فِتْلِكَ خَمْسْ جہر۔ رخوت۔ ہمس۔ استفال۔ الافتاح	حاء	۲۶
۶	لِلَّوَاوِسَّةِ كَمَالِيَاءِ فَاجْهَرَّ وَرَخَّ وَاسْتَفِلَّ يَارَائِي جہر۔ رخوت۔ استفال۔ الافتاح۔ اصمات۔ لین	واو	۲۷
۶	كَذَا فَتَحَنْ وَأَصْمِتَنْ بِاللَّيْنِ وَأَحْفَظْ لِنَظْمِي تُدْعُ بِالْفَاطِنِ أَبْيَاتُهُ وَذُرْكِي فَاَحْسُبِ مَقَالُ ابْرَاهِيمَ سَعْدِ الْمُذْنِبِ جہر۔ رخوت۔ استفال۔ الافتاح۔ اصمات۔ لین	ياء (۲ شعر)	۲۸
۵	الف کی صفات ناظم نے بیان نہیں کی وہ ہم لکھ رہے ہیں۔ جہر۔ اصمات۔ رخوت۔ استفال۔ الافتاح	الف	۲۹

فوائد مکيه : پانچویں فصل صفات ممیزہ کے بیان میں

شرح : ممیزہ کے معنی جدا کرنے کے ہیں صفات ممیزہ سے مراد ایسی صفات جو حروف کو ایک دوسرے سے جدا کرتی ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ ایک مخرج سے دو حروف نکلتے ہیں جیسے عین اور حاء کا مخرج 'یا تین حروف نکلتے ہوں جیسے طاء۔ وال اور تاء کا مخرج اب ان حروف کا مخرج تو ایک ہے مگر ان کی آواز ایک جیسی نہیں ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ دراصل اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی آوازیں صفات کی وجہ سے مختلف ہیں جو صفات جس حرف میں پائی جائیں گی ان کی وجہ سے حروف کی آواز بھی

اسی طرح کی ہوگی۔ جیسے عین میں جہر یعنی بلندی ہے اور حاء میں ہمس یعنی پستی ہے اسی طرح طاء میں استعلاء و اطباق و انغم کی صفات ہیں اور تاء میں استفال اور انفتاح ہے۔ معلوم ہوا کہ صفات ممیزہ سے ایک ہی مخرج سے ادا ہونے والے حروف میں تمیز ہوتی ہے۔

فوائد مکیہ : حروف اگر صفات لازمہ میں مشترک ہوں تو مخرج سے ممتاز ہوتے ہیں۔

شرح : حضرت مصنف "حروف کی آواز کے مختلف ہونے کا اولین نقطہ بیان فرماتے ہیں کہ اگر حروف میں صفات لازمہ مشترک پائی جائیں اور ان کا مخرج ایک نہ ہو بلکہ مختلف ہوں تو اس مخرج کے جدا ہونے سے ان حروف کی آوازیں بھی ایک دوسرے سے جدا ہوں گی۔

فوائد مکیہ : اور اگر مخرج میں متحد ہوں تو صفت لازمہ منفردہ سے ممتاز ہوتے ہیں۔

شرح : حضرت مؤلف "فرماتے ہیں کہ حروف اگر مخرج میں متحد ہوں یعنی بعض دویا تین حروف ایک مخرج سے نکلتے ہیں تو ان کو صفات لازمہ منفردہ ایک دوسرے سے ممتاز کرتی ہیں۔ منفردہ کا لغوی معنی واحد یا ایک ہے۔

فوائد مکیہ : جن حروف میں تمایز بالخرج ہے۔ ان کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں البتہ حروف متحدہ فی المخرج کے بیان کرنے کی ضرورت ہے۔

شرح : ایسے حروف جن کے مخرج ہی الگ الگ ہیں ان میں تو کوئی اشکال یا دشواری نہیں ہے کیونکہ وہ مخرج سے ہی جدا ہیں اور اصل بات یہی ہے کہ ان کو بیان کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ ہاں جن حروف کا مخرج ایک ہے ان کو بیان کرنا ضروری ہے تاکہ پتہ چل سکے کہ متحد فی المخرج حروف کن کن صفات کی وجہ سے ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں۔

فوائد مکیہ : الف۔ ہمزہ۔ ہاء میں الف ممتاز ہے مدیت میں اور ہمزہ ممتاز ہے ہاء سے جبر اور شدت میں باقی صفات میں دونوں متحد ہیں۔

شرح : حضرت مؤلف "کے نزدیک چونکہ الف۔ ہمزہ اور ہاء کا مخرج ایک ہے لہذا اب ان کی آوازیں بھی ایک

جیسی ہوتی چاہیے لیکن ایسا نہیں ہے یہاں اب بیان فرماتے ہیں کہ کس وجہ سے ان حروف کی آوازیں مختلف ہیں۔ الف کو جدا کر دیا ہے ہمزہ اور ہاء سے صفت مدہ نے یعنی الف میں صفت مدہ ہے جبکہ ہمزہ اور ہاء میں صفت مدہ نہیں ہے۔ اسی طرح ہمزہ کو جدا کر دیا ہے ہاء سے صفت جہر اور شدت نے چونکہ ہمزہ میں صفت جہر اور شدت ہیں جبکہ ہاء میں صفت ہمس اور رخوت ہیں اور باقی صفات استقلال، انفتاح اور اصمات میں ہمزہ اور ہاء دونوں مشترک ہیں۔

خلیل کے مذہب کی رو سے الف جوف دہن سے ادا ہوتا ہے اور ہمزہ و ہاء قصی حلق سے ادا ہوتے ہیں۔ پس خلیل کے مذہب کی رو سے الف کو اس فہرست میں سے نکال کر صرف ہمزہ اور ہاء کی صفات بمیزہ شمار کر لیں۔

فوائد مکبہ : عین اور حاء - حاء میں ہمس اور رخاوت ہے۔ عین میں جہر و توسط باقی میں اتحاد۔

شرح : اب عین اور حاء کو بیان فرما رہے ہیں جن کا خروج وسط حلق مشترک ہے اور آوازیں مختلف ہیں اس لئے کہ حاء میں صفت ہمس اور رخاوت پائی جاتی ہیں جبکہ عین میں صفت جہر اور توسط پائی جاتی ہیں باقی صفات استقلال۔ انفتاح اور اصمات میں مشترک ہیں۔

فوائد مکبہ : (غ - خ) غین میں جہر ہے اور باقی میں اتحاد۔

شرح : غین اور خاء کی صفات بمیزہ کو بیان فرما رہے ہیں ان دونوں حروف کا خروج ادنی حلق ہے اور ان کی آوازیں تمیز اس سے ہوتی ہے کہ غین میں صفت جہر پائی جاتی ہے جبکہ خاء میں صفت ہمس پائی جاتی ہے باقی صفات یعنی رخوت۔ استعلاء۔ انفتاح اور اصمات میں دونوں حروف مشترک ہیں۔ ان حروف کو ایک صفت لازمہ نے ایک دوسرے سے جدا کر دیا ہے جو مصنف علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ صفات لازمہ منفردہ سے حروف ممتاز ہوتے ہیں۔

فوائد مکبہ : (ج - ش - ی) جیم میں شدت ہے۔ شین میں ہمس اور نقش باقی استقلال اور انفتاح میں

تینوں مشترک ہیں اور جہر میں جیم یا اور رخاوت میں شین یا مشترک ہیں۔

شرح : متحد الخرج حروف کے سلسلے میں اب جیم شین اور یاء کا بیان فرما رہے ہیں کہ کن کن صفات کی وجہ سے ان کی آوازیں جدا جدا ہیں۔ جیم میں چونکہ شدت ہے۔ حضرت مصنف نے صرف صفت شدت بیان فرمائی حالانکہ صفت شدت

کے علاوہ قلقلہ بھی صفت ممیزہ ہے۔ جبکہ شین اور یاء میں صفت رخوت مشترک ہے۔ شین میں صفت ہمس اور تقشی ہے جبکہ جیم اور یاء میں صفت جہر ہے اسکے علاوہ دو صفات استفال اور انفتاح میں تینوں حروف مشترک ہیں اور صفت جہر میں دو حروف جیم اور یاء مشترک ہیں اور صفت رخاوت میں دو حروف شین اور یاء مشترک ہیں۔ حضرت مصنف علیہ الرحمۃ کے نزدیک یا سے مراد لین۔ مدہ اور متحرک تینوں قسمیں ہیں اگر یاء مدہ ہوگی تو مدیت کی وجہ سے جیم اور شین سے ممتاز ہوگی اور اگر یاء لین ہوگی تو صفت لین کی وجہ سے جیم اور شین سے ممتاز ہوگی۔

صفات ممیزہ کے بیان میں حضرت مصنفؒ کا مخصوص انداز

ان صفات ممیزہ کے بیان میں اگر آپ غور کریں تو معلوم ہوگا کہ حضرت مصنفؒ جہاں کسی حرف میں دو یا زیادہ صفات ممیزہ ہیں تو اس میں سے صرف ایک ہی کے بیان پر اکتفا فرما رہے ہیں۔ بعض حضرات اس موقع پر معترض ہوتے ہیں کہ اس موقع پر حضرت مصنفؒ سے سہو ہوا ہے اور وہ صفات ممیزہ کو مکمل طور پر بیان نہیں کر پائے ہیں اور یہی الزام دہ پھر آپ کے شاگرد رشید استاذ القراء والحدو دین حضرت مولانا قاری عبدالمالک صاحب نور اللہ مرقدہ کے مشہور حواشی ”تعلیقات مالکیہ“ پر بھی عائد کرتے ہیں۔

راقم محسوس کرتا ہے کہ اس کے بہت سے جوابات بنتے ہیں۔

(۱) حضرت مصنفؒ نے یہاں ایک صفت ممیزہ کو بیان کر کے باقی طلباء پر چھوڑ دی ہیں تاکہ وہ بھی اپنے ذہن کو بردے کار لاتے ہوئے دیگر صفات کو بذات خود نکالیں اور یہ ایسے ہی ہے جیسے علامہ جزریؒ نے ضاد و نطاء کے باب میں نطاء والے کلمات کو مختصر بیان کیا ہے اور اکثر طلباء کی فہم پر چھوڑ دیئے ہیں مگر کلمہ ظَلَّ کے مشتقات کو تفصیل سے بیان فرمایا ہے اور لطیف پیرائے میں گویا یہ ترغیب طلباء کو دلانا مقصود ہے کہ جس طرح ہم نے اس لفظ کے تمام مشتقات تلاش کئے تم بھی باقی الفاظ کے مشتقات کو تلاش کرو تاکہ علم میں وسعت و بصیرت پیدا ہو۔

(۲) کسی بھی حرف کی صرف ایک صفت ممیزہ ہی اس کو دیگر حروف سے ممتاز اور جدا کرنے کے لیے کافی ہوتی ہے جیسا کہ حضرت مصنفؒ فصل کے شروع میں فرما بھی رہے ہیں کہ:

”اگر مخرج میں متحد ہوں تو صفت لازمہ منفردہ سے ممتاز ہوتے ہیں“ پس ایک صفت ممیزہ کے بیان کرنے سے بھی مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔

(۳) ہر محقق اور صاحب فن کی اصطلاحات فن کو بیان کرنے کا اپنا انداز ہوتا ہے اور حضرت مصنفؒ فن تجوید و قرآت میں ایک منفرد اور مخصوص شخصیت کے مالک ہیں لہذا وہ اصطلاحات فن کو بیان کرنے میں اپنا مخصوص انداز فکر رکھتے

ہیں جس پر کسی قسم کی کوئی قدغن یا اعتراض نہیں کیا جاسکتا ہے۔

فوائد مکبہ : (ط-د-ت) شدت میں اشتراک اور طاء-دال جہر میں مشترک ہیں اور تاء-دال استفعال

میں اور انفتاح میں مشترک ہیں اور طاء میں اطباق استعلاء ہیں اور تاء میں ہمس ہے۔

شرح : متحد الحرج حروف میں اب طاء دال اور تاء کو بیان کیا ہے صفت شدت ان حروف میں پائی جاتی ہے جبکہ طاء اور دال میں صفت جہر اور قلقلہ پائی جاتی ہیں مگر حضرت مصنفؒ نے صرف صفت جہر بیان فرمائی ہے اور تاء میں صفت ہمس پائی جاتی ہے اور تاء دال میں صفت استفعال اور انفتاح ہیں۔ جبکہ طاء میں استعلاء اور اطباق کی صفات ممیزہ پائی جاتی ہیں اور ان صفات ممیزہ کی وجہ سے ان تینوں حروف کی آوازیں مختلف ہیں۔

فوائد مکبہ : (ظ-ز-ث) کارخاوت میں اشتراک ہے اور طاء-ذال جہر میں اور ذال-ثاء استفعال

اور انفتاح میں مشترک ہیں اور طاء میں ممیزہ صفت استعلاء اور اطباق ہے اور ذال-ثاء میں صفت ممیزہ جہر اور ہمس

ہے۔

شرح : یہاں طاء-ذال اور ثاء میں صفات ممیزہ بیان کی جا رہی ہیں۔ اول فرمایا کہ طاء-ذال اور ثاء تینوں میں صفت رخاوت پائی جاتی ہے اور طاء اور ذال دونوں حروف میں صفت جہر پائی جاتی ہے تو ضروری ہے کہ ثاء میں صفت ہمس پائی جائے۔ اور اسی طرح ذال اور ثاء میں صفت استفعال اور انفتاح دونوں پائی جاتی ہیں تو طاء میں صفت استعلاء اور اطباق پائی جاتی ہیں اور ذال میں صفت جہر اور ثاء میں صفت ہمس پائی جاتی ہے ان صفات مذکورہ سے تینوں حروف میں تمیز ہوتی ہے۔

فوائد مکبہ : (ص-ز-س) رخاوت صغیر میں مشترک اور (ص-س) ہمس میں (ز-س) استفعال اور

انفتاح میں مشترک ہیں اور (ص) میں صفت ممیزہ استعلاء-اطباق اور (ز-س) میں جہر ہمس ہے۔

شرح : نوک زبان اور ثانی اسفل کا کنارہ مع اتصال ثانی علیا سے یہ تینوں حروف نکلتے ہیں اور مخرج ایک ہونے کی وجہ سے صفات ممیزہ کے ذریعے اپنی پہچان اور تمیز کر پاتے ہیں۔ حضرت مصنفؒ فرما رہے ہیں کہ صاد-زاء اور سین صفت

رخاوت اور صفت صغیر میں مشترک ہیں جبکہ صاد اور سین میں صفت ہمس مشترک ہے۔ جبکہ زاء میں صفت جہر پائی جاتی ہے۔ اور زاء اور سین میں صفت استفال اور انفتاح پائی جاتی ہے جبکہ صاد میں صفت استعلاء اور اطلاق پائی جاتی ہیں اسی طرح صاد میں تو جہر کی صفت ہے اور سین میں صفت ہمس ممیزہ ہیں۔

فوائد مکیہ : (ل-ن-ر) جہر-توسط-استفقال-انفتاح میں مشترک ہیں اور (ل-ر) انحراف میں مشترک ہیں۔

شرح : لام-نون اور راء کا بیان ہے اور چونکہ فراء کے نزدیک ان تینوں حروف کا مخرج ایک ہے اس لئے ان کو اکٹھے بیان کیا جا رہا ہے۔ فرماتے ہیں کہ لام نون اور راء میں صفت جہر-صفت توسط-صفت استفال اور صفت انفتاح چاروں صفات ان تینوں حروف میں مشترک ہیں۔ اور لام اور راء میں چونکہ صفت انحراف پائی جاتی ہے جو کہ نون میں نہیں پائی جاتی تو اس طرح لام اور راء کی صفت انحراف نے نون کو ان دونوں حروف سے جدا کر دیا ہے۔

فوائد مکیہ : اور ان میں تمایز مخرج سے ہے۔ اسی واسطے سیبویہ اور ظلیل نے ان کا مخرج الگ الگ ترتیب وار رکھا ہے اور فراء نے قرب کا لحاظ کر کے ایک مخرج کیا ہے اور دوسرا یہ کہ نون میں غنہ ہے اور راء میں تکرار۔

شرح : حضرت مصنفؒ مخرج کے بارے میں قراء کا اختلاف ذکر فرما رہے ہیں۔ کہ ظلیل اور سیبویہ کے نزدیک تو لام نون اور راء کا مخرج الگ الگ ہے۔ ان کے نزدیک یہ حروف مخرج ہی کی وجہ سے ایک دوسرے سے ممتاز ہو جاتے ہیں لہذا ان کے مذہب کے مطابق تو صفات ممیزہ بیان کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہی۔ لیکن فراء نے قرب کا لحاظ کرتے ہوئے ان تینوں حروف لام-نون اور راء کا مخرج ایک بیان کیا ہے پس جب مخرج ایک بیان کیا گیا تو ضروری ہوا کہ صفات ممیزہ کے ذریعے ان حروف کو باہم ممتاز کیا جائے۔ جیسا کہ نون میں صفت غنہ ہے جبکہ لام اور راء میں غنہ نہیں ہے صفت غنہ صفت ممیزہ ہوئی جس سے نون ان دونوں حروف لام اور راء سے جدا ہو گیا۔ اسی طرح راء میں صفت تکرار ہے جبکہ لام اور نون میں صفت تکرار نہیں گویا راء کو صفت تکرار نے لام اور نون سے جدا کر دیا ہے۔

فوائد مکیہ : (و-ب-م) جہر-استفقال-انفتاح میں مشترک اور واؤ کے ادا کرتے وقت شغنین میں کسی قدر انفتاح رہتا ہے اس وجہ سے اپنے بجانوں سے ممتاز ہو جاتا ہے گویا اس میں تمایز بالمخرج ہے۔

شرح : حضرت مصنفؒ نے مخارج والی فصل میں واؤ۔ باء اور میم کا مخرج مطلقاً دونوں ہونٹ بیان فرمائے ہیں۔ متحد المخرج ہونے کی وجہ سے ان تینوں حروف میں صفت جبر۔ صفت استفال۔ اور صفت انفتاح تو مشترک ہیں۔ آگے پھر خود ہی تشریح فرماتے ہیں کہ واؤ کو ادا کرتے وقت دونوں ہونٹ آپس میں نامکمل ملتے ہیں یعنی دونوں ہونٹوں کے ناقص ملنے سے واؤ ادا ہوتی ہے لہذا واؤ تو اپنے مخرج سے ہی باء اور میم سے جدا ہو گیا اور کوئی اشکال رہا ہی نہیں۔ بعض مصنفین کے نزدیک باء اور میم مخرج سے ہی جدا ہو جاتے ہیں باء ہونٹوں کی تری سے اور میم ہونٹوں کی خشکی سے ادا ہوتی ہے۔

فوائد مکبہ : اور (ب) میں شدت اور قلقلہ اور (م) میں توسط اور غنہ میزہ ہیں۔

شرح : ان تینوں حروف میں سے واؤ کو تو حضرت مصنفؒ نے پہلے ہی مخرج سے جدا کر دیا ہے اب باقی دونوں حروف کے متعلق فرماتے ہیں کہ باء میں صفت شدت اور صفت قلقلہ پائی جاتی ہے جبکہ میم کو صفت توسط اور صفت غنہ نے باء اور واؤ سے ممتاز کر دیا ہے۔ ان صفات مذکورہ سے باء اور میم ایک دوسرے سے ممتاز ہو گئے ہیں۔ خلاصہ کلام کے طور پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اب متحد المخرج حروف کی صفات میزہ کو بیان کر دیا جائے تاکہ طلباء کو سمجھنے میں آسانی رہے

(۱) الف۔ ہمزہ۔ ہاء

الف : جبر۔ رخوت۔ استفال۔ انفتاح۔ مدہ

ء : جبر۔ شدت۔ استفال۔ انفتاح

ھ : ہمس۔ رخوت۔ استفال۔ انفتاح

الف ہمزہ اور ہاء سے صفت مدہ سے میزہ ہوتا ہے۔

ہمزہ ہاء سے صفت جبر و شدت سے میزہ ہوتا ہے۔

ہاء ہمزہ سے صفت ہمس اور رخوت سے میزہ ہوتا ہے۔

(۲) عین حاء

ع : جبر۔ توسط۔ استفال۔ انفتاح

ح : ہمس۔ رخاوت۔ استفال۔ انفتاح

عین کی صفت جبر و توسط نے اسے حاء سے جدا کر دیا۔
حاء کی صفت ہمس و رخاوت نے اسے عین سے ممیز کر دیا۔

(۳) غین۔ حاء

غ: جبر۔ رخاوت۔ استعلاء۔ انفتاح
خ: ہمس۔ رخاوت۔ استعلاء۔ انفتاح
غین حاء سے صفت جبر سے ممیز ہوتی ہے۔
حاء غین سے صفت ہمس سے جدا ہوتا ہے۔

(۴) جیم۔ شین۔ یاء

ج: جبر۔ شدت۔ استفال۔ انفتاح۔ قلقله
ش: ہمس۔ رخاوت۔ استفال۔ انفتاح۔ تفشی
ی: جبر۔ رخاوت۔ استفال۔ انفتاح
جیم صفت شدت اور قلقله سے شین اور یاء سے ممیز ہوتا ہے
شین کی صفت ہمس اور تفشی اسے جیم اور یاء سے جدا کرتی ہیں۔

(۵) طاء۔ دال۔ تاء

ط: جبر۔ شدت۔ استعلاء۔ اطباق۔ قلقله
د: جبر۔ شدت۔ استفال۔ انفتاح۔ قلقله
ت: ہمس۔ شدت۔ استفال۔ انفتاح
طاء صفت استعلاء اور اطباق سے دال اور تاء سے ممیز ہوتی ہے۔
تاء صفت ہمس سے طاء اور دال سے ممیز ہوتی ہے۔

(۶) ظاء۔ ذال۔ ثاء

ظ: جبر۔ رخاوت۔ استعلاء۔ اطباق
ذ: جبر۔ رخاوت۔ استفال۔ انفتاح

ث: ہمس۔ رخاوت۔ استفال۔ انفتاح
ظاء صفت استعلاء اور اطباق کے ذریعے ذال اور ثاء سے ممیز ہوتی ہے۔
ثاء صفت ہمس سے ظاء اور ذال سے ممیز ہوتی ہے۔

(۷) صاد۔ زاء۔ سین

ص: ہمس۔ رخاوت۔ استعلاء۔ اطباق۔ صغیر
ز: جہر۔ رخاوت۔ استفال۔ انفتاح۔ صغیر
س: ہمس۔ رخاوت۔ استفال۔ انفتاح۔ صغیر
صاد صفت استعلاء اور اطباق سے زاء اور سین سے ممیز ہوتا ہے۔
زاء صفت جہر سے سین اور صاد سے ممیز ہوتا ہے۔

(۸) لام۔ نون۔ راء

ل: جہر۔ توسط۔ استفال۔ انفتاح
ن: جہر۔ توسط۔ استفال۔ انفتاح۔ غنہ
ر: جہر۔ توسط۔ استفال۔ انفتاح۔ تکریر
نون صفت غنہ سے لام اور راء سے ممیز ہوتا ہے۔
راء صفت تکریر سے لام اور نون سے ممیز ہوتی ہے۔

(۹) واؤ۔ باء۔ میم

و: جہر۔ رخاوت۔ استفال۔ انفتاح
ب: جہر۔ شدت۔ استفال۔ انفتاح۔ قلقلہ
م: جہر۔ توسط۔ استفال۔ انفتاح۔ غنہ
واؤ انفتاح شقیں کے ذریعے ممیز ہے گویا اس میں تمایز بالخرج ہے۔
اور باء میم سے صفت شدت اور قلقلہ کے ذریعے ممیز ہوتا ہے۔ اور میم باء سے صفت توسط اور غنہ کے ذریعے ممیز ہوتی ہے۔

ہے۔

فوائد مکيه : اور (ض-ظ) میں جبر-رخاوت-استعلاء اطباق ہے اور (ض) میں استطالت ہے اور
مميز مخرج ہے مگر اشتراک صفات ذاتیہ کی وجہ سے فرق کرنا اور ایک دوسرے سے ممتاز کرنا ماہرین کا کام ہے اور ماہر
کے فرق کو بھی ماہر ہی خوب سمجھتا ہے۔

شرح : حضرت مصنفؒ نے ضاد اور ظاء کو بیان فرمایا ہے حالانکہ اصل بات تو یہ ہے کہ ان دونوں حروف کے مخرج
ہی جدا جدا ہیں جیسا کہ خود فرما بھی رہے ہیں جب مخرج الگ الگ ہیں تو بیان کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی مگر فرماتے ہیں کہ
اشتراک صفات ذاتیہ کی وجہ سے فرق کرنا ضروری ٹھہرا جیسا کہ صفات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ صفت جبر-صفت رخاوت-
صفت استعلاء اور صفت اطباق دونوں میں مشترک ہیں اور ان مشترک صفات کی وجہ سے ان میں فرق کرنا بڑا مشکل ہے۔
صفت مميز جو ضاد میں پائی جاتی ہے وہ صفت استطالت ہے۔

آگے حضرت مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اشتراک صفات ذاتیہ چونکہ دونوں حروف میں ہیں اور ان میں فرق کرنا اور ایک
دوسرے سے دونوں حروف کو باہم ممتاز کرنا ماہرین کا کام ہے اور ماہر کے فرق کو ماہر ہی خوب سمجھتا ہے۔ اس تحریر سے یہ بات
ظاہر ہوتی ہے کہ ضاد اور ظاء وغیرہ کی بحث خالص علمی بحث ہے مگر بد قسمتی سے اس میں ماہرین فن کی بجائے عوام الناس اور
وہ لوگ زیادہ الجھتے ہیں جن کے اپنے شین قاف درست نہیں یعنی مخارج و صفات تک کا علم نہیں رکھتے۔ حرف ضاد کی صحیح
ادائیگی کے متعلق ہم مخارج کے بیان میں بحث کر آئے ہیں۔ اس موضوع پر ماہرین فن نے بہت علمی اور پر مغز کتب اور
رسائل تحریر کئے ہیں۔

اب ہم یہاں حضرت مصنفؒ کا اپنا حاشیہ جو انہوں نے حرف ضاد سے متعلق تحریر فرمایا ہے نقل کرتے ہیں۔

حرف ضاد سے متعلق حضرت مصنف علیہ الرحمہ کا تحریر کردہ مضمون

حرف ضاد ضعیف کو ابن الحاجبؒ نے جو کہ امام شاطبیؒ کے شاگرد ہیں شافعیہ میں حروف مستہجنہ سے لکھا ہے۔ اور
امام رضیؒ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

”قَالَ السَّيْرَانِيُّ أَنَّهُافِي لُغَةٍ قَوْمٍ لَيْسَ فِي لُغَتِهِمْ ضَادٌّ فَإِذَا احْتَجُّوا إِلَى
التَّكَلُّمِ بِهَاافِي الْعَرَبِيَّةِ اعْتَصَمَتْ عَلَيْهِمْ فَرُبَّمَا أَخْرَجُوهَا ظَاءً إِلَّا خَرَجَ جِهْمٌ
إِيَّاهَا مِنْ طَرَفِ اللِّسَانِ وَأَطْرَافِ الشَّيْءِ وَرُبَّمَا تَكَلَّفُوا فِي إِخْرَاجِهَا مِنْ

مَخْرَجُ الضَّادِ فَلَمْ يَتَّاتَ لَهُمْ فَخَرَجَتْ بَيْنَ الضَّادِ وَالظَّاءِ۔“

ترجمہ: ”سیرافی“ نے کہا کہ یہ بات اس قوم کی زبان میں ہے جن کی زبان میں ضاد نہیں جب انہیں عربی زبان میں ضاد کے تلفظ کی ضرورت پڑی تو ان کو اس کا تلفظ دشوار معلوم ہوا اس لئے وہ اس کو ظاء پڑھتے ہیں اس لئے کہ زبان کے کنارے اور اگلے دانتوں کے کنارے سے نکالتے ہیں اور کبھی اس کو مخرج ضاد سے نکالنے کا تکلف کرتے ہیں مگر ان سے بن نہیں پڑتا اس لئے ضاد اور ظاء کے درمیان نکلتا ہے۔“

شافیہ اور اس کی شرح سے بعض متاخرین نیز روانض اور غیر مقلدین (یعنی اہل حدیث حضرات) کی تردید ہو گئی جو کہ قائل ہیں کہ ضاد و ظاء میں اشتراک صفات ذاتیہ کی وجہ سے حرف ضاد مثل ظاء کے مسموع ہوتا ہے بلکہ ان میں فرق کرنا نہایت دشوار ہے۔ لہذا اگر ضاد کی جگہ ظاء پڑھی جائے تو کچھ حرج نہیں کیونکہ اشتراک کو تشابہ لازم نہیں اس واسطے کہ جیم و دال بھی جمیع صفات میں مشترک ہیں مگر متخالف مخرج کی وجہ سے دونوں کی صوت میں بالکل تباہی ہے اصلاً تشابہ نہیں۔ (الجمہدیت حضرات کے مسلک کی یہاں وضاحت کر دوں کہ وہ بھی حرف ضاد میں وہی مذہب رکھتے ہیں جو کہ حضرت مصنفؒ اور جمہور کا ہے اس سلسلہ میں ہم ایک رسالہ مزید توضیح کے لیے لگا رہے ہیں جو کہ اس وقت کے اجل علماء الجمہدیت و دیگر اکابرین علماء و قراء کے حرف ضاد کے متعلق ارشادات پر مشتمل ہے۔ جو حضرت مصنفؒ کے حاشیہ کے فوراً بعد شامل کتاب ہے۔ محمد اور یس العاصم عفی عنہ)

اور ضاد ظاء میں متخالف مخرج موجود ہے مگر چونکہ مخرج ضاد کا اکثر حافظ لسان مع کل اضر اس اور مخرج ظاء کا طرف لسان مع طرف ثایا علیا ہے اور پھر ان دونوں حرفوں میں استعلاء اور اطباق ہے اس وجہ سے ان میں تقارب ہو گیا ہے۔ پھر صفت رخاوت کی وجہ سے ان میں تشابہ صوتی پیدا ہو گیا یہ وجہ ہے تشابہ کی بخلاف جیم و دال کے کہ ان میں یہ وجہ نہیں۔ اب تشابہ ضاد ظاء میں ثابت ہو گیا مگر ایسا تشابہ کہ حرف ضاد قریب حرف ظاء مسموع ہو اس طرح کا تشابہ ممنوع ہے اسی کو ابن حاجبؒ اور رضیؒ نے مستحسن (مشکل الاداء) لکھا ہے۔ کیونکہ باعث تشابہ صفت رخوت ہے اور یہ صفت ضاد میں بہ نسبت ظاء کے ضعیف ہو گئی ہے اس واسطے کہ ضاد میں صفت اطباق کی بہ نسبت ظاء کے قوی ہے اور لامحالہ جتنی صفت اطباق قوی ہوگی اتنی ہی صفت رخاوت میں ضعف ہوگا کیونکہ الصاق محکم منافی رخاوت ہے۔

دوسری وجہ ضعف رخاوت یہ ہے کہ ضاد کا مخرج مجری صوت ہوا سے ایک کنارے واقع ہوا ہے بخلاف مخرج ظاء کے کہ وہ محاذات (مقابل) میں واقع ہے اسی وجہ سے ظاء میں رخاوت قوی ہے اور جب رخاوت قوی ہوئی تو لامحالہ اطباق ضعیف ہوگا۔ ماحصل یہ کہ جب ضاد کو اپنے مخرج سے مح جمع صفات ادا کیا جائے گا تو اس وقت اس کی صوت اہل عرب کے ضاد کی صوت سے جو آج کل مروج ہے بہت مشابہ ہوگی (آج کل سے مراد حضرت قاری عبدالرحمن صاحب کئی کے زمانہ قیام

سعودیہ کے زمانے کا تذکرہ ہے حضرت مصنف ۱۳۰۰ھ میں سعودی عرب سے ہندوستان تشریف لائے اور اس وقت سے اب تک ایک سو تیس سال کا طویل عرصہ بنتا ہے اس وقت جب کہ حضرت مصنف کا قیام مکہ مکرمہ میں تھا تلفظ اعتدال کے درجہ میں تھا آج کل اختلاط عجم سے بڑا تغیر تلفظ و ادائیگی میں ہو چکا ہے جیسا کہ عام مشاہدے میں بھی آتا ہے۔ محمد ادریس العاصم عفی عنہ)

اور طاء کے ساتھ بھی تشابہ ہو گا مگر کم درجے میں اس واسطے کہ ضاد میں اطباق و تقفیم بہ نسبت طاء کے زیادہ ہے کیونکہ رخاوت طاء کی بہ نسبت ضاد کے قوی ہے اور رخاوت و اطباق میں تقابل ہے ایک قوی ہوگی تو دوسری ضعیف ہوگی۔ اب اگر ضاد میں صفت رخاوت زیادہ ہو جائے گی تو شبہ بظاء ہو جائے گا اور اسی کو صاحب شافیہ اور رضی نے مستحسن (مشکل الاداء) لکھا ہے اور اگر اطباق قوی ادا کیا جائے گا مع رخاوت کے تو شبہ بضاد مروج بین العرب ادا ہوگا اور کسی قدر طاء کے ساتھ بھی مشابہ ہوگا۔

بعض کتب تفسیر و تجوید میں جو ضاد و طاء کو تشابہ الصوت لکھا ہے اس سے یہی مراد ہے نہ یہ کہ طاء مسوع ہو اب تعارض بھی نہیں رہا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بعض قراء عجم اہل عرب کو کہتے ہیں کہ ضاد کی جگہ دال مخم پڑھتے ہیں جواب یہ ہے کہ دال مخم کوئی حرف ہی نہیں اس واسطے کہ دال کی صفت ذاتی استفحال افتتاح اور مخرج طرف لسان اور جڑ ثنایا علیا ہے اور اہل عرب ضاد کو اپنے مخرج مع استعلاء اطباق سے عموماً ادا کرتے ہیں۔ اور ایک حرف دوسرے مخرج مباین سے ادا ہی نہیں ہوتا اور جب صفات ذاتیہ بھی بدل گئیں تو دال اسے نہیں کہہ سکتے اصل میں وہ ضاد ہے مگر ضعف رخاوت جو قلت اور ضعف کے ساتھ اس میں پائی جاتی تھی وہ اکثر عرب سے شاید ادا نہ ہوتی ہو۔ غایت مافی الباب یہ لحن خفی ہوگا اور طاء خالص پڑھنا اور دال خالص یا دال کو اپنے مخرج سے پر کر کے پڑھنا یہ لحن جلی ہے۔ کیونکہ پہلی صورت میں صرف ایک صفت جو کہ نہایت کمزور درجہ میں تھی اس کا ابدال یا انعدام ہوا ہے باقی صورتوں میں ابدال حرف بحرف آخر لازم آتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب اب ہم یہاں رسالہ ”تحقیق حرف ضاد مع فتاویٰ علماء کرام مؤلفہ حضرت مولانا الحافظ ابو محمد عبدالستار صاحب دہلوی نقل کرتے ہیں:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مسئلہ دوا و ضاد دلائل کی روشنی میں

اکثر مفسرین اور علماء فقہ و نحو اور تجوید کے ماہرین قراء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ض مشتبه الصوت ظ کا ہے۔

ان دونوں میں فرق کرنا مشکل ہے ”دال“ کے مشابہ کسی نے بھی نہیں لکھا۔ حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں صحیح مذہب علماء کا یہ ہے کہ ضاد اور طاء میں تشابہ ہے اس لیے کہ یہ دونوں قریب الحرف جین ہیں۔

ضاد اول حافظ زبان واضر اس سے نکلتا ہے۔ طاء زبان کی نوک و اطراف ثنایا سے برآمد ہوتی ہے۔ دونوں حروف اقسام مجبورہ و رخواہ و مطبکہ سے ہیں۔

تفسیر عزیزی میں ہے ”بدانکہ فرق درمیاں مخرج ضاد و طاء بسیار مشکل ست“ یعنی ض اور ظ میں فرق کرنا نہایت مشکل ہے۔

خزانۃ الروایات میں ہے لَآَنَّ الْعَوَامَّ لَا يَقْدِرُونَ أَنْ يَفْصَلُوا بَيْنَ الضَّادِ وَالطَّاءِ یعنی عام لوگ ض کی آواز میں فرق نہیں کر سکتے۔ (اقتصاد ص ۵)

کبیری شرح منیہ میں ہے هَذَا فَصْلٌ وَهُوَ ابْدَالُ أَحَدِ هَذِهِ الْحَرْفَيْنِ اَعْنَى الضَّادِ وَالطَّاءِ یعنی یہ فصل ہے آپس میں بدل ہو جانے ان دو حرفوں کے ض اور ظ میں۔ (اقتصاد ص ۲)

البیان الجوزیل فی الترتیل ص ۵۲ میں ہے کہ ایک بلائے عام اس زمانہ میں یہ ہو گئی کہ ض کو بصورت دال کے پڑھتے ہیں اس کو مشتبہ الصوت دال کا کر دیا ہے۔ حالانکہ دال پڑ نہیں اور وہ پڑ ہے۔ سو یہ بات جملہ کتب قرآت و تفسیر وفقہ کے خلاف ہے۔

www.KitaboSunnat.com

دواد کوئی حرف نہیں بالکل بے اصل اور غلط ہے

تعب ہے اس زمانہ کے لوگوں پر کہ ضاد کو دوداد (مثل دال) مہملہ کے پڑھتے ہیں حالانکہ اس میں کسی طرح کی مناسبت و مشابہت نہیں۔ افسوس تو یہ ہے کہ پڑھے لکھے اہل علم کہلانے والے بھی اس میں مبتلا ہیں۔ فتویٰ علماء دہلی جس پر مولانا قطب الدین خان صاحبؒ حنفی کی مہر ثبت ہے اس میں مولوی کریم اللہ صاحبؒ حنفی نے لکھا ہے قَرَأَ ؕ الضَّادِ مِثْلَ الدَّالِ غَلَطٌ غَيْرٌ مُّعْتَدٍ بِهِ فَالْعَاقِلُ يَفْهَمُ وَالْغَافِلُ يُعَانِدُ وَالْحَقُّ أَحَقُّ أَنْ يُتَّبَعَ وَالْبَاطِلُ حَقِيقٌ أَنْ يُسْطَلَّ یعنی ضاد کو مثل دوداد کے پڑھنا بالکل غلط اور غیر معتبر ہے۔ پس عقل مند تو سمجھ جاتا ہے اور غافل و جاہل اپنی ضد پر اڑتا ہے اور دوداد ہی پڑھتا ہے لائق یہی ہے حق پر چلنا اور باطل کو مٹانا۔

اس پر مفتی صدر الدین صاحبؒ حنفی لکھتے ہیں ”وساکنان این در یار در دال و ضاد فرق نمی کنند جاہل اندو بے تمیز“ یعنی اس ملک میں رہنے والے جو دال اور ضاد میں فرق نہیں کرتے ضاد کو دوداد پڑھتے ہیں جاہل اور بے تمیز ہیں فقط۔

العبد المسكين محمد صدر الدین مرقوم ۵ ربیع الثانی ۱۲۷۸ھ۔ (اقتصاد ۱۵)

آج عرب میں غیر عربی الفاظ رائج و مستعمل ہیں جیسے ”گ“ فارسی زبان کا حرف ہے آج عرب میں بکثرت مستعمل ہے اَقُولُ لَكَ کو اَكُوْلُ لَكَ کہتے ہیں قُمْ کو كُمْ کہتے ہیں حالانکہ یہ قطعاً غلط ہے۔ جب ایک غلط چیز عام طور پر مروج و مستعمل ہو جاتی ہے تو لوگ اسی کو صحیح سمجھتے ہیں اسی طرح ض کو دوا دکر دینا کیا بعید ہے پس ان کی تقلید سے ہندوستان وغیرہ میں بھی ض کو دوا د پڑھنے لگے حالانکہ اصل میں دوا کوئی حرف ہی نہیں۔

علیٰ ہذا القیاس اس زمانہ کے افغان اور غزنی کے نواح کے لوگ ضا کو غداد پڑھتے ہیں وَلَا الضَّالِّينَ کو وَلِغَدَّ وَالِّينَ کہتے ہیں۔ ترکی کے لوگ عموماً ک کی جگہ ج پڑھتے ہیں چنانچہ اَيَّاكَ نَعْبُدُ وَاَيَّاكَ نَسْتَعِينُ کو اَيَّا جَ نَعْبُدُ وَاَيَّا جَ نَسْتَعِينُ پڑھتے ہیں۔

الغرض دوا د پڑھنے کے متعلق جس قدر بھی دلائل دیئے جاتے ہیں سب تار عنکبوت سے زیادہ اہل تحقیق کے نزدیک وقعت نہیں رکھتے۔

ض کو دوا د پڑھنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے

فتویٰ مکہ مکرمہ میں شیخ العلماء احمد و حلان نے لکھا ہے وَلَوْ اَبْدَلَ الضَّادَ لَمْ تَصِحَّ قِرَاءَةُ قَطْعًا فَعِلْمٌ مِنْ هَذَا اَنَّهُ لَمْ يَقَعْ خِلَافٌ فِيْ اِبْدَالِ هَذَا اِلَّا كَمَا وَقَعَ فِيْ الظَّاءِ وَ النَّطْقُ بِهَذَا اِلَّا لَمْ يَقُلْ اَحَدٌ بِصَحَّتِهِ یعنی اگر ض کو کسی دیگر حرف کے ساتھ بدلاتو قرأت ہرگز درست نہ ہوگی۔ ضا کو دال پڑھنے سے نماز فاسد ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں اور ایسی قرأت کے صحیح ہونے کا کوئی بھی قائل نہیں۔ (اقتصاد ۱۳)

چنانچہ علامہ جزریؒ تمہیدی علم التجوید میں لکھتے ہیں اَعْلَمُ اَنْ هَذَا الْحَرْفَ يَعْنِي الضَّادَ لَيْسَ فِي الْحُرُوفِ حَرْفٌ يَعْبُرُ عَلَى اللِّسَانِ مِثْلُهُ یعنی حروف میں حرف ضا کی طرح کوئی اور حرف دشوار نہیں ہے۔ علامہ ابو محمدؒ کی کتاب الرعاۃ میں لکھتے ہیں: الضَّادُ حَرْفٌ يَشْبَهُ لَفْظُهُ فِي السَّمْعِ بِلَفْظِ الظَّاءِ یعنی ضا د ایک ایسا حرف ہے جو سننے میں ظا کے مشابہ ہے۔

علامہ موصلیؒ جنبل شرح شاطبیہ موسوم بہ کنز المعانی شرح حرز الامانی میں لکھتے ہیں اِنَّ الضَّادَ وَالظَّاءَ مُتَشَابِهَةٌ فِي السَّمْعِ وَالضَّادُ لَا تَفْتَرِقُ عَنِ الظَّاءِ اِلَّا بِاخْتِلَافِ الْمَخْرَجِ وَزِيَادَةِ الْاِسْطِطَالَةِ فِي

الضَّادُّ وَلَوْلَا هُمَا لَكَانَتْ أَحَدُهُمَا عَيْنَ الْأُخْرَى یعنی ض اور ظ میں دو بات کا فرق ہے ایک تو اختلاف مخرج دوم استطالت۔ اگر یہ فرق نہ ہوتا تو دونوں حرف ایک ہو جاتے۔ استطالت یہ کہ ض کو کھینچ کر پڑھا جاتا ہے ظ کو نہیں۔

پس معلوم ہوا کہ ض کو مثل دال مہملہ کے پڑھنا بے اصل و بے ثبوت اور مہمل ہے۔ کتب فقہ و تفسیر و تشریف و تجوید و سلوک میں جن کا اسباب میں اعتبار ہے اس کا وجود و پتہ و نشان تک نہیں۔ پس جب کہ کتب معتبرہ و مستندہ میں حرف دوا کا ذکر و نقل نہیں تو معلوم ہوا کہ معدوم ہے اور اس کے پڑھنے سے نماز میں خلل آتا ہے جیسے صالحات کو طالحات پڑھنا غلط اور موجب فساد ہے ایسے ہی ضالین کو دوالین پڑھنا بے اصل اور لغو ہے۔ (کذا فی رد المحتار و عالمگیری)

اسی مضمون پر دیگر علماء مندرجہ ذیل کی مواہیر بھی ثبت ہیں ملاحظہ ہوں:

مہر	مہر	مہر	مہر	مہر
تلطف حسین	سید احمد حسن	محمد عبد الحمید	۱۲۸۱ھ سید محمد نذیر حسین	سید شریف حسین

حضرات علماء کرام و قراء عظام کے فتاویٰ

اس وقت ہمارے زیر نظر ایک رسالہ موسومہ ہدایۃ الضال فی قراءۃ الضاد بالذال موجود ہے۔ جو ۱۳۳۶ھ کا مطبوعہ ہے جس میں مسئلہ ض پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے۔ علاوہ اس کے مندرجہ ذیل علمائے کرام کے تفصیلی فتاویٰ اور ان کی نقول بھی درج ہیں۔ بخوف طوالت علمائے کرام کے اسمائے گرامی ہدیہ ناظرین ہیں:

- (۱) ابوالحسنات مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی حنفیؒ (۲) مولانا مولوی محدث فخر الدین احمد صاحبؒ صدر مدرس مدرسہ شاہی مراد آباد۔ ہند (۳) مولانا مولوی استاذ حافظ قاری عبد اللہ صاحبؒ مدرسہ درجہ قرآءت مدرسہ امدادیہ مراد آباد (۴) مولانا مختار احمد صاحب شیرکوٹیؒ (۵) مولانا مولوی استاذ حافظ عبدالحق صاحب عثمانیؒ مدنی شاگرد خاص مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ مدرس مدرسہ اسلامیہ واقعہ مسجد نبوی مدینہ طیبہ (۶) مولانا مولوی رحیم اللہ صاحبؒ (۷) مولانا محمد انور صاحب عفا اللہ عنہ (۸) مولانا محمد حسین صاحبؒ سند یافتہ مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ (۹) مولانا عبد الرحمن صاحبؒ مدرس مدرسہ شاہی (۱۰) مولانا عجب نورؒ مدرس مدرسہ شاہی (۱۱) مولانا محمد صدیق صاحب نواب پوریؒ (۱۲) مولانا ابن الحفیظ مرزا احمد اللہ بیگؒ (۱۳) مولانا کبیر الدین احمد غفرلہ

ان تمام علماء و قراء کرام نے اس رسالہ میں حرف ض کو مشابہ بالظاء قرار دیا ہے اور دال کے مشابہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے بلکہ یہاں تک فتویٰ دیا ہے اصل عبارت ملاحظہ ہو ”فی الواقع تشابہ صوت ضاد و ظاء تو اثر کو پہنچ چکا ہے۔ اور فن تجوید کے علاوہ کتب تفسیر جیسے تفسیر ابن کثیر اور کتب تفسیر ادر بعض کتب تاریخ و تذکرہ جیسے ابن خلکان، ابن اعرابی امام لغت کے تذکرہ میں اور بعض کتب ادب جیسے مقامات حریری اور عامہ کتب فقہ میں یہ مسئلہ مصرح ہے اور اس کے خلاف کوئی نقل پیش کرنا ناممکن ہے لازم ہے کہ اس مسئلہ کو بغیر کسی جھگڑے کے تسلیم کر لیا جائے۔ حنفیہ کی کتب مذہب میں بھی بلا خلاف یہ مسئلہ اسی طرح ہے۔“

خاتمہ رسالہ میں یہ الفاظ بھی لکھے ہوئے ہیں ”کہ ثابت کر دیا گیا ہے کہ ضاد مشابہ بالظاء ہونا امر حق ہے اور اس کا خلاف یعنی مشابہ بالذال پڑھنا باطل اور ضلال ہے انتہی۔“

مولانا سید احمد صاحب ندوی حنفی کا فتویٰ

میری تحقیق تو یہ ہے کہ جس طرح صاد کو طاء کی جگہ پڑھنا جبکہ دونوں حرفوں کی ادائیگی میں فرق کرنا ممکن اور آسان ہے مقصد نماز ہے اسی طرح ضالین کو دالین پڑھنا غیر معتبر ہے اصول تجوید اور علماء و مشائخ کی رائے کے مطابق مرجع طریقہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ضاد کو دال کے مخرج میں نہ پڑھا جائے کیونکہ ضاد اور دال میں اصول تجوید کے لحاظ سے سات امور کا فرق ہے مخرج اور صفت استطالت کے اختلاف کے باوجود ضاد کی مشابہت ظاء کے ساتھ ثابت ہے۔

بہر حال قاری قرآن مجید کو قرآن مجید پڑھتے وقت تمام حروف قرآنیہ کو صحیح مخرج سے ادائیگی کی پوری کوشش کرنی چاہیے۔ واللہ اعلم بالصواب

حررہ الراجی غفور بہ الباری السید احمد الندوی

مورخہ ۱۹ جون ۱۹۵۷ء

ضاد کے متعلق حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی علیہ الرحمہ کا فتویٰ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین و قاریان قرآن مجید و اوقاف علم تجوید اس مسئلہ میں کہ زید حرف ضاد کو دوا دمانند دال مہملہ کے پڑھتا ہے اور اس کو دوا دال بولتا ہے اور ضاد مشابہ بالظاء کے پڑھنے کو منع کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر کوئی شخص ضاد مشابہ بالظاء پڑھے گا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور عمر و حرف ضاد کو جس جگہ بھی قرآن میں آتا ہے مشابہ بالظاء معجمہ پڑھتا ہے اور ضاد مشابہ بالذال پڑھنے کا انکاری ہے اور کہتا ہے کہ حرف دوا دال بے اصل اور بے ثبوت ہے اور محض مہمل ہے اور اس کا وجود کسی جگہ کتب فقہ۔ تفسیر اور تجوید و کتب صرف میں نہیں ہے لہذا معلوم ہوا کہ دوا دال کوئی وجود نہیں اور

اس کے پڑھنے سے نماز میں خلل آتا ہے پس سوال یہ ہے کہ ان دونوں اشخاص میں سے کس کا قول و فعل صحیح ہے اور کس کا غلط۔ بینوا تو جبروا

الجواب: ان دونوں اشخاص میں سے عمرو کا قول و فعل صحیح ہے اور زید کا قول و فعل غیر صحیح ہے عمرو کا یہ قول کہ اگر کوئی شخص ضاد مشابہ بالطاء پڑھے تو نماز اس کی موافق مذہب مفتی بہ صحیح ہے۔

اس دعوے کی دلیل لکھی جاتی ہے تاکہ عمرو کے اس قول کی صحت معلوم ہو سکے۔ النثر فی القراءات العشر مؤلفہ علامہ جزئی میں مرقوم ہے ”وَلَيْسَ فِي الْحُرُوفِ مَا يَعْسُرُ عَلَى اللِّسَانِ مِثْلُهُ فَإِنَّ أَلْسِنَةَ النَّاسِ فِيهِ مُخْتَلِفَةٌ وَقَلَّ مَا يَحْسِنُهُ أَنتَهَى“ یعنی جیسا حرف ضاد کا ادا کرنا زبان پر دشوار ہے ویسا کسی حرف کا ادا کرنا دشوار نہیں اسی وجہ سے لوگوں کی زبانیں اس کے ادا کرنے میں مختلف ہیں اور کم لوگ ہیں جو اس کو اچھی طرح سے ادا کر سکتے ہیں۔ علامہ جزئی التہمید فی علم التجوید میں لکھتے ہیں:

”أَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْحَرْفَ يَعْنِي الضَّادَ لَيْسَ فِي الْحُرُوفِ حَرْفٌ يَعْسُرُ عَلَى اللِّسَانِ مِثْلُهُ أَنتَهَى“ یعنی حروف میں حرف ضاد کی طرح کوئی اور حرف دشوار نہیں ہے۔

علامہ ابو محمد کی کتاب الرعاہ میں لکھتے ہیں

”لَا بُدَّ لِلْقَارِئِ مِنَ الْحِفْظِ بِلَفْظِ الضَّادِ حَيْثُ وَقَعَتْ فَهُوَ أَمْرٌ يَقْصَرُ فِيهِ أَكْثَرُ مَنْ رَأَيْتُ مِنَ الْقُرَّاءِ وَالْإِمَامَةِ لَصُعُوبَةٍ عَلَى مَنْ لَمْ يَدْرِبْ بِهِ أَنتَهَى“ یعنی ضاد کو پڑھنے میں قاری کو لحاظ و محافظت کرنا بہت ضروری ہے کیونکہ یہ ایک ایسا امر ہے کہ میں نے اس میں بہت سے قراء و ائمہ کو قصور کرتے ہوئے دیکھا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ضاد ادائیگی میں دشوار ہے ان لوگوں کے لیے جن کو اس کی ادائیگی پر عبور نہیں۔

اب یہاں تک تو ان دلائل سے یہ معلوم ہوا کہ ضاد اصعب الحروف ہے اب آگے ہم ضاد کو مشابہ بالطاء ہونے کے دلائل بیان کرتے ہیں۔

علامہ ابو محمد کی ”اپنی کتاب الرعاہ میں تحریر فرماتے ہیں:

”الضَّادُ حَرْفٌ يَشْبَهُ لَفْظُهُ فِي السَّمْعِ بِلَفْظِ الطَّاءِ أَنتَهَى“ یعنی ضاد ایک ایسا حرف ہے جو سننے میں طاء کے مشابہ ہے۔

علامہ شعلہ مصلیٰ جنبل ”اپنی شرح شاطبیہ موسوم بہ کنز المعانی شرح حرز الامانی میں تحریر فرماتے ہیں۔

”إِنَّ الضَّادَ وَالظَّاءَ مُتَشَابِهَةٌ فِي السَّمْعِ وَالضَّادَ لَا تَفْتَرِقُ عَنِ الظَّاءِ إِلَّا بِاخْتِلَافِ الْمَخْرَجِ وَزِيَادَةِ الْإِسْطَالَةِ فِي الضَّادِ وَلَوْلَاهُمَا لَكَانَتْ أَحَدَهُمَا عَيْنَ الْأُخْرَى“ انتہی

یعنی ضاد اور ظاء سننے میں باہم متشابہ ہیں اور ضاد اور ظاء میں دو لحاظ سے فرق ہوتا ہے ایک ان دونوں کے جدا گانہ مخرج اور دوسرے ضاد میں صفت استطالت کا پایا جانا جو ظاء میں نہیں ہے پس اگر یہ دونوں فرق نہ ہوتے تو یہ دونوں حرف ایک ہو جاتے۔

علامہ جزری ”التمہید فی علوم التجوید میں لکھتے ہیں:

”وَالنَّاسُ يَتَفَاوَتُونَ فِي النَّطْقِ بِالضَّادِ فَمِنْهُمْ مَنْ يَجْعَلُهُ ظَاءً إِلَّا أَنَّ الضَّادَ لِيُشَارِكُ لِلظَّاءِ فِي صِفَاتِهَا كُلِّهَا وَيَزِيدُ عَلَى الظَّاءِ بِالْإِسْطَالَةِ فَلَوْلَا الْإِسْطَالَةُ وَاخْتِلَافُ الْمَخْرَجَيْنِ لَكَانَتْ ظَاءً وَهُمْ أَكْثَرُ الشَّامِيِّينَ وَبَعْضُ أَهْلِ الشَّرْقِ انْتَهَى“

یعنی عوام الناس ضاد کے ادا کرنے میں مختلف ہیں بعض لوگ تو ضاد کو ظاء بولتے ہیں اور یہ اکثر شام والے ہیں اور بعض اہل شرق وغیرہ اور ان لوگوں کے ضاد کو ظاء پڑھنے کی وجہ یہ ہے کہ حرف ضاد حرف ظاء کی تمام صفات میں مشارک ہے اور حرف ضاد میں صفت استطالت کی صفت زائد ہے جو حرف ظاء میں نہیں ہے سوا اگر ضاد میں صفت استطالت نہ ہوتی اور اس کا مخرج ظاء سے جدا نہ ہوتا تو ضاد ظاء ہو جاتا۔

ایسے ہی علامہ جزری ”المقدمة الجزریہ میں فرماتے ہیں۔

وَالضَّادُ بِاسْطَالَةٍ وَمَخْرَجٍ

مُمَيَّزٌ مِنَ الظَّاءِ — — —

یعنی ضاد کو صفت استطالت اور مخرج کے ذریعے ظاء سے جدا و ممیز کیا جاتا ہے۔

پس ضاد اور ظاء میں بجز استطالت اور مخرج کا مختلف ہونا اور بقایا تمام صفات میں مشترک ہونا ایک ایسی بات ہے کہ اس پر تمام علمائے فن تجوید کا اتفاق ہے اور اوپر ہم جوفن کی کتب کے حوالے لائے ہیں ان سے یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ ضاد متشابہ بالظاء ہے مگر اپنے مخرج اور صفت استطالت کے ذریعے جدا حرف ہے۔

اب ہم علامہ فخر الدین رازیؒ کی تفسیر کبیر سے نقل کرتے ہیں:

”الْمَسْئَلَةُ الْعَشْرَةُ الْمُخْتَارُ عِنْدَنَا أَنَّ اشْتِبَاهَ الضَّادِ بِالظَّاءِ لَا يُبْطِلُ الصَّلَاةَ وَ يَدُلُّ عَلَيْهِ أَنَّ الْمُشَابَهَةَ حَاصِلَةٌ فِيهِمَا جَدًّا - وَ بَيَانُ الْمُشَابَهَةِ مِنْ وَجْهِ الْأَوَّلِ أَنَّهُمَا مِنَ الْحُرُوفِ الْمَجْهُورَةِ وَ الثَّانِي أَنَّهُمَا مِنَ الْحُرُوفِ الرَّخْوَةِ وَ الثَّلَاثُ أَنَّهُمَا مِنَ الْحُرُوفِ الْمُطْبَقَةِ وَ الرَّابِعُ أَنَّ الظَّاءَ وَإِنْ كَانَ مَخْرُجُهُ مِنْ طَرَفِ اللِّسَانِ وَ اطْرَافِ الشَّيَا الْعُلْيَا وَ مَخْرُجُ الضَّادِ مِنْ أَوَّلِ حَافَةِ اللِّسَانِ وَ مَا يَلِيهَا مِنَ الْأَضْرَاسِ إِلَّا أَنَّهُ حَصَلَ فِي الضَّادِ انْبِسَاطٌ لَّا جَلَ رَخَاوَتِهَا وَ لِهَذَا السَّبَبِ يَقْرُبُ مَخْرُجُهُ الظَّاءَ وَ الْخَامِسُ أَنَّ النُّطْقَ بِحَرْفِ الضَّادِ مَخْصُوصٌ بِالْعَرَبِ فَثَبَتَ بِمَا ذَكَرْنَا أَنَّ الْمُشَابَهَةَ بَيْنَ الضَّادِ وَ الظَّاءِ شَدِيدَةٌ وَ أَنَّ التَّمْيِيزَ عَسِيرٌ انْتَهَى“

یعنی دسواں مسئلہ ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ ضاد کا مشابہ بالظاء ہونا نماز کو باطل نہیں کرتا اور اس پر دلیل یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان بہت زیادہ مشابہت ہے اور ان دونوں حروف میں تمیز کرنا بہت دشوار ہے۔ ان دونوں حروف میں مشابہت کا بیان کئی وجہ سے ہے اول تو یہ ہے کہ دونوں حروف مجبورہ ہیں اور دوسرے یہ کہ دونوں حروف رخوہ ہیں اور تیسرے یہ کہ دونوں حروف مطبقہ ہیں اور چوتھے یہ کہ ظاء کا مخرج زبان کا کنارہ اور ثناء علیا ہے اور ضاد کا مخرج حافہ زبان مع اضراس کی جڑ ہے مگر ضاد میں صفت رخوت کی وجہ سے انبساط اور کشادگی حاصل ہے اور ضاد کا مخرج ظاء کے مخرج کے قریب ہے پانچویں یہ کہ حرف ضاد عربوں کے ساتھ مخصوص ہے ہمارے اس بیان سے ثابت ہوا کہ ضاد ظاء کے مشابہ ہے اور دونوں میں تمیز کرنا دشوار ہے۔

ان تمام عبارتوں کا ماحصل یہ ہے کہ ضاد مشابہ بالظاء ہے اور ان میں فرق کرنا بڑے ماہر اور مجاہد کا کام ہے اس لیے ضاد مشابہ بالظاء پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوگی اور یہی مضمون فقہ حنفی کی بہت سی کتب میں مرقوم ہے الحاصل یہ کہ عمرو کا قول (کہ اگر کوئی شخص مشابہ بالظاء پڑھے تو اس کی نماز مذہب مفتی بہ کے صحیح ہے) بالکل درست ہے اور اس کا فعل یعنی ضاد کو مشابہ بالظاء پڑھنا صحیح و درست ہے اور یہیں سے ثابت ہو گیا کہ زید کا یہ قول (کہ اگر کوئی شخص ضاد مشابہ بالظاء پڑھے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی) بالکل غلط ہے اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ زید کا ضاد کو مشابہ بالذال پڑھنا بالکل بے اصل اور بلا ثبوت ہے اور عمرو کا ضاد کو مشابہ بالذال پڑھنے سے منع کرنا اور یہ کہنا کہ حرف دوا بے اصل اور بلا ثبوت ہے بہت صحیح ہے فی الواقع حرف ضاد کا مشابہ بالذال ہونا تجوید کی کسی کتاب سے ثابت نہیں ہے اور نہ ہی فقہ یا تفسیر کی کسی کتاب سے ثابت

ہے پس ضاد کو مشابہ بالذال پڑھنا بلاشبہ بے دلیل و بلا ثبوت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

سید محمد نذیر حسین

استاذ القراء والمحو دین حضرت قاری عبدالمالک صاحب علیہ الرحمہ کارسالہ

ہدایۃ العباد الی حقیقۃ النطق بالضاد

(۱) اہل فن حضرات سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ کسی دو حرفوں میں تشابہ کا سبب اشتراک مخرج سے ہوا کرتا ہے۔ یا اشتراک صفات سے پس جو حرف کی حرف سے ذاتاً و صفیاً جتنا متحد ہوگا اتنا ہی اس سے قریب اور مشابہ ہوگا پس اس قاعدہ مسلمہ کے بموجب ضاد کا تقابل حروف مشتبہ الصوت یعنی طاء۔ ذ۔ ز اور دال مہملہ سے کر کے دیکھنا چاہیے۔ پس ان چاروں حرفوں میں سے جس حرف کے ساتھ حرف ضاد اکثر صفات میں متحد اور شریک ہوگا وہی صحیح معنوں میں ضاد کا مشابہ بہ مانا جائے گا۔

نقشہ ذیل ملاحظہ کرنے کے بعد یہ مسئلہ صاف طور پر سمجھ میں آ سکتا ہے۔

حروف	مخارج	صفات
ض	زبان کا بغلی کنارہ اوپر کی داڑھوں کی جڑ	جہر۔ رخاوت۔ استعلاء۔ طباق۔ استطالت
ظ	زبان کی نوک ثنایا علیا کا کنارہ	جہر۔ رخاوت۔ استعلاء۔ طباق۔
ذ	زبان کی نوک ثنایا علیا کا کنارہ	جہر۔ رخوت۔ استفال۔ انفتاح
ز	زبان کی نوک ثنایا سفلی کا کنارہ مع کچھ اتصال ثنایا علیا کے	جہر۔ رخوت۔ استفال۔ انفتاح۔ صغیرہ
د	زبان کی نوک ثنایا علیا کی جڑ	جہر۔ شدت۔ استفال۔ انفتاح۔ قلقلہ

اس نقشہ سے معلوم ہو گیا کہ ضاد باعتبار مخرج اور استطالت کے ان چار حرفوں سے مختلف ہے اور باقی صفات میں دال مہملہ سے صرف صفت جہر میں متحد ہے اور شدت۔ استفال۔ انفتاح۔ قلقلہ میں مختلف ہے۔ اور ذ۔ ز کے ساتھ جہر۔ رخوت میں مشترک ہے۔ باقی استفال۔ انفتاح میں مختلف ہے۔ لیکن طاء کے ساتھ جہر۔ رخوت۔ استعلاء۔ طباق میں مشترک ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ ضاد کو دال مہملہ کے ساتھ صرف صفت جہر میں قلیل درجہ کی مشابہت ہے اس وجہ سے ضاد کو دال سے بڑی آسانی سے جدا کر کے ادا کیا جاسکتا ہے اس طرح زاء سے بھی معمولی مشابہت ہے اور صفت صغیرہ کی وجہ سے زاء ضاد سے ممتاز بڑی آسانی سے ہو جاتا ہے۔ اور اسی طرح ذال کے ساتھ تو صفت جہر اور رخوت میں متحد ہے لیکن صفت

استعلاء اور اطباق سے ضد کو ذال سے جدا کر کے ادا کیا جاسکتا ہے۔

ضادا اکثر صفات میں طاء کے ساتھ متحد ہے اس وجہ سے مجودین کے نزدیک ان دونوں حرفوں میں امتیاز کرنا مشکل ہے اور حضرات علماء فقہاء نے اس کو فصل بالمشتق سے تعبیر کیا ہے۔

(۲) عام طور پر ایک غلطی عوام میں پائی جاتی ہے کہ طاء کو بھی غلط ادا کرتے ہیں۔ بعض زائے منغمہ یا زائے مخلوط بالواؤ کے تلفظ سے تو نتیجہ یہ نکلا کہ جب مشبہ بہ غلط ہوا تو مشبہ میں صحت مشابہت کا کوئی صحیح معیار نہ رہا۔

(۳) عوام کے لیے ضد کا طاء سے ممتاز ادا کرنا اگر محل تکلیف میں ہوتا تو سب سے پہلے نبی کریم ﷺ یا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں یہ سوال پیدا ہوتا۔ جبکہ غیر عرب یعنی بعض عجمی لوگ اسلام میں داخل ہو رہے تھے۔ اور ان کی زبان میں یہ حرف نہ تھا۔ اور حقیقت ہے کہ اس وقت یہ سوال پیدا نہیں ہوا۔

(۴) بعض لوگ آج کل کے عربوں کے تلفظ مشابہ بالبدال مہملہ کو حجت میں پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ اختلاط عجم کے اثرات سے عوام بلکہ بعض خواص عرب بھی جو کثرت سے مخلوط النسب ہیں متعدد حرفوں کو مثلث اوراق کے بھی غلط بولنے کے عادی ہو گئے ہیں۔ پس اس صورت میں بقاعدہ غلط العوام فصیح ان کا غلط تلفظ حجت کے قابل ہے یا نہیں۔

(۵) جس طرح ضد کا صحیح تلفظ کافی مہارت اور پوری مشق پر موقوف ہے اسی طرح ضد صحیح کا احساس اور ادراک بھی کافی سماعت پر منحصر ہے۔

علماء قرآت و فقہائے امت کے اس مسئلہ کے بارے میں درج ذیل اقوال ہیں:

کتاب النشر مطبوعہ دمشق ج ۱ ص ۲۱۹

”وَالضَّادُّ انْفَرَدَ بِالْاِسْطَالَةِ وَلَيْسَ فِي الْحُرُوفِ مَا يَعْسِرُ عَلَى اللِّسَانِ مِثْلَهُ فَإِنَّ أَلْسِنَةَ النَّاسِ فِيهِ مُخْتَلِفَةٌ وَقَلٌّ مَّنْ يُحْسِنُهُ فَمِنْهُمْ مَّنْ يُخْرِجُهُ طَاءً أَوْ مِنْهُمْ مَّنْ يَمْرُجُهُ بِالذَّالِ الْمُهِمْلَةِ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَجْعَلُهُ لَامًا مَّفْخَمَةً وَمِنْهُمْ مَّنْ يُسَمِّهُ الزَّايَ وَكُلُّ ذَلِكَ لَا يَجُوزُ أَنْتَهَى“

ترجمہ: ”اور حرف ضاد تنہا اور اکیلا ہے صفت استطالت میں اور زبان پر کوئی حرف مثل اس کے دشوار نہیں ہے پس لوگوں کی زبانیں اس کی ادائیگی میں مختلف ہیں اور ایسے لوگ کم ہیں جو اس کو اچھی طرح ادا کرتے ہوں۔ بعض لوگ ایسے ہیں جو ضاد کی جگہ طاء نکالتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو مزوج ببدال مہملہ نکالتے ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں جو اس کو لام منغمہ بنا دیتے ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں جو اس میں ز کا غلط کر دیتے ہیں یہ سب ناجائز ہیں۔“

علامہ محمد کی اپنی کتاب رعایہ باب الضاد ص ۳۶ تا ۳۵ مطبوعہ محبوب المطابع دہلی میں فرماتے ہیں:

”الضَّادُّ تَخْرُجُ مِنْ مَخْرَجِ الرَّابِعِ مِنْ مَخَارِجِ الْفَمِ تَخْرُجُ مِنْ أَوَّلِ حَافَةِ اللِّسَانِ وَمَا يَلِيهِ مِنَ الْأَضْرَاسِ وَهُوَ حَرْفٌ قَوِيٌّ لِأَنَّهَا مَجْهُورٌ مُطْبِقٌ مِّنْ حُرُوفِ الْإِسْتِعْلَاءِ وَفِيهِ إِسْطِطَالَةٌ وَلَهُ صِفَاتٌ قَدْ تَقَدَّمَ ذِكْرُهَا وَالضَّادُّ يُشَبَّهُ لَفْظُهَا بِلَفْظِ الظَّاءِ لِأَنَّهَا مِنْ حُرُوفِ الْأَطْبَاقِ وَمِنْ حُرُوفِ الْمُسْتَعْلِيَةِ وَمِنْ الْحُرُوفِ الْمَجْهُورَةِ وَلَوْلَا اخْتِلَافُ الْمَخْرَجَيْنِ وَمَا فِي الضَّادِ مِنَ الْإِسْطِطَالَةِ لَكَانَ لَفْظُهُمَا وَاحِدًا وَلَمْ يَخْتَلِفَا فِي السَّمْعِ فَيَجِبُ عَلَى الْقَارِئِ أَنْ يَلْفِظَ بِالضَّادِ وَإِذَا كَانَ بَعْدَ هَا أَلِفٌ بِالتَّفْحِيمِ الْبَيِّنِ كَمَا يُلْفِظُ بِهَا إِذَا كَانَ يَحْكِي الْحُرُوفَ فَيَقُولُ صَادُ ضَادُ وَلَا بُدَّ لَهُ مِنَ التَّحْفُظِ بِلَفْظِ الضَّادِ حَيْثُ وَقَعَتْ فَهُوَ أَمْرٌ يَقْصُرُ فِيهِ أَكْثَرُ مَنْ رَأَيْتُ مِنَ الْقُرَّاءِ وَالْأَثَمَةُ لِمُصْعَبِيهِ عَلَى مَنْ لَمْ يَدْرِ بِهِ فَلَا بُدَّ لِلْقَارِئِ الْمُجَوِّدِ أَنْ يَلْفِظَ بِالضَّادِ الْمُعْجَمَةِ الْمُفْخَمَةِ مُسْتَعْلِيَةً مُطْبَقَةً مُسْطِطِلَةً فَيُظْهِرُ صَوْتُ خُرُوجِ الرِّيحِ عِنْدَ ضَغْطِ حَافَةِ اللِّسَانِ لِمَا يَلِيهِ مِنَ الْأَضْرَاسِ عِنْدَ اللَّفْظِ بِهَا وَمَتَى فَرَطَ فِي ذَلِكَ أَتَى بِلَفْظِ الظَّاءِ وَبِلَفْظِ الدَّالِ فَيَكُونُ مُبَدَّلًا وَمُغْيَرَةً فَالضَّادُ أَصْعَبُ الْحُرُوفِ تَكْلُفًا فِي الْمَخْرَجِ وَأَشَدُّهَا صُعُوبَةً عَلَى اللَّافِظِ فَمَتَى لَمْ يَتَكَلَّفِ الْقَارِئُ إِخْرَاجَهَا عَلَى حَقِّهَا أَتَى بِغَيْرِ لَفْظِهَا وَأَخْلَ بِقِرَاءَتِهِ وَمَنْ تَكَلَّفَ ذَلِكَ وَتَمَادَى عَلَيْهِ صَارَ لَهُ التَّجَوُّدُ بِلَفْظِهَا عَادَةً وَطَبْعًا وَسَجِيَّةً أَنْتَهَى“

ترجمہ: ”منہ کے مخارج میں چوتھے مخرج یعنی شروع کنارہ زبان اور داڑھوں کی جڑ سے ضاد نکلتا ہے۔ اور وہ قوی حرف ہے کیونکہ وہ مستعلیہ۔ مجہورہ۔ مطبقہ ہے اور اس میں صفت استطالت ہے اور اس کی کچھ صفات پہلے بیان ہو چکی ہیں اور ضاد کا تلفظ ظاء کے تلفظ کے مشابہ ہے۔ اس لئے کہ ظاء مطبقہ مستعلیہ مجہورہ میں سے ہے اگر ضاد اور ظاء میں اختلاف مخرج نہ ہوتا اور ض میں صفت استطالت نہ ہوتی تو دونوں کا ایک تلفظ ہوتا اور ساعت میں مختلف نہ ہوتے پس قاری پر ضروری ہے کہ جب ضاد کے بعد الف آجائے تو ضاد کا تلفظ صاف ^{تفخیم} کے ساتھ کرے۔ جیسا کہ مفرد حروف کو ادا کرتا ہے۔ پس کہے صاد ضاد اور قاری کے لئے ضروری ہے کہ جہاں ضاد آجائے تو اس کی ادائیگی میں احتیاط سے کام لے۔ پس یہ ایک ایسا مرحلہ ہے

کہ میں نے اکثر قراء اور ائمہ کو اس میں کوتاہی کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس کی اس دشواری کی وجہ سے خصوصاً اس شخص کے لئے جو اس کی مہارت بھی نہیں رکھتا۔ پس قاری مجود کے لئے یہ ضروری ہے کہ ضاد معجزہ کو تفخیم اور استعلاء اور طباق اور استطالات کے ساتھ ادا کرے ایسی ادائیگی کے وقت جب کنارہ زبان داڑھوں سے لگے گا تو ایک آواز لطیف ظاہر ہوگی اور جب اس میں تفریط کرے گا تو ضاد کا تلفظ طاء یا ذال سے بدل جائے گا پس ضاد مخرج کی اہمیت کی وجہ سے مشکل ترین حروف میں سے ہے۔ اور ادا کرنے والے کیلئے باعتبار دشواری کے سخت ترین ہے۔ پس اگر قاری اس کی ادائیگی میں کما حقہ اہتمام نہ کرے گا تو اس کے خلاف تلفظ کرے گا اور اپنی قرآءۃ میں خلل انداز ہوگا اور جو شخص اس کو اہتمام کے ساتھ ادا کرے گا اور کچھ عرصہ تک اس کی مواظبت رکھے گا۔ تو اس کے لئے ضاد کی تجوید آسان اور جلی ہو جائے گی۔ انہی“

اور نہایہ قول المفید فی علم التجوید مطبوعہ مصر صفحہ ۷۲۷ میں ہے:

”قَالَ ابْنُ الْجَزَرِيِّ فِي التَّمْهِيدِ اعْلَمْ أَنَّ هَذَا الْحَرْفَ لَيْسَ فِي الْحُرُوفِ حَرْفٌ يَغْسِرُ عَلَى اللِّسَانِ غَيْرُهُ فَإِنَّ السِّنَةَ النَّاسِ فِيهِ مُخْتَلِفَةٌ وَقَلَّ مَنْ يُحْسِنُهُ فَمِنْهُمْ مَنْ يُخْرِجُهُ طَاءً مُعْجَمَةً لِأَنَّهُ يُشَارِكُ الطَّاءَ فِي صِفَاتِهَا كُلِّهَا إِلَّا اسْتِطَالَه فَلَوْلَا اسْتِطَالَه وَاخْتِلَافُ الْمَخْرَجَيْنِ لَكَانَتْ طَاءً أَوْ هُمْ أَكْثَرُ الشَّامِيِّينَ وَبَعْضُ أَهْلِ الْمَشْرِقِ وَهَذَا لَا يَجُوزُ فِي كَلَامِ اللَّهِ تَعَالَى لِمُخَالَفَتِهِ الْمَعْنَى الَّتِي أَرَادَ اللَّهُ تَعَالَى إِذَا قَرَأَ فِي الضَّالِّينَ الطَّالِّينَ بِالطَّاءِ الْمُعْجَمَةِ لَكَانَ مَعْنَاهُ الدَّائِمِينَ وَهَذَا خِلَافُ مُرَادِ اللَّهِ تَعَالَى وَهُوَ مُبْطَلٌ لِلصَّلَاةِ لِأَنَّ الضَّالَّالَ بِالضَّادِ وَهُوَ ضِدُّ الْهُدَى كَقَوْلِهِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُونَ إِلَّايَاهُ وَلَا الضَّالِّينَ وَنَحْوِهِ وَالظَّلَالُ بِالطَّاءِ هُوَ الصَّيْرُورَةُ كَقَوْلِهِ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسَوِّدًا وَشَبَّهَهُ فِيمَثَلُ الَّذِي يَجْعَلُ الضَّادَ طَاءً فِي هَذَا شَبَّهَ الَّذِي يُبَدِّلُ السِّينَ صَادًا فِي نَحْوِ قَوْلِهِ وَأَسْرُوا النَّجْوَى أَوْ يُبَدِّلُ الضَّادَ سِينًا فِي نَحْوِ قَوْلِهِ وَأَصْرُوا وَاسْتَكْبَرُوا فَالْأَوَّلُ مِنَ السِّرِّ وَالثَّانِي مِنَ الْإِصْرَارِ وَقَدْ حَكِيَ ابْنُ جَنِّي فِي كِتَابِهِ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى غَيْرُهُ أَنَّ مِنَ الْعَرَبِ مَنْ يَجْعَلُ الضَّادَ طَاءً مُطْلَقًا فِي جَمِيعِ كَلَامِهِمْ وَهَذَا غَرِيبٌ وَفِيهِ تَوَسُّعٌ لِلْعَامَةِ وَمِنْهُمْ مَنْ لَا يُوصِلُهَا إِلَى مَخْرَجِهَا بَلْ يُخْرِجُهَا دُونَهُ مَمْرُوجَةً بِالطَّاءِ الْمُهْمَلَةِ لَا يَقْدِرُونَ عَلَى غَيْرِ ذَلِكَ وَهُمْ

أَكْثَرُ الْمَصْرِیِّیْنَ وَبَعْضُ أَهْلِ الْمَغْرِبِ وَمِنْهُمْ مَنْ یَجْعَلُهَا دَالًّا مَفْحَمَةً وَمِنْهُمْ مَنْ یُخْرِجُهَا لَا مَّا مَفْحَمَةً وَهُمْ الذَّیَالِیْعُ وَمَنْ ضَاهَاهُمْ لِأَنَّ اللَّامَ مُشَارِكَةً لَهَا فِی الْمَخْرَجِ لَا فِی الصِّفَاتِ فَهِيَ بِعَكْسِ الظَّاءِ لِأَنَّ الظَّاءَ تَشَارِكُ الضَّادَ فِی الصِّفَاتِ لَا فِی الْمَخْرَجِ انْتَهَى۔

ترجمہ: ”علامہ جزریؒ نے التعمید میں کہا ہے کہ جاننا چاہیے کہ کوئی حرف حروف میں زبان پر مشکل اور دشوار نہیں سوائے ضاد کے پس لوگوں کی زبانیں اس میں مختلف ہیں۔ اور کم ایسے لوگ ہیں جو اس کو عمدہ اور اچھا ادا کرتے ہیں۔ پس بعض لوگ ان میں سے ایسے ہیں جو بجائے ضاد کے ظاء نکالتے ہیں اس لئے کہ ضاد جمیع صفات میں ظاء کا شریک ہے سوائے استطالت کے اگر استطالت نہ ہوتی اور دونوں کے مخرج میں اختلاف نہ ہوتا تو ضاد ظا ہوتا۔ اور وہ لوگ ملک شام کے باشندے اور بعض اہل مشرق ہیں اور یہ اللہ کے کلام میں جائز نہیں ہے۔ بسبب مخالفت اس معنی کے جن کا ارادہ اللہ نے کیا ہے اگر ہم ضالین کی جگہ ظالین یعنی ظالم جمعہ پڑھیں تو اس کے معنی دائمین یعنی ہمیشہ رہنے والے ہوں گے اور وہ نماز کو باطل کرنے والا ہے۔ اس لئے کہ ضلال (گمراہی) ہدایت کی ضد ہے مثل قول اللہ تعالیٰ صَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ إِلَّا آيَاهُ۔ وَلَا الضَّالِّیْنَ وغیرہ کے اور ظلال ظاء کے ساتھ۔ اس کے معنی صیرورہ یعنی ہو جانا کے ہیں۔ مثل اللہ تعالیٰ کے قول ظَلَّ وَ جُھَّهٗ مُسَوِّدًا۔ اور اس کے مشابہ پس جو شخص کہ اس جگہ اور اس کے مثل میں ضاد کو ظا ہر کر دیتا ہے اس کی مثال اس شخص کی سی ہے۔ جو سین کو صاد سے بدل دیتا ہے۔ وَ اَسْرُوْا النَّجْوٰی میں یا صاد کو سین سے بدلتا ہے وَ اَصْرُوْا وَ اَسْتَكْبِرُوْا وغیرہ کے موقع میں پس پہلا سِرّ سے اور دوسرا اَصْرَار سے ہے اور ابن جنی نے اپنی کتاب التنبیہ میں بیان کیا ہے کہ بعض عرب لوگ ایسے بھی ہیں جو اپنی تمام بات چیت میں ضاد کی جگہ ظاء بولتے ہیں اور ایک نادر اور عجیب بات ہے اور تغیر ضاد بالظاء میں عوام کے لئے وسعت اور گنجائش ہے اور بعض لوگ ان میں سے ایسے ہیں جو ضاد کو اس کے پورے مخرج تک نہیں پہنچاتے بلکہ کچھ کی کے ساتھ طائے مہملہ کے خلط کے ساتھ نکالتے ہیں جو اس کے خلاف نکالنے پر قدرت نہیں رکھتے وہ اکثر مصری ہیں اور بعض اہل مغرب اور بعض لوگ ضاد کو دال مخمہ کر دیتے ہیں۔ اور بعض لوگ لام مخمہ ادا کرتے ہیں۔ اور وہ زیالعدہ ہیں یعنی وہ لوگ جو حبشہ کی طرف رہنے والے ہیں (کذا فی القاموس) اور وہ جو ان کے مثل ہیں۔ اس لئے کہ لام ضاد کا شریک ہے مخرج میں۔ (علی قول غیر الفراء) صفات میں شریک نہیں بخلاف ظاء کے کہ ظاء ضاد کے صفات میں شریک ہے مخرج میں شریک نہیں مذکورہ بالا عبارتوں سے ائمہ تجوید و قراء کا مسلک ظاہر اور انتہائی واضح ہونے کے بعد چند باتیں معلوم ہوئیں اور ضاد کا ظاء سے بوجہ

اشتراک اکثر صفات ذاتیہ بمقابلہ ذال زاء منقوطہ اور دال مہملہ کے زیادہ مشابہ ہوتا۔ دوم ضاد کا اداء مشکل اور دشوار ہوتا سوم بعض جگہ بجائے ضاد کے طاء پڑھنے سے معنی میں تغیر ہو جاتا۔ چہارم عوام کے لئے بوجہ دشواری تلفظ ضاد کی جگہ ظا پڑھنے کی وسعت اور گنجائش بنیم ضاد کے صحیح تلفظ کا آسان طریقہ ششم قاری ماہر کے لئے بجائے ضاد کے بقیہ حروف مشتبہ الصوت کا عدم جواز۔

اب اس کے بعد فقہاء و علمائے امت نے جو کچھ اس مسئلہ میں فیصلہ کیا ہے:

”فتح القدیر للعلامة الكمال ابن الهمام الحنفی المتوفی ۸۶۱ ھ شرح ہدایہ مطبوعہ مصر (ج ۱ ص ۱۸۱) وَأَمَّا الْحُرُوفُ فَإِذَا وَضَعَ حَرْفًا مَكَانَ غَيْرِهِ فَمَا خَطَاءٌ وَأَمَّا عَجْزًا فَلَا صَوْلُ إِنْ لَمْ يُغَيِّرِ الْمَعْنَى وَمِثْلُهُ فِي الْقُرْآنِ نَحْوُ إِنَّ الْمُسْلِمُونَ لَا تَفْسُدُونَ إِنْ لَمْ يُغَيَّرُوا لَيْسَ مِثْلُهُ فِي الْقُرْآنِ نَحْوُ قِيَامِينَ بِالْقِسْطِ وَالتَّيَّابِينَ وَالْحَيَّ الْقِيَامَ عِنْدَهُمَا لَا تَفْسُدُ وَعِنْدَ أَبِي يُوسُفَ تَفْسُدَانِ لَمْ يَكُنْ مِثْلُهُ فِي الْقُرْآنِ فَلَوْ قَرَأَ الشَّعِيرَ بِشَيْنٍ مُعْجَمَةً فَسَدَتْ إِتْفَاقًا فَالْعَبْرَةُ فِي عَدَمِ الْفَسَادِ عَدَمُ تَغْيِيرِ الْمَعْنَى أَيْ عِنْدَ الطَّرَفَيْنِ وَعِنْدَ أَبِي يُوسُفَ وَجُودُ الْمِثْلِ فِي الْقُرْآنِ فَلَا يُعْتَبَرُ عَلَى هَذَا مَا ذَكَرَ أَبُو مَنْصُورٍ الْعِرَاقِيُّ مِنْ عُسْرِ الْفَصْلِ بَيْنَ الْحَرْفَيْنِ وَعَدَمِهِ فِي عَدَمِ الْفَسَادِ وَلَا ثُبُوتِهِ وَلَا قُرْبِ الْمَخْرَجِ وَعَدَمِهِ كَمَا قَالِ ابْنُ مُقَاتِلٍ أَيْ مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ الرَّازِيُّ وَهُوَ مِنْ أَصْحَابِ الْإِمَامِ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ الشَّيْبَانِيِّ (انتهی)“

ترجمہ: ”اور بہر حال حروف اگر ایک حرف کی جگہ کوئی دوسرا حرف پڑھا تو دو حال سے خالی نہیں۔ یا ایسا کرنا غلطی اور سہوا ہو یا تجبوری مثل عدم قدرت برتلفظ صحیح وغیرہ پس اس میں اصل یہ ہے کہ اگر معنی نہ بدلے ہوں اور اس کا مثل قرآن مجید میں موجود ہے جیسے إِنَّ الْمُسْلِمُونَ تو سب کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر معنی نہیں بدلے لیکن اس کا مثل قرآن میں موجود نہیں ہے تو امام اعظم ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی لیکن امام ابو یوسفؒ کے نزدیک فاسد ہوگی پس اگر أَصْحَابُ الشَّعِيرِ کی جگہ أَصْحَابُ الشَّعِيرِ شین مجمعہ کیساتھ پڑھا تو سب کے نزدیک نماز فاسد ہوگی۔ کیونکہ معنی بھی بدل گئے اور اس کا مثل قرآن میں بھی نہیں ہے پس طرفین یعنی امام اعظم ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک عدم فساد نماز میں عدم تغیر معنی کا اعتبار کیا گیا ہے خواہ اس کا مثل قرآن میں ہو یا نہ ہو۔ اور امام یوسفؒ کے نزدیک عدم تغیر معنی کے ساتھ وجود

مثل فی القرآن کا بھی عدم فساد نماز میں اعتبار کیا گیا ہے۔ پس اس قاعدہ کلیہ کی بنا پر جو کچھ ذکر کیا ہے ابو منصور عراقی نے یعنی عمر الفصل بین الحرفین اور اس کے عدم سے نماز کے فساد و عدم فساد کے متعلق اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ اور نہ اس کے ثبوت کا نہ اس کے قریب مخرج اور بعد مخرج کا جیسا کہ (ج ۱ ص ۱۳) ابن مقاتل نے جو کہ امام محمد بن الحسن الشیبانی کے اصحاب سے ہیں۔“

”فتاویٰ قاضی خان معروف بہ خانیہ برہامش فتاویٰ ہندیہ معروف بہ عالمگیری مطبوعہ مصر (ج ۱ ص ۱۳) وَإِنْ ذَكَرَ حَرْفًا مَكَانَ حَرْفٍ وَغَيْرِ الْمَعْنَى فَإِنَّ امْكَانَ الْفَصْلِ بَيْنَ الْحَرْفَيْنِ مِنْ غَيْرِ مَشَقَّةٍ كَالطَّاءِ مَعَ الصَّادِ فَقَرَاءَةُ الطَّلِيحَاتِ مَكَانَ الصَّالِحَاتِ تَفْسُدُ عِنْدَ الْكُلِّ وَإِنْ لَمْ يُمْكِنِ الْفَصْلُ بَيْنَ الْحَرْفَيْنِ إِلَّا بِمَشَقَّةٍ كَالطَّاءِ مَعَ الصَّادِ وَالسَّيْنِ وَالطَّاءِ مَعَ النَّاءِ اخْتَلَفَ الْمُشَايخُ فِيهِ قَالَ أَكْثَرُهُمْ لَا تَفْسُدُ صَلَوَتُهُ (انتہی)“

ترجمہ: ”اگر ایک حرف کی جگہ کوئی دوسرا حرف پڑھا جس سے معنی بدل گئے پس اگر ان دو حروف میں فرق اور امتیاز بغیر مشقت کے آسانی سے ممکن ہو جیسے طاء اور صاد کا فرق مثلاً الصَّالِحَاتِ کی جگہ الطَّلِيحَاتِ پڑھا جائے تو نماز سب کے نزدیک فاسد ہوگی۔ کیونکہ ان میں امتیاز آسان ہے اور اگر دو حروف میں فصل کرنا بغیر مشقت کے ممکن نہ ہو جیسے طاء۔ ضاد کا فرق اور صا دین کا اور طاء اور ناء کا فرق تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے اکثر نے کہا ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی۔“

اور فتاویٰ خانیہ (ج ۱ ص ۱۳۲) میں ہے

”أَوْ الذَّلِيلِينَ بِالذَّالِ أَوْ الطَّاقِيلَ لَا تَفْسُدُ لِعُمُومِ الْبَلْوَى فَإِنَّ الْعَوَامَ لَا يَعْرِفُونَ مَخَارِجَ الْحُرُوفِ وَكَثِيرٌ مِنَ الْمُشَايخِ كَالْإِمَامِ الصَّفَّارِ وَمُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمَةَ أَفْتَوْا بِهِ

انتہی۔ الذَّلِيلِينَ“ ذال یا ظا کے ساتھ پڑھا گیا تو کہا گیا کہ نماز فاسد نہ ہوگی۔ بسبب ابتلائے عام کے کیونکہ عوام مخارج حروف کو نہیں جانتے اور اکثر مشائخ نے مثلاً امام صفار اور محمد بن مسلمہ نے اسی پر فتویٰ دیا۔

اور خلاصۃ الفتاویٰ المعروف بہ خلاصۃ الامام المجتہد فی المسائل طاہر بن احمد البخاری الحنفی التوفی ۵۲۲ھ میں ہے۔

وَلَوْ قَرَأَ الصَّالِّينَ بِالطَّاءِ أَوْ الذَّالِ أَوْ الزَّاءِ لَا تَفْسُدُ انتہی

اور اگر الصَّالِّينَ طاء یا ذال یا زاء سے پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

اور عوام مخارج حروف وغیرہ سے واقف نہیں ہوتے لیکن چونکہ ضاد اور ظاء میں امتیاز کرنا مشقت کے درجہ میں ہے۔ اس لئے نئے عوام بلوے کے لحاظ سے بجائے ضاد کے ظاء پڑھنے سے اکثر فقہاء کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی یہی مذہب اور مسلک معتدل اور پسندیدہ ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ واللہ اعلم۔

ضاد کا دال مہملہ سے فصل اور امتیاز چونکہ آسان ہے اور مشقت کے درجہ میں نہیں ہے۔ اس لئے ضاد کی جگہ دال مہملہ مرققہ یا ٹخمہ پڑھنے سے چونکہ فتاویٰ خانیہ میں۔

وَلَوْ قَرَأَ الدَّالِّينَ بِالدَّالِ تَفْسُدُ صَلَواتُهُمْ جَزِیْرًا حَتَّىٰ مَوْجُودِ سَبِّهِ سَبِّهِ نَزْدِیکَ نَمَازِ فَاَسَدِ هُوَ

اب اس کے آخر میں استفتاء قراء حرمین بھی جو اعلام العباد مطبوعہ اصح المطابع آسی پریس لکھنؤ ۱۹۳۲ء ملاحظہ ہو

وہو هذا۔

اِسْتِفْتَاءُ مِّنْ عُلَمَاءِ الْحَرَمِیْنِ الشَّرِیْفِیْنِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مَا قَوْلُ الْعُلَمَاءِ وَالْفُقَرَاءِ فِي آدَاءِ الضَّادِ الْمُعْجَمَةِ الْقُرْآنِيَّةِ هَلْ هِيَ شَبِيْهَةٌ فِي

الصَّوْتِ وَالسَّمْعِ بِأَحَدٍ مِّنَ الظَّاءِ الْمُعْجَمَةِ وَالْدَّالِّ الْمُهْمَلَةِ وَالْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ أَمْ لَا؟

فَإِنَّ النَّاسَ فِي دِيَارِنَا تَفَرَّقُوا فِي قِرَائَتِهَا عَلَى ثَلَاثَةِ فِرَقٍ أَحَدُهَا يَنْطِقُ بِهَا بِصَوْتِ

يَكُونُ كَصَوْتِ الدَّالِّ الْمُهْمَلَةِ فِي السَّمْعِ فَيَقُولُونَ غَيْرَ الْمَغْدُوبِ أَوْ نَحْوَهُ مَكَانَ غَيْرِ

الْمَغْضُوبِ وَثَانِيهَا يَقْرَأُهَا بِحَيْثُ يُسْمَعُ الْغَيْنُ وَالْدَّالُّ كِلَاهُمَا فِي آدَائِهَا فَيَقُولُونَ وَلَعَدَّ

الْغَيْنَ أَوْ شَبَّهَهُ مَكَانَ وَلَا الضَّالِّينَ۔

وَتَالِثُهَا يَتَلَفَّظُ بِهَا بِصَوْتِ يَكُونُ شَبِيْهًا بِصَوْتِ الظَّاءِ الْمُعْجَمَةِ الصَّحِيْحَةِ فِي

السَّمْعِ فَقَرَأَهُ أَيْ فِرْقَةً مِّنَ الْفِرَقِ الثَّلَاثَةِ الْمَذْكُورَةِ مُوَافِقَةً لِلْحَقِّ وَالصَّوَابِ يَبْنُوْا حَقَّ

آدَاءِ الضَّادِ الْفَصِيْحَةِ بِالتَّفْصِيْلِ لَعَلَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ الْخِلَافَ بَيَانِكُمْ۔

الجواب من شیخ القراء بالمدينة المنورة

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَحْدَهُ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيَّ مِنْ لَأَنْبِيَّ بَعْدَهُ - أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا قَالَ صَدَقَ وَإِذَا قِيلَ لَهُ صَدَقَ وَاخْتِلَافُ أَهْلِ الْفَضْلِ بِغَيْرِ دَلِيلٍ قَطْعِيٍّ مِنْ كُتُبِ الْمُحَقِّقِينَ زَيْغٌ وَبَاطِلٌ وَالْجِدَالُ بِغَيْرِ حَقٍّ عَاقِبَتُهُ الْحَسْرَةُ وَالتَّدَامَةُ فَاقُولُ وَأَنَا الْفَقِيرُ إِلَى رَحْمَةِ رَبِّهِ الْقَدِيرِ حَسَنُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْمَدْرَسُ بِالْحَرَمِ النَّبَوِيِّ إِنَّ نَهَايَةَ الْقَوْلِ فِي الضَّادِ هُوَ أَنَّهَا أَقْرَبُ إِلَى الظَّاءِ فَقَطَّ كَمَا فِي الرِّعَايَةِ وَجُهِدِ الْمُقِلَّ وَغَيْرُ هِمَا فَقَرَأَ الْفَرْقَةَ الثَّالِثَةَ الْمَذْكُورَةَ فِي الْإِسْتِفْتَاءِ صَحِيحَةً وَأَمَّا كَوْنُ الضَّادِ شَبِيهَةً بِالذَّالِ أَوِ الْغَيْنِ فَمَا سَمِعْنَا بِهِ قَطُّ وَلَا وَجَدَ فِي كِتَابٍ فَمَنْ صَلَّى خَلْفَ إِمَامٍ يَعْتَقِدُ ذَلِكَ فَصَلَّوْهُمَا بِاطْلَةٍ وَاللَّهُ عَلَى مَا نَقُولُ وَكِيلٌ كَتَبَهُ بِيَدِهِ وَقَرَأَ بِلِسَانِهِ حَسَنُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْمَدْرَسُ بِالْحَرَمِ النَّبَوِيِّ بِالْمَدِينَةِ الْمُنَوَّرَةِ -

رَاجِي عَفْوَرَبِّهِ الْقَادِرِ حَسَنُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الشَّاعِرُ

الجواب من علماء مكة المكرمة

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قُلْ إِنَّ الْهُدَى هُدَى اللَّهِ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ فَنَقُولُ إِنَّ الَّذِي اسْتَقَرَّ عَلَيْهِ رَأْيُ جَمِيعِ أَهْلِ الْأَدَاءِ فِي كُتُبِهِمْ أَنَّ الضَّادَ وَالظَّاءَ اتَّفَقَتَا فِي الْإِسْتِعْلَاءِ وَالْإِطْبَاقِ وَالتَّفْحِيمِ وَالْجَهْرِ وَالرَّخَاوَةِ وَاخْتَلَفَتَا فِي الْمَخْرِجِ وَأَنْفَرَدَتِ الضَّادُ بِالْإِسْطِطَالَةِ فَإِذَا أُعْطِيَتِ الضَّادُ حَقُّهَا مِنْ مَخْرِجِهَا وَصِفَاتِهَا

فَقَدْ آتَيْتَ بِالصَّوَابِ الَّذِي لَا مَحِيدَ عَنْهُ عِنْدَ عُلَمَاءِ الْقِرَاءَةِ الْمُتَقِينَ وَحِينَئِذٍ يَكُونُ بِهَا
 أَثَرُ شَبِّهِ الظَّاءِ فِي التَّلْفِظِ كَمَا فِي نَهَايَةِ الْقَوْلِ الْمُفِيدِ وَغَيْرِهَا وَأَمَّا كَوْنُ الصَّادِ قَرِيبَةً مِنَ
 الدَّالِ أَوِ الْغَيْنِ فِي التَّلْفِظِ فَبَعِيدٌ عَنِ الْحَقِّ وَاللَّهُ أَعْلَمُ -
 كَتَبَهُ أَحْمَدُ حَامِدُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَحَدُ الْقُرَّاءِ

بمدرسة الفلاح بمكة المكرمة

۲۵ ذی القعدة ۱۳۵۱ھ

مدير مدرسة الفلاح

احد القراء مدرسة الفلاح

المرکشی محمد طیب

حامد احمد

مدرس بمدرسة الفلاح

مدرس بمدرسة الفلاح

علماء حرمین شریفین سے استفتاء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حرف ضاد کی ادا کے بارے میں علماء اور قراء کا کیا ارشاد ہے کیا یہ صوت و سمع میں غاء معجمہ وال مہملہ اور غین معجمہ میں سے
 کسی ایک کے مشابہ ہے یا نہیں۔ کیونکہ ہمارے ملک کے لوگ اس کی قرآت کے بارے میں تین گروہوں میں منقسم
 ہیں۔ ان میں سے ایک اس کو اس طرح ادا کرتا ہے کہ اس کی آواز سننے میں وال مہملہ کی آواز کے مشابہ ہوتی ہے۔ پس یہ
 لوگ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ وَغَيْرِ الْمَغْدُوبِ پڑھتے ہیں اور دوسرا اس طرح پڑھتا ہے کہ اس کے تلفظ میں
 غین اور وال دونوں سے جاتے ہیں۔ پس یہ لوگ وَلَا الضَّالِّينَ کے بجائے وَلَا اَعْدَالَيْنَ پڑھتے ہیں اور تیسرا گروہ
 اس کا تلفظ اس طرح کرتا ہے کہ اس کی آواز سننے میں غاء معجمہ صحیح کی آواز کے مشابہ ہوتی ہے۔ پس ان ہر سہ فرقوں میں کون
 سے فرقے کی قرآت درست ہے برائے مہربانی ضاد فصیح کی صحیح ادا کو بالتفصیل واضح فرمائیے۔ شاید کہ حق تعالیٰ شانہ آپ
 کی وضاحت کی بدولت اس نزاع کو ختم فرمائیں۔

مدینہ منورہ کے شیخ القراء کا جواب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو یکتا اور واحد ہے اور صلوٰۃ و سلام ہو اس ذات گرامی پر جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔ حمد و صلوٰۃ کے بعد! مومن کی شان یہ ہے کہ جب بات کرتا ہے تو سچ بولتا ہے۔ اور جب اس کے سامنے سچ آتا ہے تو وہ اس کی تصدیق کرتا ہے اور اہل فضل کا اختلاف جس کو محققین کی کتابوں سے قطعی دلیل کی تائید حاصل نہ ہو۔ سراسر غلطی اور خلاف حق ہے اور ناحق جھگڑا کا انجام ندامت اور خسارہ آخرت ہے۔ پس میں کہتا ہوں اور میں اپنے قدرت والے پروردگار کی رحمت کا محتاج حسن بن ابراہیم ہوں جو حرم نبوی ﷺ میں مدرس ہوں کہ ضاد کے بارے میں قول فیصل صرف یہ ہے کہ وہ طاء سے بہت زیادہ قریب ہے جیسا کہ رعایہ اور جہد المقل وغیرہا میں ہے۔ پس تیسرا گروہ جس کا استفتاء میں ذکر ہے اس کی قرآءت صحیح ہے۔ رہا ضاد کا غین یا دال کے ساتھ مشابہ ہونا سو ہم نے نہ تو کبھی سنا ہے اور نہ کسی کتاب میں موجود ہے پس جس شخص نے کسی ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھی جو ضاد کو غین یا دال کے مشابہ سمجھتا ہو تو اس کی نماز باطل ہے اور جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں اس پر اللہ گواہ ہے۔ اس فتویٰ کو حسن بن ابراہیم الشاعر نے جو مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں مدرس ہے نے اپنے ہاتھ سے لکھا اور اپنی زبان سے پڑھا ہے۔

علماء مکہ مکرمہ کا جواب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آپ کہہ دیجئے کہ ہدایت اللہ کی جانب سے ہے جسے چاہتا ہے سیدھی راہ کی طرف راہنمائی کر دیتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت کی راہ نہ دکھاتے تو ہم ہدایت یافتہ نہ ہوتے۔ پس ہم کہتے ہیں کہ وہ بات جو تمام اہل نظر و فکر کی کتابوں میں تحقیق سے درج ہے یہ ہے کہ ضاد و طاء استعلاء اطباق تنقیص اور جہر رخوة میں مشترک اور مخرج میں مختلف ہیں اور ضاد صفت استطالات میں مفرد ہے پس جب ضاد کو اس کے صحیح حق کے مطابق ادا کیا جائے گا یعنی اس کو اس کے مخرج سے صفات کی رعایت کے ساتھ ادا کیا جائے گا۔ تو یہ اس کی ایسی درست اور صحیح ادا ہوگی جس سے علماء قرآءت کے نزدیک مفتر نہیں اور اس وقت ضاد کے تلفظ میں طاء کی مشابہت کا اثر ہوگا۔ جیسا کہ ”نہایۃ القول المفید“ وغیرہ میں ہے۔ رہا ضاد کا دال یا غین سے قریب ہونا سو یہ حق کے سراسر خلاف ہے۔ واللہ اعلم

اس فتویٰ کو احمد حامد عبدالرزاق نے جو مکہ مکرمہ مدرسۃ الفلاح کے قراء میں سے ایک ہے بتاریخ ۲۵ ذی قعدہ ۱۳۵۱ھ

ظاء والے کلمات

ظاء والے کلمات قرآن میں جس قدر آئے ہیں یہاں ہم ان کو بیان کرتے ہیں۔

نمبر شمار	کلمات	تعداد	معنی
۱	الظَّعْنُ	۱	کوچ کرنا
۲	ظِلٌّ	۲۴	سایہ
۳	الظَّهْرُ	۲	دوپہر یعنی نصف النہار
۴	عَظَمَ	۱۰۳ یا ۱۱۳	بڑائی و عظمت
۵	الْحِفْظُ	۴۲ یا ۴۴	یا دکرنا
۶	أَيَقُظُ	۱	جاگنا
۷	أَنْظِرْ	۲۲ یا ۲۰	مہلت دینا
۸	عَظُمَ	۱۵ یا ۱۳	بڑی
۹	ظَهَرَ	۱۹ یا ۱۳	پشت
۱۰	الْفَظُّ	۱	بولنا
۱۱	ظَاهِرٌ	۳۷	ظہور سے ظاہر ہونا
۱۲	لَظِي	۲	قرآن کریم میں جہاں اس کے مشتقات استعمال ہوئے ہیں وہاں معنی بھی تبدیل ہوا ہے کہیں غالب و کامیاب ہونا کے معنی میں ہے کہیں مدد کرنا کہیں پڑھنا۔
۱۳	شَوَّاطُ	۱	جہنم کے ناموں میں سے ایک نام ہے
۱۴	كَظُمَ	۶	وہ شعلہ جس میں دھواں نہ ہو
			غصہ کو ضبط کرنا

کسی شے کو اس کے غیر محل میں رکھنا اور زیادتی کرنا	۲۸۲	ظَلَمًا	۱۵
موٹا اور بھاری ہونا	۱۳	اغْلَظَ	۱۶
اندھیری	۱۰۰	ظَلَامٌ	۱۷
ناخن	۱	ظُفْرٌ	۱۸
کسی چیز پر نگاہ رکھنا	۱۴	اِنْتَظَرَ	۱۹
پياس	۳	ظَمَاءٌ	۲۰
فوز و کامیابی	۱	اَظْفَرَ	۲۱
مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے۔ (۱) یقین	۲۸	ظَنًّا	۲۲
(۲) گمان (۳) تہمت (۴) وہم و شک و غیرہ			
نصیحت کرنا۔ ڈرانا	۲۵	وَعَظَّ	۲۳
صار و دام	۹	ظَلَّ	۲۴
ظَلَّتْ سے يَظْلِلُنْ تک ظَلَّ ہی کے مشتقات بیان		ظَلَّتْ	۲۵
ہور ہے ہیں۔			
		ظَلْتُمْ	۲۶
		ظَلُّوْ	۲۷
		ظَلَّتْ	۲۸
		نَظَلَ	۲۹
		يَظْلِلُنْ	۳۰
حظ سے بمعنی ممنوع	۲	مَحْظُورًا	۳۱
المُحْتَظَرُ اسم فاعل ہے مَحْظُورًا کے معنی میں	۱	المُحْتَظَرُ	۳۲
ہے۔			
تخت مزاج	۱	فَظًّا	۳۳
دیکھنا یا انتظار کرنا	۸۷ یا ۸۷	النَّظَرُ	۳۴

غضب و غصہ	۱۱	وَالْغَيْظِ	۳۵
نصیب	۷	وَالْحِظِ	۳۶
سایہ	۲۴	ظِلِّ	۳۷
اس کلمہ میں قراء کا اختلاف ہے بعض نے ظاء سے پڑھا ہے اس وقت یہ ظنہ بمعنی تہمت سے یعنی نبیؐ غیب کی خبریں دینے میں متہم نہیں بلکہ جو بھی کچھ آپؐ فرماتے ہیں وہ وحی سے ہوتا ہے اور بعض نے ضاد سے پڑھا ہے تو اس وقت بمعنی بخیل فعیل بمعنی فاعل یعنی آپؐ وحی کو لوگوں تک پہنچانے میں قطعاً بخل سے کام نہیں لیتے۔	۱	ضَمِينِ	۳۸



فوائد مکيه : باب دوم

پہلی فصل تفخیم اور ترقیق کے بیان میں

باب دوم کا تعارف

باب دوم میں آٹھ تفصیلات ہیں جن میں پہلی فصل تفخیم اور ترقیق کے بیان میں۔ دوسری فصل نون ساکن اور تہوین کے بیان میں۔ تیسری فصل میم ساکن کے بیان میں چوتھی فصل حروف غنہ کے بیان میں۔ پانچویں فصل ہائے ضمیر کے بیان میں۔ چھٹی فصل ادغام کے بیان میں۔ ساتویں فصل ہمزہ کے بیان میں اور آٹھویں فصل حرکات کی ادا کے بیان میں ہے۔

شرح : یہاں سے صفات عارضہ کا بیان شروع ہو رہا ہے۔

صفات عارضہ کی تعریف

صفات عارضہ ایسی صفات کو کہتے ہیں جو حروف میں کبھی پائی جائیں اور کبھی نہ پائی جائیں اور یہ صفات ادا نہ ہوں تو حرف وہی رہے مگر اس کا حسن و زینت باقی نہ رہے۔

صفات عارضہ کے مشہور نام

صفات عارضہ کے چار مشہور نام ہیں۔

(۱) محسنہ (۲) تخلیہ (۳) مزینہ (۴) عارضیہ

صفات لازمہ اور صفات عارضہ میں فرق

صفات لازمہ اور صفات عارضہ میں بنیادی طور پر چار فرق ہیں۔

- (۱) صفات لازمہ میں غلطی کو لکھن جلی اور صفات عارضہ میں غلطی کو لکھن خفی کہتے ہیں۔
- (۲) صفات لازمہ کسی سبب پر موقوف نہیں ہوتیں جب کہ صفات عارضہ کسی سبب پر موقوف ہوتی ہیں۔
- (۳) صفات لازمہ تمام حروف میں پائی جاتی ہیں جبکہ صفات عارضہ صرف بعض حروف میں پائی جاتی ہیں۔
- (۴) صفات لازمہ حروف میں ہر وقت اور ہر حال میں پائی جاتی ہیں مگر صفات عارضہ حروف میں کبھی پائی جاتی ہیں اور

کبھی نہیں پائی جاتی۔

صفات عارضہ کی اقسام

مجددین کے نزدیک صفات عارضہ کی بارہ اقسام ہیں جو درج ذیل ہیں۔

(۱) تقخیم	(۲) ترقین	(۳) ادغام	(۴) انقلاب	(۵) اظہار	(۶) اخفاء
(۷) غنہ زانی	(۸) صلہ	(۹) تسہیل	(۱۰) ابدال	(۱۱) حذف	(۱۲) مد فرعی

فوائد مکبہ: حروف مستعلیہ ہمیشہ ہر حال میں پڑھے جائیں گے۔

شرح: حضرت مصنف "حروف مستعلیہ کے متعلق فرما رہے ہیں کہ یہ ہر حال میں پڑھے جائیں گے اس لئے کہ ان میں صفت استعلا پائی جاتی ہے اور یہ صفت لازمہ ہے جو کہ ہر حال میں پائی جائے گی چاہے حروف پر کوئی بھی حرکت زیر۔ پیش وغیرہ ہو۔ خواہ حرف شروع میں آئیں درمیان میں آئیں یا آخر میں آئیں۔

آپ جانتے ہیں کہ حروف مستعلیہ سے **خُصَّ ضَعُطٌ قِطْ** کے مجموعے والے حروف مراد ہیں کہ جن کی ادائیگی کے وقت زبان کی جڑ تالو کی طرف بلند ہوتی ہے جس کی وجہ سے یہ حروف پڑھے جاتے ہیں۔ اس کی طرف علامہ جزرئی نے اشارہ فرمایا ہے:

وَحَرْفُ الْإِسْتِعْلَاءِ فَخَرِمَ

ترجمہ: "اور حرف استعلاء کو پڑ پڑھ۔"

فوائد مکبہ: اور حروف مستقلہ سب باریک پڑھے جاتے ہیں مگر الف اور اللہ کا لام اور راء کہیں باریک اور کہیں پڑھتے ہیں۔

شرح: حروف مستعلیہ کی ضد حروف مستقلہ ہیں جو باریک پڑھے جاتے ہیں حروف مستقلہ وہ حروف ہیں جن کی ادائیگی میں زبان کی جڑ اوپر والے تالو کی جانب نہیں اٹھتی اور اسی وجہ سے یہ حروف باریک ہوتے ہیں۔ مگر حروف مستقلہ میں سے الف اور اللہ کا لام اور راء یہ کبھی پڑھے جاتے ہیں اور کبھی باریک جیسا کہ آگے ان کے پڑ اور باریک ہونے کے بارے میں قواعد بیان ہوں گے۔ اسی وجہ سے ان تین حروف کے لیے "شبه مستعلیہ" کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔

الف کی تفخیم و ترقیق

فوائد مکبہ : الف سے پہلے پُر حرف ہوگا تو الف پُر ہوگا اور اس سے پہلے کا حرف باریک ہوگا تو الف بھی باریک ہوگا۔

شرح : یہاں سے اب ان تین حروف مستقلہ میں سب سے پہلے یعنی الف کا بیان شروع ہو رہا ہے جو بعض حالتوں میں پُر ہوگا اور بعض میں باریک ہوگا پس فرماتے ہیں کہ جب الف سے پہلے اگر پُر حرف ہوگا جیسے قَالُوا کہ الف سے پہلے قاف ہے جو کہ مستعلیہ حروف میں سے ہے تو اس پُر حرف کی وجہ سے الف بھی پُر ہوگا۔ ایسے ہی دیگر مستعلیہ حروف کے الف سے پہلے آنے کی صورت میں الف پُر پڑھا جائے گا جیسے يَخَافُونَ - لَصَادِقٌ - ضَالًّا - طَالُوتُ - قَامُوا - غَائِبِينَ - يُظَاهِرُونَ وغیرہ وغیرہ۔

اور اگر الف سے پہلے حرف باریک ہوگا تو الف بھی باریک ہوگا جیسے نَارٌ میں الف سے پہلے نون حروف مستقلہ میں سے ہے اس لئے الف بھی باریک ہوگا ایسے ہی دیگر حروف مستقلہ میں بھی ایسے ہی ہوگا جیسے حَامِيَةٌ - وَمَا - دَاوُدَ - إِذَا - النَّاسِ وغیرہ وغیرہ۔

تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ الف ذاتاً و صفاتاً ماقبل کے تابع ہوتا ہے یعنی اگر الف کے ماقبل فتح ہے تو الف کی ذات برقرار رہے گی مگر ماقبل حرف پُر ہوگا تو الف بھی پُر ہوگا اور اگر ماقبل حرف باریک ہوگا تو الف بھی باریک ہوگا۔ جیسا کہ صاحب لالی البیان فرماتے ہیں:

----- وَتَبَيَّنَ عَنِ الْإِلْفِ

مَا قَبْلَهَا وَالْعَكْسُ فِي الْعَنِ الْإِلْفِ

ترجمہ: الف اپنے ماقبل کا تابع ہوتا ہے اور عکس اس کے عکس یعنی مابعد کا تابع ہوتا ہے۔

الف کی ترقیق کے متعلق علامہ جزریؒ فرماتے ہیں:

فَرَقْنِ مَسْتَفِيلاً مِّنْ أَحْرَفِ

وَحَاذِرْنَ تَفْخِيمَ لَفْظِ الْإِلْفِ

ترجمہ: پس ضرور باریک پڑھو تو مستقلہ کو حرفوں میں سے اور ضرور باریک تو تفخیم سے الف کے تلفظ میں۔

نوٹ: یعنی باریک حرفوں کے بعد الف ہو تو اس کو تفخیم سے بچانا چاہیے۔ یہاں انف مدہ کی ترقیق و تفخیم کا قاعدہ بیان فرمایا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بقیہ حروف مدہ واؤ اور یاء کیا وہ بھی الف کی طرح مخم یا مرقق ہوں گے یا نہیں ہوں گے استاذ القراء حضرت قاری عبدالحق صاحبؒ نے تیسیر التجوید میں اس طرح بیان فرمایا ہے:

”واؤ جبکہ اس سے پہلے کوئی حرف مخم آجائے جیسے مَسْطُورٌ اور مَوْصُوصٌ وغیرہ یہ واؤ بھی مونا پڑھا جائے گا لیکن یہ قیاس ہے اس کی صراحت تجوید کی کسی معتبر کتاب میں نہیں۔“

اس پر ہمارے شیخ استاذ القراء والدخو دین قاری اظہار احمد تھانوی نور اللہ مرقدہ نے اس طرح فرمایا ہے:

لیکن علامہ مرعشی کی رائے یہ ہے کہ واؤ اور یاء دونوں باریک ہی ہیں فرماتے ہیں:

الْأَلِفِ الْمَدِّيَّةُ تَابِعَةٌ لِمَا قَبْلَهَا فَإِذَا وَقَعَتْ بَعْدَ الْحَرْفِ الْمُفَخِّمِ تَفَخَّمَ وَإِذَا وَقَعَتْ بَعْدَ الْحَرْفِ الْمُرَقِّقِ تَرَقَّقَ لِأَنَّ الْأَلِفَ لَيْسَ فِيهِ عَمَلٌ عَضْوِيٌّ أَصْلًا حَتَّى يُوصَفَ بِالتَّفَخِيمِ أَوِ التَّرَقِّقِ قَالَ الْمَرْعَشِيُّ فِي رِسَالَتِهِ وَلَمَّا كَانَ فِي الْيَاءِ وَالْوَاوِ الْمَدِّيَّيْنِ عَمَلٌ عَضْوِيٌّ فِي الْجُمْلَةِ كَمَا سَبَقَ لَمْ يَكُونَا تَابِعَيْنِ لِمَا قَبْلَهُمَا بَلْ مُرَقَّقَانِ فِي كُلِّ حَالٍ كَذَا يُفْهَمُ مِنْ إِطْلَاقِ تَهْمٍ. (نہایۃ القول المفید ص ۸۹)

(ترجمہ) الف مدہ اپنے ماقبل کے تابع ہوتا ہے اگر حرف مخم کے بعد واقع ہو تو مخم پڑھا جائے گا اور اگر حرف مرقق کے بعد ہو تو مرقق ہوگا کیونکہ الف کی ادا میں کسی عضو کا بالکل کوئی دخل نہیں ہوتا کہ اس کو فی نفسہ تفخیم یا ترقیق سے متصف کیا جائے علامہ مرعشی نے فرمایا ہے کہ چونکہ مدہ کے حروف واؤ اور یاء میں فی الجملہ عضو کا عمل باقی رہتا ہے اس لیے وہ اپنے ماقبل کے تابع نہ ہوں گے بلکہ بہر حال باریک پڑھے جائیں گے چنانچہ علماء تجوید کے اطلاق سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے واضح ہو کہ مذکورہ عبارت کے حاشیہ میں واؤ مدہ کو جو مخم کہا گیا ہے اور اس پر دلیل بیان کی گئی ہے وہ وزنی نہیں دوسری بات یہ کہ ضمہ خواہ کسی بھی حرف پر ہو باریک پڑھا جاتا ہے جیسا کہ فوائد مکبہ میں ہے ضمہ میں انضمام شفتین کے ساتھ ضمہ کی آواز باریک نکلے جب ضمہ باریک ہے تو اس کے بعد واؤ مدہ بدرجہ اولیٰ باریک ہونی چاہیے۔ اس مقام پر تعلیقات مالکیہ حاشیہ فوائد مکبہ کا مطالعہ بھی مناسب ہے۔

لفظ اللہ کے لام کی تفخیم و ترقیق

فوائد مکبہ: اور اللہ کے لام سے پہلے اگر زیر یا پیش ہو تو ہر ہوگا مثل واللہ۔ اللہ۔

رَفَعَهُ اللّٰهُ-

شرح : حروف مستقلہ میں سے وہ حروف جو بعض حالات میں پر پڑھے جاتے ہیں ان میں لفظ اللہ کے لام کا قاعدہ بیان فرما رہے ہیں۔ کہ لفظ اللہ کا لام اس وقت پر ہوگا جب اس سے پہلے زیر یا پیش ہوگی۔ جیسے وَاللّٰہ کہ اس لفظ میں اللہ سے پہلے حرف واؤ زیر ہے اس لئے لفظ اللہ پر ہوگا اسی طرح رَفَعَهُ اللّٰہ میں لفظ اللہ سے پہلے پیش ہے اس لئے لفظ اللہ پر ہوگا اسی طرح مزید مثالیں کہ جن میں لفظ اللہ سے قبل زیر یا پیش ہونے کی وجہ سے لفظ اللہ کا لام پر ہوگا یہ ہیں اِنَّ اللّٰہ - قُلْ هُوَ اللّٰہ اَحَدٌ - سَمِعَ اللّٰہ - اٰیَتُ اللّٰہ - یُرِیْدُ اللّٰہ وغیرہ۔

علامہ جزریؒ لفظ اللہ کے لام کے پڑھنے کے متعلق اس طرح فرماتے ہیں۔

وَفَخِمِ اللَّامُ مِنْ اِسْمِ اللّٰہ
عَنْ فَتْحٍ اَوْ ضَمٍّ كَعَبْدِ اللّٰہ

ترجمہ: ”اور پر پڑھ لام کو اللہ کے نام میں بعد فتح یا ضمہ کے جیسے عَبْدُ اللّٰہ۔“

لفظ اللہ میں تنخیم کی توجیہ

لفظ اللہ میں تنخیم کی توجیہ یہ ہے کہ اس اسم شریف کی تعظیم ہے اور اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ یہ نام معبود برحق ہی کے ساتھ خاص ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ اَللّٰت (بت کا نام) پر اگر تاء کو حاء سے بدل کر وقف کیا جیسا کہ کسائیؒ کے یہاں ہوتا ہے تو اسم الجلالہ کی تنخیم ہی سے دونوں میں فرق ہوتا ہے۔ تیسری وجہ یہ کہ لفظ اللہ اسم الجلالہ اور اَللّٰہ لَهَا یَلْهُو سے صیغہ اسم فاعل میں فرق ہو جائے۔

ہمارے خیال میں اس کی حقیقی وجہ کچھ بھی ہو۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ زمانہ قبل از اسلام میں بھی لفظ اللہ کا تلفظ اسی طرح تھا یعنی فتح ضمہ کے بعد مرقم اور کسرہ کے بعد مرقم اسلام کے آنے کے بعد یہ تلفظ علیٰ حالہ قائم رہا۔ علامہ جزریؒ فرماتے ہیں کہ دانیؒ نے جامع البیان میں بسند بیان کیا ہے کہ فتح ضمہ کے بعد اسم الجلالہ میں تنخیم کو صدیوں سے ہر آنے والا اپنے دور ماضی کے سلف سے نقل کرتا چلا آ رہا ہے۔ (الجواہر النقیۃ ص ۱۰۵)

فوائد مکیہ : اگر اس سے پہلے زیر ہو تو باریک ہوگا مثل اللہ۔

شرح : لفظ اللہ کے لام کے باریک ہونے کے متعلق قاعدہ بیان فرما رہے ہیں کہ اگر لفظ اللہ سے پہلے زیر ہوگی تو لفظ اللہ کا لام باریک ہوگا جیسے **لِلّٰہ** میں لفظ اللہ کے لام پر کسرہ ہے جس کی وجہ سے لام باریک ہوا۔ اسی طرح **بِاللّٰہ**۔ **اٰیٰتِ اللّٰہ**۔ **قُوْمًا نِ اللّٰہ**۔ **مِنْ رَّوْحِ اللّٰہ** وغیرہ اس کی مزید امثلہ ہیں۔

جس طرح لفظ اللہ کا لام پُر ہوگا اس صورت میں کہ اس سے پہلے زبر یا پیش آجائے اسی طرح لفظ **اَللّٰہُمَّ** کا لام بھی زبر اور پیش کے آجانے سے پر ادا کیا جائے گا جیسے **سُبْحٰنَکَ اللّٰہُمَّ**۔ **مَرْیَمَ اللّٰہُمَّ**۔ **قَالُوا اللّٰہُمَّ** وغیرہ اور لفظ اللہ سے پہلے جس طرح زیر آجائے تو وہ باریک پڑھا جاتا ہے اسی طرح **اَللّٰہُمَّ** بھی باریک پڑھا جائے گا۔ جیسے **قُلِ اللّٰہُمَّ**۔

اَللّٰہُمَّ اصل میں **یَا اَللّٰہ** تھا جیسا کہ بعض کا قول ہے شروع سے یا حرف نداء حذف کر کے آخر میں میم لگا تو **اَللّٰہُمَّ** بن گیا۔

نوٹ : بعض لوگ **مَاوَلّٰہُمَّ** کو **اَللّٰہُمَّ** کی مانند پڑھتے ہیں یہ بالکل غلط اور فاش غلطی ہے **مَاوَلّٰہُمَّ** کو صرف اور صرف باریک پڑھنا چاہیے اس لیے کہ یہ **وَلّٰی یُوَلّٰی** سے ہے اور **ہُمْ** ضمیر ہے۔ علامہ شاطبیؒ نے لام کی تقخیم و ترقیق کو اس طرح بیان فرمایا ہے ۔

وَكُلُّ لَدٰی اِسْمِ اللّٰہِ مِنْ بَعْدِ کَسْرٍ

یُرْقِقُہَا حَتّٰی یَرُوْقَ مُرْتَلًا

ترجمہ: ”اور تمام قراء اسم الجلالہ کسرہ کے بعد ترقیق اختیار کرتے ہیں تاکہ وہ وضاحت کے ساتھ پڑھے جانے کی وجہ سے خوشنما معلوم ہو۔“

یعنی اسم الجلالہ جب کسرہ کے بعد واقع ہو تو تمام قراء آءتوں میں اس کو باریک پڑھا جاتا ہے تاکہ کسرہ کی ترقیق کے بعد لام کی تقخیم ناگوار معلوم نہ ہو۔ **مَوْتَلٌ** تریل سے ہے جس کے معنی وضاحت اور صفائی کے ہیں معلوم ہوا کہ یہ نسبت تقخیم کے ترقیق میں آواز کی زیادہ وضاحت ہوتی ہے۔ جیسے **اِبٰی اللّٰہِ وَاٰیٰتِہ**۔ **اَفِی اللّٰہِ شَکٌّ**۔ **لِلّٰہِ الْاَمْرُ**۔ **مَا یَفْتَحِ اللّٰہُ**۔ **قُلِ اللّٰہُمَّ**۔

لفظ اللہ کو باریک پڑھنے کی توجیہ

لفظ **اَللّٰہ** سے پہلے کسرہ ہو تو پھر اپنے اصل کے موافق لام باریک پڑھا جائے گا۔ کیونکہ محققین کے نزدیک لام میں

ترتیب اصل ہے۔

كَمَا فَخَمُوهُ بَعْدَ فَتْحٍ وَضَمٍّ

فَتَمَّ نِظَامُ الشَّمْلِ وَصَلًا وَفِيَصَلَا

ترجمہ: ”جیسا کہ ان تمام قراء نے اس لام کو پڑھا ہے فتح اور ضمہ کے بعد۔ پس اس طرح تمام افراد کو شامل ہونے والا یہ قاعدہ وصل اور وقف دونوں کے اعتبار سے مکمل ہو گیا۔

یعنی تمام قراء فتح اور ضمہ کے بعد لام اسم الجلالہ کو پڑھتے ہیں۔ مثلاً شَهِدَ اللّٰهُ - قَالَ اللّٰهُ - تَاللّٰهِ - وَادَّ قَالُوا اللّٰهُمَّ - عَلَيْهِ اللّٰهُ - ءَ اللّٰهُ - وغیرہ۔

جیسا کہ امام ابن بریؒ اپنی کتاب الدرر اللوامع فی اصل مقرئ الامام النافع میں فرماتے ہیں:

وَفَخِمَتْ فِي اللّٰهِ وَاللّٰهُمَّ

لِكُلِّ بَعْدَ فَتْحٍ اَوْ ضَمٍّ

ترجمہ: اور ہر پڑھا گیا لفظ اللہ کو اور لفظ اللہم کو تمام قراء کے لیے فتح اور ضمہ کے بعد۔

راء کو پڑ اور باریک پڑھنے کا بیان

فوائد مکبہ: راء متحرک ہوگی یا ساکن اگر متحرک ہے تو فتح اور ضمہ کی حالت میں پڑ ہوگی اور کسرہ کی حالت میں باریک ہوگی مثل رَعْدٌ - رُزِقُوا - رِزْقًا۔

شرح: حضرت مؤلف رحمہ اللہ یہاں سے راء کا بیان شروع فرما رہے ہیں کہ راء ساکن ہوگی یا متحرک ہوگی اگر راء

متحرک ہوگی تو اپنی حرکت کے مطابق پریا باریک پڑھی جائے گی اور اگر راء ساکن ہوگی تو ماقبل کی حرکت کے تابع ہوگی۔

راء کے پڑ ہونے کی بارہ حالتیں ہیں اور باریک ہونے کی سات حالتیں ہیں۔ یہاں حضرت مؤلفؒ راء کے پڑ ہونے

کی دو حالتیں بیان فرما رہے ہیں کہ اگر راء پر فتح یا ضمہ ہو تو راء پڑ ہوگی۔ آگے مثال دے کر وضاحت فرمائی (۱) رَعْدٌ

(۲) رُزِقُوا کہ پہلی مثال میں راء پر فتح ہے اور دوسری مثال میں راء پر ضمہ ہے لہذا یہ دونوں راء پڑ ہوں گی۔

یہاں پر راء کی بارہ پڑ ہونے والی حالتوں میں سے دو کو بیان فرمایا۔

(۱) راء پر فتح (۲) راء پر ضمہ

پھر آگے فرماتے ہیں کہ راء کسرہ کی حالت میں باریک ہوگی۔ جب راء پر کسرہ ہوگا تو راء باریک ہوگی۔ جیسے رَزْقًا میں راء مکسور ہے لہذا ترقیق سے ادا کی جائے گی۔

یہاں پر راء کی سات باریک پڑھی جانے والی حالتوں میں سے ایک حالت کو بیان فرما دیا ہے۔ اس کو علامہ جزرئی نے اس طرح بیان کیا ہے ۔

وَزَقِّقِ الرَّاءَ إِذَا مَا كُسِرَتْ

ترجمہ: ”اور باریک پڑھ راء کو جب کہ وہ راء کسرہ دی گئی ہو۔“

اور علامہ شاطبی نے اس کو ایسے بیان کیا ہے ۔

وَتَرَقِّقُهَا مَكْسُورَةً

ترجمہ: ”راء کی ترقیق ہے اس حال میں کہ وہ مکسور ہو۔“

فوائد مکيه : اور اگر راء ساکن ہے تو اس کا ماقبل متحرک ہوگا یا ساکن اگر ماقبل متحرک ہے تو فتح اور ضمہ کی

حالت میں پر ہوگی اور کسرہ کی حالت میں باریک ہوگی مثل مُرَزَقُونٌ - بَرَقٌ - شَرَعَةٌ۔

شرح : حضرت مصنفؒ نے یہاں راء ساکن ماقبل متحرک کو بیان کیا ہے جبکہ راء ساکن ماقبل ساکن ماقبل متحرک کو آگے بیان فرمائیں گے۔ اور اس میں راء کے پر ہونے کی مزید دو حالتیں بیان کی ہیں کہ اگر راء ساکن ہے اور اس سے ماقبل حرف پرفتح یا ضمہ ہے تو راء کو پڑھیں گے جیسے مُرَزَقُونٌ میں راء ساکن سے پہلے یاء پر ضمہ ہے اور اسی طرح بَرَقٌ میں راء ساکن سے پہلے باء پرفتح ہے لہذا یہ دونوں راء پر ہوں گی۔ یہاں تک حضرت مصنفؒ نے راء کی کل چار حالتیں پر ہونے کی بیان کی ہیں۔

آگے فرماتے ہیں کہ کسرہ کی حالت میں راء باریک ہوگی یعنی اگر راء ساکن سے پہلے حرف پر کسرہ ہوگا تو راء ہوگی جیسے شَرَعَةٌ میں راء ساکنہ سے قبل شین مکسورہ ہے جس کی وجہ سے راء باریک ہوئی۔ یہاں تک راء کی سات باریک ہونے والی حالتوں میں سے دوسری کو بیان کیا ہے۔ علامہ جزرئی نے ترقیق راء کی اس حالت کو اس طرح بیان فرمایا ہے ۔

كَذَاكَ بَعْدَ الْكَسْرِ حَيْثُ سَكَنْتَ

ترجمہ: ”اسی طرح باریک پڑھ کسرہ کے بعد جب وہ راء ساکن ہو۔“

اور علامہ شاطبیؒ اسے اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

وَلَا بُدَّ مِنْ تَرْقِيقِهَا بَعْدَ كُسْرَةٍ

إِذَا سَكَنْتَ يَاصَاحُ لِلْسَّبْعَةِ الْمَلَا

ترجمہ: ”اور راء کو باریک پڑھنا جب وہ ساکن کے بعد کسرہ ہو۔ اے میرے دوست ساتوں محترم قاریوں کے

لئے واجب ہے۔“

اس راء کو باریک پڑھنے کی تین شرائط ہیں۔

(۱) کسرہ اصلی (۲) مابعد حرف مستعلیہ نہ ہو (۳) کسرہ اسی کلمہ میں ہو

علامہ جزریؒ نے ان شرائط کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔

إِنْ لَمْ تَكُنْ مِنْ قَبْلِ حَرْفٍ اسْتِعْلَا

أَوْ كَانَتْ الْكُسْرَةُ لَيْسَتْ أَصْلًا

ترجمہ: ”اگر نہ ہو وہ راء استعلا سے پہلے یا نہ ہو اس راء سے پہلے ایسا کسرہ جو اصلی نہیں ہے یعنی اصلی ہو۔“

فوائد مکيه : جب راء ساکن کے ماقبل کسرہ دوسرے کلمہ میں ہو مثل رَبِّ ارْجِعُونِ۔

شرح : اس مقام پر حضرت مصنفؒ نے راء کے پر ہونے کی حالت بیان کی ہے کہ راء ساکن سے ماقبل کسرہ دوسرے کلمہ میں ہو تو راء پر ہوگی جیسے مثال سے واضح ہے رَبِّ ارْجِعُونِ راء ساکن ماقبل باء کسورہ ہے لیکن چونکہ دوسرے کلمہ میں ہے اس لئے یہ راء بھی پڑ ہوگی۔ یہاں تک راء کی کل بارہ پڑ ہونے والی حالتوں میں سے پانچ کو بیان کر دیا ہے۔ اس راء کو علامہ شاطبیؒ نے اس طرح بیان فرمایا ہے۔

وَمَا بَعْدَ كُسْرِ-----مُفَصَّلٍ

فَفَحِمَ فَهَذَا حُكْمُهُ مُبَدَّلًا

ترجمہ: ”یعنی جو راء کسرہ منفصلہ کے بعد ہو اس راء کو کٹھم پڑھ لیس یہ ہے راء کا حکم عام۔“

فوائد مکیہ : یا کسرہ عارضی ہو مثل اَمْ اَرْتَابُوا - اِنْ اَرْتَبْتُمْ -

شرح : یہ بھی حضرت مصنفؒ نے راء کے پُر ہونے کی حالت بیان کی ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ راء ساکن ماقبل کسرہ اصلی ہو تو راء باریک ہوگی اور اگر کسرہ عارضی ہوگا تو راء پر ہوگی یہاں تک راء کی بارہ پُر ہونے والی حالتوں میں سے چھ کا بیان ہو گیا ہے۔ اس راء کو علامہ شاطبیؒ نے اس طرح بیان فرمایا ہے۔

وَمَا بَعْدَ كَسْرِ عَارِضٍ - - - -

فَفَخِمْ فَهَذَا حُكْمُهُ مُتَبَدِّلًا

ترجمہ: ”اور جو راء کسرہ عارضی کے بعد ہو تو اس راء کو مخم پڑھیں یہ ہے راء کا حکم عام۔“

راء ساکن ماقبل کسرہ عارضی یا منفصل میں راء کی تفخیم کی توجیہ

راء کی ترقیق کے لیے کسرہ کے ساتھ متصل اور اصلی ہونے کی شرط اس لیے لگائی گئی ہے تاکہ سبب میں قوت آ جائے کیونکہ جو کسرہ عارضی ہے یا کسرہ منفصل ہے تو عارضی اور منفصل ترقیق کا سبب نہیں بن سکتے۔

فوائد مکیہ : یا راء ساکن کے بعد حرف استعلاء اسی کلمہ میں ہو۔ جس کلمہ میں راء ہے تو یہ راء باریک نہ

ہوگی بلکہ پُر ہوگی مثل قَرَطَاسٍ - فِرْقَةٍ اور فَرَّقٍ میں خلف ہے۔

شرح : یہاں حضرت مصنفؒ نے راء کی ایک اور پُر ہونے کی حالت بیان فرمائی ہے کہ اگر راء ساکن ماقبل کسرہ اور مابعد حرف مستعلیہ اسی کلمہ میں ہو تو راء کو پُر پڑھیں گے باریک نہیں پڑھیں گے۔ جیسا کہ مثالوں سے واضح ہے قَرَطَاسٍ - فِرْقَةٍ کہ دونوں مثالوں میں راء ساکن ماقبل کسرہ ہے مگر مابعد ایک مثال میں طاء اور دوسری میں قاف ہے یہ دونوں حروف مستعلیہ میں سے ہیں اور حروف مستعلیہ کی مجاورت کی وجہ سے یہ راء پُر ہوگی یہاں تک راء کے پُر ہونے کی سات حالتیں بیان ہو گئی ہیں۔ علامہ شاطبیؒ نے راء کی اس پر حالت کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔

وَمَا حَرْفُ الْاِسْتِعْلَاءِ بَعْدَ فَرَاءٍ

لِكُلِّهِمُ التَّفْخِيمُ فِيهَا تَدْلَلًا

ترجمہ: ”اور وہ کلمہ کہ اس میں راء کے بعد حرف استعلاء ہو تو اس کلمہ کی راء میں تمام قراء کے لئے تفخیم عام ہوئی ہے۔“
اس کے ساتھ ہی حضرت مصنفؒ نے فرمایا کہ لفظ فِرْقٍ میں خلف ہے یعنی راء کا پُر پڑھنا تو قاعدے کے مطابق ہوا مگر قاف کے کمزور ہونے کی وجہ سے باریک بھی پڑھا جاسکتا ہے علامہ جزری نے فِرْقٍ کے اندر ان دونوں اجازتوں کو اس طرح ذکر فرمایا ہے۔

وَالْخُلْفُ فِي فِرْقٍ لِكَسْرِ يَوْجَدُ

ترجمہ: ”اور خلف یعنی اختلاف فِرْقٍ کی راء میں کسرہ قاف کی وجہ سے پایا گیا ہے۔“

علامہ شاطبیؒ نے اس اختلاف کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔

وَوَخَلْفُهُمْ

بِفِرْقٍ جَرَى بَيْنَ الْمَشَائِخِ سَلْسَلًا

ترجمہ: ”اور لفظ فِرْقٍ شعراء میں مشائخ کے درمیان خلف مسلسل ہوا ہے۔“

نوٹ: قرآن کریم میں دو کلمے ہیں ایک سورۃ التوبہ میں مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ اور دوسرا سورۃ الشعراء میں كُلُّ فِرْقٍ۔
تفخیم و ترقیق کے قواعد میں اکثر طلباء ان میں خلط کر دیتے ہیں۔ اساتذہ کو چاہیے کہ طلباء کو یہ بات سمجھائیں کہ سورۃ التوبہ میں جو فِرْقَةٍ ہے جس میں قاف مفتوح ہے اور آگے تاء مدورہ ہے اس میں راء صرف پُر پڑھی جائے گی اور سورۃ الشعراء میں جو كُلُّ فِرْقٍ ہے جس میں قاف کمزور ہے وہ مختلف فیہ ہے واللہ اعلم۔

فوائد مکيه: اگر راء موقوفہ بالا ساکن یا بالاشام کے ماقبل سوائے یا کے اور کوئی حرف ساکن ہو تو اس کا

ماقبل دیکھا جائے گا۔ اگر مفتوح یا مضموم ہے تو راء پر ہوگی مثل قَدْزُ - اُمُورُ۔ اور اگر کمزور ہے تو راء باریک ہوگی مثل حَبْرُکے۔

شرح: حضرت مصنفؒ نے فرمایا کہ راء موقوفہ بالا ساکن یا بالاشام کا مطلب یہ ہے کہ ایسی راء جس پر وقف بالا ساکن کیا جائے یعنی متحرک راء کو وقف کرنے کیلئے ساکن کیا جائے یا وقف بالاشام یعنی راء پر جب پیش ہو تو اس کو ساکن کر کے ہونٹوں سے ضمہ کی طرف اشارہ کیا جائے یعنی راء پر وقف بالا ساکن یا بالاشام ہوگا اور اس سے ماقبل یا ساکن کے علاوہ کوئی اور ساکن ہو (اگر یا ساکن ہوگی تو اس کا قاعدہ آگے بیان ہوگا) تو اس سے ماقبل کے حرف کی حرکت کو دیکھیں گے اگر ماقبل حرف پرفتح یا ضمہ ہے تو راء پر ہوگی جیسے قَدْزُ پر وقف کریں تو راء ساکن سے ماقبل دال ساکن ہے اور دال سے

ماقبل قاف ہے اور قاف پرفتنہ ہے لہذا یہ راء پر ہوگی اسی طرح اُمُوز بھی کہ راء سے قبل واؤ ساکن ہے اور واؤ سے قبل میم پر ضمہ ہے لہذا حالت وقف میں یہ راء بھی پر ہوگی۔

یہاں پر راء کی بارہ پُر حالتوں میں سے نو کا بیان مکمل ہو گیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی دوسرا قاعدہ یہ بیان کیا ہے کہ راء ساکن ماقبل یاء ساکن کے علاوہ ہوا اور اس سے پہلے زیر ہو تو راء باریک ہوگی جیسے حَجَّز اس میں وقف کرنے پر راء ساکن ہوگی اور چونکہ ماقبل حرف جیم ساکن ہے اور جیم کا ماقبل حاء مکسور ہے لہذا راء باریک ہوگی یہاں تک راء کے باریک ہونے کی سات حالتوں میں سے تین کا بیان فرما دیا ہے۔

راء ساکن ماقبل ساکن ماقبل مفتوح کی مزید امثلہ:

وَالْعَصْرُ - وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ - وَالْفَجْرُ - عَشْرُ - وَالْوَتْرُ - يَسْرُ - كَالْقَصْرِ -
لَيْلَةُ الْقَدْرِ - شَهْرُ - لِأَوَّلِ الْحَشْرِ -

راء ساکن ماقبل ساکن ماقبل مضموم کی مزید امثلہ:

جَمَلْتُ صَفْرُ - خُسْرُ - بِكُمُ الْيُسْرُ - بِكُمُ الْعُسْرُ - لِعِبَادِهِ الْكُفْرُ - فَفَاتِلُوا
أَيَّمَةَ الْكُفْرِ - غَفُورُ - شَكُورُ - النَّوْرُ - الصَّدُورُ - وَلَا الْحُرُورُ - الْقُبُورُ - مَنْ فِي
الْقُبُورِ - الْأُمُورُ -

راء ساکن ماقبل ساکن ماقبل مکسور کی مزید امثلہ:

حَجَّزُ - ذِي الذِّكْرِ - السِّحْرُ - وَلَا يَكُرُّ -

فوائد مکبہ : اگر ساکن یاء ہو تو باریک ہوگی جیسے خَيْرُ - صَيْرُ - خَيْرُ - قَدِيرُ -

شرح : حضرت مصنف ترفیق راء کی سات حالتوں میں سے چوتھی حالت کا بیان فرماتے ہیں کہ راء ساکن ماقبل یاء ساکن ہوگی تو اس میں یاء کے ماقبل حرف کی حرکت کا اعتبار نہ ہوگا بلکہ راء ساکن سے ماقبل یاء ساکن آجائے گی تو راء کو باریک پڑھیں گے۔ جیسا کہ بعد میں مثالیں بھی ذکر فرما رہے ہیں جیسے خَيْرُ - صَيْرُ - خَيْرُ - قَدِيرُ وغیرہ۔ یاد رہے کہ یہ راء حالت وقف میں باریک ہوگی اور وصلہ اپنی اپنی حرکت کے مطابق پُر یا باریک پڑھی جائے گی۔

راء ساکن ماقبل یاء ساکن کے باریک ہونے کی توجیہ

اس کی توجیہ یہ ہے کہ راء ساکن ماقبل کسرہ ہو تو راء باریک ہوتی ہے اور یہاں یاء ہے اور یاء قائم مقام دو کسروں کے ہوتی ہے۔ اگر ایک کسرہ ہو تو راء باریک پڑھی جاتی ہے۔ جب دو کسرے ہوں تو بطریق اولیٰ راء باریک پڑھی جائے گی۔

فوائد مکبہ : راء مرامہ یعنی موقوف بالروم اپنی حرکت کے موافق پڑھی جائے گی۔

شرح : یہاں حضرت مصنفؒ اس راء کا حکم بیان فرما رہے ہیں جس پر وقف بالروم کیا جائے ایسی راء اپنی حرکت کے مطابق پُر یا باریک پڑھی جائے گی اس لئے کہ وقف بالروم حکم میں وصل کے مانند ہوتا ہے۔ جیسا کہ علامہ شاطبیؒ نے فرمایا ہے۔

----- وَرَوُّهُمْ -----

----- كَمَا وَصَلِهِمْ -----

ترجمہ: ”اور روم کا حال مثل وصل کے ہے۔“

چونکہ وقف بالروم میں حرکت کا تہائی حصہ پڑھا جاتا ہے نیز یہ حرکات میں سے دو حرکتوں زیر اور پیش پر کیا جاتا ہے اور جب وقف بالروم پیش پر ہوگا تو پیش کا تہائی حصہ پڑھا جائیگا تو راء پُر ہوگی۔ یہاں تک راء کی پُر ہونے والی دس حالتوں کا بیان ہو چکا ہے۔

اور اگر وقف بالروم کسرہ پر ہوگا تو کسرہ کا تہائی حصہ پڑھا جائے گا لہذا راء باریک ہوگی۔ یہاں تک راء کے باریک ہونے کی پانچ حالتوں کا بیان ہو چکا ہے۔

نوٹ: یاد رہے کہ راء مرامہ حکم میں راء متحرکہ کے ہے اور راء موقوفہ بالاشام حکم میں ساکن کے ہے۔

فوائد مکبہ : اور راء ممالہ باریک ہی پڑھی جائے گی مثل مَجْرُہَا۔

شرح : امالہ کے معنی ہیں مائل کرنا۔ یعنی زبر کو زیر کی طرف اور الف کو یاء کی طرف مائل کرنا جب الف یاء کی طرف مائل ہوگا تو راء باریک ہوگی۔ روایت حفصؒ میں صرف اسی ایک کلمہ مَجْرُہَا میں امالہ ہے۔ اور یہ امالہ کبریٰ ہے۔ یہاں تک راء کے باریک ہونے کی چھ حالتیں بیان ہو گئی ہیں۔

لفظ مَجْرِبَهَا میں راء مکسور کی توجیہ

لفظ مَجْرِبَهَا اصل میں مَجْرِبَهَا تھا۔ راء پر جو فتح ہے اسے کسرہ کی طرف مائل کیا اور الف کو یاء کی طرف مائل کیا۔ فتح کا کسرہ کی طرف اور الف کو یاء کی طرف مائل ہونا ترقیق کا سبب بنا۔

فوائد مکبہ : (فائدہ) راء مشدد حکم میں ایک راء کے ہوتی ہے جیسی حرکت ہوگی اسی کے موافق پڑھی جائے گی پہلی دوسری کے تابع ہوگی۔

شرح : راء مشدد چونکہ حکم میں ایک راء کے ہے حالانکہ پڑھنے میں یہ دو راء معلوم ہوتی ہیں۔ لہذا اس کے پڑ یا باریک پڑھنے کا قاعدہ بھی اس کی حرکت کے مطابق ہوگا اگر راء پر فتح یا ضمہ ہے تو راء پر ہوگی الرَّحْمَنُ - مُسْتَمِرٌّ وغیرہ ماقبل کی حرکت کو نہ دیکھا جائے گا اسی طرح اگر راء مشدد پر کسرہ ہوگا تو ایسی راء باریک ہوگی۔ جیسے دری میں دو راء پڑھی جارہی ہیں کہ ایک ساکن اور دوسری راء متحرک مکسور اور پہلی ساکن راء سے پہلے ضمہ ہے تو اس راء کو پڑ نہیں بلکہ باریک پڑھیں گے دوسری راء مکسور ہونے کی وجہ سے۔ ایسا نہ ہو کہ پہلی راء کو پڑھ کر دوسری راء کو باریک پڑھا جائے یہ غلط ہے۔ یہاں تک راء کے پڑ ہونے کی بارہ حالتیں اور باریک ہونے کی سات حالتیں مکمل ہو گئیں ہیں۔

حضرت مصنف علیہ الرحمۃ نے راء کی تقنیم و ترقیق والی اقسام اوپر بیان فرمائی ہیں اب ہم طلباء کی سہولت کے لیے ان کا خلاصہ بیان کر رہے ہیں۔

مندرجہ ذیل بارہ حالتوں میں راء پڑ ہوگی:

- (۱) راء پر زبر ہو جیسے فَرَضَ - رَفَثَ - مَرَحًا
- (۲) راء پر پیش ہو جیسے هَاجِرُوا - وَادَّكُرُوا
- (۳) راء مشدد پر زبر ہو جیسے مِنْ رَبِّكَ - حَرَّمَ اللَّهُ - صَرَفْنَا -
- (۴) راء مشدد پر پیش ہو جیسے يَصْرُوهُمْ - مِنْ رَوْحِنَا -
- (۵) راء ساکن ماقبل زبر ہو جیسے مَرْصِيَّةٌ - نَوْعُ -
- (۶) راء ساکن ماقبل پیش ہو جیسے عَرْضَةٌ - تُرْجِعُ -
- (۷) راء ساکن ماقبل کسرہ عارضی ہو جیسے اِرْكَبْ مَعْنَا - اِرْتَضَى - اِرْتَبْتُمْ - اِرْكَبُوا -

- (۸) راساکن ماقبل کسرہ دوسرے کلمہ میں ہو جیسے رَبِّ ارْجِعُونِ - اَمْ ارْتَابُوا -
 (۹) راساکن ماقبل کسرہ اور مابعد حروف مستعلیہ میں سے کوئی حرف اسی کلمہ میں ہو جیسے قِرْطَاسٍ - اِرْصَادًا -
 لِبَا لِمِرِّ صَادٍ - فِرْقَةٍ
 (۱۰) راساکن ماقبل ساکن ماقبل زبر ہو جیسے اَلْبَصَارُ - عَذَابِ النَّارِ
 (۱۱) راساکن ماقبل ساکن ماقبل پیش ہو جیسے اَلْعُرُورُ - غَفُورٌ -
 (۱۲) راء مراد مضمومہ جس پر روم کے ساتھ وقف کیا جائے جیسے قَدِيرٌ - خَيْرٌ - اَشْرٌ
 مندرجہ ذیل سات حالتوں میں راء باریک ہوگی

- (۱) راء کے نیچے کسرہ ہو جیسے اَرْنِيْ - نَصْرِهِمْ - رِسْلَتِ اللّٰهِ -
 (۲) راء مشدد کے نیچے کسرہ ہو جیسے نَفَرَقُ - بِالشَّرِّ -
 (۳) راساکن ماقبل کسرہ اصلی ہو جیسے شَرَّكَ - وَيُصَيِّرُ -
 (۴) راساکن ماقبل ساکن ماقبل کسرہ ہو جیسے يَكْزُرُ - اَلَّذِكْرُ -
 (۵) راساکن ماقبل یاء ساکن ہو جیسے يَسِيرٌ - بَصِيرٌ - قَدِيرٌ -
 (۶) راء ممالہ یعنی وہ راء جس پر مالہ کیا جائے جیسے مَجْرِبَهَا
 (۷) راء مراد مکسورہ جس پر وقف بالروم کیا جائے جیسے كَالْفَخَّازِ - اَلْقَهَّارِ -

مندرجہ ذیل سات کلمات میں راء کی ادائیگی بلحاظ تنخیم و ترقیق مختلف فیہ ہوگی

- (۱) بِمِصْرَ - (يونس) مِصْرُ - (يوسف) مُلْكُ مِصْرَ (الزخرف)
 (۲) فَاسِرٍ - (الدخان) فَاسِرٍ - (حجر) فَاسِرٍ بِاهْلِكَ (هود)
 (۳) اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ - (طہ) اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ (اشعراء)
 (۴) عَذَابِيْ وَنُذُرٌ - (القمر)
 (۵) اِذَا يَسَّرُ - (الفجر)

(۶) الْجَوَارِ (التَّوْرِ)

(۷) الْقَطْرِ - (الْبَا)

حضرت مصنف علیہ الرحمۃ نے مختلف فیہ ایک کلمہ بیان کیا کُلُّ فَرْقٍ اس میں وقفاً و صلأً اختلاف ہے۔ جبکہ مذکورہ بالا کلمات میں غلف وقف میں ہے وصل میں نہیں۔ طلباء کی سہولت کے لیے ہم نے یہاں مختلف فیہ کلمات بیان کر دیے ہیں۔ باقی کلمات کو اس لیے بیان نہیں کیا کہ ان میں صرف وقفاً اختلاف ہے اور پھر بعض کہتے ہیں کہ تفخیم اولیٰ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ترقیق اولیٰ ہے اس طول بحث سے بچنے کے لیے حضرت مصنف علیہ الرحمۃ باقی کلمات یہاں بیان نہیں فرمائے۔

ان کلمات میں اختلاف کی توجیہ

اس کی توجیہ یہ ہے کہ فَاسِرٌ - اَنْ اَسِرَ - وَ اللَّيْلِ اِذَا يَسِرُ - وَ نُذِرٌ اور الْجَوَارِ میں راء پر وقف اگر بالاسکان کیا جائے تو راء میں تفخیم اور ترقیق دونوں جائز ہیں۔ یہ جھیوں کلمے اصل میں یاء کے ساتھ ہیں۔ پہلے دو کلمے اصل میں اَسِرِ تھے آخر سے یاء مدہ حالت بنائی کی وجہ سے حذف ہو گئی یَسِرُ بھی اصل میں یَسِرِ ہے۔ رعایت فواصل کی وجہ سے یاء حذف ہوئی اسی طرح نُذِرِجی میں یاء اضافت رعایت فواصل کے لیے حذف ہوئی راء پر سکون عارض ہونے اور ماقبل مفتوح یا مضموم ہونے کی وجہ سے تفخیم ہے اور کلمہ کی اصل پر دلالت کرنے کے لیے اور اس وجہ سے کہ آخر سے یاء کا حذف عارضی ہے اور عارضی حذف کو معتبر نہ سمجھتے ہوئے بلکہ اس یاء کو موشل باقی قرار دے کر راء کو باریک بھی پڑھا گیا ہے اور الْجَوَارِجی کی یاء متطرفہ بھی بقاعدہ قاضِ حذف ہوئی ہے۔ علامہ جزری ترقیق کو ترجیح دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

وَ كَذَلِكَ الْحُكْمُ فِي اللَّيْلِ إِذَا يَسِرُ فِي الْوَقْفِ بِالسُّكُونِ عَلَى قِرَاءَةٍ مِنْ حَذْفِ الْيَاءِ فَحِينَئِذٍ يَكُونُ الْوَقْفُ عَلَيْهِ بِالتَّرْقِيقِ أَوَّلَى - (النشر ص ۱۱۱ ج ۲)

اور شیخ علی بن محمد ضباع شرح شاطبیہ میں فرماتے ہیں:

لَكِنْ يَسْتَحْسَنُ التَّرْقِيقُ فِي إِذَا يَسِرُ وَ نُذِرٍ عَلَى قِرَاءَةِ حَذْفِ الْيَاءِ فِيهِمَا لِلدَّلَالَةِ عَلَى الْيَاءِ أَوْ لِلْفَرْقِ بَيْنَ كَسْرَةِ الْأَعْرَابِ وَ كَسْرَةِ الْبَنَاءِ - (ارشاد المرید للضباع ص ۸۷ اعلیٰ حاشیہ)

(الابراز)

صاحب غیث النفع إِذَا يَسِرُ میں اثبات و حذف یاء کی دو قراءتوں کا اختلاف بتلا کر مختصر تفریع فرماتے

ہیں۔ کہ اثبات یاء والوں کے یہاں راء باریک اور حذف والوں کے یہاں پُر ہوگی لیکن کلام میں اختصار ہے۔ پیش نظر اختلاف قراءات بتاتا ہے راء کی تفصیل میں وہ اثباتاً یا نفیاً جانا ہی نہیں چاہتے والمفصل جید علی المجمل۔ قاری ابو محمد محمدی الاسلام صاحب یانی پتیؒ فرماتے ہیں فَاَسْر اور اَنْ اَسْر کو جو ائمہ ہمزہ قطعی مفتوحہ سے پڑھتے ہیں۔ ان کے لیے وقفاً بعض میں تنخیم کہتے ہیں اور بعض بلحاظ اصل ترقیق چنانچہ یَسْر میں مذکور ہوا متحقق (علامہ جزریؒ) کہتے ہیں ”ترقیق اولیٰ ہے“ دانیؒ کی رائے میں تنخیم اولیٰ ہے۔ اور یہی مذہب منصور ہے۔ (سبعہ قراءات ص ۲۴۲) مذکورہ عبارات سے ترقیق راء کا ضعیف ہونا مفہوم نہیں ہوتا ہے۔ ان کلمات کی اصل کی طرف رجوع کرتے ہوئے اگر راء کی ترقیق کا جواز نکالا جائے تو کیا حرج ہے۔

فوائد مکبہ : (فائدہ) حروف مخمہ میں تنخیم ایسی افراط سے نہ کی جائے کہ وہ حرف مشد دسنائی دے یا کسرہ مشابہ فتح کے، فتح مشابہ ضمہ کے یا مخم حروف کے بعد الف ہے تو وہ واؤ کی طرح ہو جائے۔

شرح : حروف مخمہ کی ادا میں احتیاط کرنی چاہیے جیسا کہ حضرت مصنفؒ نے فرمایا اس کی وضاحت ماہر اساتذہ کی تلقی سے حاصل ہوتی ہے۔ تنخیم کے معنی ہیں حرفوں کی آواز کا پُر ہونا خواہ یہ پُر ہونا صفت لازمی ہو جیسے حُصَّ ضَغُطِ قِطْ کے حروف میں ہوتی ہے اور چاہے یہ صفت عارضی ہو جیسے لام۔ الف اور راء کی بعض حالتوں میں ہوتی ہے جن کا بیان ہم ابھی اوپر کر آئے۔ پس ان دس حروف کو مخم تو ادا کیا جائے گا مگر تنخیم میں اس قدر زیادتی نہ ہونے پائے کہ وہ حرف مخفف ہو اور مشد دسنائی دے یا کسرہ والا حرف مخم کرنے میں فتح والے کی مانند ہو جائے یا فتح والا ضمہ کے مشابہ ہو جائے۔ ایسے ہی حروف مخمہ مفتوحہ یا مکسورہ میں تنخیم کو اس قدر مبالغہ سے ادا کرنا کہ انضام شفتین ہونہایت سخت غلطی ہے۔

کسرہ مشابہ فتح کے اور فتح مشابہ کسرہ کے حضرت مصنفؒ نے یہ بات یہاں بھی فرمائی ہے اور آگے چل کر حرکات کی ادا کے بیان میں بھی یہ بات فرمائی ہے۔ لیکن یہ بات کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حروف مخمہ مکسورہ میں تنخیم میں اس قدر زیادتی نہ ہو کہ کسرہ مشابہ فتح کے ہو جائے۔ اس بات کا قرینہ یہ بھی ہے یہاں پر حروف مخمہ کے ہی مراتب بیان ہو رہے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ ایک ہی عبارت کو دو جگہ بیان کرنا تحصیل حاصل کے مترادف ہے۔

نیز اس باب میں یہ عبارت خاص حروف مخمہ کے ساتھ ہی خاص ہے جبکہ آگے حرکات کی ادا کے بیان میں یہ عبارت عام ہے یعنی تمام حروف مخمہ اور حروف مرققہ کو شامل ہے۔

الف اپنے ماقبل حرف کے تابع ہوتا ہے اگر الف سے پہلے حروف مرققہ میں سے کوئی حرف ہے تو باریک ہوگا اور اگر مخم

حروف کے بعد آئے گا تو موٹا پڑھا جائے گا مگر یہاں بھی ضروری ہے کہ الف الف ہی رہے حروف متختم کی وجہ سے ادائیگی خراب نہ ہونے پائے کہ سننے والے کو واؤ کی مانند محسوس ہو۔

فوائد مکبہ : تفخیم میں مراتب ہیں۔

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے یہاں کلمات مختمہ میں مراتب بیان کیے ہیں جیسا کہ تفصیل کے ساتھ متن کے اندر موجود ہے اس کا خیال رکھنا ضروری ہے بعض مصنفین نے حروف مختمہ کے مراتب بیان کئے ہیں جنکی ترتیب یہ ہے۔
سب سے زیادہ تفخیم لفظ اللہ کے لام میں ہوتی ہے اس کے بعد طاء اس کے بعد صاد اور ضا دان کے بعد طاء میں اس کے بعد قاف میں اس کے بعد غین اور خاء میں اور ان کے بعد راء میں ہوتی ہے۔

فوائد مکبہ : حرف مختم مفتوح جس کے بعد الف ہو تو اس کی تفخیم اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے مثل طال اس کے بعد مفتوح جو الف کے قبل نہ ہو مثل اِنْطَلِقُوا اس کے بعد مضموم مثل مُحِيطُ اس کے بعد مکسور مثل ظِلّ۔
قِرطاس اور ساکن مختم کی حرکت کے تابع ہے مثل يَقْطَعُونَ۔ يُرْزَقُونَ۔ مِرْصَادًا۔
اب معلوم ہوا کہ حرف مختم کے فتح کو مانند ضمہ کے اور اس کے مابعد کے الف کو مانند واؤ کے پڑھنا بالکل خلاف اصل ہے ایسا ہی حرف مرقق کے فتح کو اس قدر مرقق کرنا کہ مانند امالہ صغریٰ کے ہو جائے یہ خلاف قاعدہ ہے یہ افراط و تفریط کلام عرب میں نہیں اہل عجم کا طریقہ ہے۔

www.KitaboSunnat.com

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ حروف مختمہ میں جو تفخیم کے مراتب کے ہیں وہ حرکات کی وجہ سے ہیں جو فتح میں چونکہ انفتاح فم ہے جس کی وجہ سے حرف مفتوح کی صورت میں ایک خاص قسم کی وسعت ہوتی ہے۔ اور اگر حرف مختم مفتوح کے بعد اگر الف ہو تو تفخیم اعلیٰ درجہ کی ہوگی۔ جیسے مثال سے واضح ہے طال اسی طرح اگر حرف مختم مفتوح کے بعد الف نہ ہو تو اس کی تفخیم قدر کم ہوگی جیسے اِنْطَلِقُوا اور ضمہ چونکہ انضمام شفتین سے ادا ہوتا ہے۔ اس لیے اس میں یہ وسعت فتح کی نسبت کچھ کم ہوتی ہے اور اسی لیے اس کی تفخیم بھی بہ نسبت مفتوح کے کم ہوتی ہے جیسے مثال سے واضح ہے مُحِيطُ اور کسرہ میں چونکہ انخفاض ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس کی آواز دبی ہوئی نکلتی ہے اس لیے مکسور کی تفخیم بھی سب سے کم ہوتی ہے جیسے ظِلّ۔ قِرطاس وغیرہ

حروف مفتوحہ مابعد الف کی امثلہ:

اس طرح ساکن مخم سے پہلے اگر فتح ہو تو اس میں تنخیم اعلیٰ درجہ کی ہوگی جیسے یَقْطَعُونَ اور ساکن مخم سے پہلے اگر ضمہ ہو تو اس کی قدرے کم ہوگی جیسے یُرْزَقُونَ اور اسی طرح ساکن مخم سے پہلے اگر کسرہ ہو۔ بہ نسبت ساکن مخم ماقبل فتح یا ضمہ کے کم درجہ کی تنخیم ہوگی۔ جیسے مِرْصَادًا

حرف مخم مفتوح جس کے بعد الف ہو اس کی تنخیم اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے۔

طاء	طال - قِرْطَاسٍ -	غ	غَائِبِينَ - بِغَائِلٍ -
ص	أَبْصَارٍ - أَصَابِعُهُمْ -	خ	خَائِفِينَ - خَاصَّةً -
ض	الضَّالُّونَ - يُضَارَّ -	ق	قَائِمًا - قَالَ -
ظاء	ظَالِمٌ - تَظَهَّرَا -		

حروف مخم مفتوح کی امثلہ:

طاء	مُطَّلِعُونَ - فَطَفِقَ	غ	غَيْرَ - غَلِيظًا
ص	الصلوة - صلصال	خ	خلق - المنخبة
ض	ضَرَبَ اللَّهُ - الضَّرَاءُ	ق	فَلَقَ - وَنُقِلَبُ
ظاء	الْمُنْظَرِينَ - ظَلَمُونَا		

حروف مخم مضموم کی امثلہ:

طاء	يَطُوفُ - لَا مَقْطُوعَةَ	غ	الْعُرْفَةَ - غُرُورًا
ص	صَوَّرَكُمْ - إِنَّا لَنَنْصُرُ	خ	خُدُوهُ - خُلُقِ
ض	مَنْصُودٍ - بَعْضُهُمْ	ق	قُلْ - لَقُضَى
ظاء	الظُّلَّةَ - ظُلْمًا		

حروف مقحم مکسور کی امثلہ:

طاء	وَ الْقَنَاطِيرِ - خَطِيبَتِهِمْ	غ	لَيَغِيْظُ وَ غِيْصُ الْمَاءِ
ص	عَلَيْكُمْ الصِّيَامُ - بَصِيرٌ	خ	نَحِيلُ - يُدْخِلُ مَنْ يَشَاءُ
ض	لَقُضِيَ - عِضِينَ	ق	قِيلَ - أَعْنَقِهِمْ
ظاء	ظِلٍّ - وَ الْكُظُمِينَ		

حروف مقحم ساکن ماقبل مفتوح - مضوم اور مکسور کی امثلہ:

طاء	مَطْلَعٍ - يُطْعِمُ - اطْعَامُ
ص	أَصْحَبٍ - الْمُصْلِحِينَ - إِصْلَاحًا
ض	فَلْيَضْحَكُوا - وَ خُضْتُ - وَ رِضْوَانٌ
ظاء	يَظْلِمُونَ - وَ أَغْلَظَ - وَ عَظَّهُمْ
غ	وَ اغْضُضْ - تُغْنِي - رَبِّ اغْفِرْ لِي
خ	وَ يَخْلُدْ - يُخْرِجُ - إِخْرَاجُهُمْ
ق	يَقْطَعُونَ - الْمُقْتَسِمِينَ - اقْرَأْ

حضرت مصنفؒ نے جو یہ فرمایا ہے کہ مقحم حرف کے بعد الف کو اس طرح نہ پڑھے کہ وہ واؤ کی طرح ہو جائے اس کو علامہ جزریؒ کے صاحبزادے نے اپنی المقدمة الجزریہ کی شرح الحواشی المفہمہ میں بیان کیا ہے۔ ایسے ہی بے شمار اغلاط ہیں کہ طلباء کا جب سنا جاتا ہے تو معلوم ہوتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جیسا حضرت مصنفؒ نے فرمایا یہ اہل نجم کا طریقہ ہے۔ تجوید کے مطابق پڑھنا بڑی محنت اور مشق سے حاصل ہوتا ہے۔ انسان کو اپنے اوپر اعتماد نہیں کر لینا چاہیے۔ اصل تعلیم مشائخؒ اور ماہرین سے سن کر تلقی استاذ سے علم حاصل کرنا ہے۔ صحیح پڑھنے کی صرف اور صرف ایک ہی قسم ہے مگر غلط پڑھنے کی بے شمار اقسام ہیں جو کہ اس قدر زیادہ ہے کہ جن کا تعین کرنا بھی ممکن نہیں۔ ہمارے استاذ محترم حضرت مولانا قاری المقری اظہار احمد تھانوی نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ تجوید میں خوبصورت پڑھنا یہ ہے کہ حروف اپنے مخارج سے صفات لازمہ و عارضہ

کے ساتھ بے تکلف اور بغیر کسی دشواری کے ادا ہوں۔ اور اگر کوئی شخص محنت اور تکلف کر کے اہتمام سے تو صحیح پڑھ لیتا ہے مگر مشاق نہ ہونے کی وجہ سے بے خیالی میں اغلاط کرے تو وہ ابھی کامل نہیں ہوا۔ اور یہ کمال ادا کا درجہ صدر پڑھنے میں خاص طور پر معلوم ہوتا ہے۔

اور وہ فرمایا کرتے تھے کہ علامہ جزریؒ کے اس شعر کو طلباء اور اساتذہ ہمہ وقت ذہن میں رکھیں:

مُكْمَلًا مِّنْ غَيْرٍ مَا تَكْلَفُ

بِاللُّطْفِ فِي النُّطْقِ بِلَا تَعَسُفٍ

ترجمہ: اس حال میں کہ وہ قاری کامل ادا کرنے والا ہو جمع صفات کو بغیر کسی تکلف کے عمدگی کے ساتھ نطق میں بلا

زیادتی و کمی کے۔

فوائد مکبہ :

دوسری فصل نون ساکن اور تنوین کے بیان میں

شرح : نون ساکن جس پر کوئی حرکت نہ ہو جیسے **مِنْ** - **عَنْ** اور نون تنوین نون ساکنہ زائدہ جو کلمہ کے آخر میں لآحق ہوتا ہے اور اس کی علامت دوز بر دوز یا دو پیش ہیں۔ جیسے **أَبَدًا** - **يَوْمَ** - **عَابِدٌ** وغیرہ

نون ساکن اور نون تنوین میں فرق:

نون ساکن اور نون تنوین میں بنیادی طور پر چار فرق ہیں۔

(۱) نون ساکن لکھا جاتا ہے جیسے **عَنْ** - **مِنْ** وغیرہ اس سے دو کلمات متشبی ہیں **لَنْسَفَعًا** اور **وَلَيْكُونَا**۔

جبکہ نون تنوین لکھا ہوا نہیں ہوتا بلکہ اس کی جگہ دوز بر - دوزیر اور دو پیش میں سے کوئی علامت لکھی جاتی ہے جیسے

أَبَدًا - **خَبِيرٌ** - **مَاءٌ** - **بِمَاءٍ** - وغیرہ۔ اس سے **وَكَاثِنٌ** کلمہ متشبی ہے اس میں نون تنوین لکھا ہوا ہے۔

(۲) نون ساکن وقفاً و صلماً پڑھا جاتا ہے۔ مثلاً **أَوَلَمْ تَوْمُنْ** - **وَمَنْ** - **سَأْنَزِلُ** وغیرہ مگر نون تنوین صرف وصلاً پڑھا

جاتا ہے مثلاً **أَحَدٌ** - **كُلٌّ** پڑھیں گے۔

(۳) نون ساکن اسم فعل اور حرف تینوں پر آتا ہے مثلاً **أَنْفُسِهِمْ** - **يَنْصُرُونَ** - **مِنْ** وغیرہ۔ مگر نون تنوین

صرف اسم ہی میں آتی ہے جیسے عَذَابٌ -

(۴) نون ساکن کلمہ کے درمیان اور آخر میں آتا ہے مثلاً يَنْظُرُ إِلَيْكَ - يَقُولُ لَهُ كُنْ وغیرہ مگر نون تنوین ہمیشہ کلمہ کے آخر میں آتی ہے نَارٌ - بِنَاسِطٍ وغیرہ۔

باوجود اس کے کہ نون ساکن اور نون تنوین میں یہ چار فرق ہیں مگر یہ فرق ہونے کے باوجود ان دونوں کے قواعد ایک ہی ہیں اس لیے کہ ان دونوں کی آوازیں ایک جیسی ہیں۔ نون ساکن و تنوین کے حضرت مصنفؒ نے چار قواعد بیان کئے ہیں بعض حضرات کے نزدیک تین قواعد ہیں اور بعض کے نزدیک پانچ ہیں تفصیل آگے آتی ہے۔

تنوین کی اقسام

تنوین کی نحو یوں کے نزدیک آٹھ قسمیں ہیں۔ جن میں سے قرآن مجید میں چار پائی جاتی ہیں اور اسماء کے ساتھ خاص ہیں۔

(۱) تنوین تمکین جیسے سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ غَشَاوَهُمْ وَلَهُمْ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ اورا سے تنوین تمکین اس لیے کہتے ہیں کہ اسم پر اعرابی حرکات کے امکان پر دال ہوتی ہے کیونکہ وہ اسم منصرف ہوتا ہے۔

(۲) تنوین مقابلہ جیسے مُسْلِمَاتٍ، مُؤْمِنَاتٍ کہ یہ تنوین مُسْلِمَاتٍ، مُؤْمِنَاتٍ کے نون کے مقابلہ میں آئی ہے۔

(۳) تنوین عوض جیسے مِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ کہ غَوَاشٍ کی تنوین یاء محذوفہ کے عوض میں ہے اور جیسے أَنْتُمْ حَيِّنِدِ کی تنوین جملہ محذوفہ کے عوض میں ہے اصل میں ہے أَنْتُمْ حَيِّنٌ إِذْ بَلَغَتِ الرُّوحُ الْحُلُقُومَ

(۴) تنوین تناسب جیسے سَلَا سَلًا وَ أَعْلَا لَا، سَلَا سَلًا غیر منصرف تھا أَعْلَا لَا کی مناسبت سے تنوین دی گئی۔

چار قسمیں جو قرآن میں نہیں ہیں حسب ذیل ہیں:

(۱) تنوین تکبیر جیسے مَرَرْتُ بِأَحْمَدَ وَ أَحْمَدُ اُخْرَ

(۲) تنوین صرف یہ وہ تنوین ہوتی ہے جو ضرورت کی وجہ سے غیر منصرف کو منصرف کرتے ہوئے لاتے ہیں جیسے ع

او الفامكة من ورق الحمى

(۳) تنوین ترغم یہ تنوین قافیہ میں آتی ہے جیسے:

أَقْلَى السَّوْمِ عَاذِلَ وَالْعَبَا
وَقَوْلِي إِنْ أَصَبْتُ لَقَدْ صَابَا

(۳) تنوین غالی۔ جو قافیہ میں داخل ہوتی ہے اور معرف باللام پڑاتی ہے جیسے:

وقائم الاعماق حاوی المخترق
اس کو غالی قلت وقوع کی وجہ سے کہتے ہیں۔

فوائد مکبہ : نون ساکن اور تنوین کے چار حال ہیں (۱) اظہار (۲) ادغام (۳) قلب (۴) اخفاء

شرح : حضرت مصنفؒ نے نون ساکن اور تنوین کے چار قواعد بیان فرمائے ہیں۔

(۱) اظہار (۲) ادغام (۳) قلب (۴) اخفاء

جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ بعض حضرات جیسے علامہ جعفریؒ نے تین قواعد بتائے ہیں یعنی اظہار۔ ادغام اور اخفاء انہوں نے انقلاب کو اخفاء میں ہی شامل فرمایا ہے۔ اور بعض نے اخفاء کی دو اقسام بیان فرمائی ہیں (۱) اخفاء مع القلب (۲) اخفاء بغیر قلب اور بعض حضرات نے پانچ قواعد بتائے ہیں۔

(۱) اظہار (۲) ادغام مع الغنة (۳) ادغام بلا غنة (۴) انقلاب (۵) اخفاء

مگر چاروالاندہب علامہ جزری علیہ الرحمہ اور جمہور نے اختیار فرمایا ہے اور اسی وجہ سے حضرت مصنفؒ نے بھی اسے بیان فرمایا ہے۔ جیسا کہ علامہ جزریؒ فرماتے ہیں:

وَحُكْمُ تَنْوِينٍ وَنُونٍ يَلْفِي
أَظْهَارُنِ ادْغَامٍ وَقَلْبٍ إِخْفَا

ترجمہ: اور حکم نون ساکن اور نون تنوین کا پایا جاتا ہے اظہار۔ ادغام۔ انقلاب۔ اور اخفاء میں۔

علامہ حمزوریؒ نے یہ قواعد اس طرح بیان کیے ہیں:

لِلنُّونِ إِنْ تَسْكُنَ وَلِلتَّنْوِينِ

أَرْبَعُ أَحْكَامٍ فَحُذِّ تَبْيِينِي

ترجمہ: نون کے لیے اگر وہ ساکن ہو اور نون تنوین کے لیے چار احکام ہیں پس تو میرے بیان کو حاصل کر لے۔

فوائد مکبہ: حرف حلقی نون ساکن اور تنوین کے بعد آئے تو اظہار ہوگا مثل **يَنْعِقُ - عَذَابُ الْيَمِّ**

شرح: حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے یہاں اظہار کا قاعدہ بیان فرمایا ہے۔

اظہار کے معنی

اظہار کے لغوی معنی ظاہر کر کے پڑھنا ہے۔

اظہار کی تعریف

نون کو اس کے مخرج اصلی سے مع جمع صفات کے بغیر غنہ کے ادا کرنا۔

اظہار کا قاعدہ

اگر نون ساکن یا نون تنوین کے بعد حروف حلقی میں سے کوئی حرف آجائے تو وہاں اظہار ہوگا حروف حلقی یہ ہیں۔
ہمزہ - ہاء - عین - حاء - غین - خاء -

علامہ شاطبیؒ اظہار کے قاعدے کو اس طرح بیان فرما رہے ہیں:

وَعِنْدَ حُرُوفِ الْحَلْقِ لِلْكَلِّ اَظْهَرًا

اَلَا هَاجَ حُكْمُ عَمَّ خَالِيهِ غُفْلًا

ترجمہ: ”اور نون ساکن و تنوین حروف حلق کے نزدیک تمام قراء کے لئے ظاہر کر کے پڑھے گئے ہیں اور حروف حلق یہ ہیں (سنو موت ایک ایسا حکم عام ہے کہ ہیجان میں ڈالا ہے اس نے اپنی زد میں آنے والوں کو حالانکہ وہ غافل ہیں)۔“
ہ - ح - ع - خ - غ -

اور علامہ جزریؒ نے اظہار کے قاعدے کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔

فَعِنْدَ حَرْفِ الْحَلْقِ اَظْهَرُ ----

ترجمہ: ”پس تو نزدیک حرف حلقی کے اظہار کر۔“

اور علامہ حمزوریؒ اظہار کے قاعدہ کو اس طرح بیان فرما رہے ہیں۔

فَالْأَوَّلُ الْإِظْهَارُ قَبْلَ الْأَحْرِفِ
لِلْحَلْقِ سِتُّ رَتَبَاتٍ فَلْتُعَرَفْ
هَمْزُ فَهَاءٍ ثُمَّ عَيْنٌ حَاءٌ
مُهْمَلَتَانِ ثُمَّ غَيْنٌ حَاءٌ

ترجمہ: ”پہلا حکم اظہار ہے حروف حلقیہ سے پہلے وہ حروف چھ ہیں جن کو ترتیب وار بیان کیا جاتا ہے چاہیے کہ انہیں جان لیا جائے۔ ہمزہ۔ ہاء۔ عین۔ حاء بغیر نقطہ پھر غین۔ حاء۔“

اظہار کرنے کی توجیہ

نون ساکن و تنوین میں اظہار کرنے کی توجیہ یہ ہے کہ نون کے مخرج اور حروف حلقی کے مخرج میں بعد پایا جاتا ہے بہ نسبت دوسرے حروف کے مخرج کے اس لئے اظہار کرنے سے خفت حاصل ہوتی ہے۔

حروف حلقی کے جن حروف کا مخرج نون کے مخرج سے جتنا دور ہوگا اتنا ہی اعلیٰ قسم کا اظہار ہوگا۔ اور اس سے کم میں اوسط درجہ کا اظہار ہوگا اور اس سے کم ادنیٰ درجہ کا اظہار ہوگا۔ نون کے مخرج اور ہمزہ و ہاء کے مخرج میں چونکہ بہت زیادہ بعد ہے لہذا ان میں اظہار اعلیٰ قسم کا ہوگا اور عین و حاء میں ہمزہ اور ہاء کی نسبت کم بعد ہے اس لئے اوسط درجہ کا اظہار ہوگا جبکہ غین اور حاء میں ان سے بھی کم درجہ کا بعد ہے لہذا ادنیٰ درجہ کا اظہار ہوگا۔

نون کے قواعد میں اظہار اصل ہے اس لئے کہ یہ وقفاً و صلماً کیا جاتا ہے جیسے مَنْ عَيْنٍ کہ اگر مَنْ پر وقف کر دیا جائے تب بھی اظہار ہوگا اور وصلاً بھی اظہار ہے۔ بخلاف اخفاء۔ انقلاب یا ادغام کے کہ وہ صرف وصلاً ہوتے ہیں وقفاً نہیں کیونکہ یہ حروف کے محتاج ہوتے ہیں۔

اظہار کی مثالیں

حروف اظہار	نون ساکن اظہار کی	دو کلمے کی مثالیں	مفتوح منون کی مثالیں	مکسور منون کی مثالیں	مضموم منون کی مثالیں
ء	يَنْتَوْنَ	مَنْ أَمِنْ	بَعْتَهُ أَوْ جَهْرَةً	قَوْلِي إِلَّا لَدَيْهِ	عَذَابٌ أَلِيمٌ
ه	رَمْنَهَا	مِنْ هَارٍ	مَتَسَكَّاهُمْ	قَرْنٍ هُمْ	أَفْسَحُوا هَذَا

ع	أَنْعَمَ اللَّهُ	مِنْ عَلَقٍ	بُكْرَةً عَذَابٍ	قَوْمٍ عَسَى	شَيْءٌ عَجِيبٌ
ح	وَأَنْحَرُ	إِنْ حَكَمْتُمْ	قَرَضًا حَسَنًا	أَوَّابٍ حَفِيطٍ	عَزِيزٌ حَكِيمٌ
غ	فَسَيَنْغْصُونَ	مِنْ غَيْرِكُمْ	قَوْمًا غَيْرَكُمْ	قَلِيلَةً غَلَبَتْ	إِلَهُ غَيْرُ اللَّهِ
خ	وَالْمُنْخِنِقَةُ	مِنْ خِلَافٍ	نَارًا خَالِدًا	كَاذِبَةً خَاطِئَةً	عَلِيمٌ خَبِيرٌ

فوائد مکیہ : جب نون ساکن اور تنوین کے بعد یَرْمَلُونَ کے حروف سے کوئی حرف آئے تو ادغام ہوگا۔

شرح : حضرت مصنفؒ نون ساکن اور تنوین کے دوسرے قاعدہ ادغام کا بیان فرما رہے ہیں۔ ادغام کو اظہار کے بعد اس لیے بیان کیا ہے کہ ادغام اظہار کی ضد ہے۔

ادغام کے معنی

ادغام کے لغوی معنی ادخال یعنی داخل کرنے کے ہیں۔

ادغام کی تعریف

پہلے حرف کو دوسرے حرف میں داخل کر کے اس طرح پڑھنا کہ دونوں ایک ساتھ مشدداً ہوں پہلے حرف کو مدغم اور دوسرے کو مدغم فیہ کہتے ہیں۔ جیسے قُلْ رَبِّ۔

ادغام کا قاعدہ

اگر نون ساکن اور تنوین کے بعد حروف یَرْمَلُونَ میں سے کوئی حرف آجائے تو وہاں ادغام ہوگا۔

فوائد مکیہ : مگر لام اور راء میں ادغام بلا غنہ ہوگا۔

شرح : یہاں حضرت مصنفؒ ادغام کی اقسام بیان فرما رہے ہیں۔ ادغام کی دو اقسام ہیں :

(۱) ادغام بلا غنہ (۲) ادغام بالغنہ

(۱) ادغام بلا غنہ

نون ساکن و تنوین کے بعد اگر لام اور راء میں سے کوئی حرف آجائے تو ادغام بلا غنہ ہوگا یعنی مدغم کی کوئی صفت باقی نہیں رہے گی اسے ادغام تام بھی کہتے ہیں جیسے مَنْ رَسُوْلٍ - مِنْ لَدُنْهُ وغیرہ۔
نوٹ: فراء کے نزدیک نون کا راء اور لام میں ادغام متجانسین تام اور خلیل اور سیبویہ کے نزدیک ادغام متقاربین تام ہے۔

علامہ شاطبی نے لام اور راء کا ادغام اس طرح بیان فرمایا ہے

وَكُلُّهُمُ التَّنْوِيْنَ وَالنُّونَ اَدْعَمُوْا

بِاَلْغَنَةِ فِي الْاَلَامِ وَالرَّاءِ لِيَجْمَلَا

ترجمہ: ”تمام قراء نے تنوین اور نون ساکنہ کا ادغام بلا غنہ کیا ہے لام اور راء میں تاکہ ادغام خوبصورت معلوم ہو۔“

اور علامہ جزئی نے اس کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔

----- وَاَدْعَمُ

فِي الْاَلَامِ وَالرَّاءِ لَا يَغْنَةُ لَزِمَ

ترجمہ: ”اور ادغام کر لام اور راء میں جو کہ غنہ کے ساتھ ضروری نہیں ہے۔“

علامہ حمزوری نے اس کو یوں بیان فرمایا ہے۔

وَالثَّانِ اِدْعَامُ يَسْتَتِي اَتَتْ

فِي يَرْمَلُوْنَ عِنْدَهُمْ قَدْ ثَبَتَتْ

ترجمہ: ”اور دوسرا حکم ادغام ہے چھ حرفوں میں جو لفظ يَرْمَلُوْنَ میں آگئے ہیں اور تمام قاریوں کے یہاں ثابت

ہیں۔“

اور لام و راء کے ادغام بلا غنہ کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔

وَالثَّانِ اِدْعَامُ بِغَيْرِ غَنَةٍ

فِي الْاَلَامِ وَالرَّاءِ كَرَرْنَاهُ

ترجمہ: ”اور دوسری قسم بغیر غنہ ہے جو لام اور راء میں ہوتا ہے اور راء میں صفت تکریر بھی ادا کرو۔“

نوٹ: ادغام تام اور ادغام ناقص کی تعریفات اور تمام امثلہ باب الادغام میں تفصیل سے بیان ہوں گی۔

نون ساکن وتوین کی لام وراء میں ادغام بلاغنه کی مثالیں:

مَنْ رَبَّهُمْ - مِنْ لَدُنْكَ - اَبَدًا رَضِيَ اللهُ - مُتَحَرِّفًا لِقِتَالٍ - عَيْشَةً رَاضِيَةً - رَجُلٌ
رَشِيدٌ - عِبْرَةٌ لِّأَوَّلَى الْآلِبَابِ ۝

(۲) ادغام بالغنه:

ادغام کی دوسری قسم ادغام بالغنه ہے۔ اس کی تعریف اس طرح ہے:

”ایسا ادغام کہ جہاں ادغام بھی ہو اور اس میں غنہ بھی ہو۔“

نون ساکن وتوین کے بعد اگر حرف يَنْمُوْ میں سے کوئی حرف آجائے تو ادغام بالغنه ہوگا یعنی مدغم کی صفت غنہ باقی رہے گی جیسے مَنْ يَقُولُ - مِنْ وَآلٍ وغیرہ۔ اس کو ادغام ناقص کہتے ہیں نون کا یا ء اور واؤ میں ادغام ناقص ہو گا جبکہ نون کا نون میں ادغام تام ہوتا ہے جیسے مَنْ نَشَاءُ اور نون کا میم میں مختلف فیہ ہے بعض اسے تام اور بعض ناقص کہتے ہیں۔

علامہ شاطبیؒ نے اسے اس طرح بیان کیا ہے ۔

وَكُلٌّ يَنْمُوْ اَدْعُمُوْا مَعَ غُنَّةٍ

ترجمہ: اور تمام قراء نے يَنْمُوْ کے حروف میں ادغام کیا ہے غنہ کے ساتھ۔

علامہ جزریؒ نے اسے اس طرح بیان کیا ہے ۔

وَ اَدْعَمَنْ بِغُنَّةٍ فِیْ یَوْمٍ

ترجمہ: اور ضرور نون کا ادغام کر غنہ کے ساتھ یَوْمٍ کے چار حروف میں۔

علامہ حمزوریؒ نے ادغام بالغنه کو ایسے بیان کیا ہے ۔

لِکِنَّهَا قِسْمَانِ قِسْمٌ يُدْغَمَا

فِیْهِ بِغُنَّةٍ یَنْمُوْ عَلِمَا

ترجمہ: لیکن ان چھ حروف کی دو اقسام ہیں ایک قسم وہ ہے جس میں یہ دونوں نون ساکن و تنوین غنہ کے ساتھ مدغم ہوتے ہیں جو ینمو کے مجموعہ کے ساتھ پہچانے جاتے ہیں۔

فوائد مکبہ : اور ادغام بالغنہ بھی نون ساکن اور تنوین میں ثابت ہے مگر نون ساکن میں شرط ہے کہ مقطوع یعنی مرسوم ہو اور اگر موصول ہے یعنی مرسوم نہیں ہے تو غنہ جائز نہیں۔

حضرت مصنفؒ بیان فرما رہے ہیں کہ اگر نون مقطوع یعنی مرسوم ہو یعنی نون لکھا ہوا ہو تو ادغام مع الغنہ ہوگا اور اگر ادغام کی وجہ سے نون نہیں لکھا ہوا ہے تو ادغام بلا غنہ یعنی ادغام تام ہوگا جیسے کلمہ اَنْ لَا اس میں غنہ جائز ہے کیونکہ نون مرسوم ہے۔ اور اگر اَلَا لکھا ہوا ہے تو غنہ جائز نہیں اس لئے کہ نون مرسوم نہیں ہے۔ غنہ نون کی ذاتی صفت ہے اور اگر نون کا وجود ہوگا تو صفت غنہ بھی ہوگی اور اگر نون ہی موجود نہ ہو تو صفت کہاں سے ہوگی۔

علامہ جزرئیؒ نے نون ساکن و تنوین کا ادغام لام وراء میں طیبۃ النشر میں اس طرح بیان کیا ہے:

وَاذْغِمْ بِلا غَنَّةٍ فِي لَامٍ وَرَا

وَهِيَ لِغَيْرِ صَحْبَةٍ اَيْضًا تُرَى

ترجمہ: اور نون ساکن اور تنوین کا لام وراء میں ادغام بلا غنہ کر وکل قراء کے لیے۔ مگر نافع۔ ابو جعفر۔ مکی۔ ابو عمرو بصری۔ یعقوب حضری۔ شامی اور حفص کے لیے لام وراء میں ادغام غنہ کے ساتھ بھی مروی ہے۔

مقطوع یعنی مرسوم کی جو شرط ہے وہ طیبۃ النشر میں نہیں ہے بلکہ النشر فی القراءات العشر میں بیان کی ہے۔

أُطْلِقَ مَنْ ذَهَبَ إِلَى الْغَنَّةِ فِي اللَّامِ وَعَمَّمَ كُلَّ مَوْضِعٍ وَبَيَّغَى تَفْصِيْدَهُ بِمَا إِذَا كَانَ مُنْفَصِلًا رَسْمًا نَحْوُ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا، أَنْ لَا يَقُولُوا، وَمَا كَانَ مِثْلَهُ مِمَّا ثَبَتَ التَّوْنُ فِيهِ أَمَا إِذَا كَانَ مُنْفَصِلًا رَسْمًا نَحْوُ (فَإِنْ لَمْ يَسْتَحْيُوا لَكُمْ، فِي هُوَذَا لَنْ نَجْعَلَ لَكُمْ فِي الْكَهْفِ وَ نَحْوَهُ مِمَّا حَذَفَتْ مِنْهُ التَّوْنُ فَإِنَّهُ لَا غَنَّةَ فِيهِ لِمُخَالَفَةِ الرَّسْمِ فِي ذَلِكَ وَ هَذَا اخْتِيَارُ الْحَافِظِ أَبِي عَمْرٍو الدَّانِي وَغَيْرِهِ مِنَ الْمُحَقِّقِينَ قَالَ فِي جَامِعِ الْبَيَانِ وَ اخْتَارَ فِي مَذْهَبِ مَنْ يَبْقَى الْغَنَّةُ مَعَ الْإِدْغَامِ عِنْدَ اللَّامِ أَلَّا يَبْقَى إِذَا عَدِمَ رَسْمُ التَّوْنِ فِي الْخَطِّ لِأَنَّ ذَلِكَ

يُودِي إِلَى مُخَالَفَتِهِ لِلْفِطْهِ بِنُونٍ لَيْسَتْ فِي الْكِتَابِ قَالَ وَ ذَلِكَ فِي قَوْلِهِ فَإِلَمْ يَسْتَجِيبُوا
لَكُمْ فِي هُودَ وَ فِي قَوْلِهِ أَلَّنْ نَجْعَلَ لَكُمْ مَوْعِدًا فِي الْكَهْفِ وَ أَلَّنْ نَجْمَعَ عِظَامَهُ فِي الْقِيَامَةِ
قَالَ وَ كَذَلِكَ أَلَّا تَعْمَلُوا- أَلَّا يَسْجُدُوا- أَلَّا تَطْفُوا وَمَا شَبَّهَ مِمَّا تَرْسَمُ فِيهِ النُّونَ وَ
ذَلِكَ عَلَى لُغَةٍ مِّنْ تَرَكَ الْغَنَّةَ وَلَمْ يَبْقَ لِلنُّونِ أَثَرًا قَالَ وَ جُمْلَةُ الْمَرْسُومِ ذَلِكَ بِالنُّونِ
فِيمَا حَدَّثَنَا بِهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ الْكَاتِبُ عَنْ أَبِي بَكْرٍ بْنِ الْأَبَارِيِّ عَنْ أَيْمَنَ عَشْرَةَ مَوَاضِعَ
أَوَّلَهَا فِي الْأَعْرَافِ أَنْ لَا أَقُولَ عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ- وَأَنْ لَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ وَ فِي
التَّوْبَةِ أَلَّا مَلَجًا مِّنَ اللَّهِ وَ فِي هُودَ وَأَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ- وَأَنْ لَا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ فِي قِصَّةِ نُوحٍ
عَلَيْهِ السَّلَامُ- وَ فِي الْحَجِّ أَنْ لَا تَشْرِكَ بِي شَيْئًا وَ فِي يَسَ أَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ وَ فِي
الدُّخَانِ وَأَنْ لَا تَعْمَلُوا عَلَى اللَّهِ وَ فِي الْمُمْتَحِنَةِ عَلَى أَنْ لَا يُشْرِكَنَّ بِاللَّهِ شَيْئًا وَ فِي نَ
وَالْقَلَمِ عَلَى أَنْ لَا يَدْخُلْنَهَا الْيَوْمَ قَالَ وَ اخْتَلَفَتْ الْمَصَاحِفُ فِي قَوْلِهِ فِي الْأَنْبِيَاءِ أَنْ لَا إِلَهَ
إِلَّا أَنْتَ قَالَ وَ قَرَأْتُ الْبَابَ كُلَّهُ الْمَرْسُومُ مِنْهُ بِالنُّونِ وَ الْمَرْسُومُ بغيرِ نُونٍ بَيَانِ الْغَنَةِ وَ
إِلَى الْأَوَّلِ أَذْهَبَ (قُلْتُ) وَ كَذَا قَرَأْتُ أَنَا عَلَى بَعْضِ شُيُوخِي بِالْغَنَةِ وَلَا أَحَدٌ بِهِ غَالِبًا
وَيُمْكِنُ أَنْ يُجَابَ عَنْ إِطْلَاقِهِمْ بَانْتِهَمٍ إِنَّمَا أَطْلَقُوا إِدْغَامَ النُّونِ بِغَنَةٍ وَلَا نُونٍ فِي الْمُتَّصِلِ
مِنْهُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ- (النثر في القراءات العشر ج ٢ صفحہ ٢٨-٢٩)

(ترجمہ) لام میں ادغام مع الغنة کرنے والے حضرات اپنے اس مذہب کو مطلق اور ہر مقام میں عام رکھا ہے۔ لیکن
مناسب یہ ہے کہ اس کو اس صورت کے ساتھ مقید و مخصوص اور شرط کیا جائے جس میں نون رسماً منفصل و مقطوع اور مرسو
ہو جیسے فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا- أَنْ لَا يَقُولُوا اور ان کے مثل وہ کلمات جن میں نون رسماً ثابت ہو۔ رہے وہ مواقع
کلمات جن میں نون رسماً متصل و موصول اور غیر مرسوم ہو جیسے فَإِلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَكُمْ (ہود) اور أَلَّنْ نَجْعَلَ
لَكُمْ (الکہف) اور ان کے مانند دیگر کلمات جن میں نون رسماً محذوف ہو سو ان میں بالاتفاق غنہ نہیں (بلکہ باجماع نون کا
ادغام لام میں تام ہی ہے) اس لیے کہ غنہ میں رسم کی مخالفت لازم آتی ہے۔

حافظ ابو عمرو دانی وغیرہ محققین کا پسندیدہ مذہب یہی ہے۔ چنانچہ علامہ دانی ”جامع البیان“ میں فرماتے ہیں جو حضرات لام میں نون کے ادغام کے ساتھ غنہ باقی رکھتے ہیں۔ ان کے مذہب کی رو سے میں یہ پسند کرتا ہوں کہ اس صورت میں غنہ کو باقی نہ رکھیں جب کتابت میں نون کی رسم و شکل ثابت نہ ہو۔ کیونکہ غیر مرسوم ہونے کی صورت میں غنہ کرنے سے رسم عثمانی کی خلاف ورزی لازم آئے گی۔ اس لیے کہ قاری ایک ایسے نون کا تلفظ کرے گا جو کتابت میں موجود نہیں ہے۔ غیر مرسوم نون کی مثالیں یہ ہیں:

(۱) فَاَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَكُمْ (ہود) (۲) اَلَنْ نَجْعَلَ لَكُمْ مَوْعِدًا (الکہف) (۳) اَلَنْ تَجْمَعُ عِظَامَهُ (القیمة) (۴) اسی طرح اَلَا تَعُولُوا (۵) اَلَا يَسْجُدُوا لِلّٰهِ (۶) اَلَا تَطْعَمُوا ان کے مشابہ ان دوسرے کلمات کا حکم بھی یہی ہے جن میں نون رسماً لکھا ہوا نہیں پس ان میں ادغام مع الغنہ نہیں ہوگا اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں رسماً نون کا حذف ان حضرات کے لغت کی بنا پر ہے جو غنہ ترک کرتے ہیں اور نون کا ذرا بھی اثر باقی نہیں رکھتے۔

علامہ دانی فرماتے ہیں محمد علی الکاتب نے ابو بکر بن الانباری کے ذریعہ ائمہ رسم سے نقل کر کے ہمیں جو بیان کیا ہے اس کی رو سے اَلَا کے وہ مواقع جو نون کے ساتھ مرسوم ہیں دس جگہ ہیں۔ ذیل میں ہم ان کو بیان کرتے ہیں: (۱-۲) اَنْ لَا اَقُولُ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقُّ - اَنْ لَا يَقُولُوا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقُّ دونوں (الاعراف) (۳) اَنْ لَا مَلْجَا مِنَ اللّٰهِ (التوبہ) (۴-۵) وَ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا هُوَ - اور اَنْ لَا تَعْبُدُوا اِلَّا اللّٰهُ (ہود) دوسرا والا جو حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ میں بیان ہوا ہے۔ (۶) اَنْ لَا تُشْرِكْ بِى شَيْئًا (الحج) (۷) اَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ (یس) (۸) وَ اَنْ لَا تَعْلُوا عَلَى اللّٰهِ (الدخان) (۹) عَلَى اَنْ لَا يُشْرِكَنَّ بِاللّٰهِ شَيْئًا (المتحد) (۱۰) اَنْ لَا يَدْخُلْنَهَا الْيَوْمَ (ن وَالْقَلَم) جبکہ سورۃ الانبیاء میں جو اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اَنْتَ آ رہا ہے اس میں مصاحف کا اختلاف ہے۔ کہ بعض میں موصول اور بعض میں مقطوع ہے اور آج کل عمل قطع پر ہے۔ علامہ دانی فرماتے ہیں اور میں نے اس باب میں سے نون کے ساتھ لکھے ہوئے اور بغیر نون کے لکھے ہوئے کلمات یعنی پورے باب کو ادغام مع الغنہ کے ساتھ پڑھا تو ضرور ہے لیکن میرا اصل مذہب ادغام بلا غنہ ہی ہے۔

علامہ جزری فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں اسی طرح میں نے بھی اپنے بعض اساتذہ سے غنہ کے ساتھ ان مواقع کو پڑھا ہے لیکن اکثر و بیشتر اسے اخذ نہیں کرتا ہوں۔ باقی ان اہل اداء نے جو علی الاطلاق اور بغیر کسی قید و خصوصیت کے ہر جگہ غنہ بتا

دیا ہے۔ اس کا جواب یہ دینا ممکن ہے کہ انھوں نے ادغام مع الغنہ والا اطلاق و عمومی قول نون کے متعلق اختیار کیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ متصل کلمات میں نون موجود نہیں۔

ایک علمی اشکال اور اس کا جواب:

حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرما رہے ہیں ”نون ساکن میں یہ شرط ہے کہ مقطوع یعنی مرسوم ہو۔“

یہ شرط صرف نون ساکن میں حضرت مصنف علیہ الرحمہ لگا رہے ہیں کیونکہ نون تنوین تو ہمیشہ غیر مرسوم ہوتا ہے اور یہ شرط اس لیے لگائی ہے کہ ادغام بالغنہ میں نون کی صفت غنہ باقی رہے گی جو ذات نون پر دلالت کرے گی لہذا نون کا رسماً موجود ہونا ضروری تھا تا کہ مطابقت رہے لیکن اس توجیہ پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے کہ تنوین کا ادغام مع الغنہ بھی ثابت ہے مگر وہاں بھی ذات نون رسماً موجود نہیں ہے تو نون تنوین کا ادغام مع الغنہ کیوں ہے؟

اس اعتراض کا جواب علامہ جزری النشر جلد ۲ ص ۱۵۹ پر اس طرح دیتے ہیں کہ ان مذکورہ بالا دس مواقع میں رسماً نون کے بغیر ایک لام ہی سے لکھا گیا ہے اور اس طرح لکھنے کا مقصد اہل رسم کے نزدیک یہ ہوتا ہے کہ ادغام سے موصول کلمے کی تحقیق و پختگی ہو جائے اور جو حضرات ان کلمات میں نون ساکنہ کا لام اور راء میں ادغام مع الغنہ روایت کرتے ہیں وہ بھی ان مذکورہ دس مواقع پر صرف ادغام بلا غنہ ہی کو مختار و پسندیدہ قرار دیتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے تا کہ اتباع رسم پر مکمل طور پر عمل ہو جائے۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ جمہور کے نزدیک ادغام بلا غنہ ہی ہے اور بعض کے نزدیک ادغام مع الغنہ ہے۔ اور دونوں قراءات صحیح اور معمول بہا ہیں۔ جیسے:

مَنْ لَدُنَّا - مَنْ رَاقٍ - مَنْ لَبَنٍ - مَنْ رَسُولٍ - مَنْ رَجِيْقٍ - عَنْ رَبِّهِمْ -

نوٹ: حضرت مصنفؒ نے یہاں لام اور راء میں دو مذہب بیان کئے ہیں کہ ان دونوں حروف میں ادغام بلا غنہ بھی جائز ہے اور ادغام بالغنہ بھی تو یاد رہے کہ روایت حفص کے دو طریق ہیں:

(۱) بطریق شاطبیؒ (۲) بطریق جزریؒ

بطریق شاطبیؒ میں لام اور راء میں صرف ادغام بلا غنہ ہی ہے۔ جبکہ بطریق جزریؒ میں لام و راء میں ادغام بلا غنہ اور ادغام بالغنہ دونوں مذہب ہیں جیسا کہ ہم اوپر مفصل بحث کر کے بھی آئے ہیں۔

یہاں اس بات کا خیال رکھا جائے کہ بطریق شاطبیؒ لام و راء میں صرف ادغام بلا غنہ ہے اگر بطریق شاطبیؒ ادغام

بالغنہ لام وراء میں کیا گیا تو یہ خلط فی الطرق ہوگا جو صحیح نہیں۔ ہاں بطریق جزری ”ادغام بالغنہ اور بلاغہ دونوں پڑھنے صحیح ہیں۔

فوائد مکبہ : باقی حروف میں بالغنہ ہوگا مثل مَنْ يَقُولُ - مِنْ وَائِل - هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ - مِنْ رَبِّهِمْ -

حضرت مصنف ”نون ساکن و تنوین کے ادغام کا بیان مکمل فرمانے کے بعد مطلقاً امثلہ بیان فرما رہے ہیں جس میں ادغام بالغنہ اور ادغام بلاغہ دونوں شامل ہیں ذیل میں ہم نون ساکن و تنوین کا حروف يَرْمَلُونَ کے ادغام کی امثلہ جدول کی صورت میں پیش کر رہے ہیں۔

نون ساکن و تنوین کا ادغام (حروف یرملون)

نمبر شمار	حرف	نون ساکن کا ادغام	دوزبر کی تنوین کا ادغام	دوزبر کی تنوین کا ادغام	دو پیش کی تنوین کا ادغام
۱	ی	فَمَنْ يَكْفُرْ	لَفَرِيقًا يَلُونُ	بِقِنطَارٍ يُؤَدِّهِ	أَمَّةٌ يَدْعُونَ
۲	و	مِنْ وَائِلٍ	ظَلَمًا وَ زُورًا	وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ	إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا
۳	م	مِنْ مَاءٍ	خَيْرًا مِنْهُمْ	نَذِيرٍ مِنْ قَبْلِكَ	سِحْرٍ مُبِينٍ
۴	ن	مَنْ تَشَاءُ	سَجْدًا تَغْفِرُ لَكُمْ	إِلَى شَيْءٍ تُكْرِهُ	طَلَعٌ نَضِيدٌ
۵	ل	مِنْ لَدُنْهُ	هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ	بِسِقِّ لَهَا	حَقٌّ لِّلْسَانِ
۶	ر	مِنْ رَبِّهِمْ	أَخَذَهُ رَبِّيَّةٌ	ثَمَرَةً رَزَقًا	تَوَابٌ رَحِيمٌ

ادغام کی توجیہ

ادغام کی توجیہ یہ ہے کہ نون ساکن اور تنوین اور حروف يَرْمَلُونَ میں قرب پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے ادغام کیا جاتا ہے لام۔ راء اور نون میں زیادہ قرب ہونے کی وجہ سے ادغام تام ہوتا ہے جبکہ واو اور یاء میں اتنا قرب نہیں ہے اس لئے ان

میں ادغام ناقص ہوتا ہے۔

فوائد مکہ : چار لفظ یعنی دُنْيَا - قِنْوَانٌ - بُنْيَانٌ - صِنْوَانٌ - ان میں ادغام نہ ہوگا۔ اظہار ہو گا۔

شرح : نون ساکن و تنوین کے ادغام کے لیے یہ شرط بیان کی گئی تھی کہ نون پہلے کلمہ کے آخر میں اور مدغم فیہ حرف دوسرے کلمہ کے شروع میں ہو لیکن اگر یہ دونوں ایک کلمہ میں ہوں تو ادغام نہ ہوگا بلکہ اظہار ہوگا اس قسم کے چار کلمات حضرت مصنفؒ نے بیان فرمائے یعنی

(۱) دُنْيَا (۲) قِنْوَانٌ (۳) بُنْيَانٌ (۴) صِنْوَانٌ

بُنْيَانٌ کے ذیل میں بُنْيَانَهُمْ کا کلمہ بھی آجائے گا۔ یاد رہے کہ قرآن میں بس یہی کلمات آئیں ہیں۔

اس اظہار کو اظہار مطلق کہتے ہیں اور اسے اظہار مطلق کہنے کی وجہ یہ ہے کہ

مطلق کا مقابل مقید ہوتا ہے نون ساکن و تنوین کا اظہار جو حروف حلقی میں ہوتا ہے اس کا نام اظہار حلقی کے علاوہ حقیقی بھی ہے۔ تو یہ اظہار مطلق اظہار حقیقی کا مقابل ہے۔ نیز اظہار شفوی میم کی ایک خاص حالت کا نام ہے جیسا کہ آگے آ رہا ہے وہ باعتبار محل کے ہے یعنی اظہار کا محل شفتان ہے۔

علامہ شاطبیؒ اسے اس طرح بیان فرما رہے ہیں ۔

وَعِنْدَهُمَا لِلْكُلِّ أَظْهَرُ بِكَلِمَةٍ

مَخَافَةَ أَشْبَاهِ الْمُضَاعَفِ أَثْقَلًا

ترجمہ: ”اور جب نون ساکنہ و او یا پاء کے ساتھ ایک کلمہ ہو تو تمام قراء کے لئے اس نون ساکنہ کو ظاہر کر کے پڑھ کیونکہ خوف ہے ادغام کی صورت میں مضاعف مشدد کے مشابہ الفاظ میں سے ہو جانے کا۔“

مضاعف :

وہ کلمہ ہے جس میں دو حروف ایک جنس کے ہوں اگر عین اور لام کلمہ ایک جنس کے ہوں تو مضاعف ثنائی کہلائے گا جیسے مَدَّ وَ سَبَّ اَکْرَف و لام اول اور عین و لام ثانی ایک جنس کے ہوں تو مضاعف رباعی کہلائے گا جیسے زَلْزَلَةٌ۔

علامہ جزریؒ نے اسے یوں بیان فرمایا ہے ۔

الْاِبِكْلِمَةِ كَدُنْيَا عَنُونُوا

ترجمہ: ”مگر ایک کلمہ میں ادغام نہیں ہوگا جیسے دُنْيَا عَنُونُوا۔
نوٹ: عَنُونُوا سے قِنَوَانٌ - صِنَوَانٌ اور بُنْيَانٌ مراد ہیں۔

اور علامہ حمزہ درئی نے اسے اس طرح بیان فرمایا ہے ۔

اَلَا اِذَا كُنَّا بِكَلِمَةٍ فَلَا

تُدْغِمُ كَدُنْيَا تَمَّ صِنَوَانٍ تَلَا

ترجمہ: ”لیکن جس وقت وہ نون ساکن اور یَنْمُو کا حرف ایک کلمہ میں ہوں تو ادغام مت کر دیجیسے دُنْيَا اور صِنَوَانٌ بھی اسی کے ذیل میں ہیں۔“

فوائد مکیہ: اور جب نون ساکن اور تنوین کے بعد باء آئے تو نون ساکن اور تنوین کو میم سے بدل کر اخفاء مع الغنة کریں گے مثل **مِنْ بَعْدِ - صَمُّ بُكْمٍ**۔

شرح: یہاں سے نون ساکن اور تنوین کی تیسری حالت اقلاب کا قاعدہ بیان کیا جا رہا ہے۔

اقلاب کے معنی

اقلاب کے لغوی معنی بدلنے کے ہیں۔ دراصل قَلْبُ کے معنی بدلنا ہے اور قَلْبُ دل کو بھی کہتے ہیں دل کو قَلْبُ کہنے کی وجہ یہی ہے کہ اس میں ہر لمحہ دھڑکنے سے تبدیلی آتی رہتی ہے یعنی وہ ہر وقت اپنی کیفیت بدلتا رہتا ہے۔

اقلاب کی تعریف

نون ساکن اور تنوین کو میم ساکن سے بدل کر غنة کے ساتھ ادا کرنا اسے قلب یا اقلاب کہتے ہیں۔

اقلاب کا قاعدہ

نون ساکن یا تنوین کے بعد اگر باء آجائے خواہ ایک کلمہ میں ہو یا دو کلمات میں تو وہاں نون کو میم سے بدل کر اخفاء کریں گے جیسے حضرت مصنفؒ نے مثالیں دی ہیں **مِنْ بَعْدِ - صَمُّ بُكْمٍ** وغیرہ۔

علامہ شاطبیؒ اقلاب کے متعلق فرماتے ہیں ۔

وَقَلْبُهُمَا مِثْلًا لَدَى الْبَا - - - - -

ترجمہ: ”اور نون ساکنہ و تنوین بدلا جاتا ہے میم سے نزدیک باء کے۔“

اور علامہ جزریؒ اقلاب کو المتقدمہ الجزریہ میں اس طرح بیان فرماتے ہیں ۔

وَالْقَلْبُ عِنْدَ الْبَا بِغُنَّةٍ كَذَا

ترجمہ: ”اور اقلاب نزدیک باء کے غنہ کے ساتھ۔“

اور طیبۃ النشر میں اس طرح بیان فرماتے ہیں:

وَأَقْلَبَهُمْ مَاعٌ غُنَّةٍ مِّمًا بِبَا

ترجمہ: ”اور باء سے پہلے ان دونوں نون ساکن و تنوین کو میم سے مع الغنہ بدل دو۔“

اور علامہ حمزوریؒ نے اس طرح بیان کیا ہے ۔

وَالثَّلَاثُ الْإِقْلَابُ عِنْدَ الْبَاءِ

مِمْمَا بِغُنَّةٍ مَعَ الْإِخْفَاءِ

ترجمہ: ”اور تیسرا حکم نون ساکن اور تنوین کے بعد باء ہونے کے وقت اقلاب ہے جو بدلتا ہے نون ساکن اور تنوین کو میم

سے غنہ کے ساتھ ساتھ ہی میم میں اخفاء بھی ہوگا۔“

نوٹ: یہاں اقلاب کے ساتھ غنہ کی قید اس لیے لگائی کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ بدلنے کے بعد اظہار ہوگا حالانکہ اظہار نہیں بلکہ اخفاء ہوگا۔

میم منقلبہ عن النون اور اصلی میم کے اخفاء کے طریقہ ادائیگی میں کوئی فرق نہیں ہے البتہ میم منقلبہ عن النون میں اخفاء واجب ہے اور میم اصلی میں اخفاء جائز ہے۔ یعنی اس میں اظہار بھی جائز ہے میم منقلبہ عن النون میں کسی کے لئے بھی اظہار جائز نہیں ہے۔

اقلاب کی مثالیں

نون ساکن و تنوین میں اقلاب

نون ساکن کے بعد اقلاب ایک کلمہ میں	نون ساکن کے بعد اقلاب دوسرے کلمہ میں
أَنْتُمْ نَوْنِي - أَكْبَتَتْ	مَنْ مَّ بَعْدَ - مَنْ مَّ بَيْنَ

دو زبر کی تونین کے بعد اقلاب	دو زبر کی تونین کے بعد اقلاب	دو زبر کی تونین کے بعد اقلاب
صَمَّ مَبْكَمَّ	حَدِيثٌ بَعْدَهُ	قَوْمًا بُورًا

اقلاب کی توجیہ

اقلاب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ نون میں غنہ کا تلفظ اطباقِ شفتین کے ساتھ ثقل سے خالی نہیں ہے اور ادغام بھی نہیں ہو سکتا کہ نون اور باء کے مخرج کی نوعیت مختلف ہے دونوں میں کوئی تناسب نہیں لہذا درمیانی حالت اخفاء کو اختیار کیا گیا اور اخفاء کے لئے نون کو میم سے بدلا اس لئے کہ نون میم میں غنہ مشترک ہے اور باء اور میم کا مخرج ایک ہے اس لئے نون کو میم سے بدل کر اخفاء سے پڑھا گیا ہے۔

میم منقلبہ عن النون میں صرف اخفاء ہی اخفاء ہوگا جب کہ میم ساکنہ میں عند الباء اخفاء و اظہار دونوں جائز ہیں اس کی وضاحت ہم پیچھے کر کے آچکے ہیں۔

فوائد مکبہ : باقی پندرہ حرفوں میں اخفاء مع الغنہ ہوگا مثل **تُنْفِقُونَ** - **أَنْدَادًا** وغیرہ کے۔

شرح : یہاں سے نون ساکن و تونین کے چوتھے قاعدے اخفاء کا بیان شروع کیا ہے۔

اخفاء کے معنی

اخفا کے لغوی معنی چھپانے کے ہیں۔

اخفاء کی تعریف

اظہار اور ادغام کے درمیان پڑھنے کو اخفاء کہتے ہیں۔

اخفاء کا قاعدہ

نون ساکن اور تونین کے بعد حروفِ حلقی، حروفِ یَرْمَلُونَ اور باء کے علاوہ کوئی حرف آجائے تو وہاں اخفاء ہوگا۔

حروفِ اخفاء پندرہ ہیں جیسا کہ حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے بھی فرمایا ہے وہ یہ ہیں۔

(۱) ت - (۲) ث - (۳) ج - (۴) د - (۵) ذ - (۶) ز - (۷) س - (۸) ش -

(۹) ص - (۱۰) ض - (۱۱) ط - (۱۲) ظ - (۱۳) ف - (۱۴) ق - (۱۵) ك -

علامہ شالمی نے اخفاء کا قاعدہ اس طرح بیان فرمایا ہے ۔

----- وَأَخْفِيَا

عَلَى غَنَّةٍ عِنْدَ الْبَوَاقِي لِيَكْمَلَا

ترجمہ: ”اور اخفاء کرو غنہ کے ساتھ باقی حروف کے نزدیک تاکہ بیان مکمل ہو جائے۔“

علامہ جزری نے اخفاء کا قاعدہ اس طرح بیان فرمایا ہے۔

----- كَذَا

اخْفَا لَدَا بَاقِي الْحُرُوفِ اخْذَا

ترجمہ: ”اسی طرح اخفاء کیا ہے نزدیک باقی حروف کے غنہ کے ساتھ۔“

اور علامہ حمزوری نے اخفاء کے قاعدہ کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔

وَالرَّابِعُ الْإِخْفَاءُ عِنْدَ الْفَاضِلِ

مِنَ الْحُرُوفِ وَاجِبٌ لِلْفَاضِلِ

فِي خَمْسَةٍ مِّنْ بَعْدِ عَشْرِ رَمُزَهَا

فِي كَلِمٍ هَذَا الْبَيْتِ قَدْ ضَمَّتْهَا

صِفْ ذَا ائْنَا كَمْ جَادَ شَخْصٌ قَدْ سَمَا

م ن ذ ث ك ج ش ق

دُمْ طَبَّاءُ زِدْ فِي تَقَى صَعِ ظَالِمَا

د ط ز ف ت ض ظ

ترجمہ: ”اور چوتھا حکم نون ساکنہ و تنوین کا اخفاء ہے بقیہ پندرہ حروف کے قریب فضیلت والے قاری کے لئے ضروری

ہے۔

یہ اخفاء ہوتا ہے پندرہ حروف میں ان حروف کا اشارہ میں نے آئندہ آنے والے شعر کے ابتدائی کلمات میں جمع کر دیا

ہے۔

اخفاء کے پندرہ حروف اس شعر میں بیان کردہ کلمات کے ابتدائی حروف ہیں ص - ذ - ث - ک - ج - ش - ق -

س-د-ط-ز-ف-ت-ض اور ظ-

بیان کرا ایک ثناء والے آدمی کو کہ اس شخص نے کتنی سخاوت کی جو بلند یوں کو پہنچا۔ تو ہمیشہ عمدہ اخلاق ہو۔ تقویٰ میں زیادہ ہو ظالم کو پست کر۔

اخفاء کا طریقہ

نون ساکن اور تنوین کو اس کے مخرج اصلی سے علیحدہ رکھ کر اس کی آواز کو غیشوم میں چھپا کر بغیر تشدید کے اس طرح ادا کیا جائے کہ نہ تو اظہار ہو اور نہ ادغام بلکہ درمیانی حالت ہو۔ اسے اخفاء حقیقی کہتے ہیں۔

اخفاء کی مثالیں

نون ساکن و تنوین کے بعد حروف اخفاء

حروف	ایک کلمہ میں	دو کلمہ میں	مفتوح منون	مکسور منون	مضموم منون
ت	أَنْتَ	أَنْ يَكُونُ	فَرِيقًا تَقْتُلُونَ	جَنَّتِ تَجْرِي	مَبْنِيَّةٌ تَجْرِي
ث	أَنْتَى	أَنْ تَبْشَكَ	جَمِيعًا تُمْ	ظَلَمْتَ ثَلَاثِ	شَهَابٌ ثَاقِبٌ
ج	نُنَجِّيكُمْ	مِنْ جُوعٍ	سَرَّاحًا جَمِيلًا	وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا	فَصَبْرٌ جَمِيلٌ
د	عِنْدَ رَبِّكَ	عَنْ دِينِهِ	كَأَسَادِهَا قَا	مُسْتَقِيمٍ دِينًا	صُرُّ دَعَا
ذ	مُنْذِرٌ	مِنْ ذُنُوبِكُمْ	حُصْبَانَا ذَلِكَ	بِعَزِيزٍ ذِي انْتِقَامٍ	عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ
ز	أَنْزَلَتْ	كَمْ زَيْنٍ	عُلَمَاءَ زَكِيًّا	يَوْمَئِذٍ زُرْقًا	حَمِيدٌ زَعَمَ
س	إِنْسَانٍ	عَنْ سَبِيلِهِ	بَشَرًا سَوِيًّا	عَلِيمٌ سُبْحَنَهُ	وَأُمٌّ سَمِعَتْهُمْ
ش	أَنْشَأَ جَنَّتِ	إِنْ شَاءَ	زَلْزَلًا شَدِيدًا	صَبَّارٍ شَكُورٍ	الْيَمِّ شَدِيدٌ

ص	مَنْصُورًا	وَمَنْ صَلَحَ	نَفَقَةً صَغِيرَةً	مَاءٍ صَدِيدٍ	عَمَلٍ صَالِحٍ
ض	مَنْصُودٍ	مِنْ ضَرِيحٍ	مَعِيشَةً ضَنْكًا	لِكُلِّ ضِعْفٍ	مُسْفِرَةً صَاحِكَةً
ط	إِنْطَلِقُوا	مِنْ طِينٍ	حَلَالًا طَيِّبًا	كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ	بَلَدَةٍ طَيِّبَةٍ
ظ	يَنْظُرُونَ	مَنْ ظَلَمَ	ظَلًّا ظَلِيلًا	لِبَعْضِ ظَهِيرًا	سَحَبٍ ظُلُمْتُ
ف	يَنْفِدُومَا	وَمَنْ فِي	شَهِيدًا فَقُلْنَا	مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ	مَخْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
ق	يَنْقُضُونَ	مِنْ قَرِيَّتِكَ	آيَةً قَالَ	ذُبُرٍ قَالَ	سَمِيعٍ قَرِيبٍ
ك	أَنْكَاثًا	أَفَمَنْ كَانَ	رِزْقًا كَرِيمًا	وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ	كَذِبٍ كَفَّارٍ

اخفاء کی توجیہ

اخفاء اس لئے کیا جاتا ہے کہ نون ساکن اور تنوین اور حروف اخفاء میں نہ تو اتنا بُعد ہے کہ اظہار کیا جائے اور نہ اتنا قرب ہے کہ ادغام کیا جائے بلکہ درمیانی حالت ہے اس لئے اظہار اور ادغام کی درمیانی کیفیت کو اختیار کیا گیا جسے اخفاء کا نام دیا گیا۔

اخفاء کی اقسام

(۱) اخفاء مٹم (۲) اخفاء مرقق

(۱) اخفاء مٹم

اگر نون ساکن یا تنوین کے بعد کوئی مٹم حرف آجائے تو اخفاء مٹم ہوگا جیسے شَعْنٌ قَدِيرٌ - مَنْقُوصٌ وَغِيرَہ۔

(۲) اخفاء مرقق

اگر نون ساکن یا تنوین کے بعد کوئی مرقق حرف آجائے تو اخفاء بھی مرقق ہوگا جیسے مِنْكُمْ - بَخْسٍ ذَرَاهِمٍ وَغِيرَہ۔
صاحب لآلی البیان فرماتے ہیں:

----- وَتَبْرِعُ الْآلِفُ

مَا قَبْلَهَا وَالْعَكْسُ فِي الْغِنِّ الْفُ

ترجمہ: الف اپنی تخم ورتیق میں ماقبل کا تابع ہوتا ہے اور غنہ الف کے عکس یعنی مابعد کا تخم ورتیق میں تابع ہوتا ہے۔
صاحب السلسلہ الثانی فرماتے ہیں:

وَفَخِّمِ الْغُنَّةُ اِنْ تَلَاهَا

حُرُوفِ الْاِسْتِعْلَاءِ لَا سِوَاهَا

ترجمہ: اوپر پڑھ تو غنہ کو اگر وہ غنہ طے حروف استعلاء سے اور ان کے علاوہ میں غنہ کو پڑھ نہ پڑھو۔

نوٹ: طلباء اکثر اخفاء مرقم اور اخفاء مرقق کے ادا کرنے میں غلطی کرتے ہیں اس لئے ضروری ہے کہ ماہر استاذ سے مشق کی جائے تاکہ یہ غلطی دور ہو جائے اور دونوں کا فرق واضح ہو۔

نون مخفاۃ کی صحیح ادائیگی سے متعلق ایک نہایت اہم اور علمی مضمون جو حضرت مصنفؒ کا ہے اور حکیم الامت حضرت مولانا قاری محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ کے ”امداد الفتاویٰ“ میں شامل ہے۔ یہاں اب نقل کیا جاتا ہے۔

رسالہ التدقیق الجلی فی تحقیق الخی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هُوَ نِعَمَ الْوَكِیْلِ وَالصَّلٰوَةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ
النَّبِیِّ الْجَلِیْلِ وَصَحْبِهِ الَّذِیْنَ هُمْ اَوْلُو الْبِرِّ وَالصَّبْرِ الْجَمِیْلِ۔

امابعد نون مخفی کی ادا میں کتابوں سے جہاں تک پتہ چلتا ہے تقریباً نصف صدی سے اب تک قراء اس طرح سے ادا کرتے اور لکھتے چلے آ رہے ہیں۔ کہ نون کا تخرج بالکل ادا نہ ہو صرف غنہ مابعد کے حرف سے مزوج ہو کر نکلے جیسے اردو میں پنکھا جنگ و سنگ اور یہ ادا اتنی شائع اور عام ہوئی کہ عرب و عجم ماہر و غیر ماہر سب اس میں مبتلا ہو گئے حالانکہ اس ادائیگی میں اور ادغام ناقص کی اداء میں مثل مَنْ یَقُولُ مَنْ وَال کے کوئی فرق باقی نہیں رہتا۔ مجھے اس اداء اخفاء میں تحصیل تجوید کے ایام ہی سے برابر اشکال رہا۔ لیکن اللہ کریم کا صد لاکھ شکر کہ امام العصر وحید الدہر رئیس القراء استاذ الاساتذہ الحضرت شیخ و سیدی مولانا الحاج

الحافظ المقرئ عبد الرحمن المکی اللہ آبادی مدظلہم العالی کو نہ معلوم کیسے توجہ ہوئی کہ یکا یک ایک مضمون ارقام فرمایا کہ جس میں یہ ثابت کیا گیا کہ اداء اخفاء مر وجہ (جو اس طرح ہوتی کہ زبان کو ذرہ بھر دخل نہیں ہوتا۔ صرف صوت خیشومی مابعد کے حرف سے مل کر ادا ہوتی ہے) صحیح نہیں۔ بلکہ اس طرح ہونی چاہیے کہ نوک زبان نون ہی کے مخرج میں نہایت ضعف کے ساتھ لگے۔ یعنی اتصال جس میں نہایت ہی ضعیف ہو۔ چنانچہ اس کا اثبات مع دلائل و علل فرما کر اس مضمون عالی کو اپنے اس ناچیز خادم کے پاس بھی ارسال فرمایا۔ وہ مضمون عالی بتامہ نہایت ہی معمولی توضیح و تشریح اور مختصر تغیر لفظی کے ساتھ اور وہ بھی ملقطاً حسب ذیل ہے۔

لَا يُقَالُ لَابُدْمِنْ عَمَلِ اللِّسَانِ فِي التَّوْنِ وَالشَّفَتَيْنِ فِي الْمِيمِ مُطْلَقًا حَتَّى فِي حَالَةِ
الْإخْفَاءِ وَالْإِدْغَامِ بِغِنَّةٍ وَكَذَا لِلْخِشُومِ عَمَلٌ حَتَّى فِي حَالَةِ التَّحْرِيكِ وَالْإِظْهَارِ فَلِمَ
هَذَا التَّخْصِصُ لَانَّهُمْ نَظَرُوا وَالْإِغْلَابُ فَحُكِمُوا لَهُ بِأَنَّهُ الْمَخْرَجُ فَلَمَّا كَانَ الْإِغْلَابُ فِي
حَالَةِ إِخْفَائِهِمَا أَوْ إِدْغَامِهِمَا بِغِنَّةٍ عَمَلُ الْخِشُومِ جَعَلُوا مَخْرَجَهُمَا حِينَئِذٍ وَإِنْ عَمَلُ
اللِّسَانِ وَالشَّفَتَيْنِ أَيْضًا وَلَمَّا كَانَ الْإِغْلَابُ فِي حَالَةِ التَّحْرِيكِ وَالْإِظْهَارِ عَمَلُ اللِّسَانِ
وَالشَّفَتَيْنِ جَعَلُوا هُمَا الْمَخْرَجَ وَإِنْ عَمَلُ الْخِشُومِ حِينَئِذٍ أَيْضًا كَمَا أَفَادَهُ الْبَعْضُ عَنْ
الْعَلَامَةِ الشِّبْرِ أَمْلَسِي

نوٹ: اس عبارت میں ایک شبہ کا جواب ہے۔

ترجمہ: (شبہ یہ ہے کہ) یہ بات نہ کہی جائے کہ نون کے مخرج میں زبان کا عمل اور میم کے مخرج میں شفٹین کا عمل مطلقاً ضروری ہے حتیٰ کہ اخفاء اور ادغام کی حالت میں غنہ کے ساتھ خیشوم کو بھی دخل ہے بلکہ نون اور میم متحرک اور مظہر ہونے کی صورت میں بھی خیشوم کا دخل ہے تو پھر یہ تخصیص کیوں ہے کہ نون اور میم کے مخرج میں مطلقاً زبان کا عمل ہے خیشوم کا نہیں حالانکہ خیشوم کا بھی دخل ہے۔

قراء حضرات اس شبہ کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہاں اغلب کا اعتبار کیا گیا ہے اور اغلب کے اعتبار سے یہ حکم لگایا ہے کہ نون اور میم کا مخرج لسان اور شفٹین ہیں جبکہ نون اور میم کے ادغام و اخفاء کی حالت میں غنہ کی وجہ سے خیشوم کا عمل زیادہ ہے اس وجہ سے قراء نے نون و میم غم و مخفی کا مخرج خیشوم قرار دیا حالانکہ زبان اور شفٹین کا بھی دخل ہے لیکن خیشوم کے مقابلہ میں قلیل لہذا اغلب کا اعتبار کرتے ہوئے خیشوم کو مخرج قرار دیا گیا اور نون و میم متحرک اور مظہر ہونے کی صورت میں زبان اور شفٹین کے

زیادہ عمل کی وجہ سے قراء نے ان مواقع پر زبان اور شفتین کو خارج قرار دیا اور یہ بھی اغلب کا اعتبار کرتے ہوئے قرار دیا گیا اس لیے یہ شبہ وار نہیں ہوتا جو اوپر ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ بعض حضرات نے علامہ ثبراہمی سے اسے حاصل کیا ہے۔

اور ان کے ارشد علامہ علامہ احمد دہلوی اپنی کتاب اتحاف فضلاء البشر فی القراءات الاربعہ عشر میں لکھتے ہیں: یَجِبُ عَلَى الْقَارِئِ أَنْ يَحْتَرِزَ مِنَ الْمَدِّ عِنْدَ اخْفَاءِ التَّوْنِ فِي نَحْوِ أَنْ كُنْتُمْ وَعِنْدَ الْإِتْيَانِ بِالْغَنَةِ فِي التَّوْنِ وَالْمِيمِ فِي نَحْوِ الَّذِينَ وَأَمَّا فِدَاءٌ وَهُوَ خَطَاءٌ فَبِيحٌ وَتَحْرِيفٌ وَلِيَحْتَرِزَ أَيْضًا مِنَ الصَّاقِ اللِّسَانِ فَوْقَ الثَّنَايَا الْعُلْيَا عِنْدَ اخْفَاءِ التَّوْنِ فَهُوَ خَطَأٌ وَطَرِيقُ الْخَلَاصِ مِنْهُ أَنْ تَجَافِيَ اللِّسَانَ قَلِيلًا مِنْ ذَلِكَ الْخِمْ مَعَ الْإِخْتِصَارِ۔

(ترجمہ) قاری کے لیے ضروری ہے کہ نون مخفایہ کی ادائیگی کے دوران مد سے احتراز کرے جیسے اِنْ كُنْتُمْ۔ اور نون ومیم میں غنہ کی ادائیگی کے دوران ایسا کرنا فاش غلطی ہے اور یہ قرآن میں تحریف کے مانند ہے جیسے اِنَّ الَّذِیْنَ اور اَمَّا فَدَاءٌ وغیرہ۔ ایسے ہی نون مخفایہ کی ادائیگی میں زبان کو ثنائیا علیا کے اوپر ملصق کرنے سے بھی بچنا چاہیے کیونکہ یہ بھی غلط ہے اور اس سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ زبان کو تھوڑا سا ثنائیا علیا سے جدا رکھے۔

اور نہ ہیہ القول المفید میں ہے قَالَ الْمَرْعُوشِيُّ يَجِبُ عَلَى أَنْ يَحْتَرِزَ فِي حَالَةِ اخْفَاءِ التَّوْنِ مِنْ أَنْ يَشْبَعَ الضَّمَّةُ وَالْفَتْحَةُ وَالْكَسْرَةُ وَيَحْتَرِزَ الْفِيَّامِنْ الْمَدِّ عِنْدَ الْإِتْيَانِ بِالْغَنَةِ فِي التَّوْنِ وَالْمِيمِ فِي نَحْوِ أَنْ وَأَمَّا فَإِنَّ ذَلِكَ خَطَاءٌ صَرِيحٌ وَزِيَادَةٌ فِي كَلَامِ اللَّهِ تَعَالَى وَلِيَحْتَرِزَ أَيْضًا مِنَ الصَّاقِ اللِّسَانِ فَوْقَ الثَّنَايَا الْعُلْيَا عِنْدَ اخْفَاءِ التَّوْنِ فَهُوَ خَطَأٌ أَيْضًا وَطَرِيقُ الْخَلَاصِ مِنْهُ أَنْ تَجَافِيَ اللِّسَانَ قَلِيلًا مِنْ ذَلِكَ أَنْتَهَى مَعَ الْإِخْتِصَارِ۔

(ترجمہ) علامہ مرعشیؒ نے فرمایا ہے کہ نون مخفایہ کی ادائیگی کے دوران ضمہ۔ فتح اور کسرہ کو لباً کرنے سے بچنا بہت ضروری ہے اور ایسے ہی نون ومیم میں غنہ کرتے ہوئے مد سے بھی احتراز کرنا چاہیے جیسے اِنْ اور اَمَّا۔ پس ایسا کرنا صریحاً غلط ہے اور کلام اللہ میں زیادتی الفاظ کے مانند ہے اور اس سے بچنا چاہیے نون میں اخفاء کرتے وقت زبان کو ثنائیا علیا کے اوپر ملصق کرنا یہ بھی غلط ہے اور اس سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ زبان کو تھوڑا سا ثنائیا علیا سے جدا رکھے۔

اور امام جزیری النثر فی القراءات العشر میں لکھتے ہیں الْمَخْرُجُ السَّابِعُ عَشْرُ هُوَ الْغَنَةُ وَهِيَ تَكُونُ

فِي النَّوْنِ وَالْمِيمِ السَّاكِنَيْنِ حَالَةَ الْإِخْفَاءِ أَوْ مَا فِي حُكْمِهِ مِنَ الْإِدْغَامِ بِالْغَنَةِ فَإِنَّ مَخْرَجَ هَذَيْنِ الْحَرْفَيْنِ يَتَحَوَّلُ فِي هَذِهِ الْحَالَةِ عَنْ مَخْرَجِهَا الْأَصْلِيِّ عَلَى الْقَوْلِ الصَّحِيحِ كَمَا يَتَحَوَّلُ مَخْرَجُ حُرُوفِ الْمَدِّ مِنْ مَخْرَجِهَا إِلَى الْجَوْفِ عَلَى الصَّوَابِ۔

(ترجمہ) سزواں مخرج غنہ کا خیشوم ہے جونون اور میم میں بحالت سکون اور بحالت اخفاء یا اس کے مانند نون ومیم مدغم بالغنہ میں صحیح قول کی رو سے ہوتا ہے۔ ان حالتوں میں ان دونوں حروف کا مخرج اپنے اصلی مخرج سے یعنی لسان وشفٹان سے خیشوم کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جس طرح حروف مدہ کا مخرج اپنے مخرج سے جوف دہن کی طرف منتقل ہوتا ہے۔

پھر آگے احکام النون الساکنہ و التثوین کی تنبیہات میں لکھتے ہیں۔ الْأَوَّلُ مَخْرَجُ النَّوْنِ وَ التَّثْوِينِ مَعَ حُرُوفِ الْإِخْفَاءِ الْخَمْسَةِ عَشَرَ مِنَ الْخِشُومِ فَقَطْ وَلَا حَظَّ لَهُمَا مَعَهُنَّ فِي الْقَمِّ لِأَنَّهُ لَا عَمَلَ لِلِّسَانِ فِيهِمَا كَعَمَلِهِ فِيهِمَا مَعَ مَا يَظْهَرَانِ أَوْ يَدُ غِمَانٍ بِغَنَةٍ۔

(ترجمہ) نون و تثوین جب پندرہ حروف اخفاء سے قبل آئے تو ان کا مخرج خیشوم ہے ان دونوں حروف کا منہ میں کوئی حصہ نہیں کیونکہ اس وقت زبان کو کوئی دخل نہیں جیسا کہ زبان کو ان دونوں حروف میں اس موقع پر ہوتا ہے جب یہ دونوں ان حروف کے ساتھ ہوں جن میں اظہار کیا جاتا ہے یا جن میں غنہ کے ساتھ ادغام کیا جاتا ہے۔

اور ملاحظہ فرمائی الخ الفکر یہ میں لکھتے ہیں وَإِنَّ النَّوْنَ الْمَخْفَاةَ مُرَكَّبَةً مِّنْ مَّخْرَجِ الذَّاتِ وَمِنْ تَحْقِيقِ الصِّفَةِ۔

(ترجمہ) اور نون مخفاة کا مخرج اپنے ذاتی مخرج اور صفت غنہ کی بدولت مرکب ہے۔

اور امام کی کتاب الرعایہ میں لکھتے ہیں الْإِخْفَاءُ هُوَ أَنْ تَخْفَى الْحُرُوفُ فِي نَفْسِهِ لَا فِي غَيْرِهِ وَالْإِدْغَامُ إِنَّمَا هُوَ أَنْ تُدْغَمَ الْحُرُوفُ فِي غَيْرِهِ لَا فِي نَفْسِهِ فَتَقُولُ خَفِيتُ النَّوْنَ عِنْدَ السِّينِ وَأَخْفَيْتُ النَّوْنَ عِنْدَ السِّينِ وَلَا تَقُولُ خَفِيتُ فِي السِّينِ وَلَا أَخْفَيْتُهَا فِي السِّينِ وَتَقُولُ أَدْغَمْتُ النَّوْنَ فِي الْوَاوِ وَلَا تَقُولُ أَدْغَمْتُهَا عِنْدَ الْوَاوِ۔

(ترجمہ) اخفاء سے مراد یہ ہے کہ حروف کو اس کی ذات میں چھپایا جائے نہ کہ اس کے علاوہ دوسرے حرف میں اور

ادغام سے مراد ہے حروف کو اس کے علاوہ دوسرے حرف میں داخل کرنا نہ کہ اس کی ذات میں پس جب یہ کہا جاتا ہے کہ نون کا سین میں اخفاء کرو تو اس میں سین نے نون کو چھپا لیا اور اس سے یہ مراد نہیں ہوتا کہ نون کو چھپایا ہے سین میں یعنی میں نے نون کو سین میں نہیں چھپایا ہے اور کہتے ہو کہ ادغام کیا نون کا واؤ میں نہ کہ یہ کہتے ہو کہ ادغام کیا میں نے واؤ کا نون میں۔

علامہ شبراہمسی۔ علامہ احمد میاطی۔ علامہ معرشی۔ امام جزری۔ ملا علی قاری۔ امام محمد کی ان سب ائمہ کے اقوال سے ثابت ہو گیا کہ نون مخفی میں اصلی مخرج کو دخل ہے۔ لیکن ضعیف اعتماد کے ساتھ جس کو کہ ہر ایک نے مختلف عنوان سے تعبیر کیا ہے۔ مثلاً شبراہمسی نے مقلوب سے علامہ میاطی اور علامہ معرشی نے تَنَجَّافِي قَلِيلٌ سے اور علامہ جزری نے كَعْمَلِهِ کی قید سے اور پہلے قول میں يَتَحَوَّلُ کے لفظ سے اور علامہ محمد کی نے فی نفسہ لَا فِي غَيْرِهِ سے اور ملا علی قاری نے مُرَكَّبَةٌ مِنْ مَخْرَجِ الذَّاتِ سے۔

اب جب کہ کلام ائمہ کے سیاق و سباق سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ صوت خیشومی بدون اعتماد محقق بایں قدر کہ پیدا نہیں ہو سکتی اور پہلے یہ لوگ یہ بھی ثابت کر چکے ہیں کہ نون مخفی اپنے اصلی مخرج سے خیشوم کی طرف متحول ہو جاتا ہے۔ اور ذات نون باطل ہو جاتی ہے اور الصاق لسان سے بھی احتراز کا حکم ہے تو لامحالہ اس سے تولید حرف مد لازم آئے گی۔

کیونکہ جب نہ تو ذات نون باقی اور نہ زبان کا کسی مقام پر الصاق تو صوت خیشومی محض جوف سے ادا ہوئی اور یہی تولید مدہ ہے۔ جو کہ محذور اور ممنوع ہے۔ اور زیادتی فی کلام اللہ ہے تو پھر اس سے خلاص کا طریقہ اور چھکارا کہ نون مخفی بھی ادا ہو جائے اور تولید حرف مدہ بھی نہ ہو۔ اور الصاق لسان بھی نہ ہو یہی ہے کہ اعتماد اپنے مخرج اصلی پر ضعیف ہو جس کو کہ ہر ایک نے مختلف عنوان سے تعبیر کیا ہے جیسا کہ اوپر گزرا اب تعارض بین الاقوال بھی نہ رہا۔ اور اختلاف حقیقی کی صورت بھی رفع ہو گئی۔ صرف نزاع لفظی کی صورت ہو گئی اب جب کہ یہ امر ثابت ہو گیا کہ نون مخفی میں مخرج اصلی کو دخل ہے۔ اور اس پر اعتماد ضعیف ہوتا ہے تو نون مخفی کے ادا کرتے وقت مابعد کے حرف کو مخرج پر اعتماد کرنا مثل سنگ و جنگ وغیرہ کے بالکل باطل ہو گیا۔ اور اس کی کوئی اصل نہیں۔ حالانکہ ہم لوگ عموماً و خصوصاً اس میں مبتلا ہیں۔

(دوم) یہ کہ اگر اعتماد مابعد کی کچھ اصل ہوتی تو تَحَوَّلُ إِلَى الْخِشُومِ لکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ بلکہ تَحَوَّلُ إِلَى مَخْرَجٍ مَّا بَعْدَ الْحَرْفِ لکھتے۔ علاوہ بریں نون مخفی کے عند الجمہور پندرہ حرف ہیں اور امام ابو جعفر کے نزدیک سترہ ہیں تو تعجب ہے کہ اہل فن چھوٹے چھوٹے تجوید کے دقائق تو اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں مگر اتنے مخرج والے حرف کو چھوڑ دیتے ہیں اور کہیں اشارتا بھی اعتماد مابعد الحروف کو ذکر نہ کرتے۔

(سوم) یہ کہ چونکہ نون مخفی کی اداء میں تولید حرف مدہ کا گمان ہوتا ہے۔ لہذا اگر لسان کو یعنی مخرج اصلی کو کچھ دخل نہ ہو تو

حرف مدہ پیدا ہونا چاہیے۔ جیسے کہ ماسبق کی عبارات سے واضح ہوتا ہے۔ حالانکہ اعتقاد مخرج مابعد سے اس کا گمان بھی نہیں ہوتا۔ پس گمان تولید مدہ سے معلوم ہوا۔ کہ اعتقاد مابعد الحروف پر صحیح نہیں ہے۔

سوال: اگر کوئی یہ شبہ کرے کہ تولید حرف مدہ تو مبالغہ فی الغنہ کے لئے ہوتی ہے جیسا کہ لکھتے ہیں وَيُبَالِغُ فِي الْغَنَةِ۔ جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ حرف مدہ سے غنہ کی تقویت نہیں ہوتی۔ بلکہ اور مانع عن الغنہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ اکثر غیر مشاق سے اَتَحَسَّبُ جَوْنِيَّ وغیرہ میں غنہ ادا نہیں ہوتا۔ اگر مدہ غنہ کا مؤید ہوتا تو یہ دقت نہ ہوتی۔ تو عبارت مذکور کا مطلب یہ ہے کہ اَنْ يُبَالِغَ فِي الْغَنَةِ اَيَّ فِيْ اِخْرَاجِ حَرْفِ الْغَنَةِ مِنَ الْخَيْشُومِ۔

(چہارم) یہ کہ جہد المقل میں ہے فَلْيَحْذَرِ الْقَارِئُ عَنْ اِطْبَاقِ اَفْصَى اللِّسَانِ اِلَى الْحَنَكِ عِنْدَ التَّلَفُّظِ بِالْغَنَةِ قَبْلَ الْقَافِ وَالْكَافِ۔

(ترجمہ) قاری کو بچنا چاہیے غنہ کی ادائیگی کے دوران کے وہ اقصی لسان کو اوپر والے تالو سے ملائے قاف اور کاف سے پہلے۔

اس تحذیر سے صاف واضح ہو گیا کہ غنہ یعنی نون مخفی قبل القاف والکاف کے ادا کرتے وقت اقصی لسان کا حنک اعلیٰ سے اطباق نہ ہونا چاہیے۔ جیسا کہ اردو میں پنکھا اور سنگ وغیرہ میں ہم لوگ کرتے ہیں۔

(پنجم) یہ کہ امام ابو جعفر کے یہاں خاء اور غین میں بھی اخفاء ہوتا ہے۔ اور یہاں اعتقاد مخرج مابعد کی کوئی صورت نہیں۔ سوائے اس کے کہ ادنیٰ حلق سے صوت خیشومی مخم نہایت دقت سے ادا ہو۔ بلکہ اس میں غین و خاء کی کچھ بو اور شائبہ بھی سموع ہو۔ اسی کی کیا خصوصیت ہے۔ بلکہ اکثر حروف میں نون مخفی کے ادا کرتے وقت آئندہ والے حرف کا شائبہ ہوتا ہے۔ خصوصاً حروف مستعلیہ میں غنہ مخم ادا ہوتا ہے۔ اور یہ ممنوع ومنہی عنہ ہے۔ (اخفاء کی تخم و ترفیق کا مسئلہ ایسا ہے جس میں بعض مصری اساتذہ اپنے ان طلباء کو جن سے اخفاء صحیح ادا نہیں ہوتا تھا ان کو متنبہ کرتے تھے تاکہ وہ اخفاء کو حرف مخم کے بعد مخم اور حرف مرقق کے بعد مرقق ادا کریں۔ دراصل ان اساتذہ کا مقصود یہ تھا کہ نون حرف مرقق ہے اور اس کے فوراً بعد حرف مخم کو ادا کرنا گویا ایک ثقل کا باعث ہے اس ثقل کو دور کرنے کے لیے انہوں نے اخفاء مخم و مرقق کی اصطلاحات بیان کی ہیں تاکہ غنہ کی صحیح ادائیگی پر طلباء کا حقہ قادر ہو سکیں۔ سعودی عرب اور مصر وغیرہ میں جن جامعات میں تجوید و قرأت پڑھائی جاتی ہے ان میں برصغیر پاک و ہند سے ایسے بہت سے طلباء بھی جاتے ہیں جو تجوید بالکل بھی پڑھے ہوئے نہیں ہوتے اور ان کی ادا کو درست کروانے کے لیے وہاں کے مشائخ ان طلباء کی تصحیح کرواتے تھے اور ایسے لوگوں کو اخفاء کی صحیح ادائیگی کے لیے اخفاء مخم و مرقق کے متعلق خصوصی ہدایات دیتے تھے مگر مدہ طلباء جو برصغیر پاک و ہند سے فن تجوید پڑھ کر جاتے تھے ان سے اس چیز کا

مطالبہ نہیں ہوتا تھا کیونکہ ان کی ادا صحیح ہوتی تھی لہذا ان طلباء سے اس شد و مد کے ساتھ اخفاء و مرقم کا یہ شیوخ مطالبہ نہیں کرتے تھے حضرت مصنف علیہ الرحمہ کا دور فن کے عروج کا دور تھا اب انحطاط فن ہے لہذا طلباء کو بہت سی باتوں کا التزام کروانا پڑتا ہے جن میں مراتب اخفاء بھی شامل ہیں اسی ضمن میں مصری شیوخ اخفاء و مرقم کی اداء کا اہتمام کرواتے ہیں اور اسی وجہ سے ہمارے استاذ فضیلۃ الشیخ القاری المقری سید عبدالفتاح الحنجی الرضوی نور اللہ مرقدہ نے اسے اپنی تالیف متین ”ہدایۃ القاری الی تجوید کلام الباری“ (طبع اولی) کے صفحہ ۸۲ پر بالتفصیل ذکر فرمایا ہے اور انہی کی اتباع میں راقم بھی اپنی کتب میں یہ مسئلہ ذکر کرتا ہے واللہ اعلم بالصواب۔ (محمد ادریس العاصم غفری عنہ)

جیسا کہ نہایۃ القول المفید میں حروف فرعیہ کے بیان میں ہے قَالَ الْحَلَبِيُّ وَزَادَ الْقَاضِي الْأَلَامُ وَالنُّونَ الْمَخْفَاةَ وَهُوَ وَهُمْ إِذْ لَيْسَ فِيهِمَا شَائِبَةٌ حَرْفٍ آخَرَ وَلَمْ يَقْعَا بَيْنَ مَخْرَجَيْنِ۔

(ترجمہ) حلبی نے فرمایا اور قاضی نے اس میں اضافہ کیا کہ لام اور نون مخفاۃ کو اور وہ ان کا وہم ہے کیونکہ ان دونوں حروف میں کسی دوسرے حرف کا شائبہ نہیں ہے اور نہ ہی یہ دو مخرجوں کے مابین واقع ہوئے ہیں۔

اور ملا علی قاری شرح شاطبی میں لکھتے ہیں وَإِنَّ النُّونَ الْمَخْفَاةَ لَيْسَ فِيهَا شَائِبَةٌ حَرْفٍ آخَرَ وَلَمْ يَقْعَا بَيْنَ مَخْرَجَيْنِ وَكُونُهُمَا ذَاتَ مَخْرَجَيْنِ لَا يَلْزَمُ بَيْنَهُمَا۔

(ترجمہ) اور نون مخفاۃ میں کسی دوسرے حرف کا شائبہ نہیں اور نہ یہ دو مخرجوں کے درمیان واقع ہوا ہے اور اس کی ذات کو دو مخرجوں میں ہونا لازم نہیں۔

حلبی اور ملا علی قاری نے تصریح کر دی کہ نون خفی میں شائبہ دوسرے حرف کا نہیں ہوتا اور نہ دو مخرج سے ادا ہوتا ہے۔ کیونکہ مخرج تو خیشوم قرار دیا گیا ہے۔ اور مخرج اصلی بوجہ اعتماد ضعیف اور تجانی قلیل کے کالعدم سمجھا گیا تو اب دوسرا مخرج کہاں جو نون خفی کو حرف فرعی کہا جائے اور اگر اعتماد مابعد کے حرف پر مخرج ہوتا تو لَمْ يَقْعَا بَيْنَ مَخْرَجَيْنِ نہ لکھتے۔ بلکہ وقع بین مخرجین لکھتے۔ اور نون کو حرف فرعیہ میں داخل کرتے کیونکہ نون خفی کے لئے ایک مخرج تو خیشوم تھا ہی دوسرا حرف مابعد کا مخرج ہو جاتا۔ پس حرف فرعی کی تعریف مَا تَرَدَّدَ بَيْنَ الْمَخْرَجَيْنِ صادق ہو جاتی۔

سوال: چونکہ یہ ثابت ہو گیا کہ نون خفی کا مخرج خیشوم ہے اور زبان کو بھی دخل ہے تو حرف فرعی کی تعریف مَا تَرَدَّدَ بَيْنَ الْمَخْرَجَيْنِ تو صادق آگئی تو پھر حلبی اور ملا علی قاری نے لَمْ يَقْعَا بَيْنَ مَخْرَجَيْنِ کیوں لکھا؟

جواب: جواب یہ ہے کہ یہاں صفت محذوف ہے یعنی لَمْ يَقْعَا بَيْنَ مَخْرَجَيْنِ مُتَعَاوِرَيْنِ حَرْفَا هُمَا اور حرف

مابعد کے اعتماد یعنی مثل سنگ کی ادائیگی پر صادق آئے گا وَقَعَ بَيْنَ مَخْرَجَيْنِ مُتَغَايِرَيْنِ حَرْفًا هُمَا اَوْرُقُوعُ
بَيْنَ مَخْرَجَيْنِ مُتَغَايِرَيْنِ حَرْفًا هُمَا کو لازم ہے تَرَدُّدُ بَيْنَ الْمَخْرَجَيْنِ جیسا کہ الف ممالہ صادمہ ہمزہ
مسلکہ ہوتا ہے حالانکہ یہ معلوم ہو چکا کہ نون خفی میں دوسرے حرف کا شبہ بھی نہیں ہوتا۔ پس اسی واسطے علی نے اس کی فریعت
سے انکار کر دیا۔ لیکن چونکہ ملاطی قاری نے حرف فرعی کی تعریف ہی دوسری لکھی ہے۔ یعنی مَا عَدَلَ عَنْ مَخْرَجِهِ
الْأَصْلِيِّ أَوِ الْصِفَةِ الدَّائِمَةِ لِهَذَا اس تعریف کے بموجب نون خفی ولام ٹخم بھی فرعی ہی رہے گا۔

(ششم) یہ کہ حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی درۃ الفرید میں اخفاء کی تعریف وغیرہ کے بعد لکھتے ہیں کہ وَلَا
يَخْفَى مَا فِيهِ مِنَ اللَّطْفِ وَالِدَقَّةِ۔ اگر یہی اعتماد مابعد الحرف معتبر ہوتا یعنی مثل پگھلا وغیرہ کی ادا کے تو وقت کیا تھی۔
وقت اس میں ہے کہ اظہار والا بھی اعتماد نہ ہو اور ادغام والا بھی اعتماد نہ ہو۔ علاوہ برائیں شیخ کو اخفاء ہی کے لئے یہ کہنے کی کیا
خصوصیت تھی جب کہ ادغام ناقص اور اخفاء میں کوئی فرق نہیں تھا۔

(ہفتم) یہ کہ جمیع اہل فن سلفا و خلفا یہ لکھتے ہیں کہ مخفی میں تشدید نہیں ہوتی اور مدغم میں تشدید ہوتی ہے۔ یہ فرق سب لکھتے
ہیں۔ اور تشدید کی یہ تعریف کرتے ہیں: هُوَ شِدَّةُ اتِّصَالِ الْحَرْفَيْنِ مَعَ امْتِزَاجِهِمَا فِي السَّمْعِ بَحَيْثُ
يَرْتَفِعُ اللِّسَانُ ارْتِفَاعًا وَاحِدًا۔ (ترجمہ) یعنی دو حروف کے متصل ہونے میں ایسی مضبوطی ہو کہ سننے میں ان
دونوں کا امتزاج محسوس ہو اور دونوں کی ادائیگی میں زبان ایک ہی دفعہ مرتفع ہو۔
www.KitaboSunnat.com

اب ہم لوگ جو مابعد کے حرف پر زور دے کر اخفاء ادا کرتے ہیں اس میں تشدید پیدا ہو جاتی ہے اور تعریف مذکور صادق
آ جاتی ہے۔ مگر تشدید ناقص جیسا کہ أَحْطُتْ اور بَسَطْتُ کے ادغام میں تشدید ناقص ہوتی ہے۔
(ہشتم) یہ کہ مرثی وغیرہ لکھتے ہیں کہ جو حروف اخفاء نون سے بعید الخرج ہیں ان میں نون اقرب الی الاظہار ہوگا۔ اور
اقرب الی الاظہار جب ہی ادا ہوگا جب نون کو اپنے اصلی مخرج سے تعلق ہو اور اعتماد زیادہ ہو حالانکہ اخفاء کی مروجہ ادا میں حرف
فاء وقاف وکاف میں مخرج اصلی کو کچھ ذرہ بھر بھی دخل نہیں ہوتا۔ لہذا ان تمام اولہ اور نقول سے یہ ثابت ہو گیا کہ یہ اعتماد مابعد
الحرف اور اداء مروجہ باطل اور بے اصل ہے۔ اور اس کے رواج کی وجہ محض ماہرین تجوید کی بے توجہی اور قلت ہے۔ دوسرے
یہ کہ یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ اصعب میں اہل جذب ہو جاتا ہے۔ کیونکہ طبیعت کا اہتمام اصعب کی طرف ہوتا ہے جس سے اہل
میں خرابی آ جاتی ہے۔ تو چونکہ نون ساکن قبل حروف اخفاء ثَقِيلٌ عَلَى اللِّسَانِ ہے۔ اس واسطے نون ساکن مابعد کے
حرف میں جو اہل الخروج ہے جذب ہو جاتا ہے۔ لہذا یہ اعتماد مابعد الحرف مروج ہو گیا۔

سوال: اگر یہ شبہ کیا جائے کہ اخفاء کی تعریف ہے **حَالَةٌ بَيْنَ الْإِظْهَارِ وَالْإِدْغَامِ عَارٌ مِّنَ التَّشْدِيدِ** اور **بَيِّنَتُهُ** جب ہی ہوگی جب مابعد سے بھی لگاؤ ہو۔

جواب: یہ ہے کہ **عَارٌ مِّنَ التَّشْدِيدِ** بمنزلہ فصل کے ہے۔ اور اس لگاؤ یعنی اعتماد سے مثل ادغام ناقص کے ہو جائے گا۔ جس میں کہ تشدید بھی ناقص ہوتی ہے۔ حالانکہ اخفاء میں کسی قسم کی تشدید بھی نہیں ہوتی دوسرے یہ کہ نون مخفی دونوں مدغم وغیرہ قسم ہیں نون مطلق کی۔ اور مقسم کی قسموں میں تباہین ہوتا ہے۔ اور اس اعتماد سے مخفی و مدغم با دغام ناقص میں مثل **مَنْ يَقُولُ** کے کچھ تھوڑا ہی سا فرق ہوتا ہے۔ جس سے ادغام کی تعریف صادق آ جاتی ہے۔

حالت بین الاظہار والادغام کے معنی یہ لکھتے ہیں **لَا إِظْهَارَ فِيهِ وَلَا إِدْغَامٌ**۔ اظہار کے معنی ہیں اپنے مخرج اصلی اور صفات اصلیہ کے ساتھ ادا کرنا۔ اور ادغام کے معنی ہیں **حَرْفٍ بِحَرْفٍ بِحَيْثُ يَرْتَفَعُ اللِّسَانُ** ارتفاعاً وَّاحِداً مَعَ شِدَّةِ الْإِتِّصَالِ فِيهِمَا۔ اور خلط کی تین صورتیں ہیں (۱) خلط ساتھ قلب ذات مع جمع صفات کے ہوتا ہے جیسے **قُلْ رَبِّ** میں ہے (۲) قلب ذات مع بقاء صفت غنہ کے جیسے **مَنْ يَقُولُ**۔ **مَنْ** والی میں ہے۔ (۳) خلط مع شدۃ الاتصال ساتھ انعدام بعض صفت کے جیسے **أَحْطَطُ** میں ہوتا ہے۔

اب تعریف مذکورہ کا مطلب سمجھ لیجئے۔ اخفاء میں ذات نون کا ل طور پر اپنے مخرج سے ادا نہیں ہوتی اس لئے اظہار نہ ہوا۔ اور چونکہ کچھ مخرج کو بھی دخل ہے۔ اور صفت غنہ بھی باقی ہے۔ لہذا کچھ اظہار بھی ہوا۔ اور ادغام میں ستر ذات یا صفت کا ہوتا ہے۔ اور یہ ستر اخفاء میں بھی ہے۔ مگر ادغام خلط اور شدۃ الاتصال کے ساتھ ہوتا ہے اور اخفاء میں یہ بات نہ ہونی چاہیے۔ لہذا اب اخفاء کی تعریف بین الاظہار والادغام بھی صادق آ گئی۔ اور **لَا إِظْهَارَ وَلَا إِدْغَامٌ** بھی صادق آ گیا۔

اسی واسطے تو محققین نے ادغام اور اخفاء کی یوں تفریق بیان کی ہے۔ **الْإِخْفَاءُ إِخْفَاءُ حَرْفٍ فِي نَفْسِهِ عِنْدَ غَيْرِهِ لَا فِي غَيْرِهِ فِي نَفْسِهِ** کے معنی **أَيُّ فِي مَخْرَجِهِ** اور **عِنْدَ غَيْرِهِ** کے معنی **أَيُّ عِنْدَ حُرُوفِ الْإِخْفَاءِ لَا غَيْرَ**۔ **لَا فِي غَيْرِهِ** کے معنی **أَيُّ لَا فِي مَخْرَجِ غَيْرِهِ**۔ اور ادغام میں لکھتے ہیں **هُوَ إِخْفَاءُ حَرْفٍ فِي غَيْرِهِ أَيْ فِي مَخْرَجِ غَيْرِهِ**۔ اس تفریق کے بعد معلوم ہو گیا کہ اعتماد مابعد سے لازم آئے گا **إِخْفَاءُ الْحَرْفِ فِي غَيْرِهِ وَهَذَا خِلَافُ مَا صَرَّحُوا بِهِ**۔

ادغام اور اخفاء میں بنیادی فرق اور حضرت مصنف علیہ الرحمہ کی عبارت میں فحی

غیرہ اور عِنْدَ غَیْرہ کی وضاحت

یہاں حضرت مصنف علیہ الرحمہ تمام ادغام اور اخفاء کے مابین فرق بیان فرما رہے ہیں اور ان کی تحریر کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ نون کے بعد پندرہ حروف آئیں تو وہاں اخفاء ہوگی اب نون کے لیے وہ حروف جن میں اخفاء ہو رہا ہے وہ نون کے لیے غَیْرہ ہیں مراد یہ ہے کہ جب نون کا ان پندرہ حروف میں اخفاء ہوگا تو نون ان حروف کے قریب ادا ہوگا ان حروف میں داخل نہیں ہو جائے گا جیسے کہ اخفاء کی اداء یہ بیان کی جاتی ہے کہ نون کو اس کے مخرج اصلی اور کنارہ زبان سے الگ رکھ کر اور اس کی صفت غنہ کو شیوم سے ادا کرنا اخفاء کہلاتا ہے یہ مفہوم ہے ”عِنْدَ غَیْرہ“ کا کہ نون کو ان حروف کے قریب ادا کیا جائے گا ان میں داخل نہیں کیا جائے گا۔

اس کے برعکس ادغام ایک ایسی کیفیت کا نام ہے کہ جس میں مدغم کو مدغم فیہ میں داخل کیا جاتا ہے جیسا کہ اس کی تعریف سے بھی ظاہر ہوتا ہے اور فحی غَیْرہ کا یہی مفہوم ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (محمد ادریس العاصم غنی عنہ) سوال: دیگر یہ کہا جاسکتا ہے کہ امام سخاویؒ و امام دانیؒ نے یاہ اور واؤ میں ادغام ناقص کو لکھا ہے کہ حقیقت ادغام نہیں بلکہ وہ اخفاء ہے۔

جواب: یہ ہے کہ ان حضرات نے مطلقاً ادغام کی کہیں نفی نہیں کی بلکہ تمام کی نفی کی ہے۔ کیونکہ تیسیر میں لکھتے ہیں وَالْبَاقُونَ يَدْغَمُونَ فِيهِمَا أَحْيَى الْوَاوِ وَالْيَاءِ لِكِنَّ الْقَلْبَ الصَّحِيحَ مُمْتَنِعٌ فِيهِمَا۔

(ترجمہ) اور باقی حضرات دونوں نونوں کا غنہ باقی رکھ کر واؤ اور یاہ میں ادغام کرتے ہیں اس لیے نون واؤ اور یاہ سے پوری طرح نہیں بدلتا۔ اس آخری جملہ سے معلوم ہو گیا کہ نفی قلب کامل کی ہے۔

باقی ادغام ناقص کو اخفاء لکھنا اس کا یہ منشاء ہے کہ اخفاء کی تعریف ہے حَالَةٌ بَيْنَ الْإِظْهَارِ وَالْإِدْغَامِ اس تعریف سے اخفاء اور ادغام میں جو کہ باہم منقسم ہیں چونکہ قدر مشترک ثابت ہوتی ہے لہذا ایک کا دوسرے پر اطلاق کر دیا گیا۔ ورنہ حقیقتاً دونوں جدا جدا مستقل ہیں۔ اور متباہن۔

کیونکہ اتنی عبارت بَيْنَ الْإِظْهَارِ وَالْإِدْغَامِ تو بمنزلہ جنس کے ہے اور اس سے آگے کی عبارت عَارِضٌ مِنَ التَّشْدِيدِ بطور قید کے جس کی علامہ دانیؒ و علامہ سخاویؒ نے بھی تصریح کی ہے یہ بمنزلہ فصل کے ہے۔ اس قید سے اخفاء ادغام سے نکل جاتا ہے۔ بلکہ اخفاء اور ادغام کی تعریف جو اوپر بیان کی گئی ہے اس سے تو اخفاء کو ادغام سے چاہے ناقص ہی کیوں نہ

ہو۔ کچھ مناسبت ہی نہیں ہے۔ صرف لغوی معنی میں اشتراک ہے۔ یعنی محض مطلقاً استتار۔ اسی واسطے امام جزری اور ملاحظی قاری وغیرہ نے لکھا ہے کہ یہ اطلاق علامہ دانی و علامہ سخاوی کا ادغام ناقص کو اخفاء لکھنا صحیح نہیں ہے۔

یہ کہا جائے کہ ان حضرات کی اصطلاح ہی جدا ہے جیسا کہ لکھتے ہیں۔ **الْإِخْفَاءُ مَا بَقِيََتْ مَعَ الْغَنَةِ**۔ اس عبارت کا مطلب یہ ہوا کہ پہلے حرف کا جہاں کچھ اثر باقی رہے وہ اخفاء ہے۔ مگر پھر تفصیل بھی ان ہی کے اقوال سے ثابت ہوتی ہے کہ اخفاء کی اقسام میں کہیں **بِإِلْقَابٍ وَخَلَطٌ وَبِلَا تَشْدِيدٍ** جیسا کہ حروف اخفاء میں ہوتا ہے۔ اور کہیں **مَعَ الْقَلْبِ وَالْخَلَطُ وَالتَّشْدِيدُ مَعَ الْغَنَةِ** جیسا کہ مَنْ يَقُولُ أَوْ مِنْ وَآلٍ میں ہوتا ہے۔ اور کہیں **خَلَطٌ بِلَا قَلْبٍ مَعَ التَّشْدِيدِ** جیسا کہ أَحَطْتُ میں ہوتا ہے۔ اب ان ہی کی تفصیل سے واضح ہو گیا کہ ادغام ناقص اور اخفاء دونوں غیر ہیں۔ اور وہ اطلاق محض اصطلاحی ہے۔

ساری تحریر کا حاصل یہ کہ نون مخفّاة نون مظهر کے مخرج سے ساتھ قرع ضعیف کے ادا کیا جائے اور ما بعد کے حرف کا اس میں شائبہ بھی نہ ہو نہ اس کے مخرج پر اعتماد ہو۔ **وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنْ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ**۔ فقط۔

تصدیق از استاذ الاساتذہ حضرت مولانا قاری عبدالرحمن صاحب المکی الالہ آبادیؒ

إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْحَقُّ وَالْحَقُّ أَحَقُّ أَنْ يُتَّبَعَ۔ عبدالرحمن بن محمد بشیر خان الالہ آبادیؒ۔

فوائد مکبہ : تیسری فصل میم ساکن کے بیان

میم ساکن کے تین حال ہیں: (۱) ادغام (۲) اخفاء (۳) اظہار

شرح : حضرت مصنف نون ساکن و نون تنوین کے مسائل کے بعد اب اس فصلی میں میم ساکن کے قواعد بیان فرما رہے ہیں۔

میم ساکن کے تین قواعد ہیں

(۱) ادغام (۲) اخفاء (۳) اظہار

میم ساکن کی ان تین حالتوں کا علامہ جزرویؒ اس طرح ذکر فرماتے ہیں۔

أَحْكَامُهَا ثَلَاثَةٌ لِمَنْ ضَبَطَ

إِخْفَاءُ اِدْعَاءٍ وَإِظْهَارُ فَقَطْ

ترجمہ: ”میم ساکن کے تین احکام ہیں اس شخص کے لئے جو مضبوطی کے ساتھ یاد کرے۔ اخفاء۔ ادغام۔ اظہار فقط۔

فوائد مکہ: میم ساکن کے بعد دوسری میم آئے تو ادغام ہوگا مثل اَمَّ مَن۔

شرح: میم ساکن کے پہلے حال ادغام کا بیان حضرت مصنفؒ فرما رہے ہیں کہ میم ساکن کے بعد اگر دوسری میم آجائے تو ادغام ہوگا جیسا کہ حضرت مصنفؒ نے مثال دے کر واضح فرمایا اَمَّ مَن۔ اس ادغام کا نام ادغام صغیر مثلیں ہے۔ علامہ جزریؒ نے اس کو ایسے بیان فرمایا ہے ۔

وَأَوَّلَىٰ مِثْلِ-----إِنْ سَكَنَ

أَدْغِمَ-----

ترجمہ: ”اور اگر مثلیں کے پہلا حرف ساکن ہو تو اس کا دوسرے حرف میں ادغام کر۔ علامہ حمزوریؒ نے ادغام کے قاعدہ کو ایسے بیان فرمایا ہے۔

وَالثَّانِ اِدْعَاءٌ بِمِثْلِهَا آتَى

وَسَمِ اِدْعَاءٌ صَغِيرٌ اِذَا فُتِيَ

ترجمہ: ”دوسرا حکم ادغام ہے جو میم کے مثل میم میں آتا ہے اور اس کا نام ادغام صغیر رکھو ایسا جو ان۔“ ادغام کی وجہ سے میم مشدد ہو جائے گی اور مشدد ہونے کے بعد اس ادغام میں غنہ زمانی بطور صفت کے ہوتا ہے۔

ادغام کی مثالیں

عَلَيْهِمْ مَّوَصَّةٌ - وَارْجُلُكُمْ مِّنْ - مِّنْ رَبِّهِمْ مُّحَدَّثٌ - اَنْتُمْ مُّذْهَبُونَ - غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ - يَتَوَلَّوْهُمْ مِّنْكُمْ - فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ - اِلَيْكُمْ مَّرْسَلُونَ - وَمِنْهُمْ مَّنْ يَسْتَمِعُونَ اِلَيْكَ - عَلَيْنَا مَقَامِي - اَصَابَتْكُمْ مُّصِيبَةٌ - وَغَيْرَ

فوائد مکہ: اور اگر میم ساکن کے بعد باء آئے تو اخفاء ہوگا اور اظہار بھی جائز ہے بشرطیکہ میم مقلوب نون

ساکن اور تین سے نہ ہو مثل وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ۔

شرح : حضرت مصنفؒ نے میم کے اخفاء کا قاعدہ بیان فرمایا ہے کہ میم ساکن کے بعد اگر باء آجائے تو وہاں اخفاء ہوگا۔ اس اخفاء کو اخفاء شفوی کہتے ہیں پھر فرمایا کہ اظہار بھی جائز ہے یعنی میم اصلی کے بعد باء آجائے تو وہاں اخفاء کے ساتھ اظہار بھی جائز ہے یہ بطریق جزریؒ ہے۔

جبکہ بطریق شاطبیؒ ”صرف اخفاء ہی اخفاء ہے۔“

نوٹ: یہاں بھی بطریق شاطبیؒ پڑھتے ہوئے اس بات کا خاص خیال رکھنا ضروری ہے کہ صرف اخفاء ہی کیا جائے اظہار نہ کیا جائے کیونکہ اظہار بطریق شاطبیؒ ثابت نہیں ایسا کرنے سے غلطی الطرق لازم آئے گا جو صحیح نہیں۔ البتہ اگر بطریق جزریؒ پڑھ رہا ہے تو اخفاء اور اظہار دونوں جائز ہیں۔

اخفاء شفوی کو اخفاء شفوی کہنے کی وجہ:

اخفاء شفوی کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ چونکہ یہ شفتان یعنی ہونٹوں سے ادا ہوتا ہے اس لیے اسے اخفاء شفوی کہتے ہیں یعنی وہ اخفاء جس میں میم کا تعلق ہونٹوں سے رہتا ہے اور جو باء شفوی سے پہلے ہوتا ہے۔

یہاں بطریق جزریؒ جو دو مذہب ہیں یعنی اخفاء اور اظہار اس کی توضیح علامہ جزریؒ نے ”النشر فی القراءات العشر“ میں اس طرح فرمائی ہے:

عِنْدَ الْبَاءِ عَلَى مَا اخْتَارَهُ الْحَافِظُ أَبُو عَمْرٍو وَالدَّانِيُّ وَغَيْرُهُ مِنَ الْمُحَقِّقِينَ وَ ذَلِكَ مَذْهَبُ أَبِي بَكْرٍ بْنِ مُجَاهِدٍ وَغَيْرِهِ وَهُوَ الَّذِي عَلَيْهِ أَهْلُ الْأَدَاءِ بِمِصْرَ وَالشَّامِ وَالْأَنْدَلُسِ وَسَائِرِ الْبِلَادِ الْغَرَبِيَّةِ وَ ذَلِكَ نَحْوُ يَعْتَصِمُ بِاللَّهِ وَ رَبُّهُمْ بِهِمْ - يَوْمَ هُمْ بَارِزُونَ - فَتَظْهَرُ الْغِنَةُ فِيهَا إِذْ ذَاكَ أَظْهَارُهَا بَعْدَ الْقَلْبِ فِي نَحْوِ مَنْ بَعْدَ - أَنْبِئُهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ وَقَدْ ذَهَبَ جَمَاعَةُ كَاتِبِي الْحَسَنِ أَحْمَدُ بْنُ الْمُنَادِيِّ وَغَيْرُهُ إِلَى أَظْهَارِهَا عِنْدَهَا أَظْهَارًا تَامًا وَهُوَ اخْتِيَارُ مَكِّي الْقَيْسِيِّ وَغَيْرِهِ وَهُوَ الَّذِي عَلَيْهِ أَهْلُ الْأَدَاءِ بِالْعِرَاقِ وَسَائِرِ الْبِلَادِ الشَّرْقِيَّةِ وَحَكِي أَحْمَدُ بْنُ يَعْقُوبَ التَّائِبُ إِجْمَاعُ الْقُرَّاءِ عَلَيْهِ (قُلْتُ) وَالْوَجْهَانِ صَحِيحَانِ مَا خُوذُ بِهِمَا إِلَّا أَنَّ الْأَخْفَاءَ أَوْلَى لِلْإِجْمَاعِ عَلَى إِخْفَائِهَا عِنْدَ الْقَلْبِ وَ عَلَى إِخْفَائِهَا فِي مَذْهَبِ أَبِي عَمْرٍو وَ حَالَةَ الْأَدْعَامِ فِي نَحْوِ أَعْلَمَ بِالشَّاكِرِينَ.

(النشر فی القراءات العشر ج ۱ ص ۲۲۲)

ترجمہ: اخفاء شفوٰی یعنی میم ساکن کے بعد باء ہو تو میم کو اس کے مخرج سے ایک الفی غنہ سمیت نہایت نرمی و لطافت اور آہستگی سے ادا کریں گے، گویا میم کا کچھ حصہ چھپ گیا۔ اور غائب ہو گیا۔ اس اخفاء کو ابو عمرو دانیؒ اور دیگر محققین نے اختیار کیا ہے۔ ابو بکر ابن مجاہدؒ وغیرہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ نیز مصر و شام و اندلس اور تمام بلاد مغرب کے مشائخ اہل اداء بھی اسی پر ہیں۔ اور اس کی مثالیں یہ ہیں **يَعْتَصِمُ بِاللّٰهِ**۔ **رَبَّهُمْ بِهِمْ**۔ **يَوْمَ هُمْ بَارِزُونَ**۔ پس اس اخفاء والی میم ساکن میں اخفاء کے وقت ایک الف کے برابر غنہ ہوگا اسی طرح **مِنْ مَّ بَعْدَ** اور **اُنْثِيَهُمْ بِاسْمَائِهِمْ** جیسی مثالوں میں بھی نون ساکن یا نون تنوین کو میم سے بدل لینے کے بعد اس میم میں اخفاء شفوٰی مع الغنہ ہوگا۔ اور ایک جماعت مثلاً ابو الحسن احمد بن منادؒ وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ باء سے پہلے میم ساکن میں اظہار کامل بلا غنہ ہوگا۔ یہی علامہ کی قیسیؒ وغیرہ کا مذہب مختار ہے۔ نیز عراق اور تمام بلاد مشرق کے اہل ادا بھی اسی پر ہیں اور احمد بن یعقوب تائبؒ نے اس مذہب پر قراء کا اجماع نقل کیا ہے۔ علامہ جزریؒ فرماتے ہیں: کہ ویسے تو دونوں وجوہ درست اور ماخوذ و معمول بہ ہیں۔ لیکن اخفاء اولیٰ و مختار ہے کیونکہ جب میم ساکن انقلاب والی ہو اور نون ساکن کے بدلہ میں آئی ہو اور اسی طرح جب ابو عمرو کی قرأت میں **بِاعْلَمَ بِالشَّكْرِ** جیسی مثالوں میں ادغام یعنی میم متحرک کو ساکن کر دیں تو ان دونوں حالتوں میں اس کے اخفاء پر سب اہل ادا اور ائمہ کا اجماع اور اتفاق ہے۔

پس **طَرْدُ اللَّبَابِ** تمام میموں اور جملہ موقعوں کا یہی حکم ہونا چاہیے۔

اور اگر میم منقلب عن النون ہو تو اس میں اخفاء واجب ہے کسی کے نزدیک بھی یہاں اظہار جائز نہیں۔ نون ساکن و تنوین کے انقلاب میں اس کی تفصیل گزر چکی ہے وہاں ملاحظہ کر لیں۔

نوٹ: جو کہا گیا ہے میم منقلب عن النون میں اخفاء واجب کسی کے نزدیک بھی اظہار جائز نہیں اظہار جائز نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نون کو رفع ثقلات کے لیے میم سے بدلا گیا ہے اور اس انقلاب کے بعد اگر میم میں پھر اظہار کیا جائے تو کما حقہ ثقلات دور نہ ہوگی اور انقلاب کا بنیادی فائدہ حاصل نہ ہوگا لہذا میم منقلبہ میں صرف اخفاء ہوگا اظہار نہیں ہوگا۔

میم ساکن کے اخفاء کو ادا کرنے کا طریقہ

اس اخفاء کو ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ میم کو ادا کرتے وقت دونوں ہونٹوں کے خشکی والے حصے کو بہت نرمی سے ملا کر غنہ کی صفت کو بقدر ایک الف بڑھا کر خیشوم سے ادا کیا جائے پھر دونوں ہونٹوں کے کھٹنے سے پہلے ہی ہونٹوں کے تری والے حصے کو سختی سے ملا کر باء کو ادا کیا جائے۔

علامہ جزریؒ نے میم ساکن کے اخفاء کو اس طرح بیان فرمایا ہے ۔

----- وَأَخْفَيْنَ

الْمِيمَ إِنْ تَسْكُنُ بِغَنَّةٍ لَدَا

بَاءٍ عَلَى الْمُخْتَارِ مِنْ أَهْلِ الْأَدَا

ترجمہ: ”اور ضرور اخفاء کریم میں غنہ کے ساتھ اگر ساکن ہو وہ میم نزدیک باء کے اہل ادا کے مختار قول پر۔
اس سے معلوم ہوا کہ ایک مختار قول ہے اور دوسرا غیر مختار قول۔ مختار قول اخفاء ہے اور غیر مختار قول اظہار ہے۔
اور علامہ حمزوری نے میم ساکن کے اخفاء کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔

فَالْأَوَّلُ الْإِخْفَاءُ عِنْدَ الْبَاءِ

وَسَمِيهِ الشَّفَوِيَّ لِلْقُرَّاءِ

ترجمہ: ”پس پہلا اخفاء ہے باء کے ساتھ اور اس کا نام قاریوں کے لئے اخفاء شفوی ہے۔“

اخفاء شفوی کی مثالیں

بَعْضُكُمْ بَعْضًا - حَكَمْتُمْ بَيْنَ - وَمَا هُمْ بِسُكْرَى - فَاحْكُم بَيْنَهُمْ - عَلَيْكُمْ
بَوَكِيلٌ - فَذَكِّرْهُمْ بِأَيْمِ اللَّهِ - مِنْ أَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا - رُسُلُهُمْ بِالْبَيْتِ - وَإِذَا حِجَّتُمْ
بِشَجِيَّةٍ - أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةٌ - وَأَمْنْتُمْ بِرُسُلِي - يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ - أَنْتُمْ بَشَرٌ - يُحْكُمُ
بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَغَيْرِهِ -

فوائد مکیہ: باقی حروف میں اظہار ہوگا مثل عَلَیْہِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ - کَیْدُہُمْ فِی تَضَلُّیْلِ

کے۔

شرح: حضرت مصنفؒ یہاں میم کے اظہار کا قاعدہ بیان فرما رہے ہیں کہ اگر میم ساکن کے بعد باء اور میم کے علاوہ

کوئی اور حرف آجائے تو اظہار ہوگا۔ اس کو اظہار شفوی کہتے ہیں۔ اظہار شفوی کو علامہ حمزوری نے اس طرح بیان فرمایا ہے۔

وَأَظْهَرَ نَهَا عِنْدَ بَاقِي الْأَحْرَفِ

ترجمہ: ”اور خوب ظاہر کر کے پڑھا اس میم ساکنہ کو نزدیک باقی حروف کے۔“

علامہ حمزہ درمیٰ اظہار شفوی کو اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

وَالثَّالِثُ الْإِظْهَارُ فِي الْبَقِيَّةِ

مِنْ أَحْرَفٍ وَسَمَّيْنَاهَا شَفْوِيَّةً

ترجمہ: ”تیسرا حکم اظہار ہے جو بقیہ حروفوں میں ہوتا ہے اور اس کا نام اظہار شفوی رکھو۔“

اظہار شفوی میم ساکن کے بعد چھبیس حروف میں ہوتا ہے وہ یہ ہیں۔

”ت-ث-ج-ح-خ-د-ذ-ر-ز-س-ش-ص-ض-ط-ظ-ع-غ-ف-ق-ک-ل-ن-و-ہ-ء-ی“

اظہار شفوی کرنے کی وجہ اور اس کی وجہ تسمیہ:

اس اظہار کی وجہ یہ ہے کہ یہ حروف مخرج کے لحاظ سے میم سے دور ہیں اس لیے میم اپنے حال پر رہے گا اور اسے اظہار

شفوی کہتے ہیں اور اظہار شفوی اسے اس لیے نام دیا گیا ہے کہ میم شفتین یعنی ہونٹوں سے ادا ہوتا ہے۔

اظہار شفوی کی مثالیں

حرف	مثال	حرف	مثال
ت	لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ	ط	مِنْهُمْ طَائِفَةٌ
ث	يَمِيتُكُمْ ثُمَّ	ظ	وَأَنْتُمْ ظَالِمُونَ
ج	لَكُمْ جَنَّتٍ	ع	وَلَا تَقُمْ عَلَى
ح	إِذْ هَدَاهُمْ حَتَّى	غ	فَإِنَّهُمْ غَيْرُ
خ	تَسْأَلُهُمْ خَرْجًا	ف	فَهُمْ فِي
د	لَكُمْ دِينُكُمْ	ق	كُنْتُمْ قَوْمًا
ذ	تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ	ک	بِأَنَّهُمْ كَانُوا
ر	فِيهِمْ رَسُولًا	ل	فَهُمْ لَا

ز	قُلُوبِهِمْ زَيْعٌ	ن	مِنْكُمْ نُعَذِّبُ
س	فَوْقَكُمْ سَبْعِينَ	و	عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةً
ش	عَلَيْكُمْ شَيْنًا	ه	أَمْ هُوَ
ص	أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةٌ	ع	لَهُمْ أَوَّلًا
ض	عَلَيْهِمْ ضَرْبًا	ی	وَلَمْ يَكُنْ

فوائد مکيه : (فائدہ) بوف کا قاعدہ جو مشہور ہے یعنی میم ساکن کے بعد باء آئے تو اخفاء ہوگا۔ واؤ اور فاء آئے تو اظہار اس طرح کیا جائے کہ میم کے سکون میں حرکت کی ہو آجائے یہ اظہار بالکل بے اصل ہے بلکہ میم کا سکون بالکل تام ہونا چاہیے کہ حرکت کی ہو ابھی نہ لگے۔

شرح : حضرت مصنفؒ بوف کا قاعدہ جو مشہور مگر بے اصل ہے کے متعلق فرما رہے ہیں۔ میم ساکن کے بعد اگر باء آجائے تو اخفاء شفوئی ہوگا اور واؤ اور فاء آجائیں تو اظہار ہوگا بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر میم ساکن کے بعد واؤ اور فاء آجائیں تو پھر بھی اخفاء ہوگا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اگر میم ساکن کے بعد واؤ اور فاء آجائیں تو اظہار ہوگا مگر اس طرح کہ میم کے سکون میں حرکت کی ہو آئے۔ ان حضرات نے یہ قاعدہ باء پر قیاس کرتے ہوئے بنایا ہے کہ باء چونکہ شفوئی ہے اور واؤ اور فاء بھی حروف شفوئیہ ہیں لہذا ان میں بھی اخفاء کرنا چاہیے۔ مگر حضرت مصنفؒ ان لوگوں کے اس دعویٰ کا رد فرما رہے ہیں کہ اس طرح اخفاء کرنا بالکل بے اصل ہے اس کا تجوید و قرآت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کیونکہ تجوید و قرآت میں قیاس کو کوئی دخل نہیں جیسا کہ علامہ شاطبیؒ نے فرمایا۔

وَمَا لِقِيَاسٍ فِي الْقِرَاءَةِ مَدْخَلٌ

فَدُونُكَ مَا فِيهِ الرِّصَا مُتَكْفِلًا

ترجمہ: ”اور نہیں ہے قیاس کے لئے فن قرآت میں کوئی جگہ پس تو لے وہی چیز کہ اس میں پسندیدہ چیز یعنی نقل متواتر ہو اس حال میں کہ تو اس کا ذمہ دار بننے والا ہو۔“

علامہ جزریؒ نے تو واؤ اور فاء میں خصوصاً اس قسم کے احتمالات سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے۔

وَاحْذَرْ لَدَاوٍ وَفَاً أَنْ تَخْتَفِيَ

ترجمہ: ”اور احتیاط کر نزدیک واؤ اور فاء کے اس میم کے ٹھنی ہونے سے۔“

اور علامہ حمزہ دروئی نے بھی بوف کے قاعدے کی ٹٹھی میں فرمایا ہے ۔

وَاحْذَرْ لَدَاوٍ وَفَاً أَنْ تَخْتَفِيَ

لِقَرَبِهَا وَالِاتِّحَادِ فَاعْرِفْ

ترجمہ: ”اور بچو واؤ اور فاء کے نزدیک اخفاء سے اس فاء کے قریب الخرج اور واؤ کے متحد الخرج ہونے کی وجہ سے خوب سمجھ لو۔“

میرے استاد محترم حضرت قاری المقری اظہار احمد تھانوی نور اللہ مرقدہ اس کی وجہ اس طرح بیان فرماتے ہیں:

واؤ اور فاء شفوئی ہونے کی وجہ سے دونوں حروف میم کے مقارب ہیں اس تقارب کی وجہ سے عموماً تسابیل اور غفلت میں میم پوری طرح اطباق شفتین سے ادا نہیں ہوتا واؤ ہو تو انضمام کی طرف اور فاء ہو تو اس کے مخرج کی طرف ہونوں کو سبقت ہوتی ہے چنانچہ حذراً تلاوت کرتے ہوئے بہت سے طلبہ کو ہم نے بھی اس غلطی میں مبتلا پایا ہے گویا اس طرح میم اپنے مخرج سے نہیں بلکہ مابعد والی واؤ یا فاء سے مخلوط ہو کر نکلتی ہے گویا میم مابعد میں مستور ہوتی ہے اس غلطی کے ساتھ خواہ میم میں غنہ ہو یا نہ ہو بہر حال یہ اظہار ہرگز نہیں۔ اسی لیے ملا علی قاری رحمہ اللہ نے ایسے لوگوں کو جاہل فرمایا ہے۔

(الجواہر النقیۃ فی شرح المقدمة الجزریہ ص ۱۴۹)

ایسے ہی کلمات علامہ احمد الجزری الحواشی المفہمہ فی شرح المقدمة الجزریہ میں فرماتے ہیں:

میم ساکنہ کے بعد واؤ یا فاء آئیں تو اخفاء سے بچو کہیں یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ واؤ میم کا ہم مخرج اور فاء قریب الخرج ہے تو باء کی طرح ان میں بھی اخفاء کیا جائے جیسا کہ جاہل قراء کرتے ہیں حالانکہ یہ لحن ہے مثلاً یَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَیَمْدُهُمْ فِیْ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ فِیْهَا وَغِیرَہ۔

فوائد مکيه : چوتھی فصل حروف غنہ کے بیان میں

نون میم مشدد ہوں تو غنہ ہوگا۔

شرح : حضرت مصنفؒ فرما رہے ہیں کہ نون میم مشدد ہونے کی صورت میں اس میں غنہ ہوگا اسلئے کہ غنہ نون اور میم

کی ذاتی صفت ہے۔ جیسا کہ علامہ شاطبیؒ نے فرمایا۔

وَعُتْبَةُ نَوِيْنٍ وَنَوِيْنٍ وَمِيْمٍ اِنْ

سَكَنَ وَلَا اِظْهَارَ فِي الْاَنْفِ يُجْتَلَى

ترجمہ: ”اور نَوِیْن اور نَوْن اور مِیْم اگر ساکن ہوں اور ان میں اظہار نہ ہو تو ان کے غنہ کا مخرج ناک میں رکھا جاتا ہے۔“

علامہ شاطبیؒ کے فرمان سے معلوم ہوا کہ غنہ کا مخرج خیشوم ہے۔ نون میم مشدد سے مراد تشدید ہے چاہے یہ تشدید ادغام کی وجہ سے ہو یا تشدید وضعی ہو۔ تشدید ادغامی چاہے ایک کلمہ میں ہو یا دو کلموں میں جیسے النَّاسِ - النَّارِ - اَنَا - السَّارِ - مِنْ نَّاصِرَيْنِ - كَمْ مِّنْ - وَمَا لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ - اور اسی طرح بغیر ادغام کے تشدید وضعی ہو جیسے اَنَّ - لَمَّا - كُنَّا - ثُمَّ - عَمَّ - وغیرہ ان تمام میں غنہ ہوگا۔

غنہ کے لغوی معنی ہیں بھنبنا ہٹ (جس طرح کہ شہد کی مکھی کرتی ہے)

غنہ کی اقسام

غنہ کی دو اقسام ہیں۔

(۱) غنہ زمانی (۲) غنہ آنی

(۱) غنہ زمانی

غنہ زمانی وہ ہوتا ہے جو قصد کر کے ایک الف کے برابر خیشوم سے ادا کیا جائے میم مشدد اور نون میم مخفات میں غنہ زمانی

ہوتا ہے۔

(۲) غنہ آنی

غنہ آنی وہ غنہ ہوتا ہے کہ جب نون میم کو ادا کیا جائے تو بغیر قصد کے خود بخود وہ صفت غنہ خیشوم سے ادا ہوتی ہے نون میم

مظہرہ اور متحرکہ میں غنہ آنی ہوتا ہے۔

غنہ زمانی کی اقسام

غنہ زمانی کی دو اقسام ہیں۔

(۱) غنہ بطور ذات (۲) غنہ بطور صفت

(۱) غنہ بطور ذات

غنہ بطور ذات سے مراد یہ ہے کہ نون و میم مخفّاء میں جو غنہ ہوگا وہ بطور ذات کے ہوتا ہے ان حروف کا اعتماد قویٰ خیشوم پر ہوتا ہے اور اعتماد ضعیف اپنے مخرج اصلی پر ہوتا ہے۔ مزید میم اخفّاء شفوٰی اور اخفّاء حقیقی کا جو طریقہ ذکر کیا گیا ہے اس سے یہ بات سمجھ آ سکتی ہے۔

(۲) غنہ بطور صفات

نون و میم مشدّد اور مدغم بادغام ناقص میں جو غنہ ہوتا ہے وہ غنہ بطور صفات کے ہوتا ہے کیونکہ نون و میم مشدّد اپنے اصلی مخرج سے اور مدغم بادغام ناقص اپنے مدغم فیہ کے مخرج سے ادا ہوتے ہیں اور ان کی صفت غنہ خیشوم سے ادا ہوتی ہے۔ نون مدغم بادغام ناقص سے مراد یہ ہے کہ نون ساکن و تنوین کے بعد واو اور یاء آجائیں تو وہاں نون مدغم بادغام ناقص ہوگا جیسے **مَنْ يَقُولُ** وغیرہ۔

غنہ آنی صفت لازمہ ہے اور غنہ زمانی صفت عارضہ ہے جہاں غنہ زمانی ہوگا وہاں غنہ آنی ضرور ہوگا مگر ضروری نہیں کہ جہاں غنہ آنی ہو وہاں غنہ زمانی بھی ہو۔

فوائد مکبہ : ایسے ہی نون ساکن اور تنوین کے آگے سوائے حرف حلقی اور لام۔راء کے جو حرف آئے گا غنہ ہوگا۔

شرح : حضرت مصنفؒ فرما رہے ہیں کہ نون ساکن کے بعد اگر حرف حلقی اور لام وراء کے علاوہ کوئی حرف آئے گا تو غنہ ہوگا جیسا کہ پہلے بھی گزر چکا ہے۔ جیسے **مَنْ يَقُولُ**۔ **مَنْ يَشَاءُ**۔ **مَنْ مَاءٍ**۔ **مَنْ وَلِيٍّ**۔ **مَنْ نَصِيرٍ**۔ **مَنْ مَعَكَ**۔ **أَفَأَنْتَ**۔ **أَنْجَيْنَا**۔ **عِنْدَ**۔ **مِنْ شَعْبٍ**۔ **وَأَنْزَلْنَا**۔ **مِنْ صِيَامٍ**۔ **مِنْ طَيْبٍ**۔ **مِنْ** کُلِّ وغیرہ۔

فوائد مکبہ : ایسے ہی میم ساکن کے بعد باء آئے تو اخفّاء کی حالت میں غنہ ہوگا۔ غنہ کی مقدار ایک الف ہے۔

شرح : حضرت مصنفؒ ان قواعد کا بیان فرما رہے ہیں جن میں غنہ ہوتا ہے اسی ذیل میں فرمایا کہ ساکن کے بعد باء

آئے تو اخفاء کی حالت میں بھی غنہ ہوگا جیسے **فَلَذَكِّرْهُمْ بِأَيْمِ اللَّهِ - رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ - عَلَيْكُمْ بُرْكَاتٌ - أَرْسَلْتُمْ بِهِ - وَمَاهُمْ بِسُكْرَى - مِنْ أَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَغَيْرِهِ -**

اس کے بعد فرماتے ہیں کہ غنہ کی ادائیگی کی مقدار ایک الف کے برابر ہوگی۔ ایک الف کی مقدار کیا ہے یہ مقدار معلوم کرنے کا طریقہ علمائے تجوید نے یہ بیان فرمایا ہے کہ کھلی انگلی کو متوسط طریقہ سے بند کرنے میں اور بند انگلی کو ایسے ہی متوسط طریقہ سے کھولنے کو الف کی ادائیگی کے برابر مقدار مانا گیا ہے۔ مگر یہ محض ایک اندازہ ہے اصل دار و مدار اساتذہ فن سے براہ راست مشق و استفادہ کرنے پر ہے۔

یہ قواعد پہلے میم اور نون کے قواعد کے ضمن میں نیز مخارج اور صفات کے ذیل میں بیان ہو چکے ہیں یہاں ان کے بیان صورت میں ذکر فرمائے ہیں۔ اور اسی لئے مناسب سمجھا گیا کہ ان کی تشریح و وضاحت بھی دوبارہ ہو جائے۔ اتباع للمصنف علیہ الرحمة واسعه۔

فوائد مکیہ : پانچویں فصل ہائے ضمیر کے بیان میں

شرح : ضمیر کا لغوی معنی ہے پوشیدہ ہونا۔
تعریف :

کلمہ کے آخر میں مثل کاف جو باء لاحق ہوتی ہے اسے ہائے ضمیر کہتے ہیں۔

عبارت میں پہلے ایک اسم ظاہر ہوتا ہے دوبارہ اس اسم کو استعمال نہیں کیا جاتا بلکہ اختصار فی الکلام کی غرض سے ضمیر کو استعمال کیا جاتا ہے اور تقریباً ہر زبان میں ایسا ہوتا ہے۔ مثلاً اردو میں ہم کہتے ہیں ”خالد آیا۔ خالد نے سبق پڑھا۔ خالد نے روٹی کھائی۔ خالد چلا گیا۔“ یہ کلام طویل ہو گیا اس کا اختصار اس طرح کیا جاتا ہے کہ ضمائر کا استعمال کرتے ہیں جس سے یہ طویل جملہ یوں ہو جاتا ہے۔ ”خالد آیا۔ اس نے سبق پڑھا۔ اس نے روٹی کھائی وہ چلا گیا۔“

اس سے معلوم ہوا کہ ضمائر کا استعمال اختصار فی الکلام کی غرض سے ہوتا ہے۔ جیسے قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ذَلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ اَصْلٌ فِيهِ اس طرح ہے۔

ذَلِكِ الْكِتَابِ لِارِيبِ فِي الْكِتَابِ اب اس آیت میں دوسرے الکتب کو حذف کر کے اس کی جگہ ضمیر کی ہاء کو استعمال کیا گیا ہے۔

علامہ شاطبیؒ فرماتے ہیں:

وَلَيْسَتْ بِلَامِ الْفِعْلِ يَاءٌ اِضَافَةٌ

وَمَا هِيَ مِنْ نَفْسِ الْاُصُولِ فَتُشْكَلَا

ترجمہ: اور یاء اضافت لام فعل نہیں ہوتی ہے۔ اور نہ ہی وہ نفس اصول ہوتی ہے کہ وہ اشکال میں مبتلا کرے۔

وَلَكِنَّهَا كَالْهَاءِ وَالْكَافِ كُلُّ مَا

تَلِيهِ يُرَى لِلْهَاءِ وَالْكَافِ مَدْخَلَا

ترجمہ: بلکہ وہ ہاء اور کاف کی طرح کی ایک ضمیر ہوتی ہے ہر وہ جگہ کہ وہاں یہ یاء اضافت متصل ہوگی ہاء اور کاف کے داخل ہونے کی جگہ صحیح دیکھی جاسکے گی۔

درج بالا شعروں میں علامہ شاطبیؒ نے یاء اضافت کا مفہوم سمجھایا ہے کہ یہ یاء زائدہ دالہ علی المتکلم ہوتی ہے اور فعل۔ اسم اور حرف تینوں کے ساتھ متصل ہوتی ہے۔ چنانچہ فعل کے ساتھ منصوب لُحْل اور اسم کے ساتھ مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے مجرور لُحْل اور حرف کے ساتھ بھی منصوب لُحْل اور کبھی مجرور لُحْل ہوتی ہے۔

ترتیب وار مثالیں:

سَتَجِدُنِيْ - ذِكْرِيْ - اِنِّيْ اَخَافُ - وَلِيْ دِيْنٍ وغیرہ

علامہ شاطبیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی بڑی آسان پہچان یہ ہے کہ یہ لام فعل میں نہیں ہوتی اور نہ کلمہ کا جز ہوتی ہے جہاں یہ داخل ہو اس جگہ ہاء ضمیر اور کاف ضمیر لگانا عربیت کے لحاظ سے صحیح ہوتا ہے جیسے سَتَجِدُكَ ے سَتَجِدُهُ - ذِكْرَكَ ے ذِكْرُهُ - اِنَّكَ ے اِنَّهُ - لَكَ ے لَهُ وغیرہ۔

عربی زبان میں ستر قسم کی ضمائر ہوتی ہیں۔

(۱) چودہ مرفوع متصل (۲) چودہ مرفوع منفصل (۳) چودہ منصوب متصل

(۴) چودہ منصوب منفصل (۵) چودہ مجرور متصل

اب ان ستر ضمائر میں سے یہاں جو ضمیر مراد ہے وہ واحد مذکر غائب منصوب متصل اور مجرور متصل کی ضمیر ہے جیسے اِلَيْهِ۔

لہ۔ بہ۔ عَلَیْہِ وَغَیْرَہ۔

ہائے ضمیر مکسور کا قاعدہ:

فوائد مکیہ: ہائے ضمیر کے ماقبل کسرہ یائے ساکنہ ہو تو ہائے ضمیر مکسور ہوگی مثل بہ۔ وَ اِلَیْہِ کے۔

شرح: اور اسی طرح ان ضمائر پر جو کہ یہاں مراد ہیں ان پر دو طرح کے اعراب وارد ہیں یا یہ مضموم ہوتی ہے یا مکسور ہوتی ہے۔ حضرت مصنفؒ نے یہاں مکسور کا قاعدہ بیان فرمایا ہے کہ ہائے ضمیر سے پہلے کسرہ یا یائے ساکنہ ہو تو ہائے ضمیر مکسور ہوگی جیسے کہ بہ۔ اِلَیْہِ۔ لَدَیْہِ وَغَیْرَہ۔

فوائد مکیہ: مگر دو جگہ مضموم ہوگی وَمَا اَنْسَانِیْہِ مَسُوْرَۃ الکہف میں۔ دوسرے عَلَیْہِ اللہ سورۃ الفتح

میں۔ اور دو لفظ میں ساکن ہوگی ایک تو اَرْجَہ اور دوسرا فَالِقَہ۔

شرح: یہاں حضرت مصنفؒ نے ہائے ضمیر مکسور سے چار کلمات مستثنیٰ بیان فرمائے ہیں۔ دو کلمات تو مضموم ذکر فرمائے کہ ان کی ہائے ضمیر مکسور ہونے کی بجائے مضموم ہے۔ وَمَا اَنْسَانِیْہِ (الکہف)۔ عَلَیْہِ اللہ (الفتح)۔ ان دونوں کلمات میں ہائے ضمیر اپنے قاعدہ کے مطابق بجائے مکسور ہونے کے مضموم ہے اس کی توجیہ یہ ہے کہ ہائے ضمیر میں ضمہ اصل ہے۔ اس لئے یہاں اصل کی اتباع کرتے ہوئے ضمہ ہی پڑھا گیا ہے۔

اور دوسرے کلمات اَرْجَہ۔ فَالِقَہ میں ہائے ضمیر مکسور کی بجائے ساکن ہے یہ اس لئے کہ یہ کلمات اصل میں اَرْجَی اور فَالِقَی تھے جو کہ دونوں امر کے صیغے ہیں اگر امر کا آخری حرف 'حرف علت' ہو تو اسے حذف کر دیا جاتا ہے۔ یہاں یا کو حذف کر کے اس کے قائم مقام ہاء کو کر دیا ہے اور یہ ہاء اس لئے ساکن ہے کہ یہاں حروف بھی ساکن تھے۔

ہائے ضمیر مضموم کا قاعدہ:

فوائد مکیہ: اور جب ہائے ضمیر کے ماقبل نہ کسرہ ہو نہ یائے ساکنہ تو مضموم ہوگی مثل لہ۔ رَسُوْلُہ۔

مِنْہ۔ اَخَاہ۔ رَاٰیْتُمْہ۔

شرح : جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ ہائے ضمیر کے دو اعراب ہوتے ہیں ایک کسرہ اور دوسرا ضمہ یہاں پر ہائے ضمیر مضموم کا قاعدہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر ہائے ضمیر کے ماقبل نہ تو کسرہ ہو اور نہ یائے ساکنہ ہو یعنی فتح۔ ضمہ اور یائے ساکنہ کے علاوہ کوئی اور حرف ساکن ہو تو ہائے ضمیر مضموم ہوگی جیسا کہ مثالوں سے بھی واضح ہو رہا ہے **لَہُ۔ رَسُوْلُہُ۔ مِّنْہُ۔ اَخَاہُ۔ رَاٰیْتُمُوْہُ** وغیرہ۔

فوائد مکبہ : مگر **وَيَتَّقِہُ فَاُولٰٓئِکَ** میں مکسور ہوگی۔

شرح : حضرت مصنفؒ نے ہائے ضمیر مضموم کے قاعدہ سے اس مذکورہ بالا کلمہ کو مستثنیٰ فرمایا ہے کہ قاعدہ کے مطابق اس کی ہائے ضمیر مضموم ہونی چاہیے مگر **وَيَتَّقِہُ** میں بجائے مضموم کے مکسور ہے۔ اس کی وجہ اصل میں یہ ہے کہ **وَيَتَّقِہُ** اصل میں **وَيَتَّقِیْہُ** تھا۔ ہائے ضمیر سے ماقبل یاء ساکن ہو تو قاعدہ کے مطابق ہائے ضمیر مکسور ہوگی۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یاء کہاں گئی اس کا جواب یہ ہے کہ آیت اس طرح ہے **وَمَنْ يُّطِيعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہُ وَیَحْشِ اللّٰہَ وَیَتَّقِہُ۔** اس میں **مَنْ** شرطیہ ہے اور یہ اس کی جزا ہے اس **مَنْ** کی وجہ سے یاء کو حذف کر دیا گیا ہے۔ **وَيَتَّقِہُ** میں چار قرآتیں ہیں حضرت حفصؒ قاف کو ساکن پڑھتے ہیں یعنی **یَتَّقِہُ** جبکہ دوسری قرآت **وَيَتَّقِہُ** بکسر القاف مع الصلہ۔ تیسری قرآت **وَيَتَّقِہُ** بکسر القاف وسکون الہاء ہے اور چوتھی قرآت **وَيَتَّقِہُ** بکسر القاف مع القصر ہے۔ حضرت حفصؒ کی روایت میں اگرچہ سکون قاف ہے مگر چونکہ اصل کلمہ میں **وَيَتَّقِیْہُ** جیسا کہ ہم ابھی تحریر کر چکے ہیں قاف مکسور ہے اس وجہ سے مطابق قاعدہ کلمہ کی ہائے ضمیر بھی مکسور ہی ہے۔

ہائے ضمیر میں صلہ یعنی اشباع کا قاعدہ:

فوائد مکبہ : اور جب ہائے ضمیر کے ماقبل اور مابعد متحرک ہو تو ضمیر کی حرکت اشباع کے ساتھ پڑھی جائے گی یعنی اگر ضمیر پر ضمہ ہو تو اس کے مابعد واو ساکن زائد ہوگا مثل **وَرَسُوْلُہُ اَحَقُّ۔**

شرح : حضرت مصنفؒ نے یہاں اشباع وصلہ کا قاعدہ بیان فرمایا ہے۔ اشباع کے لغوی معنی ہیں ”کھینچنا“ اس کی تعریف یہ ہے کہ ہائے ضمیر کو اس طرح کھینچنا کہ اس کے کھینچنے سے واؤ مدہ یا یائے مدہ پیدا ہو جائے۔ ہائے ضمیر اگر مضموم ہو تو صلہ کرنے سے واؤ مدہ پیدا ہوگی جیسے **لَہُ۔ پَہ۔ وَجْہُہ۔** وغیرہ

اس کا قاعدہ یہ ہے کہ ہائے ضمیر سے ماقبل اور مابعد کے دونوں حرف متحرک ہوں گے تو ہائے ضمیر میں اشباع یعنی صلہ کیا جائے گا جیسے نِعَمَتُهُ - ثُمَّ بَعَثَهُ - اَشَدَّهُ - نَبَذَهُ - جَاوَزَهُ - نَفَسَهُ - خَطَبَتْنَهُ - مَوَّعَدَهُ - بَأْسَهُ - اِخْرَهُ - يُحِبُّونَهُ - حَقَّقَهُ -

نوٹ: حضرت مصنفؒ نے مثال مذکورہ متن میں آگے بیان کی ہے مگر ہم نے طلباء کی سہولت کے لئے اسے متصل بیان کیا ہے۔

فوائد مکہ: اگر ضمیر پر کسرہ ہے تو اس کے مابعد یاء ساکنہ زائد ہوگی مثل مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ -

شرح: حضرت مصنفؒ نے صلہ کا قاعدہ بیان فرمایا ہے کہ اگر ہائے ضمیر مکسور سے ماقبل اور مابعد کے دونوں حرف متحرک ہوں تو وہاں صلہ کرنے سے یاء ساکنہ زائد پیدا ہوگی۔ اس لئے کہ کسرہ جب کھینچا جائے تو یاء ہی پیدا ہوتی ہے۔ جیسا کہ مثال سے بھی واضح ہے مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ۔

ہائے ضمیر میں صلہ کرنے کی توجیہ:

ہائے ضمیر میں اس لیے صلہ کیا جاتا ہے کہ ہاء کا مخرج البعد ہے ان حروف سے جو اس کے ماقبل اور مابعد ہیں اگر صلہ نہ کیا جائے تو ہاء صحیح تحقیق سے اپنے مخرج سے ادا نہ ہوگی لہذا ہاء کو تحقیق سے ادا کرنے کے لیے صلہ کیا جاتا ہے۔

فوائد مکہ: مگر ایک جگہ اشباع نہ ہوگا یعنی وَإِنْ تَشْكُرُوا يَرْضَاهُ لَكُمْ۔ اس کا ضمہ غیر

موصولہ پڑھا جائے گا۔

شرح: یہاں پر ہائے ضمیر مضمومہ موصولہ کے قاعدہ سے ایک کلمہ کو مستثنیٰ قرار دیا ہے کہ يَرْضَاهُ لَكُمْ میں صلہ نہ ہوگا بلکہ اس ضمہ کو بغیر صلہ کے پڑھا جائے گا۔

اس کی وجہ یہ کہ يَرْضَاهُ لَكُمْ اصل میں يَرْضَاهُ تھا۔ اور آیت اس طرح ہے وَإِنْ تَشْكُرُوا يَرْضَاهُ لَكُمْ اِنْ شرطیہ کی وجہ سے الف حذف کر دیا گیا تو يَرْضَاهُ رہ گیا لہذا اس کلمہ میں اصل کی اتباع کرتے ہوئے صلہ نہیں کیا گیا۔

ہائے ضمیر میں عدم صلہ کا قاعدہ:

فوائد مکبہ: اور اگر ماقبل یا مابعد ساکن ہو تو اشباع نہ ہوگا مثل **مِنْهُ** - **وَيُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ** -

شرح: حضرت مصنفؒ فرما رہے ہیں کہ اگر ہائے ضمیر سے ماقبل یا مابعد حرف ساکن ہوگا تو وہاں صلہ نہیں کیا جائے گا جیسا کہ مثالوں سے واضح ہے **مِنْهُ** - **وَيُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ** - **رُودَتْهُ النَّحْيُ** - **هَذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا** - **وَآتَيْنَهُ** **الْحُكْمَ** - **يَأْتِيَكُمْ بِهِ اللَّهُ** - **فَاكَلَهُ الذِّئْبُ** - **فَسَبَّحَهُ** - **مَنْ لَمْ يَزِدْهُ** - **وَاسْتَغْفِرْهُ** - **لَا تَطْعُهُ** - **أَبْغَيْهِ** - **وَلْيَرْضَوْهُ** - **يَدِيهِ** - **يَسْلُكُهُ** - **يُعَلِّمُهُ** - **أَخُوهُ** - وغیرہ۔

فوائد مکبہ: مگر **فِيهِ** **مُهَاَنًا** جو سورۃ فرقان میں ہے اس میں اشباع ہوگا۔

شرح: جیسا کہ حضرت مصنفؒ اس سے قبل فرما چکے ہیں اگر ہائے ضمیر سے ماقبل یا مابعد کوئی حرف ساکن ہو تو صلہ نہیں ہوگا۔ مگر سورۃ الفرقان میں **فِيهِ** **مُهَاَنًا** ہے اس میں قبل ساکن ہونے کے باوجود صلہ کیا گیا ہے۔ دراصل یہ صلہ جمعائین اللغتين کیا گیا ہے۔

علامہ شاطبیؒ نے **فِيهِ** **مُهَاَنًا** کے صلہ کو اس طرح بیان فرمایا ہے:

وَمَا قَبْلَهُ التَّسْكِينُ لِابْنِ كَثِيرٍ هَمْ

وَفِيهِ مُهَاَنًا مَعَهُ حَفْصٌ أَخُو لَاح

ترجمہ: ”اور وہ ضمیر کہ جس کا ماقبل ساکن ہو اور مابعد متحرک اس میں امام ابن کثیرؒ کی ”کے لئے صلہ کیا گیا ہے اور **فِيهِ** **مُهَاَنًا** میں امام ابن کثیرؒ کے ساتھ حفصؒ بھی موافقت کرنے والے ہیں۔

اور علامہ جزریؒ نے طیبۃ النشر میں اس طرح فرمایا ہے:

صَلِّ هَا الضَّمِيرَ عَنِ سُكُونِ قَبْلِ مَا

حُرِّكَ دِنْ فِيهِ مُهَاَنًا عَنْ دُمَا

ترجمہ: تم اس **هَا** ضمیر کا صلہ کرو جو بعد سکون متحرک حرف سے پہلے ہوا ابن کثیرؒ کی ”کے لیے جیسے **فِيهِ** **هُدًى** وغیرہ تم

اس کو اپنا طریق بنالو۔ **فِيهِ مُهَانًا** میں حفصؓ وکی کے لیے صلہ ہے۔

ہائے ضمیر پر وقف کا بیان

ہائے ضمیر پر وقف کے بارے میں قراء کا اختلاف ہے۔ وقف بالا ساکن تمام قراء کے نزدیک جائز ہے البتہ وقف بالروم اور وقف بالا شام میں قراء کا اختلاف ہے بعض قراء کے نزدیک ہائے ضمیر پر روم اور اشام ہر حال میں جائز ہے اور بعض قراء کے نزدیک جس وقت ہائے ضمیر کے ماقبل واؤ مدہ۔ واو لین۔ یائے مدہ۔ یائے لین۔ ضمہ اور کسرہ نہ ہو تو اس وقت ہائے ضمیر میں روم و اشام جائز ہے۔ باقی تمام صورتوں میں ہائے ضمیر پر روم و اشام جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ علامہ شاطبیؒ فرماتے ہیں۔

وَفِي الْهَاءِ لِضَمَارِ قَوْمٍ أَبَوْهُمَا

وَمِنْ قَبْلِهِ ضَمٌّ أَوِ الْكَسْرُ مَثَلًا

ترجمہ: ”اور ایک جماعت مشائخ نے ہاء ضمیر میں روم و اشام کا انکار کیا ہے بحالیکہ اس سے پہلے ضمہ یا کسرہ دیکھا جائے۔“

أَوْ أَمَّا هُمَا وَآؤُ وَيَاءٌ وَبَعْضُهُمْ

يُرَى لَهُمَا فِي كُلِّ حَالٍ مُحَلَّلًا

ترجمہ: ”یا ہاء ضمیر کے ماقبل ان دونوں ضمہ۔ کسرہ کی ماں یعنی اصل واؤ اور یاء ہوں اور بعض مشائخ دیکھے جاتے ہیں کہ روم و اشام پر ہر حال میں جائز قرار دینے والے ہیں۔“

ہائے ضمیر اپنے ماقبل کے اعتبار سے حسب ذیل سات انواع پر پائی جاتی ہے:

- (۱) ماقبل ضمہ ہو جیسے **يُعَلِّمُهُ** (۲) ماقبل ضمہ یعنی واؤ مدہ ہو جیسے **وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ** یا واؤ لینہ ہو جیسے **وَشَرُّوهُ** (۳) ماقبل کسرہ ہو جیسے **مِنْ رَبِّهِ**۔ **بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ** (۴) ماقبل یائے مدہ ہو جیسے **فِيهِ**۔ **أَخِيهِ** یا یاء لینہ ہو جیسے **عَلَيْهِ**۔ **وَلَوْلَا دَيْهِ** (۵) ماقبل فتح ہو جیسے **لَنْ تَخْلَفَهُ** (۶) ماقبل الف ہو جیسے **اجْتَبَاهُ**۔ **وَهَدَاهُ** (۷) ماقبل حرف ساکن صحیح ہو جیسے **فَلْيَصُمَّ**۔ **مَنْ لَدُنْهُ**۔

ہائے ضمیر میں علامہ شاطبیؒ نے پہلے ایک جماعت کا مذہب نقل فرمایا ہے کہ یہ مشائخ ایک تا چار میں روم و اشام کو ناجائز کہتے ہیں جس کا مفہوم یہ ہوا کہ پانچ تا سات میں ان مشائخ کے نزدیک روم و اشام جائز ہے۔

جبکہ دوسری جماعت کا مذہب یہ ہے کہ ساتوں اقسام میں روم و اشام جائز ہے۔

فوائد مکبہ :

چھٹی فصل ادغام کے بیان میں

شرح : ادغام کا بیان شروع کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ مختصر طور پر اجتماع مثلین۔ متجانسین اور متقاربین کے متعلق بھی بتا دیا جائے۔

(۱) اجتماع مثلین:

ایک قسم کے دو حرف مثلین کہلاتے ہیں پس اگر ایک قسم کے دو حرف پاس پاس آئیں تو اس کو اجتماع مثلین کہا جاتا ہے خواہ ایک کلمہ میں ہوں جیسے اء نذر تھم میں دو ہمزہ اور جباہم میں دو ہاء وغیرہ اور چاہے یہ اجتماع مثلین دو کلموں میں ہو جیسے ہولاء ان میں دو ہمزہ اور الن تجمع عظامہ میں دو عین۔

(۲) اجتماع متجانسین:

اگر ایک ہی مخرج کے دو حرف پاس پاس جمع ہوں تو اس کو اجتماع متجانسین کہتے ہیں جیسے رُحْرَح عَنِ النَّارِ میں حاء اور عین ایک ہی مخرج سے ادا ہونے والے حروف ہیں۔

(۳) اجتماع متقاربین

اگر قریب المخرج حروف پاس پاس جمع ہوں تو اس کو اجتماع متقاربین کہتے ہیں۔ جیسے رُسُلُ رِبِّک میں لام اور راء وغیرہ

ان تینوں اجتماع کے مواقع پر اس بات کا خاص اہتمام کرنا از حد ضروری ہے کہ دونوں حرف پوری صفات کے ساتھ ادا ہوں خاص طور پر ہمزتین کے اجتماع میں بالخصوص خیال رکھا جائے کہ دونوں اپنے مخرج سے تحقیق کے ساتھ ادا ہو۔ عموماً طلباء کو اس میں بہت تساہل برتتے دیکھا گیا ہے۔

اجتماع مثلین۔ متجانسین اور متقاربین کے بعد اب ادغام کی بحث شروع کی جاتی ہے۔

ادغام کے لغوی معنی ایک چیز کو دوسری میں داخل کرنا ہے پہلے حرف کو مدغم اور دوسرے حرف کو مدغم فیہ کہتے ہیں۔

تعریف

مدغم کو مدغم فیہ میں اس طرح داخل کرنا کہ دونوں ایک ساتھ مشدد ادا ہوں۔

ادغام کی اقسام

ادغام کی مطلقاً دو اقسام ہیں:

(۱) ادغام کبیر (۲) ادغام صغیر

(۱) ادغام کبیر

مدغم اور مدغم فیہ اگر دونوں متحرک ہوں اور مدغم کو ساکن کر کے مدغم فیہ میں ادغام کیا جائے تو یہ ادغام کبیر کہلاتا ہے۔ روایت حفصؓ میں صرف پانچ کلمات میں ادغام کبیر ہوا ہے جو کہ درج ذیل ہیں۔

(۱) تَأْمُرُونِي (۲) أَتُحَاجُّونِي (۳) مَكْنِي (۴) لَا تَأْمَنَّا (۵) نِعِمَّا

نوٹ: ۱ تا ۴ میں نون کا نون میں ادغام کبیر مثلیں تام ہوا ہے جبکہ نمبر پانچ میں میم کا میم میں ادغام کبیر مثلیں تام ہوا ہے۔ علامہ حمزوریؒ نے ادغام کبیر کو ایسے بیان فرمایا ہے۔

أَوْ حُرِّكَ الْحَرْفَانِ فِي كُلِّ فَقْلٍ

كُلٌّ كَبُرُوا فَهَمَنْهُ بِالْمُثَلِّ

ترجمہ: ”اور اگر متحرک ہوں دونوں حروف ہر ایک قسم میں تو ہر ایک قسم میں کہو کہ وہ ادغام کبیر ہے اور مثالوں سے اس کو سمجھو۔“

(۲) ادغام صغیر

اگر مدغم ساکن اور مدغم فیہ متحرک ہو تو اس ادغام کو ادغام صغیر کہتے ہیں جیسے قَدْ دَخَلُوا۔ اس ادغام کی شرط یہ ہے کہ مدغم ساکن اور مدغم فیہ متحرک ہوتا ہے۔

علامہ حمزوریؒ نے ادغام صغیر کو اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

ثُمَّ إِنَّ سَكَنَ

أَوَّلُ كُلِّ فَالْصَّغِيرَ سَمِينٌ

ترجمہ: ”پھر اگر پہلا حرف ساکن ہو ہر ایک قسم میں تو اس کا نام رکھو ادغام صغیر۔“

ادغام کا طریقہ

مشدد حرف کے لیے زبان کو یک لخت اٹھا کر بلاتا خیر تلفظ کیا جائے اگر درمیان میں فصل ہو گیا تو ادغام درست نہ ہوگا۔

باعتبار کیفیت ادغام کی اقسام

باعتبار کیفیت ادغام کی دو قسمیں ہیں۔

(الف) ادغام تام (ب) ادغام ناقص

(الف) ادغام تام

مدغم کو مدغم فیہ میں اس طرح داخل کرنا کہ مدغم کی کوئی صفت باقی نہ رہے جیسے قُلْ رَبِّ -

(ب) ادغام ناقص

مدغم کو مدغم فیہ میں اس طرح داخل کرنا کہ مدغم کی کوئی صفت باقی رہے جیسے مَنْ يَقُولُ - بَسَطْتُ وغیرہ۔

فوائد مکيه : ادغام تین قسم پر ہے (۱) مثلین (۲) متجانسین (۳) متقاربین

شرح : باعتبار مدغم اور مدغم فیہ ادغام کی تین اقسام ہیں:

(۱) مثلین (۲) متجانسین (۳) متقاربین

ان تینوں اقسام کو سبب ادغام کہتے ہیں۔ اور حضرت مصنفؒ انہی کو بیان فرما رہے ہیں۔

بعض علماء تجوید نے بہ اعتبار عربیت مثلین اور متجانسین کو واجب اور متقاربین کو جائز کہا ہے۔ اور بعض مشائخ نے مثلین

اور متجانسین کو قیاسی اور متقاربین کو سماعی کہا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

ادغام مثلین:

فوائد مکيه : اگر حرف مکرر میں ادغام ہوا ہے تو ادغام مثلین کہلائے گا مثل اِذْ ذَّهَبَ۔

شرح : حضرت مصنفؒ ادغام مثلین کے متعلق بیان فرما رہے ہیں کہ ایسے دو حرف جن کے مخرج اور صفات ایک ہی

ہوں مثلیں کہلاتے ہیں مثلاً باء-تاء تاء وغیرہ مثلیں ہیں۔ مثلیں میں ادغام صرف تام ہی ہوتا ہے ناقص نہیں ہوتا ہے۔ مثلیں میں چودہ حروف کا ادغام اپنے ہم مثل میں ہوتا ہے جن کا مجموعہ فَع وَكَلَّمَ تَهْدِ بِنْدِيَر ہے۔

ادغام صغیر مثلیں کی مثالیں

حرف	امثلہ	حرف	امثلہ
ب	اِذْهَبْ بِكِتَابِي	ک	يُدْرِ حُكْمُ الْمَوْتِ
ت	كَانَتْ تَعْبُدُ	ل	قُلْ لِعِبَادِي
د	قَدْ دَخَلُوا	م	اَلَيْكُمْ مَّرْسَلُونَ
ذ	اِذْ ذَهَبَ	ن	مَنْ نَشَاءُ
ر	وَ اِذْ كُرِّرْتُ لَكَ	و	اَوْ وَاَوْ نَصْرُوا
ع	تَسْتَطِيعُ عَلَيْهِ	ه	وَمَا لِيْهِ هَلَكَ
ف	يُسْرِفُ فِي الْقَتْلِ	ی	يَا بَنِيَّ

علامہ حمزہ درویشی ادغام مثلیں کو اس طرح بیان فرما رہے ہیں۔

اِنَّ فِي الصِّفَاتِ وَالْمَخَارِجِ اتَّفَقَ

حَرْفَانِ فَاَلْمِثْلَانِ فِيْهِمَا اَحَقُّ

ترجمہ: ”اگر صفات اور مخارج میں دو حروف متفق ہوں تو ان کے لئے مثلیں کا نام زیادہ برحق ہے۔“

ادغام متجانسین:

فوائد مکبہ: اور اگر ادغام ایسے دو حروف میں ہوا جن کا مخرج ایک گنا جاتا ہو تو اسکو ادغام متجانسین کہتے ہیں

مَش وَقَالَتْ طَائِفَةٌ-

شرح : یہاں پر ادغام متجانسین کا بیان ہو رہا ہے۔ متجانسین کہتے ہیں ایسے دو حروف جن کا مخرج تو ایک ہو مگر صفات میں اختلاف پایا جاتا ہو ایسے دو حروف کے ادغام کو ادغام متجانسین کہا جاتا ہے۔ مثلاً تاء طاء۔ تاء ذال۔ ذال نطاء وغیرہ۔

ادغام متجانسین میں ادغام ناقص و تام دونوں ہوتے ہیں۔ حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے متجانسین کے ضمن میں فرمایا ”جن کا مخرج ایک گنا جاتا ہو۔“ اس سے مراد یہ ہے کہ محققین کے نزدیک تو ہر حرف کا مخرج الگ الگ ہے مگر قرب کی وجہ سے دو اور تین حروف کا مخرج ایک ہی قرار دے دیا جاتا ہے جیسا کہ آپ پیچھے مخرج کے بیان میں پڑھ آئے ہیں۔ حضرت مصنفؒ کا (ایک مخرج گنا جاتا ہے) فرمانا اسی کی طرف اشارہ ہے۔

ادغام متجانسین کی مثالیں

شمار	مدغم و مدغم فیہ حروف	امثلہ
۱	تاء کا دال میں	اَتَقَلَّتْ دَعَوَ اللّٰہُ
۲	تاء کا طاء میں	وَقَالَتْ طَائِفَةٌ
۳	تاء کا ذال میں	يَلْهَثَ ذَلِكَ
۴	دال کا تاء میں	قَدَّتَيْنِ
۵	ذال کا نطاء میں	اِذْ ظَلَمُوا
۶	باء کا میم میں	اِرْكَبْ مَعَنَا

مذکور بالا کلمات میں ادغام متجانسین تام ہوا ہے۔

علامہ حمز دربی نے ادغام صغیر متجانسین کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔

----- اَوْ يَكُونَا اتَّفَقَا

فِي مَخْرَجٍ دُونَ الصِّفَاتِ حَقَّقَا

بِالْمُتَجَانِسِينَ -----

ترجمہ: ”اور اگر وہ دونوں حرف متفق ہوں مخرج میں نہ کہ صفات میں تو ان کی حقیقت کہو متجانسین۔“

ادغام متقاربین:

فوائدِ مکبہ : اور اگر ادغام ایسے دوحروف میں ہوا ہے کہ وہ دوحروف نہ مثلین ہیں نہ متجانسین تو ادغام متقاربین کہلائے گا مثل اَلَمْ نَخْلُقْکُمْ۔

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمۃ نے ادغام کی تیسری قسم متقاربین کے بارے میں فرمایا ہے کہ ایسے دو حروف جو نہ مثیلین ہوں اور نہ متجانسین مراد اس سے یہ ہے کہ ایسے دو حروف جو قریب الخرج ہوں اور انکی صفات میں بھی اختلاف پایا جاتا ہو متقاربین کہلاتے ہیں جیسے لام نون راء۔ قاف کاف وغیرہ۔

ادغام متقاربین میں بھی ادغام تام و ناقص دونوں ہوتے ہیں۔ علامہ حمزہ ورثیؒ ادغام متقاربین کو یوں بیان فرماتے ہیں

وَإِنْ يَكُونُ مَخْرَجًا تَقَارِبًا

وَفِي الصِّفَاتِ اخْتَلَفَ اِلْقَابُ

مُتَقَارِبِينَ

ترجمہ: ”اور اگر وہ دو حروف مخرج کے اعتبار سے قریب اور صفات میں مختلف ہوں تو ان کو لقب دیا جاتا ہے متقاربین۔“

یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ **وَ اِذْ رَاٰ عَصٰی** جیسے کلمات میں باوجود شرط اور سبب پائے جانے کے ادغام کیوں نہیں ہوا اس کا جواب یہ ہے کہ:

وَإِذْ رَأَيْنَا - وَإِذْ رَأَيْنَا جیسے کلمات میں باوجود اس کے کہ شرط ادغام اور سبب ادغام دونوں پائے جاتے ہیں چونکہ یہاں ادغام روایتاً ثابت نہیں ہے اس لیے ادغام نہیں ہوگا۔ بعض دوسری روایتوں میں یہاں ادغام ہوتا ہے مثلاً ابو عمرو بصریؒ - ہشامؒ - خلاؒ - اور کسائیؒ ۔

اساتذہ اور مشائخ سے اس طرح ہم تک پہنچا ہے جیسا کہ علامہ جزریؒ نے فرمایا کہ

وَهَكَذَا مِنْهُ الْيُنَا وَصَلَا

فوائد مکبہ : پھر ادغام متجانسین اور متضار بین دو قسم پر ہے۔ ناقص و تام اگر پہلے حرف کو دوسرے سے بدل کر ادغام کیا جائے تو ادغام تام کہلائے گا مثل **قُلْ رَبِّ**۔ اور **قَالَتْ طَائِفَةٌ** عَمَّ۔

شرح : حضرت مصنفؒ نے فرمایا ہے کہ ادغام کی باعتبار کیفیت دو قسمیں ہیں۔ (۱) ادغام تام اور (۲) ادغام ناقص۔
ادغام تام یعنی مدغم کو مدغم فیہ میں اس طرح داخل کرنا کہ مدغم کی کوئی صفت باقی نہ رہے جیسے قُلْ رَبِّ قَالَتْ طَائِفَةٌ

عَمَّ کی وضاحت

عَمَّ بِتَشْدِيدِ الْمِيمِ مَفْتُوحَةً أَصْلُهُ عَنْ مَا أُدْغِمَتِ النُّونُ فِي الْمِيمِ وَرُسِمَ مَوْصُولًا بِالِاتِّفَاقِ قَالَ الدَّانِيُّ قَوْلُهُ عَمَّا قَلِيلٌ وَعَمَّ يَتَسَاءَلُونَ مَوْصُولًا بِاخْتِلَافٍ ثُمَّ هُوَ بِحَذْفِ الْأَلِفِ بَعْدَ الْمِيمِ لِأَنَّ اسْتِفْهَامِيَّةً كَمَا نَصَّ عَلَيْهِ الدَّانِيُّ وَغَيْرُهُ قَالَ صَاحِبُ الْمَدَارِكِ حَذَفَتِ الْأَلِفُ تَخْفِيفًا لِكَثْرَةِ الْإِسْتِعْمَالِ فِي الْإِسْتِفْهَامِ وَعَلَيْهِ الْإِسْتِعْمَالُ الْكَثِيرُ۔

ترجمہ: عَمَّ میم مشدد مفتوحہ اس کا اصل عَنْ مَا ہے نون کا میم میں ادغام کیا گیا ہے۔ اور رسم میں بالاتفاق موصول لکھا گیا ہے۔ علامہ دانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا قول عَمَّا قَلِيلٌ اور عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ دونوں بغیر کسی اختلاف کے موصول ہیں۔ پھر الف کو حذف کیا گیا میم کے بعد عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ میں سے اس لیے کہ یہ مَا استفہامیہ ہے جیسا کہ علامہ دانیؒ وغیرہ کی دلیل موجود ہے اور صاحب المدارک نے کہا ہے الف تخفیفاً حذف کیا گیا کثرت استعمال کی وجہ سے استفہام میں اور اکثر لوگوں کا عمل اس پر ہے۔ (نثر المرجان فی رسم القرآن)

نون کا میم میں ادغام مختلف فیہ ہے بعض حضرات نے اسے ادغام تام مانا ہے اور بعض نے ادغام ناقص۔ یہاں حضرت مصنف علیہ الرحمۃ کا رجحان ادغام تام کی طرف ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ عَمَّ کی مثال کو ادغام تام میں ذکر فرما رہے ہیں۔ ادغام ناقص کی تعریف حضرت مصنف علیہ الرحمۃ آگے فرما رہے ہیں۔

ادغام متجانسین اور ادغام متقاربین میں ادغام تام اور ادغام ناقص دونوں ہوتے ہیں۔

ادغام متقاربین تام کی مثالیں

شمار	مدغم و مدغم فیہ حروف	امثلہ
۱	لام کا راء میں	قُلْ رَبِّ
۲	نون کا راء میں	مِنْ رَبِّكُمْ
۳	نون کا لام میں	مِنْ لَدُنْهُ

فوائد مکيه : اور اگر پہلے حرف کی کوئی صفت باقی ہے تو ادغام ناقص ہوگا مثل **مَنْ يَقُولُ**۔ **مِنْ** **وَالِ**۔ اور **بَسَطْتُ** **أَحَطْتُ** کے۔

شرح : یہاں پر ادغام ناقص کی تعریف بیان کی گئی ہے کہ اگر مدغم کو مدغم فیہ میں اس طرح داخل کیا جائے کہ مدغم کی کوئی صفت باقی رہے تو اسے ادغام ناقص کہا جاتا ہے جیسے **مَنْ يَقُولُ**۔ **مِنْ** **وَالِ** اور **بَسَطْتُ**۔ **أَحَطْتُ** وغیرہ۔

ادغام متجانسین میں ادغام ناقص کی مثالیں

(۱) **مَنْ يَقُولُ** اور **مِنْ** **وَالِ** کی تشریح پیچھے بیان ہو چکی ہے۔

(۲) طاء کا ادغام تاء میں ناقص ہوتا ہے اس لئے کہ طاء اقویٰ اور تاء ضعیفہ اقویٰ کا ضعیف میں ادغام صرف ناقص ہوتا

ہے۔ طاء کی صفت اطباق ادغام میں باقی رہتی ہے۔ یہ الفاظ قرآن میں چار جگہ پر آئے ہیں:

(۱) **بَسَطْتُ** (۲) **أَحَطْتُ** (۳) **مَافَرَّطْتُ** (۴) **مَافَرَّطْتُمْ**۔

(۳) قاف ساکنہ کا ادغام کاف میں ناقص ہوتا ہے یہ صرف ایک جگہ ہے اور بطور جواز ہے یعنی ادغام تام اور ادغام

ناقص دونوں جائز ہیں۔ **أَلَمْ نَخْلُقْكُمْ**۔

قاف قوی ہے اور کاف ضعیف ہے قوی کا ادغام ضعیف میں تام و ناقص دونوں ہوتا ہے ادغام ناقص کی صورت میں قاف

کی صفت استعلاء باقی رہتی ہے۔ علامہ جزریؒ فرماتے ہیں:

وَبَيْنَ الْأَطْبَاقِ مَنْ أَحَطْتُ مَعَ

بَسَطْتُ وَالْخُلْفُ بِنَخْلُقْكُمْ وَقَعَ

ترجمہ: اور ظاہر کر اطباق کو **أَحَطْتُ** میں معہ **بَسَطْتُ** وغیرہ کے اور **خُلْفُ** **أَلَمْ نَخْلُقْكُمْ** میں واقع ہوا ہے۔

ادغام متقاربین میں ادغام ناقص کی مثالیں

یہ تین حروف کا ادغام تین حروف میں ہے۔ حضرت مصنفؒ نے اس کی دو مثالیں متفق علیہ ذکر فرمائی ہیں جبکہ نون کا میم

میں ادغام ناقص مختلف فیہ ہے۔

شمار	مدغم و مدغم فیہ حروف	امثلہ
۱	نون کا واؤ میں	مَنْ وَلِيٍّ - مَنْ وَالٍ
۲	نون کا یاء میں	مَنْ يَهْدِيٍّ - مَنْ يَقُولُ
۳	نون کا میم میں	عَنْ مَّا - مِنْ مَّاءٍ

نون کا میم میں ادغام ناقص مختلف فیہ ہے ادا میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ اگر غزہ نون کی صفت مانا جائے تو ادغام ناقص ہوتا ہے اور اگر غزہ کو میم کی صفت تسلیم کیا جائے تو ادغام تام ہے۔

فوائد مکیہ : مثیلین اور متجانسین کا پہلا حرف جب ساکن ہو تو ادغام واجب ہے مثل اَضْرِبْ بَعَصَاكَ الْحَجَرَ - وَقَالَتْ كَذَّابَةٌ - عَبْدُكُمْ - اِذْ ظَلَمُوا - اِذْ ذَهَبَ - قَدْ تَبَيَّنَ - قَدْ دَخَلُوا - قُلْ رَبِّي - بَلْ رَفَعَهُ -

شرح : یہاں حضرت مصنف ادغام صغیر مثیلین اور متجانسین کی شرائط ادغام کا بیان شروع کر رہے ہیں۔ پہلی شرط کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ پہلا حرف مدغم ساکن اور مدغم فیہ متحرک ہونا چاہیے اور بعد ازاں اس کی مثالیں نقل فرمادی ہیں۔ حاصل یہ کہ جب مثیلین اور متجانسین حروف اس طرح جمع ہوں کہ ان کے درمیان کوئی حرف فاصلہ نہ ہو اور ان دونوں میں پہلا حرف ساکن ہو تو مدغم کا مدغم فیہ میں ادغام ہوگا۔

علامہ جزرئی نے اس شرط کو اس طرح بیان فرمایا ہے:

وَأُولَى مِثْلٍ وَجُنْسٍ إِنْ سَكَنَ

أَدْغَمَ

ترجمہ: اور متماثلین اور متجانسین کے پہلے حرف اگر ساکن ہوں ان کا ابجد کے حرف متحرک میں ادغام کر۔

حضرت مصنف علیہ الرحمہ یہاں ادغام مثیلین اور متجانسین کا ذکر تو فرما رہے ہیں مگر ادغام متقارین کا ذکر نہیں فرمایا اس موقع پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ واجب سے کیا مراد ہے اگر اول الذکر دونوں اقسام ادغام واجب ہیں تو کیا ادغام متقارین غیر واجب وغیر ضروری ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ دراصل مثلیں اور متجانسین کا ادغام قیاسی طور پر کیا جاتا ہے یعنی یہ قواعد عربیہ کے مطابق ہے جبکہ ادغام متقاربین سماعی ہے یعنی جہاں اہل اداء نے کیا ہے وہاں ثابت ہے یہاں اہل اداء سے یہ مفہوم نہ اخذ کر لیا جائے کہ یہ ان کی اپنی کوئی اختراع ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے تو اتر سے اسے اپنے اساتذہ و مشائخ سے اخذ و روایت کیا ہے۔ ہمارے شیخ استاذ القراء قاری المقری اظہار احمد التھانوی نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے:

”ادغام متقاربین کی تعریف فوائد مکیہ میں جو کی گئی ہے وہ نہایت انسب اور مطابق ہے یعنی مدغم اور مدغم فیہ اگر نہ مثلیں ہوں اور نہ متجانسین تو وہ ادغام متقاربین ہے لہذا تقارب مخرج یا صفت کو تلاش نہیں کرنا چاہیے بلکہ تقارب اہل زبان کا ایک ذوق ہے دیکھئے نالام تعریف کا چودہ حرفوں میں بڑی معمولی مناسبت سے ادغام ہوتا چلا گیا ہے جیسے التابوت - النار وغیرہ۔ اسی لیے ادغام متقاربین سچی بات یہ ہے کہ سماعی ہوتا ہے یعنی اہل زبان سے سن کر کیا جاتا ہے قیاس کو اس میں کوئی دخل نہیں۔ اس لیے فوائد مکیہ میں لکھا گیا ہے کہ مثلیں اور متجانسین کا پہلا حرف ساکن ہو تو ادغام واجب ہے متقاربین کا لفظ یہاں نہیں لائے ہیں کیونکہ وہ قیاسی نہیں ہے اسی طرح المقدمة الجزریہ میں فرمایا گیا۔

وَأُولَىٰ مِثْلٍ وَجِنْسٍ إِنْ سَكَنَ

أَدْغَمَ كَقُلِّ رَبِّ وَبَلِّ لَا۔۔۔۔۔

”مقاربین کا ذکر ہی نہیں گو بہت سے شرح نے ٹھونس ٹھانس کر متقاربین کو بھی عبارت سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔“

یاد رہے کہ یہاں وجوب سے مراد وجوب شرعی نہیں بلکہ اس سے مراد قواعد عربیہ کے مطابق اہم و ضروری ہے۔

فوائد مکیہ : اور يَلْهَثُ ذَالِكَ - يُبْنَىٰ اَرْكَبُ مَعْنَا میں اظہار بھی ثابت ہے۔

شرح : حضرت مصنفؒ نے یہاں دو کلمات کا خلف بیان فرمایا ہے۔ يَلْهَثُ ذَالِكَ اور يُبْنَىٰ اَرْكَبُ مَعْنَا میں اظہار و ادغام دونوں وجوہ ہیں۔ تفصیل اس میں اس طرح ہے کہ علامہ جزریؒ نے تو ادغام اور اظہار دونوں وجوہ بیان فرمائی ہیں۔ اور علامہ شاطبیؒ کے لئے صرف ادغام ہے۔ علامہ جزریؒ طبعیہ النشر میں فرماتے ہیں:

وَفِي اَرْكَبٍ رُضٌ حِمَا

وَالْخُلْفُ دِنْ بِي نُلْ

ترجمہ: اور اِزْ كَبْ مَعْنَا میں کسائی بھریان۔ نے بلاخلف اور کسی قالون عاصم خلاصہ کے لیے بالخلف ادغام ہے۔ تم حمایت کے لیے مشقت برداشت کرو۔

--- يَلْهَتْ اَظْهَر

حَرَمَ لَهُمْ نَالَ خَلَفُهُمْ وَرِي

ترجمہ: يَلْهَتْ ذَلِكْ میں حریم ہشام عاصم ان سب کے لیے بالخلف اظہار کرو۔

موانع ادغام:

فوائد مکيه: جب دو واؤ یا دو یاء جمع ہوں اور پہلا حرف مدہ ہو مثل قَالُوا وَهُمْ - فَيَوْمٍ تو ادغام نہ ہوگا۔

شرح: حضرت مصنفؒ یہاں موانع ادغام کے مواقع ذکر فرما رہے ہیں کہ اگر دو واؤ اور دو یاء جمع ہوں اور پہلا حرف حرف مدہ میں سے ہو تو ادغام نہ ہوگا۔ معلوم ہوا کہ ادغام مثلین میں جب مدغم حرف مدہ اور مدغم فیہ غیر مدہ ہوگا تو ادغام نہ ہوگا جیسے حضرت مصنفؒ نے دو مثالیں بھی بیان فرمائیں کہ قَالُوا وَهُمْ اور فَيَوْمٍ وغیرہ۔

ادغام نہ کرنے کی توجیہ ہمارے شیخؒ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ ادغام کی وجہ سے مدیت فوت ہو جاتی ہے۔ مدیت ایسی قابل بقا صفت ہے کہ اس کو ایک مستقل نام مد تمکین سے یاد کیا جاتا ہے۔ تمکین کا مطلب ہے کہ قاری کے لیے ضروری ہے کہ وہ دو واؤ یا دو یاء کے درمیان مد طبعی کو واضح کر کے پڑھے تاکہ ادغام سے بچاؤ ہو جائے (مزید تفصیل کے لیے دیکھو نہایت قول المفید ص ۱۰۵) اظہار کی ایک وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ حروف مدہ کا خرج جوف دہن ہے جو مقدر ہے اور مدغم فیہ کا خرج محقق ہے گویا دونوں میں باہم ضدیت ہے اور ادغام ہوتا ہے کسی مناسبت کی وجہ سے۔

فوائد مکيه: ایسے ہی حرف حلقی کسی حرف غیر حلقی میں مثل لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا اور اپنے مجانس میں مثل فَاصْفَحْ عَنْهُمْ مدغم نہ ہوگا۔

شرح: حضرت مصنفؒ ادغام متجانسین اور ادغام متقاربین کے موانع کا قاعدہ بیان فرما رہے ہیں اور وہ کلمات ذکر

فرما رہے ہیں جو کہ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں۔ فرماتے ہیں اگر مدغم حرف حلقی اور مدغم فیہ غیر حلقی ہوں تو متقارب ہوگا لیکن یہاں ادغام نہ کیا جائیگا جیسے لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا۔

ایسے ہی متجانسین میں مدغم حروف حلقی اور مدغم فیہ بھی اس کا مجانس حرف حلقی ہو تو پھر بھی ادغام نہ ہوگا جیسے فَاصْفَحْ عَنْهُمْ پہلی صورت میں دراصل حروف حلقی کا ادغام غیر حروف حلقی میں نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ادغام ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اتحاداً مخرج یا قرب مخرج ہو اور یہاں یہ شرط پوری نہیں ہو رہی حرف ثین حلقی حروف میں سے ہے اور حرف قاف حروف لسانی میں سے ہے اور اصول مخرج کے اعتبار سے دونوں کی اصل اور جڑ علیحدہ ہے۔

اسی طرح دوسری صورت یعنی حروف حلقیہ کا آپس میں ادغام نہ ہونا بھی اہل عرب میں قلیل ہے۔ جیسا کہ آگے حضرت مصنف علیہ الرحمۃ بیان فرما رہے ہیں۔ یہاں ادغام نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ادغام ادائیگی میں آسانی کے لئے کیا جاتا ہے اور حروف حلقیہ میں ادغام سے بجائے تخفیف و آسانی کے ثقلت پیدا ہوتی ہے۔ لہذا ادغام نہ کیا گیا۔

فوائد مکبہ : اور اپنے مماثل میں مدغم ہوگا مثل **يُوجِّهَةٌ**۔ **مَالِيَهٌ هَلَكَ** ایسے ہی لام کا ادغام نون میں نہ ہوگا۔ مثل **قُلْنَا**

شرح : جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے حروف حلقی کا ادغام نہ اپنے متجانس میں ہوگا اور نہ اپنے متقارب میں ہوگا اب یہاں حضرت مصنف فرماتے ہیں کہ حروف حلقی کا ادغام صرف اپنے مماثل میں ہوگا جیسا کہ مثالیں بھی بیان فرمائی ہیں **يُوجِّهَةٌ**۔ **مَالِيَهٌ هَلَكَ** وغیرہ۔

نوٹ: **مَالِيَهٌ هَلَكَ** میں گو ادغام جائز ہے مگر پہلی ہاء کے ہائے سکتہ ہونے کی وجہ سے اس میں محققین نے اظہار اور اظہار کے ساتھ سکتہ لطیفہ کو بہتر کہا ہے علامہ جزریؒ۔ ابو شامہؒ اور علامہ دانیؒ سب کی یہی رائے ہے۔ (نبایہ قول المفید ص ۱۰۴ حاشیہ تیسیر التجدید)

اسی طرح لام کا ادغام نون میں نہ ہوگا جیسا **قُلْنَا**۔

علامہ جزوریؒ فعل کے لام کے اظہار کے متعلق فرماتے ہیں۔

وَأَظْهَرَ نَّ لَامٍ فِعْلٍ مُّطْلَقًا

فِي نَحْوِ قَوْلِ نَعَمْ وَقُلْنَا وَالتَّقَى

ترجمہ: ”اور فعل کے لام کو ہمیشہ ظاہر کر کے پڑھو **قُلْ نَعَمْ**۔ **قُلْنَا** اور **التَّقَى** جیسے لفظوں میں۔“

قُلْنَا میں ادغام نہ ہونے کی توجیہ:
قُلْنَا اصل میں قَوْلُنَا تھا۔

واؤ متحرک - کو الف سے بدل دیا - اجتماع ساکنین کی وجہ سے الف کو حذف کر دیا تو قُلْنَا ہو گیا - پھر قاف کے فتح کو ضم سے بدل دیا تاکہ واؤ کے محذوف ہونے پر دلالت کرے اب چونکہ قُلْنَا میں پہلے ہی ایک تعلیل ہوئی ہے لہذا ادغام کرنے سے توالی اعلا لات لازم آتا - دوسری وجہ یہ ہے کہ لام کا ادغام جائنہن سے نہیں بلکہ ایک جانب سے ہوتا ہے چونکہ نون کا ادغام لام میں ہوتا ہے اس لئے لام کا ادغام نون میں نہیں ہوگا - البتہ لام تعریف کا ادغام کثرت وقوع کی وجہ سے ہوتا ہے - ایسے ہی اَوْسَلْنَا اور اَنْزَلْنَا میں بھی ادغام نہیں ہوا اور اس بابت یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ یہ سماع پر موقوف ہے - ادغام مثلیں - ادغام تجانسین اور ادغام متقاربین سے جتنے کلمات مستثنیٰ ہیں علامہ جزری نے ان کو اس طرح بیان فرمایا

ہے -

----- وَابَيْنَ

فِي يَوْمٍ مَع قَالُوا وَهُمْ وَقِلْ نَعَمْ

سَبَّحَهُ لَا تُزِغْ قُلُوبَ فَالْتَقَمَ

ترجمہ: ”اور اظہار کر فی یوم میں ساتھ ہی قَالُوا وَهُمْ میں اور قُلْ نَعَمْ اور سَبَّحَهُ اور لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا اور فَالْتَقَمَهُ میں -

فَالْتَقَمَهُ میں لام تعریف نہیں ہے لام فعل ہے ادغام لام تعریف کا ہوتا ہے لام فعل کا نہیں ہوتا۔

لام تعریف کے اظہار کا قاعدہ:

فوائد مکیہ : (فائدہ) لام تعریف اگر ان چودہ حروف سے قبل آئے تو اظہار ہوگا اور چودہ حروف یہ ہیں

أَبْعَ حَجَّكَ وَخَفَ عَقِيمَهُ - اور ان حروف کو حروف قمریہ کہتے ہیں جیسے الْأَنَ - الْبُخْلِ - الْعُرُورِ -

الْحَسَنَةِ - بِالْجُنُودِ - الْكَوْثَرِ - الْوَاقِعَةِ - الْخَائِبِينَ - الْفَائِزُونَ - الْعُلَى - الْقَانِئِينَ -

الْيَوْمَ - الْمُحْسِنَاتِ -

شرح : یہاں لام تعریف کے اظہار کا قاعدہ اور امثلہ کا بیان ہو رہا ہے۔ یعنی اگر لام تعریف حروف قمریہ رابع حَجَّکَ وَخَفَّ عَقِیْمَہ پر داخل ہو تو لام تعریف اظہار سے پڑھا جائے گا۔

ان کو حروف قمریہ اس لئے کہتے ہیں کہ جس طرح چاند کی موجودگی میں ستارے غائب نہیں ہوتے بلکہ نظر آتے رہتے ہیں اسی طرح لام تعریف کے بعد اگر حروف قمریہ آجائیں تو لام تعریف مدغم ہو کر غائب نہیں ہوتا بلکہ اظہار سے پڑھا جاتا ہے۔

لام تعریف کے اظہار کا قاعدہ علامہ حمزوریؒ ایسے بیان فرما رہے ہیں ۔

لِلَّامِ اَلْ حَالَانِ قَبْلَ الْاَحْرَفِ

اَوْ لَا هُمَا اِظْهَارُهَا فَلْيَعْرِفْ

قَبْلَ اَرْبَعٍ مَّعَ عَشْرَةٍ خُذْ عِلْمَهُ

مَنْ اَبَغَ حَجَّكَ وَخَفَّ عَقِیْمَہ

ترجمہ: ”ال کے لام کی دو حالتیں ہیں جب وہ ہوتا ہے حروف سے پہلے ان میں پہلا حال اظہار ہے پس سمجھ لینا چاہیے۔

(پہلا حال) چودہ حروف سے پہلے کہ ان کا علم حاصل کرو اَبَغَ حَجَّكَ وَخَفَّ عَقِیْمَہ سے (ترجمہ: تلاش کر اپنا مقصد اور ڈرنا سمجھ سے)۔

لام اَل کے اسی اظہار کو لام قمریہ کہا جاتا ہے جیسا کہ علامہ حمزوریؒ فرماتے ہیں۔

وَاللَّامُ الْاُولٰی سَمَّيْنَاهَا قَمَرِيَّةً

ترجمہ: ”اور پہلے لام کا نام قمریہ رکھو۔“

لام تعریف کے اظہار کی مثالیں

شمار	حروف	مثال	شمار	حروف	مثال	شمار	حروف	مثال
۱	ع	الْاَرْضُ	۶	ک	الْكُوْنُ	۱۱	ق	الْقَمَرُ
۲	ب	الْبَرْقُ	۷	و	الْوَقْعَةُ	۱۲	ی	الْيَوْمُ
۳	غ	الْغَيْبُ	۸	خ	الْخَبِيرُ	۱۳	م	الْمَجِيدُ
۴	ح	الْحَمْدُ	۹	ف	الْفَجْرُ	۱۴	ھ	الْهَدٰی

۵	ج	الْجَارِ	۱۰	ع	الْعَصْرِ	-	---

حضرت مصنفؒ نے ہاء کی مثال بیان نہیں فرمائی ہم نے جدول میں اس کو بھی بیان کر دیا ہے۔

لام تعریف کے ادغام کا قاعدہ:

فوائد مکہ: باقی چودہ حروف میں ادغام کیا جائے گا جن کو حروف شمیہ کہتے ہیں۔ جیسے
وَالصَّفَّتْ - وَالذَّرِيَّتْ - الشَّاقِبْ - الدَّاعِي - التَّائِبُونَ - الزَّانِي - السَّالِكِينَ -
الرَّحْمَنُ - الشَّمْسُ - وَلَا الضَّالِّينَ - الطَّارِقُ - الظَّالِمِينَ - اللَّهُ - النَّجْمُ -

شرح: حضرت مصنف علیہ الرحمہ یہاں لام تعریف کے ادغام کا قاعدہ اور اشلہ بیان فرما رہے ہیں۔ اگر لام تعریف حروف شمیہ پر داخل ہو تو ادغام ہوگا حروف شمیہ چودہ ہیں جن کا مجموعہ یہ ہے۔ ”تث دز رزس - شص ضط ظلن“۔

ان کو حروف شمیہ اس لئے کہتے ہیں کہ جیسے سورج کی موجودگی میں ستاروں کی روشنی سورج کی روشنی میں جذب ہو جاتی ہے اور ستارے نظر نہیں آتے اسی طرح حروف شمیہ میں لام تعریف مدغم ہو کر غائب ہو جاتا ہے لام تعریف ستاروں کے مرتبہ پر ہے اور حروف بمنزلہ سورج ہیں۔

لام تعریف کے ادغام کو علامہ حمزوریؒ اس طرح بیان فرما رہے ہیں۔

ثَانِيَهُمَا ادْعَا مُهُمَا فِي اَرْبَعٍ
وَ عَشْرَةٍ اَيْضًا وَ رَمَزَهَا فِع
طَبَّ ثَمَّ صَلَّ رَحِمًا تَفْزُضُفَ ذَانِعَمَ
ط ث ص ر ت ض ذ ن

كَعْ سَوْءَ ظَنِّ زُرْ شَرِيفًا لِلْكَرَمِ
د س ظ ز ش ل

ترجمہ: ”دوسرا حال یہ کہ اَل کا ادغام ہوتا ہے چودہ حروف میں اسی طرح پس ان کی رمزی یاد کرلو۔“

عمدہ ہو تو پھر صلہ رحمی کر کامیاب ہوگا مہمانی کرا احسانات والے کی چھوڑ بدگمانی کو زیارت کر شریف آدمی کی خیر سگالی کیلئے۔

چونکہ اس لام کو لام شمسیہ کہتے ہیں لہذا علامہ حمزوریؒ نے اس کا نام اس طرح ذکر فرمایا ہے ۔

وَاللَّامُ الْآخِرَى سَمِيهَا شَمْسِيَّةٌ

ترجمہ: ”دوسرے لام کا نام شمسیہ رکھو۔“

لام تعریف کے چودہ حروف میں ادغام کی مثالیں

نمبر شمار	حروف	مثال	نمبر شمار	حروف	مثال
۱	ت	الْتَّابُونَ	۸	ش	الشَّجَرَةُ
۲	ث	الْتَّمَرَاتُ	۹	ص	الصَّابِرُونَ
۳	د	الْدَّارُ	۱۰	ض	الضَّالُّونَ
۴	ذ	الذِّكْرُ	۱۱	ط	الطَّيِّبُونَ
۵	ر	الرَّحْمَنُ	۱۲	ظ	الظَّالِمُونَ
۶	ز	الزَّيْتُونَ	۱۳	ل	اللَّعْنُونَ
۷	س	السَّاجِدُونَ	۱۴	ن	النَّارُ

نوٹ: چونکہ حضرت مصنفؒ نے مثالیں بیان کر دی ہیں ہم نے یہاں طلباء کے ذہن کو وسعت دینے کے لیے مزید امثلہ بیان کی ہیں۔

درج بالا امثلہ میں باعتبار مدغم و مدغم فیہ خلیلؒ اور سیبویہؒ کے نزدیک لام کا لام میں ادغام مثلیں جبکہ باقی حروف میں ادغام متقاربین ہے اور فراءؒ کے نزدیک لام کا لام میں ادغام مثلیں اور لام کا راء اور نون میں ادغام متجانسین اور باقی حروف میں ادغام متقاربین ہے۔

فوائد مکہ: (فائدہ) نون ساکن اور تنوین کا ادغام یاء اور واو میں اور طاء کا ادغام تاء میں ناقص ہوگا۔ اور

اَلَمْ نَخْلُقْكُمْ میں ادغام ناقص بھی جائز ہے۔ مگر تام اولیٰ ہے اور نَوَّالْقَلَمِ اور یَسَّ وَالْقُرْآنِ میں اظہار ہوگا

اور ادغام بھی ثابت ہے۔

شرح : حضرت مصنفؒ نے یہاں بہت سے مسائل ادغام کے متعلق بیان فرمائے ہیں۔

(۱) اول فرمایا ہے کہ اگر نون ساکن اور تنوین کے بعد واو اور یاء ہوں گے تو ادغام ناقص ہوگا وجہ اس کی یہ ہے کہ ادغام میں نون کی صفت غنہ باقی رہے گی جیسے مَنْ يَأْتِي - أَفَمَنْ وَعَدْنَاهُ۔

(۲) اس کے بعد حضرت مصنفؒ فرماتے ہیں کہ طاء کا ادغام تاء میں بھی ناقص ہوتا ہے اس لئے کہ جب طاء کا ادغام تاء میں کیا جاتا ہے تو طاء کی صفت اطباق باقی رہ جاتی ہے جیسے بَسَطْتُ - أَحَطْتُ - مَا فَرَطْتُمْ - مَا فَرَطْتُ وغیرہ۔ اس قسم کے ادغام ناقص کی پورے قرآن میں صرف یہی چار مثالیں ہیں۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ طاء اقویٰ ہے تاء سے اور اقویٰ کا ادغام اگر ضعیف میں کیا جائے تو ناقص ہی ہوتا ہے۔

(۳) اسی طرح اَلَمْ نَخْلُقْكُمْ میں ادغام تام اور ادغام ناقص دونوں جائز ہیں یعنی ادغام مختلف فیہ ہے مگر ادغام تام جو ہے وہ ناقص کے مقابلے میں زیادہ بہتر ہے۔

(۴) چوتھا مسئلہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ يَسَّ وَالْقُرْآنُ اور ن وَالْقَلَمُ میں ادغام اور اظہار دونوں جائز ہیں۔ دراصل ان دونوں مواقع پر علامہ شاطبیؒ کے نزدیک تو صرف اظہار ہے اور علامہ جزریؒ ان دونوں مواقع پر روایت حفصؒ میں ادغام و اظہار دونوں وجوہ بتاتے ہیں۔

• علامہ جزریؒ طیبۃ النشر میں فرماتے ہیں:

حُطَّ كَمْ ثَنَارِضَى وَيَسِينُ رَوَى
ظَعْنُ لَوَى وَالْخُلْفُ مِرْنَلْ اِذْهَوَى

کَنُونُ -----

ترجمہ: اور يَسَّ وَالْقُرْآنُ میں کسائی۔ خلف یعقوب اور ہشام نے بلا خلاف اور ابن ذکوان عاصم نافع بڑی نے بالخلف ادغام کیا ہے۔ اس کی روایت ریشی تک زمین کے مسافرنے کی ہے اور خلف کو تم جدا کر دو۔ تم اسے پا لو کیونکہ یہ بلند ہوا ہے اور یہ اختلاف مثل ن وَالْقَلَمُ کے ہے۔

مزید طلبا کی سہولت کے لیے ۲۹ حروف کی تفصیل ادغام کے سلسلے میں ہم بیان کر رہے ہیں:

روایت حفصؒ میں حروف کے مدغم و مدغم فیہ

ہمارے ملک میں چونکہ روایت حفصؒ ہی بکثرت پڑھائی جاتی ہے۔ قرآن میں وقوع کے اعتبار سے مناسب ہے کہ

۲۹ حروف کا ادغام بیان کر دیا جائے۔ قطع نظر اس سے کہ دوسری روایات اس سے مختلف ہوں یا متفق۔

(۱) (الف) نہ مدغم نہ مدغم فیہ

(۲) (ب) (۱) مماثل میں مدغم و مدغم فیہ ہے جیسے اِذْهَبْ بِكِتَابِيْ وَلَا يَغْتَبِ بَعْضُكُمْ (۲) مِمّ میں ایک جگہ مدغم ہے یعنی اِذْ كَبَّ مَعَنَا۔ بطریق شاطبی ادغام واجب ہے اور بطریق جزری ادغام اکثر ہے لیکن ادغام و اظہار دونوں صحیح ہیں۔

(۳) (ت) (۱) اپنے مماثل میں مدغم و مدغم فیہ ہے جیسے رَبِحْتَ تِجَارَتَهُمْ، فَمَا زَالَتْ تِلْكَ (۲) اپنے مجانس دال و طاء میں مدغم ہے جیسے اُجِيتْ دَعْوَتُكُمْ، اَثَقَلَتْ دَعْوُ اللّٰهِ۔ اَمَنْتَ طَائِفَةً، وَ كَفَرَتْ طَائِفَةٌ (۳) دال اور طاء کا مدغم فیہ ہے جیسے قَدْ تَبَيَّنَ، اُرْدْتُمْ، بَسَطْتُ، فَرَطْتُمْ وغیرہ۔ (۴) اپنے مقارب لام تعریف کا مدغم فیہ ہے جیسے وَ التَّيْنِ

(۴) (ث) (۱) اپنے مجانس زال میں مدغم ہے اور یہ ایک جگہ ہے يَلْهَثُ ذَلِكْ۔ بطریق شاطبی صرف ادغام ہے۔ اور بطریق جزری خلف ہے (۲) اپنے مقارب لام تعریف کے لیے مدغم فیہ ہے جیسے اَلثَّمَرَاتِ، اَلثَّوَابِ

(۵) (ج) نہ مدغم نہ مدغم فیہ

(۶) (ح) نہ مدغم نہ مدغم فیہ

(۷) (خ) نہ مدغم نہ مدغم فیہ

(۸) (د) (۱) مماثل میں مدغم و مدغم فیہ ہے جیسے قَدْ دَخَلُوا (۲) اپنے مجانس تاء کا مدغم بھی ہے جیسے لَقَدْ تَقَطَّعَ وَ جَدَّتُمْ اور مدغم فیہ بھی جیسے اُجِيتْ دَعْوَتُكُمْ (۳) اپنے مقارب لام تعریف کا مدغم فیہ ہے جیسے اَلدَّوْآبِ (۹) (ذ) (۱) مماثل میں مدغم و مدغم فیہ ہے جیسے اِذْ هَبْ (۲) اپنے مجانس ظاء میں مدغم ہے جیسے اِذْ ظَلَمُوا اور تاء کا مدغم فیہ ہے یعنی يَلْهَثُ ذَلِكْ (دیکھو حرف تاء) (۳) اپنے مقارب لام تعریف کا مدغم فیہ ہے جیسے اَلذَّرِيَّتِ اَلذُّبَابِ وغیرہ۔

(۱۰) (ر) (۱) مماثل میں مدغم و مدغم فیہ ہے جیسے وَ اِذْ كُرِّرْتُكَ (۲) اپنے مقارب لام تعریف وغیرہ کا مدغم فیہ ہے جیسے قُلْ رَبِّ - بَلْ رَّانَ - اَلرَّحْمٰنُ - نِزْوَن سَاكِن وَ تَوْنِیْن کا مدغم فیہ ہے جیسے اَنْ رَّاهُ اسْتَغْنٰی -

نوٹ: راء کا اپنے مقارب لام دونوں میں ادغام نہیں جیسے فَاصْبِرْ لِحُكْمِ اور وَقُرْ -

(۱۱) (ز) صرف اپنے مقارب لام تعریف کا مدغم فیہ ہے جیسے الزَّبُورُ، الزَّرْعُ

(۱۲) (س) صرف اپنے مقارب لام تعریف کا مدغم فیہ ہے جیسے السَّيَّاتُ، السَّاعَةُ

(۱۳) (ش) اپنے مقارب لام تعریف کا مدغم فیہ ہے الشُّعْرَاءُ، الشَّيْطَانُ

نوٹ: ش کا اپنے مجانس یا میں جیسے أَشْيَاءُ باتفاق ادغام نہیں اور شین کے بعد جیم کا جیسے أَشْجَارُ قرآن میں وقوع نہیں۔

(۱۴) (ص) صرف اپنے مقارب لام تعریف کا مدغم فیہ ہے جیسے الصَّيَامُ، الصَّيْدُ

(۱۵) (ض) صرف اپنے مقارب لام تعریف کا مدغم فیہ ہے جیسے الصَّرَّاءُ، الصَّالِينَ

(۱۶) (ب) (ا) اپنے مجانس تاء کا مدغم فیہ ہے جیسے وَقَالَتْ طَائِفَةٌ اور تاء میں مدغم ہے جیسے أَحَطْتُ، فَرَطْتُ

(۲) اپنے مقارب لام تعریف کا مدغم فیہ ہے جیسے الطَّيِّبَاتُ وَ الطَّيِّبُونَ

(۱۷) (ط) (ا) اپنے مجانس ذال کا مدغم فیہ ہے جیسے إِذْ ظَلَمْتُمْ (۲) اپنے مقارب لام تعریف کا مدغم فیہ ہے جیسے

الظَّالِمِينَ، الظُّلَّةُ -

(۱۸) (ع) صرف مماثل میں مدغم و مدغم فیہ ہے جیسے لَمْ تَسْطِعْ عَلَيْهِ -

(۱۹) (غ) نہ مدغم نہ مدغم فیہ

(۲۰) (ف) صرف مماثل میں مدغم و مدغم فیہ ہے جیسے فَلَا يُسْرِفُ فِي الْقَتْلِ

(۲۱) (ق) صرف ایک جگہ اپنے مقارب کاف میں مدغم ہے اَلَمْ نَخْلُقْكُمْ

(۲۲) (ک) (ا) مماثل میں مدغم و مدغم فیہ ہے جیسے يُدْرِكُكُمْ الْمَوْتُ (۲) قاف کا مدغم فیہ ہے جیسے اَلَمْ

نَخْلُقْكُمْ

(۲۳) (ل) (ا) مماثل میں مدغم و مدغم فیہ ہے جیسے بَلْ لَا تُكْرِمُونَ، اَللَّهُ (۲) اپنے مقارب راء میں مدغم ہے

جیسے قُلْ رَبِّ (۳) اپنے مقارب نون کا مدغم فیہ ہے جیسے اَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ -

فوائد

(۱) غیر لام تعریف کا نون میں کہیں بھی ادغام نہیں ہے ایک کلمہ ہو جیسے قُلْنَا، جَعَلْنَا یا دو ہوں جیسے قُلْ نَعَمْ، بَلْ نَقْذِفْ، هَلْ نُنَبِّئُكُمْ۔

کیونکہ نون کا جن حرفوں (بِسْرَمَلُونِ) میں ادغام ہوا ہے سوائے نون کے اور کوئی حرف بھی نون میں مدغم نہیں۔ میں (یعنی حضرت استاذ قاری اظہار احمد اتھانوی) کہتا ہوں کہ صفت غنہ اگر ضعیف ہے جیسا کہ تمہید میں ہے تو اظہار کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ لام انحراف کی وجہ سے قوی اور نون غنہ کی وجہ سے ضعیف ہے لہذا قوی کا ضعیف میں ادغام نہیں ہوا۔ اور لام کا راء میں انحراف کی وجہ سے ادغام ہے مگر راء کا لام میں ادغام نہیں جیسے وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهِ کیونکہ صفت تکریر کی وجہ سے راء لام سے قوی ہے۔ اسی طرح وَقُرْآنِ میں راء کا نون میں ادغام نہیں کیونکہ صفت انحراف و تکریر کی وجہ سے راء قوی ہے۔

(۲) لام تعریف کا چودہ حروف اَبَغْ حَجَّكَ وَخَفْ عَقِيمَهُ میں اظہار ہے اور باقی چودہ میں تماثل کی وجہ سے جیسے الَّذِي یا تقارب کی وجہ سے کثرت دور کی وجہ سے ادغام ہوا ہے گویا جس قدر مدغم فیہ حروف لام کے ہیں اور کسی حرف کے نہیں اور اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ لام کا مخرج بڑا وسیع ہے اس وجہ سے بہت سے حرفوں کے ساتھ اس کو تقارب حاصل ہوا دوسرے لام تعریف کا کثرت وقوع ہے۔ ہر حرف کے ساتھ مثالیں دے دی گئی ہیں مستظاہر بیان کی ضرورت نہیں۔

(۳) جن چودہ حرفوں میں اظہار ہوا ہے ان کو قمریہ اور جن چودہ میں ادغام ہوا ہے ان کو شمسیہ کہا جاتا ہے گویا یہ لام تعریف بمنزلہ ستاروں کے ہے جو چاند کی روشنی میں غائب نہیں ہوتی اسی طرح یہ لام ان چودہ حرفوں کے ساتھ ظاہر رہتا ہے اور حروف شمسیہ میں مدغم ہوتا ہے جس طرح ستارے سورج کی روشنی میں مدغم و مستور ہو جاتے ہیں اور بعض کی رائے میں شمسی یا قمری خود لام تعریف کا نام ہے قرآن میں وَالشَّمْسُ میں ادغام کی تشبیہ دیتے ہوئے شمسی اور وَالْقَمَرِ میں اظہار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قمری کہہ دیتے ہیں گویا شمسی قمری میں یا نسبتی ہے۔

(۴) قُلْنَا اور قُلْ نَعَمْ میں باتفاق قراء اظہار ہے کسائی نے لام کا نون میں ادغام کیا ہے مثلاً بَلْ نَقْذِفْ، هَلْ نَحْنُ۔

تمہید میں علامہ جزریؒ نے فرمایا کہ النَّاسُ اور النَّارُ میں لام کا نون میں ادغام ہے مگر قُلْ نَعَمْ میں نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ قُلْ میں عین کلمہ کے حذف کے ساتھ تعلیل ہو چکی ہے لہذا دوبارہ ادغام کے ساتھ کلمہ میں تصرف نہیں کیا گیا اسی لیے قُلْ تَعَالَوْا میں بھی لام کا تاء میں ادغام نہیں ہوا حالانکہ هَلْ تَعْلَمُ میں کسائی کے لیے ادغام ہے۔

(۵) فَالْتَقَمَهُ اور فَالْتَقَطَهُ میں لام کا تاء میں باتفاق ادغام نہیں۔ کیونکہ لام اور تاء کے مخرج بعید ہیں اور صرف لام

تعریف کا تاء میں کثرت دور کی وجہ سے ادغام ہے۔ نیز جبر اور انحراف کی وجہ سے لام تاء سے زیادہ قوی ہے۔ نیز ادغام کی وجہ سے لفظ کی بنا مشتبہ ہوتی ہے یعنی یہ واضح نہیں رہتا ہے کہ مادہ لَقَمٌ اور لَقَطٌ ہے یا تَقَمٌ اور تَقَطٌ ہے۔

(۲) روایت حفصؓ میں چار جگہ سکتہ مروی ہے عَوَجًا (الکلب) پر مِنْ مَّرْقَدِنَا (لیس) پر۔ مَنْ رَاقِ (القیامہ) میں مَنْ پر۔ بَلَّ رَانَ (المطففين) میں بَلَّ پر۔

بطریق شاطبیہ ان چاروں جگہ صرف سکتہ ہے اور بطریق جزری غلط ہے۔ لہذا آخرین میں اگر سکتہ نہ کیا جائے گا تو لام و نون کا راء میں ادغام ہوگا۔

(۷) هَلَّ کے لام کے بعد راء کی مثال میں ابوشامہ علامہ جزری اور شیخ ضباعؒ تینوں نے هَلَّ رَأَيْتُمْ مثال بیان کی ہے لیکن یہ ان بزرگوں کا سہو ہے قرآن میں لام هل کے بعد راء نہیں ہے۔

(۲۴) (م) (۱) مماثل میں مدغم و مدغم فیہ ہے جیسے اَلَيْكُم مَّرْسَلُونَ (۲) بحاسن باء کا مدغم ہے جیسے اِرْكَبْ مَعَنَا (۳) اپنے مقارب نون کا مدغم فیہ ہے جیسے مَنْ مَالٍ كَصَيِّبٍ مِنَ السَّمَاءِ۔

(۲۵) (ن) (۱) اپنے مماثل میں مدغم و مدغم فیہ ہے جیسے مَنْ نَشَاءُ (۲) اپنے مقارب یاء راء لام میم واو میں مدغم ہے۔ (۳) اپنے مقارب صرف لام تعریف کے لیے مدغم فیہ ہے جیسے النَّارُ۔

(۲۶) (و) اگر لین ہو تو اپنے مماثل میں مدغم و مدغم فیہ ہے جیسے عَصَوَا وَ كَانُوا (۲) مقارب نون کا مدغم فیہ ہے جیسے مَنْ وَ رَأَىٰ بشرطیکہ ایک کلمہ میں نہ ہوں جیسے فَنَوَانُ

(۲۷) (ہ) اپنے مماثل میں مدغم و مدغم فیہ ہے جیسے يُوجِّهَةٌ۔ يُكْرِهُهُنَّ۔ مَالِيَهُ هَلْكَ۔

نوٹ: مَالِيَهُ چونکہ ہاء سکتہ ہے اس لیے بہتر یہ ہے کہ اس پر وقف کیا جائے کیونکہ یہ ہاء بنیت وقف داخل کی گئی ہے بہر حال اگر وصل کیا جائے تو بہتر اظہار ہی ہے اور اظہار کی صورت یہ ہے سکتہ لطیفہ کر کے پڑھا جائے اور ظاہری حکم کے مطابق ادغام بھی جائز ہے۔

(۲۸) (ع) نہ مدغم نہ مدغم فیہ۔

(۲۹) (ی) (۱) مماثل میں مدغم و مدغم فیہ ہے مدغم و مدغم فیہ ایک کلمہ میں ہوں تو یاء مدہ اور لین دونوں کا ادغام ہے جیسے وَقَالَ يَابَنِیْ اور لَدَیْ اور کلمتین میں ادغام ہو تو صرف یاء لین کا ادغام متصور ہے مگر قرآن میں اس کا وقوع نہیں۔

(۲) اپنے مقارب نون کا مدغم فیہ ہے جیسے مَنْ يَشَاءُ بشرطیکہ ایک کلمہ میں نہ ہوں جیسے دُنْيَا

(الجواہر النقیۃ شرح المقدمة الجزریہ)

سکتہ کا بیان:

فوائد مکیہ: (فائدہ) عَوَجَا قِيَمًا سورة کہف میں اور مَنْ رَاقٍ سورة قیامہ میں اور بَلْ رَانَ سورة مطففین میں اظہار ہوگا سکتہ کی وجہ سے اور ایک جگہ حفصؒ کی روایت میں اور بھی سکتہ ہے یعنی مَنْ مَرَّقِدْنَا سورة یسین میں۔

شرح: سکتہ کے لغوی معنی امتناع اور روکنے کے ہیں۔

سکتہ کی تعریف

تلاوت کرتے ہوئے کسی کلمہ پر بغیر سانس لئے تھوڑی دیر کے لئے آواز کو روک کر فوراً اسی سانس سے آگے پڑھنا سکتہ کہلاتا ہے اور اس سکتہ کو سکتہ معنوی کہتے ہیں اور یہ حکم میں وقف کے ہوتا ہے۔

سکتہ کی اقسام

(۱) سکتہ معنوی (۲) سکتہ لفظی

(۱) سکتہ معنوی: وہ مواقع جس میں از روئے انفصال معنوی بین الکلمین سکتہ کیا جائے اس کو سکتہ معنوی کہتے ہیں۔

(۲) سکتہ لفظی: اگر کسی جگہ تقویۃ للہمز یعنی ہمزہ کو صاف اور تحقیق سے ادا کرنے کے لئے جو سکتہ کیا جاتا ہے وہ

سکتہ لفظی کہلاتا ہے جیسے قَدْ اَفْلَحَ - فِی الْاَرْضِ وغیرہ۔ یہ سکتہ لفظی ہے اور امام حمزہ کوئیؒ کی قرأت میں بکثرت وارد ہے مگر حفصؒ کی روایت میں بطریق جزری تو جائز ہے اور بطریق شاطبی جائز نہیں ہے۔

حضرت مصنفؒ نے روایت حفصؒ میں سکات کے مواقع بیان فرمائے ہیں جو کہ کل چار ہیں۔

(۱) عَوَجَا ۝ قِيَمًا (سورة الکہف)

(۲) مَنْ سکتہ رَاقٍ (سورة القیامہ)

(۳) بَلْ سکتہ رَانَ (سورة المطففین)

(۴) مِنْ مَّرَّقِدْنَا سکتہ هَذَا (سورة یس)

اس کے علاوہ ایک مقام پر سکتہ اور ہوتا ہے کہ اگر سورة الانفال کو ختم کر کے سورة البراءۃ کو شروع کیا جائے تو تین طریقے

ہیں۔ (۱) فصل (۲) وصل (۳) سکتہ

اس طرح کل پانچ مواقع پر سکتے ہو گئے۔ روایت حفصؓ میں جو مذکورہ سکتات کئے جاتے ہیں ان کو سکتہ معنوی کہتے ہیں اور امام حمزہ کی قرأت میں ہونے والے سکتات کو سکتہ لفظی کہا جاتا ہے۔ اور یہ حکم میں وصل کے ہوتا ہے۔

فوائد مکہ : اور چونکہ سکتہ ایک لحاظ سے حکم وقف کا رکھتا ہے اس وجہ سے عَوَجَا کی تنوین کو الف سے بدل دیا جائے گا اور حفصؓ کی روایت میں ترک سکتہ بھی ان مواضع میں ثابت ہے تو اس وقت موضع اول میں اخفاء ہوگا اور ثانیین میں ادغام ہوگا۔

شرح : حضرت مصنفؒ نے فرمایا کہ سکتہ حکم میں وقف کے ہوتا ہے۔ سکتہ میں بغیر سانس لئے آواز کا تھوڑی دیر کے لئے بند کرنا سکتہ کہلاتا ہے جبکہ وقف میں آواز اور سانس دونوں کو بند کیا جاتا ہے۔

اب اگر سکتہ والے کلمات میں سکتہ کیا جائے تو عَوَجَا کی تنوین کو الف سے بدل جائے گا جیسے کہ وقف میں ہوتا ہے یعنی عَوَجَا ۛ فَيِّمًا اور مِّنْ سَكْتَةٍ رَّاقٍ اور بَلْ سَكْتَةٍ رَّانٍ میں اسی طرح سکتہ کیا جائے گا۔ ان کلمات میں سکتہ کے علاوہ عدم سکتہ بھی جائز ہے عدم سکتہ کی صورت میں عَوَجَا ۛ فَيِّمًا میں اخفاء ہوگا۔ اور مِّنْ رَّاقٍ اور بَلْ رَّانٍ میں ادغام ہوگا کیونکہ اگر سکتہ نہ ہوگا تو چونکہ نون ولام ساکن کے بعد راء ہے لہذا ادغام کیا جائے گا اس ادغام کی وجہ سے اس سکتہ والے مواقع کو ادغام کے باب میں بیان کیا گیا ہے۔ بہتر یہ تھا کہ ان سکتات والے مواقع کو باب الوقف میں بیان فرماتے۔ ان چاروں کلمات میں علامہ جزئیؒ کے نزدیک سکتہ اور عدم سکتہ دونوں وجوہ ہیں اور علامہ شاطبیؒ کے نزدیک صرف سکتہ واجب ہے۔

علامہ جزئیؒ طیبۃ النشر میں فرماتے ہیں:

وَالْفَيِّ مَرْقَدِنَا وَعَوَجَا

بَلْ رَّانٍ مِّنْ رَّاقٍ لِّحَفْصِ الْخُلْفِ جَا

ترجمہ: اور مِّنْ مَّرْقَدِنَا اور عَوَجَا کے دونوں الف پر اور بَلْ رَّانٍ و مِّنْ رَّاقٍ پر حفصؓ کے لیے دونوں طرق سے سکتہ بالخلف آیا ہے۔

علامہ شاطبیؒ فرماتے ہیں:

وَسَكْتَةُ حَفْصٍ دُونَ قَطْعٍ لَّطِيفَةٍ

عَلَى الْفِ التَّنْوِينِ فِي عَوْجًا بَلَا
وَفِي نُونٍ مَنْ رَاقٍ وَ مَرَقْدٍ نَاوَلَا
م بَلْ رَانَ وَ الْبَاقُونَ لَا سَكَتَ مُوَصَّلَا

ترجمہ: حفص کے لیے بغیر سانس لیے عَوْجًا کی تنوین کے الف پر سکتہ لطیفہ ہے کیونکہ حفص نے معنی کو پرکھا ہے اور مَنْ رَاقٍ (القیامہ) کے نون پر اور مِنْ مَرَقْدِنَا (یس) پر اور بَلْ رَانَ (المطففین) کے لام پر بھی سکتہ ہے اور باقی سے ان حواص میں کوئی سکتہ نہیں پہنچایا گیا ہے۔

ہمارے پاک وہند میں مطبوعہ قرآنی نسخوں میں مزید چار سکتے لکھے ہوئے ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا سَكَتَ وَ إِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا (الاعراف ۲۳)

(۲) أَوْ لَمْ يَتَفَكَّرُوا سَكَتَ مَا بِصَاحِبِهِمْ (الاعراف ۱۸۳)

(۳) يُوسُفُ أَعْرَضَ عَنْ هَذَا سَكَتَ وَ اسْتَغْفِرِي (یوسف ۲۹)

(۴) حَتَّى يُصْدِرَ الرِّعَاءُ سَكَتَ وَ أَبُونَا (القصص ۲۳)

یہ چار سکتات بمعنی وقف جوازی ہیں۔ جو حفص کے بعد والوں نے کہے ہیں ان چار جگہوں پر یا تو بالکل وقف کیا جائے اور یا بالکل وصل کیا جائے۔ حاصل یہ کہ ان چار مقامات پر سکتہ بالکل نہ ہوگا۔

فوائد مکبہ : (فائدہ) مشدد حروف میں دیر دو حروف کی ہوتی ہے۔

شرح : جیسا کہ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں کہ مشدد حرف کو مخفف کرنا لجن جلی ہے۔ اگر تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَ تَبَّ ۝ کو أَبِي لَهَبٍ وَ تَبَّ پڑھیں یا اَبَاكَ کو اَيَاكَ پڑھیں گے تو یہ لجن جلی ہوگی جو کہ حرام ہے لہذا اس سے بچنا بہت ضروری ہے۔

یہاں حضرت مصنفؒ یہ فرماتے ہیں کہ مشدد حرف دو دفعہ پڑھا جاتا ہے پہلے ساکن پھر متحرک۔ تشدید کی تعریف حضرت مصنفؒ نے ہی یہ بیان فرمائی ہے ”هُوَ شِدَّةُ اتِّصَالِ الْحَرْفَيْنِ مَعَ امْتِزَاجِهَا فِي السَّمْعِ بِحَيْثُ يَرْتَفِعُ اللِّسَانُ ارْتِفَاعًا وَاحِدًا“ یعنی دو حروف کے متصل ہونے میں ایسی مضبوطی کہ سننے میں ان دونوں کا امتزاج

محسوس ہوا اور دونوں میں زبان ایک ہی دفعہ مرتفع ہو۔

نیز یہ بھی یاد رکھو کہ تشدید چاہے ادغام کی وجہ سے ہو یا وضع کلمہ میں ہو ادائیگی میں دو حروف کی دیری ہوتی ہے جیسا کہ حضرت مصنفؒ نے فرمایا اور اگر غنہ بھی ہو تو اس کی دیر زیادہ ہوتی ہے۔

فوائد مکبہ : (فائدہ) دو مثیلین غیر مدغم ہوں تو ہر ایک کو خوب ظاہر کر کے پڑھنا چاہیے مثل اَعْيُنَا -
شَرِّكُمْ - يُحْي - دَاوُد -

شرح : اجتماع مثیلین - متجانسین اور متقاربین کے مسائل ہم ادغام کے بیان کے شروع میں بیان کر چکے اس فائدہ میں حضرت مصنف علیہ الرحمہ اجتماع مثیلین متجانسین اور متقاربین کو ہی بیان فرما رہے ہیں۔
حضرت مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اگر دو مثیلین حرف جمع ہوں تو انہیں خوب واضح کر کے مخارج اور صفات کا لحاظ کر کے پڑھنا چاہیے کہ کہیں ادغام نہ ہو جائے مثل اَعْيُنَا - شَرِّكُمْ - يُحْي - دَاوُد -

فوائد مکبہ : ایسے ہی متقاربین متصل ہوں یا قریب قریب ہوں ادغام نہ کیا جائے تو بھی خوب ہر ایک کو صاف پڑھنا چاہیے مثل قَدْ جَاءَ - قَدْ صَلُّوا - اِذْ تَقُولُ - اِذْ زَيْنَ -

شرح : اسی طرح متقاربین اگر دونوں قریب قریب ہوں تو ان کو خوب واضح اور احتیاط سے پڑھنا چاہیے تاکہ ادغام نہ ہو بلکہ اظہار ہی رہے جیسے قَدْ جَاءَ - قَدْ صَلُّوا - اِذْ تَقُولُ - اِذْ زَيْنَ -
خلاصہ یہ ہے کہ مثیلین - متجانسین اور متقاربین متصل ہوں تو واضح کر کے پڑھنا چاہیے احتیاط نہ کرنے کی وجہ سے کہیں ادغام نہ ہو جائے مظہر کا ادغام جہاں روایت حفص میں ثابت نہ ہو وہاں ادغام کرنا حرجی ہے جو کہ حرام ہے اس سے بچنا ضروری ہے۔

www.KitaboSunnat.com

فوائد مکبہ : ایسا ہی جب دو حرف ضعیف جمع ہوں مثل جَبَاهُمُ یا قوی حرف کے قریب ضعیف حرف ہو مثل اِهْدِنَا یا دو حرف مٹم متصل یا قریب ہوں مثل مُضْطَرَّ - صَلَّالِ ایسے ہی دو حرف مشد قریب یا متصل ہوں مثل دُرِيَّةٌ - مُطَهَّرِينَ - مِنْ مِّنِي يُمْنِي - لِحَيِّ يَغْشَهُ - وَعَلَى أُمِّ مِمَّنْ مَعَكَ -

شرح : حضرت مصنفؒ نے یہاں بھی بہت سے مسائل بیان فرمائے ہیں دراصل دو مشد حروف کی ادائیگی کے بیان سے لے کر اب تک ان دونوں فوائد میں احتیاط والی باتوں کا بیان فرما رہے ہیں اب یہاں بیان فرماتے ہیں کہ اگر دو حرف ضعیف جمع ہوں یا قوی حرف کے نزدیک ضعیف حرف آئے یا دو حرف مخم طے ہوں یا قریب قریب آئے ہوں یا دو حرف مشد طے ہوں یا قریب قریب آئیں تو ان تمام حالتوں میں حروف کو اپنے مخارج سے مع جمع صفات کے ادا کرنا چاہیے۔

ان احتیاط والی باتوں کو علامہ جزریؒ نے **بَابُ التَّحْذِيرَاتِ** کے نام سے ایک الگ باب میں بیان فرمایا ہے

وَإِنْ تَلَقَّيَا الْيَاْنَ لَا زِمَ

أَنْقَضَ ظَهَرَكَ يَعْضُ الظَّالِمُ

وَاضْطَرَّ مَعَ وَعْظَتْ مَعَ أَفْضُتُمْ

وَصَفَّ هَاجَبَاهُمُ عَلَيْهِمُ

ترجمہ: ”اگر وہ ضاد-طاء پاس پاس آئیں تو دونوں کو جدا جدا کرنا ضروری ہے جیسے **أَنْقَضَ ظَهَرَكَ** - **يَعْضُ الظَّالِمُ**۔

اور جدا جدا کرنا ضروری ہے **أَضْطَرَّ** میں ضاد طاء کو مع **وَعْظَتْ** کی طاء وطاء کے اور مع **أَفْضُتُمْ** کے ضاد-طاء کے اور صاف صاف پڑھ **جَبَاهُمُ** اور **عَلَيْهِمُ** کی ہاء کو۔

فوائد مکبہ : ایسا ہی دو حروف تشابہ الصوت جمع ہوں مثل (صاد-سین) (طاء-طاء) (ضاد-طاء-ذال)

(قاف-کاف) تو ہر ایک کو ممتاز کر کے پڑھنا چاہیے اور جو صفت جس کی ہے اس کو پورے طور سے ادا کرنا چاہیے۔

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ چند ایسے حروف کہ جنکی آواز باہم ملتی جلتی ہے ان کی نشاندہی فرما رہے ہیں کہ اگر یہ حروف باہم متصل یا قریب قریب آئیں تو ان کی صفات کے ساتھ انہیں واضح طور پر ادا کیا جائے اس لئے کہ تشابہ الصوت حروف دراصل صفات ہی کی وجہ سے ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں۔

فوائد مکبہ : ساتویں فصل ہمزہ کے بیان میں

شرح : اس فصل میں ہمزہ کے قواعد بیان کئے جا رہے ہیں۔

ہمزہ کی دو اقسام ہیں:

(۱) ہمزہ قطعی (۲) ہمزہ وصلی

(۱) ہمزہ قطعی

ایسا ہمزہ جو وسط کلام میں حذف نہ ہو ہمزہ قطعی کہلاتا ہے جیسے لَا أَقْسِمُ میں أَقْسِمُ کا ہمزہ قطعی ہے اس لئے کہ وسط کلام میں حذف نہیں ہوا۔

(۲) ہمزہ وصلی

ایسا ہمزہ جو وسط کلام میں حذف ہو جائے جیسے عَلٰی الْمُرْسَلِينَ۔ یہ دراصل عَلٰی الْمُرْسَلِينَ ہے لام تعریف کا ہمزہ وصلی وسط کلام میں ہونے کی وجہ سے حذف ہو گیا۔

قواعد ہمزہ

ہمزہ کے چار قواعد ہیں:

(۱) تحقیق (۲) تسہیل (۳) ابدال (۴) حذف

تحقیق:

فوائد مکبہ : جب دو ہمزہ متحرک جمع ہوں اور دونوں قطعی ہوں تو تحقیق یعنی خوب صاف طور سے پڑھنا

چاہیے۔

شرح : حضرت مصنف ہمزہ کے قواعد میں سے پہلے قاعدے تحقیق کا بیان فرما رہے ہیں تحقیق باب تفعیل کا مصدر

ہے حَقَّقَ يَحَقِّقُ تحقیق جس کا معنی ہے۔ واضح۔ درست۔ قرأ کی اصطلاح میں جب دو ہمزہ قطعی ایک کلمہ میں جمع ہوں تو

ان کو ان کے مخرج اصلی سے مع جمع صفات کے ساتھ ادا کرنا تحقیق کہلاتا ہے۔ جیسے اَنْتُمْ۔ اَنْتَ۔ اَلْفِی

وغیرہ۔

علامہ شاطبی علیہ الرحمۃ نے دو ہمزہ ایک کلمہ میں ہونے کی ان تین اقسام کو ایسے بیان فرمایا ہے ۔

وَأَصْرُبُ جَمْعَ الْهَمْزَتَيْنِ ثَلَاثَةً

ءَ أَنْذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ أَنْبَأْ أَنْزِلًا

ترجمہ: ”اور جمع ہمزتین فی کلمہ واحدہ کی تین اقسام ہیں جیسے ءَ أَنْذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ - اِنَّا - ءَ أَنْزَلْ -“

أَصْرُبُ صَرْبُ کی جمع ہے بمعنی قسم یعنی اجتماع ہمزتین فی کلمہ کی اقسام قرآن مجید میں تین ہیں۔

(۱) یہ کہ دونوں ہمزہ مفتوح ہوں۔ جیسے ءَ أَنْذَرْتَهُمْ - ءَ أَسْلَمْتُمْ - ءَ أَنْتُمْ وغیرہ۔

(۲) یہ کہ پہلا ہمزہ مفتوح دوسرا مکسور ہو جیسے ءَ أَنْكُمْ - ائِمَّةٌ - ءَ اِنَّكَ - اِنَّا وغیرہ۔

(۳) یہ کہ پہلا ہمزہ مفتوح دوسرا مضموم ہو جیسے اَوْ تَبْنِيَكُمْ - ءَ أَنْزَلْ - ءَ الْقَلْبِ وغیرہ۔

تینوں اقسام میں اول ہمزہ مفتوح ہی ہے مگر دوسرے ہمزہ کی حالت تبدیل ہوتی رہتی ہے یعنی کبھی مفتوح۔ کبھی مکسور اور کبھی مضموم ہوتا ہے۔

تسہیل:

فوائد مکہ: مگر ءَ اَعْجَمِيَّ جو سورہ حم السجدہ میں ہے اس کے دوسرے ہمزہ میں تسہیل ہوگی۔

شرح: قواعد ہمزہ میں اب دوسرے قاعدہ تسہیل کا بیان فرما رہے ہیں۔

تسہیل باب تفعیل کا مصدر ہے سَهَّلَ يَسْهِّلُ تسہیل جس کا معنی ہے آسان کرنا۔ نرم کرنا۔

تسہیل کی تعریف

تسہیل کہتے ہیں ہمزہ کو حروف مدہ اور ہمزہ کے درمیان پڑھنا، تسہیل صرف اسی وقت ہوتی ہے جب دو ہمزہ باہم متصل

جمع ہوں۔

نحویوں کے نزدیک تسہیل کی دو قسمیں ہیں:

(۱) تسہیل قریب (۲) تسہیل بعید

(۱) تسہیل قریب: یہ کہ ہمزہ کو ہمزہ اور اس حرف مد کے درمیان پڑھنا جو اس ہمزہ کی حرکت کے موافق ہو۔

(۲) تسہیل بعید: یہ کہ ہمزہ کو ہمزہ اور اس حرف مد کے درمیان پڑھنا جو اس کے حرف ماقبل کی حرکت کے موافق ہو۔
قرآءت کے اندر تسہیل قریب ہے بعید نہیں۔

قراء کے نزدیک تسہیل کی اقسام
تسہیل کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) تسہیل وجوبی (۲) تسہیل جوازی
(۱) تسہیل وجوبی

جب دو ہمزہ ایک کلمہ میں اس طرح جمع ہوں کہ دونوں قطعی ہوں تو انہیں خوب تحقیق سے پڑھو جیسے پیچھے گزر چکا ہے مگر اس سے ایک کلمہ ءَ اَعْجَمٰی مستثنیٰ ہے جو کہ سورہ حم السجدہ میں ہے اس میں روایت حفصؒ میں صرف تسہیل ہی تسہیل ہے۔ اس کو تسہیل وجوبی کہتے ہیں۔

تسہیل کی توجیہ

اس تسہیل کی توجیہ یہ ہے کہ اس کلمہ میں تین حروف حلقی یعنی دو ہمزہ اور عین جمع ہیں اور ان تینوں حروف کی ادائیگی یکے بعد دیگرے مشکل ہے جس کی وجہ سے اس کلمہ میں روایت حفصؒ میں صرف اور صرف تسہیل کو اختیار کیا گیا۔
نیز اس میں تسہیل کرنا جَمْعًا بَيْنَ اللَّغَتَيْنِ ہے۔

جَمْعًا بَيْنَ اللَّغَتَيْنِ کی وضاحت:

جَمْعًا بَيْنَ اللَّغَتَيْنِ کا مطلب ہے دو لغتوں کا جمع کرنا جیسے روایت حفصؒ میں دونوں ہمزہ کو تحقیق سے پڑھنا ایک لغت فصیح ہے اس طرح دیگر قراءات میں دو ہمزہ میں ایک کو بالتحقیق اور دوسرے ہمزہ کو تسہیل سے پڑھنا بھی لغت فصیح ہے روایت حفصؒ میں اس کلمہ ءَ اَعْجَمٰی میں تسہیل کر کے۔ اور دوسرے کلمات میں تحقیق کر کے یہ بتانا مقصود ہے کہ تحقیق اور تسہیل دونوں ہی صحیح لغتیں ہیں۔

علامہ شاطبیؒ نے اس کلمہ کی تسہیل کو ایسے بیان فرمایا ہے

وَحَقَّقَهَا فِي فَصْلَتْ صُحْبَةٍ ءَ اَعْجَمٰی

جَمِیْ وَالْأُولٰٓئِ اسْقَطْنَ لِتَسْهُلَا

ترجمہ: ”اور تحقیق سے پڑھا ہے ہمزہ ثانیہ مفتوح کو سورۃ فصلت (حم السجدہ) میں مرمرزین صحبہ (حمزہ کسائی اور شعبہ)

نے کلمہ ءَ اَعْجَمِی میں اور پہلے ہمزہ کو ساقط کر لِتَسْهَلَا کے موزن ہشام کے لئے۔“
 اس شعر میں پورے قراء سبعہ کا مذہب بیان کیا ہے کہ سورہ فُصِّلَتْ (حم السجدہ) میں کلمہ ءَ اَعْجَمِی کے ہمزہ ثانیہ کو
 ہمزہ کسائی اور شعبہ نے تحقیق سے پڑھا ہے اور ہشام نے ہمزہ اول کو حذف کر کے اَعْجَمِی پڑھا ہے یعنی ثانی میں تحقیق کی
 ہے اور باقیین قالون۔ مکی۔ بصری۔ ابن ذکوان اور حفص نے ہمزہ ثانیہ میں تسہیل کی ہے۔ جبکہ ورش کے لئے ہمزہ ثانی میں
 تسہیل اور ابدال دو وجوہ ہیں۔

نوٹ: ورش کی تسہیل اس شعر سے نکلتی ہے اور ابدال درج ذیل شعر سے نکلتا ہے:

وَقُلْ اَلِفًا عَنْ اَهْلِ مِصْرَ تَبَدَّلَتْ

لِوَرَشٍ وَفِي بَغْدَادٍ يُرَوٰی مُسَهَّلًا

ترجمہ: اور کہہ تو کہ وہ ذات الفتح ہمزہ اہل مصر کے یہاں ورش کے لیے الف سے بدلا ہے اور بغداد میں تسہیل کے ساتھ
 ہی روایت کیا جاتا ہے۔

فوائد مکبہ: اور اگر پہلا ہمزہ استفہام کا ہے اور دوسرا ہمزہ وصلی مفتوح ہے تو جائز ہے دوسرے ہمزہ میں
 تسہیل اور ابدال مگر ابدال اولی ہے۔ یہ چھ جگہ ہے ءَ اَلْیُسُورَہ یونس میں دو جگہ۔ ءَ اَلَّذِکْرِ یُنِ سورہ انعام میں دو جگہ
 ہے۔ ءَ اَللّٰہ دو جگہ ہے ایک سورہ یونس میں دوسرا سورہ نمل میں ہے۔

شرح: حضرت مصنفؒ نے فرمایا کہ اگر دو ہمزہ اس طرح ایک کلمہ میں جمع ہوں کہ پہلا ہمزہ استفہام کا ہو اور دوسرا
 ہمزہ وصلی مفتوح ہو تو وہاں تسہیل اور ابدال دونوں جائز ہیں۔

ابدال کی تعریف:

ابدال باب افعال کا مصدر ہے اَبْدَلَ یُبْدِلُ اِبْدَالٌ کا معنی ہے بدلنا اور اصطلاح میں ہمزہ کو ماقبل کے حرکت کے
 مطابق حرف مدہ سے بدل کر پڑھنا ابدال کہلاتا ہے اس کی دو قسمیں ہیں ابدال وجوبی ابدال جوازی ان دونوں کے قواعد آگے
 بیان ہو رہے ہیں۔

ان کلمات میں ہونے والی تسہیل کو تسہیل جوازی کہیں گے اس لئے کہ اس تسہیل میں جواز اور اجازت ہے کہ یہاں ابدال
 بھی کیا جاسکتا ہے بلکہ ابدال اولی ہے۔ یعنی دوسرے ہمزہ کو الف سے بدل کر مد کے ساتھ پڑھیں گے۔

علامہ شاطبیؒ نے اس قاعدے کو اس طرح بیان فرمایا ہے ۔
وَأَنَّ هَمْزَ وَصْلٍ بَيْنَ لَامٍ مُسَكَّنَةٍ

وَهَمْزَةُ الْإِسْتِفْهَامِ فَا مَدَّدَهُ مُبْدِلًا

ترجمہ: ”اور اگر ہمزہ وصل لام تعریف ساکنہ اور ہمزہ استفہام کے درمیان واقع ہو تو ہمزہ وصل کو حذف کرنے کی بجائے اس کو الف سے بدل کر اس میں مد کرو۔“

یہاں اس ہمزہ وصل کا حکم بیان کر رہے ہیں جو لام تعریف اور ہمزہ استفہام کے درمیان واقع ہو۔ اور یہ صورت قرآن میں چھ جگہ بالاتفاق اور ایک جگہ صرف امام ابو عمرو بصریؒ کی قرأت میں واقع ہوئی ہے متفق علیہ مقامات تو یہ ہیں۔

(۲-۱) ءَآلَ الذِّكْرِ (دو جگہ سورۃ الانعام) (۳-۳) ءَآلَانَ (دو جگہ سورۃ یونس) (۵) ءَآلَ اللّٰهِ اَذِنَ لَكُمْ (یونس) (۶) ءَآلَ اللّٰهِ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ (النمل)۔

اور امام ابو عمرو بصری رحمۃ اللہ علیہ کی قرأت کے مطابق درج ذیل کلمہ ہے۔

(۱) مَا جِئْتُمْ بِهِ ءَالِ السَّحْوِ (یونس)

اہل ادا متفق ہیں کہ ان مواقع میں ہمزہ وصل درج کلام میں واقع ہونے کے باوجود حذف نہ ہوگا ہمزہ وصلی کا حذف نہ ہونا اس کی توجیہ و تفسیر آگے آ رہی ہے۔ اس لئے ہمزہ وصل میں تغیر کیا جائے گا تغیر کی دو ہی شکلیں ہیں ابدال یا تسہیل۔ اس شعر میں علامہ شاطبیؒ نے ابدال کو بیان کیا ہے۔

حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ابدال اولیٰ ہے۔ اس چیز کو علامہ شاطبیؒ اس طرح بیان فرما رہے ہیں ۔

فَلِلْكَلِّ ذَا اُولٰٓئِ وَيَقْصُرُهُ الَّذِي

يُسَهِّلُ عَنْ كُلِّ كَالَانَ مَثَلًا

ترجمہ: ”جمع قراء کے لئے یہ ابدال ہی بہتر ہے اور قصر کرتا ہے وہ شخص جو تمام قراء کے لئے اس ہمزہ کی تسہیل کرتا ہے۔ جیسے اَلَانَ اس کی مثال دی گئی ہے۔

یعنی جن مشائخ نے ان کلمات میں بجائے ابدال کے تسہیل کو اختیار کیا ہے وہ مد نہیں بلکہ قصر کرتے ہیں کیونکہ ہمزہ مسبلہ حکم میں ہمزہ محققہ کے ہی ہوتا ہے۔

حذف:

فوائد مکیہ : اور جب پہلا ہمزہ استفہام کا ہو اور دوسرا ہمزہ وصلی مفتوح نہ ہو تو یہ دوسرا ہمزہ حذف کیا جائے گا مثل اَفْتَرٰی عَلٰی اللّٰہِ - اَصْطَفٰی الْبَنَاتِ - اَسْتَکْبَرَتْ۔

شرح : حضرت مصنفؒ یہاں ہمزہ کے حذف کا قاعدہ بیان فرما رہے ہیں حَذَفَ یَحْذِفُ ضَرْبُ یَضْرِبُ سے مصدر ہے جس کا معنی ہے گراتا۔ دور کرنا۔ قراء کی اصطلاح میں دو ہمزہ ایک کلمہ میں اس طرح جمع ہوں کہ پہلا ہمزہ قطعی مفتوح اور دوسرا وصلی مکسور ہو تو دوسرے ہمزہ کو گرا کر پڑھیں گے اور اس طرح پڑھنا حذف کہلاتا ہے پورے قرآن میں ایسی سات مثالیں ہیں۔

شمار	قرآنی کلمات	نام سورۃ	اصلی کلمات	آیت نمبر
۱	اَفْتَرٰی	البا	اَءِ فْتَرٰی	۸
۲	اَصْطَفٰی	الصفۃ	اَءِ صْطَفٰی	۱۵۳
۳	اَسْتَکْبَرَتْ	ص	اَءِ سْتَکْبَرَتْ	۷۵
۴	اَتَّخَذْتُمْ	البقرہ	اَءِ تَخَذْتُمْ	۸۰
۵	اَسْتَغْفَرَتْ	المنافقون	اَءِ سْتَغْفَرَتْ	۶
۶	اَطْلَعَ	مریم	اَءِ طْلَعَ	۷۸
۷	اَتَّخَذْنَهُمْ	ص	اَءِ تَخَذْنَهُمْ	۶۳

نوٹ : پہلا ہمزہ قطعی مفتوح اور دوسرا ہمزہ وصلی مضموم ایسے کلمہ کی قرآن میں کوئی مثال نہیں ہے۔

فوائد مکیہ : اور فتح کی حالت میں جو حذف نہیں ہوتا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں التباس انشاء کا خبر کے ساتھ ہو جائے گا اور چونکہ ہمزہ وصل وسط کلام میں حذف ہوتا ہے اس وجہ سے اس میں تغیر کیا جاتا ہے اس وجہ سے ابدال اولیٰ ہے کیونکہ اس میں تغیر تام ہے بخلاف تسہیل کے۔

شرح : حضرت مصنفؒ کی بات کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے یہ بات ذہن نشین کر لی جائے کہ جملہ کی دو اقسام ہیں۔

(۱) جملہ خبریہ (۲) جملہ انشائیہ

(۱) جملہ خبریہ

اس جملہ کو کہتے ہیں جس کے کہنے والے کو سچایا جھوٹا کہہ سکیں۔

(۲) جملہ انشائیہ

ایسے جملہ کو کہتے ہیں کہ کہنے والا بات کہہ دے اور سننے والے کو نہ خبر معلوم ہو نہ کسی چیز کی طلب ہو اور نہ کہنے والے کو سچایا جھوٹا کہہ سکتے ہوں۔

جملہ انشائیہ کی دس اقسام ہیں ان میں سے ایک قسم استفہام ہے۔ معلوم ہوا کہ استفہام بھی جملہ انشائیہ ہے۔ اب حضرت مصنف علیہ الرحمہ کی بات کی طرف آئیے فرماتے ہیں کہ اگر ”دو ہمزہ ایک کلمہ میں اس طرح جمع ہوں کہ پہلا ہمزہ قطعی مفتوح ہو اور دوسرا وصلی مکسور ہو تو دوسرا ہمزہ حذف کر دیا جاتا ہے۔ یہاں پہلا ہمزہ جو قطعی مفتوح ہے یہ ہمزہ استفہام کا ہے۔ استفہام کا ہونے کی وجہ سے یہ جملہ انشائیہ ہوا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر دوسرا ہمزہ وصلی مفتوح ہو تو اس کو حذف کیوں نہیں کیا گیا حالانکہ ہے تو یہ بھی ہمزہ وصلی ہی؟ تو اس کا جواب حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے یہ دیا ہے کہ اگر دوسرا ہمزہ وصلی مفتوح کو حذف کر دیں گے تو پتہ نہیں چلے گا کہ جملہ انشائیہ ہے یا جملہ خبریہ۔ یعنی جملہ انشائیہ جملہ خبریہ کا ہم شکل ہو جائے گا مثلاً **ءَ اَلْشُّنْ**۔ یہاں پہلا ہمزہ استفہام کا قطعی مفتوح ہے اور دوسرا ہمزہ لام تعریف کا وصلی مفتوح ہے قطعی اور وصلی پڑھنے میں ایک طرح ہوتے ہیں۔ اگر ہم دوسرے ہمزہ وصلی کو حذف کرتے ہیں تو **اَلْشُّنْ** بن جائے گا **اَلْشُّنْ** کے ہمزہ کو استفہام کے بجائے لام تعریف کا ہمزہ سمجھا جائے گا جس سے بہت بڑی خرابی پیدا ہوگی۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا کہ اگر ہمزہ وصلی مفتوح کو حذف کرنے سے جملہ انشائیہ خبریہ بن جائے گا تو اس ہمزہ کو تحقیق سے کیوں نہیں پڑھتے ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ ہمزہ وصلی وسط کلام میں حذف ہو جاتا ہے اور ہمزہ وصلی کو لغت عرب میں وسط کلام میں تحقیق سے نہیں پڑھا جاتا اس وجہ سے اس میں تغیر کیا جاتا ہے یہاں تحقیق اور حذف تو جائز نہ رہے ظاہر ہے دو جہیں تسہیل اور ابدال ہی باقی رہ گئیں اور دونوں جائز ہیں جبکہ ابدال اولیٰ ہے اور اولیٰ اس لئے ہے کہ اس میں تغیر تام ہوتا ہے۔

تغیر تام کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہمزہ وصلی وسط کلام میں حذف نہیں ہوا تو وہ ہمزہ ہمزہ بھی نہیں رہا بلکہ اس الف سے بدل دیا گیا جیسے ءَ لُئِنْ۔ جبکہ تسہیل میں آدھا ہمزہ اور آدھا الف ہوتا ہے اس لئے تسہیل کو تغیر تام نہیں بلکہ تغیر ناقص کہا جاتا ہے اور ابدال کو تغیر تام کہا گیا اس وجہ سے ابدال اولیٰ ہوا۔

ابدال:

فوائد مکيه: اور جب دو ہمزہ جمع ہوں اور پہلا متحرک دوسرا ساکن ہو تو واجب ہے کہ ہمزہ ساکن کو پہلے ہمزہ کی حرکت کے موافق حرف مد سے بدلنا مثل اُمْتُوْا - اِيْمَانًا - اَوْثِمْنَ - رَايَتْ۔

شرح: حضرت مصنفؒ یہاں ابدال وجوبی کا قاعدہ بیان فرما رہے ہیں کہ اگر ایک کلمہ میں دو ہمزہ اس طرح جمع ہوں کہ پہلا ہمزہ متحرک اور دوسرا ہمزہ ساکن ہو تو دوسرے ہمزہ کا قبل کی حرکت کے مطابق حرف مد سے ابدال ہوگا۔ اس لئے کہ تمام قراء کے نزدیک دونوں ہمزوں کو باقی رکھ کر پڑھنا ثقل کا باعث ہے اس ثقل کو دور کرنے کے لئے دوسرے ہمزہ کا ابدال کیا جاتا ہے۔

حضرت مصنف علیہ الرحمہ کی بیان کردہ مسئلہ کو ملاحظہ کریں پہلا کلمہ اُمْتُوْا صل میں اءُ مَسُوْا ہے دوسرے ہمزہ کو پہلے ہمزہ کی حرکت کے مطابق حرف مد الف سے بدلاتو اُمْتُوْا بن گیا۔ اسی طرح اِيْمَانًا اصل رَاً مَانًا تھا دوسرے ہمزہ کو باقی کی حرکت کسرہ کی وجہ سے یاء سے بدلا اِيْمَانًا ہو گیا۔ اَوْثِمْنَ اصل میں اءُ ثِمْنَ تھا ہمزہ کو واو سے بدلاتو اَوْثِمْنَ ہو گیا۔ اسی طرح رَايَتْ اصل میں رَاً تِ تھا دوسرے ہمزہ کو یاء سے بدلاتو رَايَتْ ہو گیا۔

یاد رہے کہ ابدال وجوبی میں دوسرا ہمزہ ہمیشہ قطعی ہوتا ہے اس پر پہلا ہمزہ قطعی اور وصلی دونوں آسکتے ہیں۔

وجوبی کا مطلب ہے کہ صرف ایک وجہ ہے اس میں اور وہ ضروری ہے اور دوسری کوئی وجہ جائز نہیں۔

علامہ شاطبیؒ نے ابدال وجوبی کے قاعدے کو اس طرح بیان فرمایا ہے ۔

وَإِذَا لُحِقَ الْهَمْزُ زَيْنٌ لِّكُلِّهِمْ

إِذَا سَكَنَتْ عَزَمَ كَادِمٌ أَوْ هَلَا

ترجمہ: ”اور دو ہمزوں میں سے جب دوسرا ہمزہ ساکن ہو تو تمام قراء کے لئے ہمزہ ساکنہ کا ابدال واجب ہے جیسے اَدَمَ

اور اَوْ هَلَا۔“

مطلب یہ ہے کہ جب دو ہمزہ ایک کلمہ میں اس طرح جمع ہوں کہ پہلا متحرک اور دوسرا ساکن ہو تو تمام قراء کے لئے اس میں ابدال واجب ہے اگر پہلا ہمزہ مفتوح ہو تو الف سے بدل لیں گے۔ جیسے اَدَمَ - اَتَى - اَمِنَ وغیرہ۔ اگر مضموم ہو تو واؤ مدہ سے بدل لیں گے جیسے اُوْتِمِنَ - اُوْذَى اگر مکسور ہو تو یاء مدہ سے بدل لیں گے جیسے اَيْمَانًا - لَا يَلْفَ - اَيَّتَ - شعر تیں اُوْهِلًا سے مراد وہ اہل بنایا گیا ہے اصل میں یہ اَوْهِلًا تھا حسب قاعدہ ابدال ہوا۔ یہ کلمہ قرآنی نہیں ہے بطور مثال یہاں بیان کیا گیا ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ یہ ابدال کا قاعدہ قرآنی کلمات کے علاوہ غیر قرآنی کلمات یعنی عربی لغت میں مجموعی طور پر مستعمل ہے۔

ہمزہ ساکنہ منفردہ کا قاعدہ:

فوائد مکیہ : اور جب پہلا ہمزہ وصلی ہو تو ابتداء کی حالت میں ہمزہ ساکنہ بدلا جائے گا اور جب ہمزہ وصلی گر جائے گا تب ابدال نہ ہوگا مثل اَلَّذِي اَوْتُمِنَ - فِي السَّمَوَاتِ اِتْتَوْنِي - فَرَعَوْنُ اِتْتَوْنِي - ہمزہ وصلی کے ماقبل جب کوئی کلمہ بڑھایا جائے گا تو یہ ہمزہ حذف کیا جائے گا اور ثابت رکھنا درست نہیں۔ البتہ ابتداء میں ثابت رہتا ہے۔

شرح : حضرت مصنفؒ ہمزہ ساکنہ منفردہ کا قاعدہ بیان فرما رہے ہیں کہ اگر ہمزہ ساکنہ کلمہ کے شروع میں ہو تو اس کلمہ سے ابتداء کرنے کے لئے ہمزہ وصلی شروع میں لایا جائے گا اور اس ہمزہ ساکنہ کا ماقبل کی حرکت کے مطابق حرف مدہ سے ابدال بھی ہوگا جیسے اَلَّذِي پر وقف کریں تو اَوْتُمِنَ ہوگا اب ہمزہ کا ابدال ماقبل کی حرکت ضمہ کی وجہ سے واؤ سے ہوگا تو ابتدا اَوْتُمِنَ سے ہوگی۔

اسی طرح فِي السَّمَوَاتِ اِتْتَوْنِي کہ اصل میں يَنِي السَّمَوَاتِ اِتْتَوْنِي ہے ایسے ہی فَرَعَوْنُ اِتْتَوْنِي اصل میں فَرَعَوْنُ اِتْتَوْنِي ہے۔

اس قسم کا ابدال صرف ہمزہ ساکنہ منفردہ والے کلمات میں ابتداء کے وقت ہی ہوتا ہے وصلًا ابدال نہیں ہوگا۔ بلکہ ہمزہ وصلی وسط کلام میں حذف ہو جائے گا اسے بھی ابدال وجوبی کہتے ہیں۔

اسم۔ فعل اور حرف کے ہمزہ کے قواعد:

فوائد مکبہ: اب اگر لام تعریف کا ہمزہ ہے تو مفتوح ہوگا اور اگر کسی اسم کا ہمزہ ہے تو مکسور ہوگا۔ اور اگر فعل کا ہے تو تیسرے حرف کا ضمہ اگر اصلی ہے تو ہمزہ بھی مضموم ہوگا ورنہ مکسور مثل **الَّذِينَ**۔ **اسْمٌ**۔ **ابْنٌ**۔ **اِنْتِقَامٌ**۔ **اُجْتُتْ**۔ **اَضْرَبَ**۔ **اِنْفَجَرَتْ**۔ **اِفْتَحَ** اور **اَمْسُوا**۔ **اَتَّقُوا** **اَيُّو** میں چونکہ ضمہ عارضی ہے اس وجہ سے ہمزہ مضموم نہ ہوگا بلکہ مکسور ہوگا۔

شرح: کلمہ کی تین اقسام ہیں:

(۱) اسم (۲) فعل (۳) حرف

ان تینوں اقسام میں حضرت مصنف ہمزہ وصلی کی پہچان بتا رہے ہیں۔

(۱) حرف کے ہمزہ وصلی کا قاعدہ

سب سے پہلے لام تعریف کے ہمزہ کے متعلق بیان فرما رہے ہیں کہ چونکہ لام تعریف بھی حروف میں داخل ہے۔ لام تعریف کا ہمزہ مفتوح ہوگا اور لام تعریف کے علاوہ باقی تمام حروف کا ہمزہ قطعی ہوتا ہے جیسے **أَوْ**۔ **أَمْ**۔ **إِنْ**۔ **أَنْ**۔ **إِنَّا**۔ **إِلَّا** وغیرہ

حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ لام تعریف کا ہمزہ مفتوح ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ لام تعریف قرآن میں بکثرت استعمال ہوا ہے اور کثرت وقوع کی وجہ سے اس کے ہمزہ کو خفیف حرکت فتح دی گئی ہے جیسے **الَّذِينَ**۔ **السَّمَاءُ**۔ **الْقَهَّارُ**۔ **الْمُؤْمِنُ**۔ **الرَّحِيمُ** وغیرہ۔ پھر اس کے بعد فرماتے ہیں کہ اسم کا ہمزہ مکسور ہوگا۔

اسم کی اقسام

(۱) اسمائے مصادر (۲) اسمائے غیر مصادر

(۱) اسمائے مصادر

ایسے مصادر جن سے افعال و اسماء مشتق ہوں جیسے **اِنْتِبَاهٌ** خبردار ہونا۔ **اِمْتِحَانٌ** آزمانا۔ **اِمْتِنَانٌ** احسان مند

ہونا۔ اَفْتَرَاءُ بہتان باندھنا۔

باب افعال کے علاوہ ان کا ہمزہ ہمیشہ وصلی کسور ہوتا ہے۔

(۲) اسمائے غیر مصادر

ایسے اسماء جو مصدر نہ ہوں ان کا ہمزہ ہمیشہ وصلی کسور ہوتا ہے اسمائے غیر مصادر عربی لغت میں دس ہیں مگر قرآن

مجید میں ان دس میں سے صرف سات اسماء استعمال ہوئے ہیں جو یہ ہیں۔

(۱) ابْنُ (۲) ابْنَتُ (۳) امْرُؤُ (۴) امْرَاةُ (۵) اثْنَيْنِ (۶) اثْنَيْنِ (۷) اِسْمُ

اسمائے غیر مصادر کی امثلہ

عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ - وَ مَرْيَمُ ابْنَتُ عِمْرَانَ - اِنْ اَمْرُؤُ هَلَكَ - وَ اِنْ اَمْرَاةٌ

خَافَتْ - ثَانِي اثْنَيْنِ - فَاِنْ كَانَا اثْنَيْنِ فَلَهُمَا الثَّلَاثَانِ - وَيُذَكَّرُ فِيهَا اسْمُهُ -

(۲) فعل کے ہمزہ وصلی کا قاعدہ:

فعل کے تیسرے حرف پر کسرہ۔ فتح یا ضمہ عارضی ہو تو فعل کا ابتدائی ہمزہ ہمیشہ وصلی کسور ہوتا ہے مثلاً اضْرِبْ - اَقْرَأْ - اَعْلَمْ - اتَّقُوا - اَصْبِرُوا وغیرہ۔

اور اگر فعل کے تیسرے حرف پر ضمہ وصلی ہو تو فعل کا ابتدائی ہمزہ ہمیشہ وصلی مضموم ہوگا جیسے اُقْتُلُوا - اُكْتُبُوا - اَدْخُلُوا فعل میں تیسرے حرف کی مناسبت سے ضمہ یا کسرہ دیا جاتا ہے۔

ضمہ اور کسرہ دینے کی توجیہ:

یعنی اگر فعل کے تیسرے حرف پر ضمہ وصلی ہے تو اس کی مناسبت سے فعل کے شروع میں ہمزہ وصلی مضموم ہوگا اور اگر فعل کے تیسرے حرف پر فتح کسرہ یا ضمہ عارضی ہے تو اس کی مناسبت سے فعل کے شروع میں ہمزہ وصلی کسور ہوگا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر فعل کے تیسرے حرف پر زبر ہو تو اس کی مناسبت سے ہمزہ وصلی کو فتح کیوں نہیں دیا جاتا اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر ہمزہ کو فتح دیا جائے تو یہ فعل کا کلمہ مضارع واحد متکلم کے مشابہ ہو جائے گا اس لیے فتح نہیں دیا جاتا اور اگر فعل کے تیسرے حرف پر فتح ہو اور ہمزہ وصلی کو ضمہ دیا جائے تو پھر فعل کلمہ مضارع واحد متکلم مجہول کے مشابہ ہو جائے گا۔

باب افعال کا ہمزہ ہمیشہ قطعی مفتوح ہوتا ہے اسی طرح مضارع واحد متکلم کا ہمزہ قطعی مفتوح ہوتا ہے جیسے اَعْلَمْ۔

اَكْرَمَ - اَنْشَرُ - اَرْسَلَ - اَحْسَنَ وغیرہ۔

علامہ جزری علیہ الرحمہ نے ہمزہ وصلی مضموم یا مکسور کا قاعدہ اس طرح بیان فرمایا ہے۔

وَابْدَأِبْهَمْزِ الْوَصْلِ مِنْ فِعْلٍ يَضُمُّ
إِنْ كَانَ ثَالِثٌ مِّنَ الْفِعْلِ يَضُمُّ
وَإِكْسَرُهُ حَالُ الْكُسْرِ وَالْفَتْحِ وَفِي
الْأَسْمَاءِ غَيْرِ اللَّامِ كَسْرُهَا وَفِي
رَبِّنٍ مَعَ ابْنَةِ أَمْرٍي وَاثْنَيْنِ

وَأَمْرَاقٍ وَاسْمٍ مَعَ اثْنَتَيْنِ

ترجمہ: ”اور ابتداء کر فعل کی ہمزہ وصل مضمومہ کے ساتھ اگر ہو تیسرا حرف فعل کا مضموم۔

اور اگر کسرہ دے اس کو تیسرے حرف کے کسرہ اور فتح کی حالت میں اور اسماء مصادر میں علاوہ لام تعریف کے اس ہمزہ وصل کا کسرہ ہوتا ہے۔“

رَبِّنِ میں ساتھ ابْنَتِ کے اور اَمْرَاقِ اور اِثْنَيْنِ اور اِسْمِ میں ساتھ اِثْنَتَيْنِ کے کہ ان ساتوں میں بھی ہمزہ وصل مکسور ہوتا ہے۔“

پھر حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اَمْشُوا - اتَّقُوا اور اَيْتُوا میں چونکہ ضمہ عارضی ہے اس وجہ سے ہمزہ مضموم نہ ہوگا بلکہ مکسور ہوگا۔

اگر فعل کے تیسرے حرف پر ضمہ عارضی ہو تو تب بھی فعل کا ہمزہ وصلی مکسور ہوتا ہے جیسے اَمْشُوا - اَيْتُوا - اِقْضُوا - اتَّقُوا وغیرہ۔

ان تمام کلمات میں جو متعل لام ہیں تیسرے حرف پر ضمہ عارضی ہے کیونکہ اَمْشُوا اصل میں اَمْشِيُوا تھا۔ یاہ پر ضمہ ثقیل ہونے کی وجہ سے ماقبل شین کو دیا گیا اور پھر یاہ اور واؤ میں اجتماع ساکنین کی وجہ سے یاہ حذف کر دی گئی یہی تعلیل باقی کلمات میں بھی اختیار کر لی جائے۔

ہمزہ وصل بشکل الف ہر جگہ ثابت اور مرسوم ہوگا مگر پانچ مواقع ہیں کہ جن میں یہ مخذوف غیر مرسوم ہوگا۔

(۱) لفظ بسم اللہ میں۔

- (۲) جب ہمزہ وصل پر لام تاکید یا لام جارہ ہو مثل **لِلَّذِیْنَ** - **لِلّٰہِ** - **وَلِلَّذِیْنَ** وغیرہ۔
- (۳) ہمزہ وصل **سَلَّ یَسْلُلُ** کے امر کا جب بعد واو یا فاء کے واقع ہو مثلاً **وَسَلُّوْا فَسَلُّوْا** وغیرہ۔
- (۴) ہمزہ وصل مسور بعد ہمزہ استفہام کے مثل **اَتَّخَذْتُمْ** - **اَفْتَرٰی** - **اَسْتَكْبَرَتْ** وغیرہ کے اور بعد ہمزہ استفہام ہمزہ وصل مفتوح مثلاً **اَلْسُنْ** - **اَلَّذِکْرٰیْنِ** - **اَللّٰہُ** میں حذف اور اثبات کی بابت اختلاف ہے علامہ دانیؒ کے نزدیک اثبات اولیٰ ہے۔
- (۵) قبل ہمزہ اصلی ساکنہ کے جب ہمزہ وصل واو یا فاء کے بعد واقع ہو تو محذوف الرسم ہوگا مثل **وَاتُوا الْبُیُوتَ** اور **فَاتُوا حَرَکُکُمْ** وغیرہ۔

فوائد مکبہ : (فائدہ) ہمزہ عین کے ساتھ یا حاء کے ساتھ یا حرف مدہ عین یا حاء کے ساتھ جمع ہوں ایسا ہی عین حاء ایک ساتھ آئیں یا عین حاء اور حاء ایک ساتھ آئیں یا عین حاء اور حاء مکرر آئیں یا مشدہ ہوں تو ہر ایک کو خوب صاف طور سے ادا کرنا چاہیے۔

مثل **اِنَّ اللّٰہَ عَہِدَ - فَمَنْ رُحِیْحَ عَنِ النَّارِ - فَاَعْلٰی - یَدْعُوْنَ دَعًا - سَبِّحْہُ - عَلٰی اَعْقَابِکُمْ - اَحْسَنَ الْقَصَصِ - عَلٰی عَقِیْبِہِ - اَعُوْذُ - عَہِدَ عَہِدًا - عَامِلِیْنَ - طَبِعَ عَلٰی - سَاجِرَ - سَحَارَ - لَا جَنَاحَ عَلَیْکُمْ - مَبْعُوْثُوْنَ - یُنْجِ اَہْلُہُ - وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہِ - لَفِیْ عَلَیِّیْنَ - جَبَہُہُمْ**

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ حروف کی ادائیگی کے بارے میں تنبیہ فرما رہے ہیں کہ ہر حرف کو اس کے مخرج سے جمع صفات کے ساتھ ادا کرنا چاہیے وہ مکرر آ رہے ہوں یا مشدہ ہوں یا حروف حلقیہ ہ-ہ-ع-ح-غ-خ قریب قریب ہوں۔ جیسا کہ حضرت مصنفؒ نے بڑی تعداد میں امثلہ دے کر واضح فرمایا مفہوم یہ ہے کہ ایسے حروف جن کا مخرج ایک ہو یا حروف حلقیہ یا حروف مدہ یا ایک ہی حرف کا مکرر آنا ایسے حروف کو واضح کر کے پڑھنا نہایت ضروری ہے کیونکہ یہی تجوید ہے کہ ان حروف کو ان کا صحیح حق دیا جائے۔ جب دو حروف حلقیہ اکٹھے آئیں تو انکو واضح کر کے پڑھا جائے جیسے حاء اور عین کیونکہ دونوں کا مخرج ایک ہے عین حاء سے قدرے قوی ہے لہذا حاء عین میں جذب ہو کر ناقص نہ ہو جائے۔ ایسے ہی دو حاء ایک جگہ اکٹھے ہوں تو انہما کرنا اور انعام سے بچنا ضروری ہے اور اگر حاء کے ساتھ حاء آ جائے تو بھی دونوں کا بیان و اظہار واجب ہے۔

اگر ہم حضرت مصنف علیہ الرحمہ کی اس کتاب میں قائم ابواب کا بغور جائزہ لیں تو یہ تاثر عمومی طور پر سامنے آتا ہے کہ صاحب کتاب عموماً ابواب کے آخر میں فائدہ یادگیر تنبیہ کرنے والے عنوانات کے ذریعے حروف کی ادا کے اوپر بار بار زور دے رہے ہیں اور وہ کلمات جن میں حروف کی ادائیگی میں مبتدی کے اغلاط کرنے کا امکان بہت زیادہ ہے وہ طلباء کی شفقت کے جذبے کے تحت بار بار بیان کر رہے ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ

دراصل حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے اوپر جو امور بیان فرمائے ہیں ان کا تعلق ادا سے ہے اور اداء کو زیر قلم نہیں لایا جاسکتا۔ لہذا یہ امور ماہر استاد سے تلقی سے ہی حاصل ہو سکتے ہیں۔ استاذ سے استفادہ اور بعد ازاں اپنے طور پر ان کلمات کی خوب مشق سے ہی ان امور پر عبور حاصل کیا جاسکتا ہے۔

فوائد مکبہ : (فائدہ) ہمزہ متحرک یا ساکن جہاں ہو اس کو خوب صاف طور سے پڑھنا چاہیے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہمزہ الف سے بدل جاتا ہے یا حذف ہو جاتا ہے یا صاف طور سے نہیں نکلتا خصوصاً جہاں دو ہمزہ ہوں وہاں زیادہ خیال رکھنا چاہیے کہ دونوں ہمزہ خوب صاف ادا ہوں مثل **أَعْدَدْتُ لَكُمْ**۔

شرح : اس فائدہ کے ذیل میں بھی حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ ہمزہ کی ادائیگی کے بارے میں چند ضروری باتیں درج فرما رہے ہیں جن کا خیال رکھنا از حد ضروری ہے۔ اکثر ان باتوں کا خیال نہیں رکھا جاتا جس کی وجہ سے ہمزہ الف سے بدل جاتا ہے یا حذف ہو جاتا ہے جس سے پڑھنے والا الحن جلی کا مرتکب ہوتا ہے وہ کلمات جن میں تسہیل۔ ابدال حذف کے قواعد بیان ہوئے ہیں ان کے علاوہ ہمزتین والے باقی تمام کلمات کو اہتمام کے ساتھ خوب اچھی طرح تحقیق کے ساتھ ادا کرنا چاہیے۔ ان امور کی صحیح ادائیگی بھی ماہر استاد سے تلقی اور خوب مشق پر موقوف ہے۔

فوائد مکبہ : (فائدہ) حرف ساکن کے بعد جب ہمزہ آئے تو اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ ساکن کا سکون تام ادا ہو اور ہمزہ خوب صاف ادا ہو ایسا نہ ہو کہ ہمزہ حذف ہو جائے اور اس کی حرکت سے ماقبل کا ساکن متحرک ہو جائے جیسا کہ اکثر خیال نہ کرنے سے ایسا ہو جاتا ہے۔ بلکہ وہ ساکن کبھی مشد بھی ہو جاتا ہے۔ مثل **قَدْ أَفْلَحَ - إِنْ الْإِنْسَانِ**۔

اسی وجہ سے حفصؓ کے بعض طرق میں ساکن پر سکتہ کیا جاتا ہے تاکہ ہمزہ صاف ادا ہو خواہ وہ ساکن اور ہمزہ ایک کلمہ میں ہو یا دو کلمہ میں ہو۔

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمۃ ہمزہ کے احکام کا بیان ختم فرماتے ہوئے آخری فائدہ کے ذیل میں ہمزہ ساکن کی ادائیگی کے بارے میں فرما رہے ہیں کہ اس کی ادائیگی میں خاص خیال رکھنا چاہیے تاکہ ہمزہ خوب تحقیق سے مع جمع صفات کے ساتھ اس میں سکون تام ہو ایسا نہ ہو کہ جلد پڑھنے میں کہیں ہمزہ حذف ہو جائے اور اس کی حرکت سے ماقبل ساکن کہیں متحرک نہ ہو جائے جیسے **قَدْ أَفْلَحَ** کو اگر احتیاط سے نوا کیا جائے تو **قَدْ أَفْلَحَ** اور **إِنَّ الْإِنْسَانَ** عدم توجہ یعنی سکون تام نہ ہونے کی وجہ سے **إِنَّ الْإِنْسَانَ** ہو جائے۔

اس لئے ہمزہ ساکن کی ادائیگی کو کامل کرنے کے لئے حفصؒ کے بعض طریق میں سکتہ بھی کیا گیا ہے۔ علامہ جزریؒ کی طیبہ میں سکتہ بھی جائز ہے۔

بطریق اثنانی، حفصؒ کے لیے مندرجہ ذیل مواقع پر خلف وارد ہے حفصؒ کے لیے یہ سکتات مد منفصل پر مدعی کی صورت میں ہیں تاکہ قصر میں بھی کیونکہ سکتہ بطریق اثنانی اور قصر بطریق فیل از عمر ہے۔

شئی ءِ - اَلْ - ساکن منفصل (غیر مدہ) جیسے مَنْ اَمَنْ وغیرہ۔ ساکن متصل (غیر مدہ) جیسے قُرْآنُ وغیرہ۔ حرف مد کے بعد ہمزہ متصل جیسے سُوْرًا یا ہمزہ منفصل ہو جیسے فِیْ اَنْفُسِكُمْ وغیرہ۔ ان تمام مواقع پر بطریق اثنانی حفصؒ کے لیے سکتہ بالخلف وارد ہے۔

علامہ جزریؒ نے ان تمام مواقع سکتات کو اپنے ان اشعار میں بیان فرمایا ہے:

وَالسَّكْتُ عَنْ حَمْزَةٍ فِي شَيْءٍ وَالْ

وَالْبَعْضُ مَعَهُمَا كَهَ فِيمَا اَنْفَصَلْ

وَالْبَعْضُ مُطْلَقًا وَقِيلَ بَعْدَ مَدٍّ

أَوَّلَيْسَ عَنْ خَلَادٍ السَّكْتُ اَطْرَدُ

قِيلَ وَلَا عَنْ حَمْزَةٍ وَالْخَلْفُ عَنْ

اَدْرِيسَ غَيْرَ الْمَدِّ اَطْلَقَ وَاحْصَصَنْ

وَقِيلَ حَفْصٌ وَابْنُ ذَكْوَانَ وَفِي

نوٹ: ہم ان اشعار میں سے حفصؒ کا مذہب اوپر بطور خلاصہ نقل کر چکے ہیں۔

یہ سکتے صرف ہمزہ کی ادائیگی کے لئے کیا جاتا ہے تاکہ ہمزہ تحقیق سے ادا ہو۔ اس سکتہ کو سکتہ لفظی کہتے ہیں یہ حکم میں وصل کے ہوتا ہے۔ جبکہ علامہ شاطبیؒ کے نزدیک عدم سکتہ ہے۔ ان تمام باتوں کا تعلق ادائیگی سے ہے جو کسی ماہر استاذ کی تلقی کے بغیر ممکنہ نہیں۔

قرآن کریم میں بعض اسماء ذکر کئے ہیں ان کے ہمزہ بھی قطعی ہیں۔ ان کو ہمزۃ الاعلام کہتے ہیں۔

ہمزۃ الاعلام

قرآن کریم میں عجی عربی اسماء ذکر کئے گئے ہیں ان کا شروع والا ہمزہ ہمزۃ الاعلام کہلاتا ہے۔ اور یہ ہمزہ قطعی ہوتا ہے اور وسط کلام میں حذف نہیں ہوتا۔ مثلاً اِبْرٰہِیْمَ - اِسْمَاعِیْلَ - اِسْحٰقَ - اِدْرِیْسَ - اِلِیَاسَ - اَنْجِلَ - اِسْرَآئِیْلَ - اِبْلِیْسَ وغیرہ

ہمزہ وصلی کے متعلق ایک علمی بحث

(۱) اَلْ کا ہمزہ وصل جب کہ اس سے پہلے لام تاکید یا لام جارہ آجائے جیسے:

لَدَارَ - لِلَّذِیْ - لِلّٰہِ - لِلْآخِرَةِ

جو اصل میں اس طرح مرسوم تھے:

لَا لَدَارَ - لَا لِلَّذِیْ - لَا لِلّٰہِ - لَا لِلْآخِرَةِ

(۲) فالکلمہ میں ہمزہ ہو اس ہمزہ اصلیہ پر ہمزہ وصلیہ داخل ہو جائے اور ہمزہ وصلیہ پر واو یا فاء داخل ہو جائے تو فالکلمہ والا

ہمزہ اصلیہ لکھا جائے گا اور ہمزہ وصلیہ تماشل کی وجہ سے نہیں لکھا جائے گا جیسے:

وَأَتَوْا - فَأَتَوْا - فَأَوُّوا

جو اصل میں اس طرح مرسوم تھے:

وَاتَّوَا - فَاِاتَوْا - اور فَاَوَّوَا

(۳) لفظ ”سَأَلَ“ کا امر واحد مذکر حاضر یا جمع مذکر حاضر کے شروع میں واو یا فاء داخل ہو جائے جیسے وَسَأَلُوا -

فَسَأَلُوا - وَسَأَلَهُمْ اور فَسَأَلَ الَّذِينَ -

اصل صورت میں اس طرح ہیں:

وَأَسْأَلُوا - فَأَسْأَلُوا - وَأَسْأَلَهُمْ اور فَاسْأَلَ الَّذِينَ

اور یہ بات عربیت سے تعلق رکھتی ہے کہ اگر وہ ایسا فاعل نہ ہو تو سب نقل ہمزہ کے ساتھ بغیر ہمزہ وصل پڑھتے جیسے سَلَّ بَنِي۔

(۴) لفظ ”اِسْمَ“ کا ہمزہ وصل لکھا نہیں جاتا، مگر اس کے لیے دو شرطیں ہیں۔ ایک یہ کہ اس پر باء جارہ داخل ہو دوسرے یہ کہ اس کا مضاف الیہ لفظ ”اَللّٰہُ“ ہو اس لیے بِسْمِ اللّٰہِ میں ہر جگہ ہمزہ وصل حذف ہے اور بِاِسْمِ رَبِّکَ اور سَبِّحْ اِسْمَ رَبِّکَ وغیرہ میں مرسوم ہے۔

(۵) ہمزہ وصل پر جب ہمزہ استفہام داخل ہو تو تماش کی بنا پر ہمزہ وصل رسماً محذوف ہوگا اور صرف ہمزہ استفہام مرسوم ہوگا جیسے:

اَللّٰہُ۔ اَسْتَکْبِرْتُ وغیرہ

فوائد مکیہ: آٹھویں فصل حرکات کی ادا کے بیان میں

شرح: اعراب کی مختصر تاریخ

مصاحف عثمانیہ نقاط و شکل اور اعراب سے خالی تھے۔ چونکہ خطہ عرب اور اس کے آس پاس کے لوگوں کی مادری زبان عربی تھی لہذا انہیں عربی لکھنے پڑھنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی تھی اور نہ ہی کسی پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ حالانکہ اس زمانے میں نحو کے قواعد بھی وضع نہیں کیے گئے تھے۔ نحو کے قواعد سب سے پہلے حضرت ابوالاسود الدؤلی التابعی البصریؒ (جو کہ حضرت علیؑ کے شاگرد ہیں) نے وضع کیے تھے۔ اور حضرت ابوالاسود الدؤلیؒ نے ہی مصاحف میں لال نقطے لگائے جو اعراب کا کام دیتے تھے پھر امام خلیل بن احمد نحوی الفراءہیدیؒ نے مصاحف میں شد و مد و ہمزہ اور علامت وصل اور علامت سکون کو قائم کیا اور نقاط کے عوض اعراب کو لگایا۔ اس طرح لوگ تقریباً چالیس سال تک پڑھتے رہے۔ عبدالملک بن مروان کی حکومت تک یہ سلسلہ جاری رہا پھر جب عرب و عجم کا اختلاط ہوا تو انجی حضرات نے پڑھنے میں زیادہ غلطیاں کیں تب حجاج بن یوسف کے حکم سے حضرت نصر بن عاصم اللیشیؒ اور یحییٰ بن یعمر عدوانیؒ (یہ دونوں حضرات ابوالاسود الدؤلیؒ کے شاگرد ہیں) نے حروف پر نقطے لگائے اور پورے قرآن کو نقطوں سے منقط کر دیا۔ اور یہ سلسلہ تمام لوگوں میں آج تک اسی طرح چلا آ رہا ہے۔

حرکت کی تعریف

اہل ادا نے حرکت کی تعریف اس طرح بیان کی ہے:

جو آواز کسی حرف پر ارادۂ زیادہ کی جاتی ہے اس کو حرکت کہتے ہیں۔ جس کی تین قسمیں ہیں: فتح، کسرہ، ضمہ۔ ان تینوں کو حرکات ثلاثہ کہتے ہیں۔ باقی رہا کھڑا بڑ کھڑی زیر اور الٹا پیش یہ حرف مد کی قسم سے ہے کیونکہ ان میں یہ درازی حرکت کے مضاعف ہونے سے پیدا ہوتی ہے جس کی ادا کو صلہ کہتے ہیں۔ اگر اس کو مد مقررہ کہا جائے تو زیادہ مناسب ہے کیونکہ یہ تینوں حرکتیں حروف مدہ کے قائم مقام ہیں اور آواز بھی صلہ اور حرکت مدہ کی ایک ہے۔ صرف لکھنے کا فرق ہے یا جیسے نون ساکن اور تنوین کی آواز ایک ہے اور رسمًا فرق ہے۔ پس ایسی ہی صورت صلہ اور حروف مدہ کی بھی ہے۔

حرکت کی اقسام:

جس طرح حروف کی دو قسمیں ہیں: اصلی، فرعی اسی طرح حرکت کی بھی دو قسمیں ہیں: اصلی اور فرعی۔ حرکت اصلیہ وہ ہے جو دوسری حرکت کے اختلاط سے جدا ہو یعنی اس میں کسی حرکت کا میل نہ ہو جیسے قیل اور غیض۔ اور حرکت فرعیہ وہ ہے جو کہ حرکت اصلیہ کے اختلاط سے مفرع ہو جیسے قیل سے قیل۔ اور غیض سے غیض۔

حرکات اصلیہ کی اقسام

حرکات اصلیہ تین ہیں: فتح، کسرہ اور ضمہ اور حرکات فرعیہ دو ہیں: فتح ممالہ اور کسرہ مشمہ مگر کسرہ مشمہ حفص کی روایت میں کہیں نہیں آتا۔ اور حرکت اصلیہ کی بلحاظ ادا تین قسمیں ہیں۔ اکمال۔ روم اور اختلاس۔ حرکت پوری ادا کرنے کا نام اکمال۔ ایک تہائی حرکت ادا کرنے کا نام روم اور دو تہائی حرکت ادا کرنے کا نام اختلاس ہے۔ جیسا کہ لَا تَأْمَنَّا میں روم سے مراد اختلاس ہے۔

فوائد مکبہ: فتح ساتھ افتتاح فم اور صوت کے۔

شرح: حضرت مصنف فتح کی ادائیگی کا طریقہ بیان فرماتے ہیں کہ افتتاح فم اور صوت سے فتح ادا ہوتا ہے افتتاح کا مطلب ہے کہ منہ کا سیدھا کھلنا اور اس میں آواز ہو۔

فوائد مکبہ: اور کسرہ انخفاض فم اور صوت کے۔

شرح: یہاں پر حضرت مصنف علیہ الرحمہ کسرہ کی ادائیگی کا طریقہ بیان فرما رہے ہیں کہ انخفاض فم اور صوت سے کسرہ

ادا ہوتا ہے۔ انخفاض کا معنی ہے نیچے کی طرف مائل ہونا یعنی ہونٹوں کو نیچے کی طرف مائل کر کے یا معروف کی بودے کر ادا کرنا چاہیے۔

فوائد مکبہ : اور ضمہ ساتھ انضمام شفتین کے ظاہر ہوتا ہے۔

شرح : یہاں پر ضمہ کی ادائیگی کا طریقہ بیان فرمایا ہے کہ ضمہ انضمام شفتین اور صوت سے ادا ہوتا ہے انضمام کے معنی ہیں کہ ہونٹ اس طرح گول ہوں کہ دائیں بائیں سے ملے ہوئے ہوں اور درمیان سے کھلے ہوئے ہوں۔ یعنی ہونٹوں کو گول کر کے ادا معروف کی سی آواز نکالنا۔

حضرت مصنف علیہ الرحمۃ نے یہاں ضمہ میں آواز کی قید نہیں لگائی کیونکہ انضمام شفتین جب ہوگا تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ضمہ ادا ہو رہا ہے۔ افتتاح اور انخفاض کو دیکھ کر آدمی یہ اندازہ نہیں کر سکتا کہ کون سی حرکت ادا ہو رہی ہے۔ اور آواز سے سن کر بھی معلوم ہوگا۔

فوائد مکبہ : ورنہ اگر فتح میں کچھ انخفاض ہو تو فتح مشابہ کسرہ کے ہو جائے گا اور اگر کچھ انضمام ہو گیا تو فتح

مشابہ ضمہ کے ہو جائے گا۔

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمۃ فتح کی ادائیگی کے متعلق بیان فرما رہے ہیں کہ فتح کو افتتاح فم اور صوت سے اس طرح ادا کرنا چاہیے کہ اس میں انخفاض بالکل نہ ہو اور نہ ہی اس میں انضمام ہو۔ اب اگر انخفاض ہو گیا تو فتح کسرہ کے مشابہ ہو جائے گا اور اگر انضمام ہو گیا تو فتح ضمہ کے مشابہ ہو جائے گا اس طرح یہ فتح مجہول ادا ہوگا۔ لہذا فتح کو ادا کرتے وقت کامل افتتاح ہونا چاہیے۔ یہاں حضرت مصنفؒ حرکت کی غلط ادا کے اوپر تنبیہ فرما رہے ہیں۔ دراصل حرکات کی ادائیگی میں بھی اہل زبان کو مکمل عبور حاصل ہوتا ہے مگر غیر عرب لوگ اس میں بہت زیادہ اغلاط کرتے ہیں۔ اسی چیز کو مد نظر رکھتے ہوئے حضرت مصنفؒ نے یہ فصل حرکات کے لئے بطور خاص بیان کی ہے۔ اول اس میں فتح کسرہ اور ضمہ کی صحیح ادائیگی کو بیان فرمایا اور اب اغلاط العوام (یعنی وہ اغلاط جو عوام میں مستعمل ہوتی ہیں) کا ذکر فرما کر ان کی نشاندہی فرما رہے ہیں۔

فوائد مکبہ : ایسا ہی کسرہ میں اگر کامل انخفاض نہ ہوگا تو مشابہ فتح کے ہو جائے گا بشرطیکہ افتتاح ہو گیا ہو۔

اگر کچھ انضمام ہو گیا تو کسرہ مشابہ ضمہ کے ہو جائے گا۔

شرح : حضرت مصنف فرما رہے ہیں کہ کسرہ کو ادا کرتے وقت کامل انخفاض ہونا چاہیے اگر اس میں انفتاح ہوگا تو وہ فتح کے مشابہ ہو جائے گا اور اگر انضمام ہو گیا تو کسرہ ضمہ کے مشابہ ہو کر مجہول ادا ہوگا۔ لہذا اس سے احتراز ضروری ہے۔

فوائد مکہ : اور ضمہ میں اگر انضمام کامل نہ ہو تو ضمہ مشابہ کسرہ کے ہو جائے گا بشرطیکہ کسی قدر انخفاض ہو گیا ہو اور اگر کسی قدر انفتاح پایا گیا تو فتح کے مشابہ ہو جائے گا۔

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ضمہ کی ادائیگی کے وقت نہ تو اس میں انفتاح ہو اور نہ ہی انخفاض ہو اگر ضمہ کو ادا کرتے وقت انضمام کے ساتھ ساتھ انفتاح ہو گیا تو ضمہ فتح کے مشابہ ہو جائے گا اور اگر ضمہ کو ادا کرتے وقت انخفاض پایا گیا تو ضمہ کسرہ کے مشابہ ہو جائے گا اور ایسا کرنے سے ضمہ معروف نہیں بلکہ مجہول ہو جائے گا جو کہ غلط ہے۔

فوائد مکہ : (فائدہ) فتح جس کے بعد الف نہ ہو اور ضمہ جس کے بعد واو ساکن اور کسرہ جس کے بعد یاء ساکن نہ ہو ان حرکات کو اشباع سے بچانا چاہیے۔ ورنہ یہی حروف پیدا ہوں گے۔ ایسا ہی ضمہ کے بعد جب واو مشدود ہو اور کسرہ کے بعد یاء مشدود ہو مثل عَدُوٍّ - سَوِيٍّ - لُجِيٍّ۔ اس وقت بھی اشباع سے احتراز نہایت ضروری ہے خصوصاً وقف میں زیادہ خیال رکھنا چاہیے ورنہ مشدود مخفف ہو جائے گا۔

شرح : اس فائدہ کے ذیل میں حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے چند ضروری باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے جن کی تصحیح کا دار و مدار سماع پر موقوف ہے اگر فتح کے بعد الف نہ ہو جیسے اَنْزَلَ کہ لام پر فتح ہے اس کی ادائیگی کے دوران اس بات سے بچنا چاہیے کہ کہیں یہ اَنْزَلَا نہ ہو جائے بلکہ اَنْزَلَ ہی رہے۔

اسی طرح اگر ضمہ کے بعد واو ساکن نہ آئے جیسے اِنْ نَعَفْ کہ فاء پر ضمہ ہے مگر اس کے بعد واو ساکن نہیں ہے تو یہاں یہ احتیاط کرنا ہے کہ فاء کا ضمہ بڑ کر اِنْ نَعْفُو کی شکل اختیار نہ کر لے یہ بالکل غلط ہے اور صحیح ادائیگی اِنْ نَعْفُ ہی رہے۔

اسی طرح اگر کسرہ کے بعد یاء ساکن نہیں جیسے عَقَابِ کہ باء کے نیچے کسرہ ہے مگر اس کے بعد یاء ساکن نہیں ہے پس اس کو صحیح طریقہ سے ادا کیا جائے کہیں عدم توجہ سے عَقَابِي نہ ہو جائے۔ بلکہ عَقَابِ ہی رہے۔ اگر عدم توجہ سے یاء ساکن بڑھ گئی تو یہ اغلاط کن جلی ہیں جس کا وقوع حرام ہے۔

اسی طرح اگر کسرہ کے بعد حرف مشدود ہو تو اس کو بھی خوب واضح ادا کرنا چاہیے جیسے لُجِيٍّ اب یہ کہیں غلط ادائیگی کی وجہ

لُجَّیُّیْ نہ بن جائے یعنی اشباع نہ ہونے پائے کہ اشباع ہونے سے یائے مدہ وجود میں آجائے گی بلکہ لُجَّیُّیْ ہی رہے اسی طرح سَوِیُّیْ کہیں سَوِیُّیْ نہ ہو جائے بلکہ سَوِیُّیْ ہی رہے۔

اسی طرح اگر ضمہ کے بعد واؤ مشدہ ہو جیسے عَدُوُّ تو بھی خوب واضح اشباع سے بچا کر ادا کرنا چاہیے کہ کہیں یہ عَدُوُّ نہ ہو جائے بلکہ عَدُوُّ ہی رہے۔

ان تمام امور کا خیال اس وقت زیادہ رکھنے کی ضرورت ہے جب حروف مشدہ پر وقف کرے کہ کہیں مشدہ حرف مخفف نہ ہو جائے جیسے وَتَبَّ پر وقف کیا جائے تو وَتَبَّ نہ ہو جائے بلکہ وَتَبَّ ہی رہے۔ اَیْنَ الْمَقَرُّ وقف میں اَیْنَ الْمَقَرُّ نہ ہو جائے بلکہ اَیْنَ الْمَقَرُّ ہی پڑھا جائے۔ حَمَلْهِنَّ۔ لَهَنَّ۔ وَلَا جَانَّ۔ مُسْتَمِرٌّ اور مُسْتَقَرٌّ جیسے الفاظ بھی اسی ذیل میں آتے ہیں۔

فوائد مکیہ : (فائدہ) جب فتح کے بعد الف اور ضمہ کے بعد واؤ ساکن غیر مشدہ اور کسرہ کے بعد یاء ساکن غیر مشدہ ہو تو اس وقت ان حرکات کو اشباع سے ضرور پڑھنا چاہیے ورنہ یہ حرف ادا نہ ہوں گے خصوصاً جب کئی حروف مدہ قریب قریب جمع ہوں تو زیادہ خیال رکھنا چاہیے۔ کیونکہ اکثر خیال نہ کرنے سے کہیں اشباع ہوتا ہے اور کہیں نہیں۔

شرح : اس سے قبل حضرت مصنف علیہ الرحمہ بتلا کر آئے ہیں کہ فتح جس کے بعد الف نہ ہو۔ ضمہ جس کے بعد واؤ ساکن نہ ہو اور کسرہ جس کے بعد یاء ساکن نہ ہو اس میں یہ احتیاط کی جائے کہ اشباع نہ ہونے پائے۔ اب یہاں ان کلمات کا بیان فرما رہے ہیں کہ جن میں فتح کے بعد الف مدہ ہو یا ضمہ کے بعد واؤ مدہ ہو اور کسرہ کے بعد یاء ساکن نہ ہو تو ان کی ادائیگی بھی اچھی طرح کرنی چاہیے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ حروف مدہ ادا نہ ہوں جیسے قَالُوا غلط ادائیگی سے قَالَ بن جائے حِیْنَ۔ حِنَّ بن جائے۔ اِذَا۔ اِذَا بن جائے کُونُوا۔ کُونُ بن جائے بَعِیْدُ بَعِیْدُ بن جائے غرض ان تمام مواقع پر احتیاط لازم ہے۔ اسی طرح اگر زیادہ حروف مدہ قریب قریب واقع ہوں تو ہر ایک کو صحیح طور پر ادا کرنا نہایت ضروری ہے جیسے نُوحِیْہَا۔ اُوْذِیْنَا وغیرہ کہ امثلہ مذکورہ میں تینوں حروف مدہ آرہے ہیں لہذا اس بات کا اہتمام کیا جائے کہ تینوں حروف مدہ ادا ہوں یہ نہ ہو کہ ایک حرف مدہ تو ادا ہو اور دوا نہ ہوں یا دوا ادا ہوں اور تیسرا حرف مدہ ادا کرنے سے رہ جائے۔ ضروری ہے کہ ان کی تصحیح مشق اور ادائیگی ماہر استاذ سے کی جائے۔

فوائد مکیہ : (فائدہ) مَجْرُہَا سورہ ہود میں ہے اصل میں لفظ مَجْرُہَا ہے یعنی راء مفتوح ہے اور

اس کے بعد الف ہے اس جگہ چونکہ امالہ ہے اس وجہ سے فتحہ خالص اور الف خالص نہ پڑھا جائے گا اور کسرہ اور نہ یاء خالص پڑھی جائے گی بلکہ فتحہ کسرہ کی طرف اور الف یاء کی طرف مائل کر کے پڑھا جائے گا جس سے فتحہ کسرہ مجہول کی مانند ہو جائے گا اور اس کے بعد یاء مجہول ہوگی اور اس کے سوا اور کہیں امالہ نہیں ہے۔

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ لفظ مَجْرُہَا کے تلفظ وادائیگی کے بارے میں بیان فرما رہے ہیں فرماتے ہیں کہ یہ اصل میں مَجْرُہَا ہے یعنی راء مفتوح کے بعد الف ہے لیکن اس میں چونکہ امالہ ہوگا اور امالہ کی تعریف یہ ہے کہ زبر کو زیر کی طرف اور الف کو یاء کی طرف مائل کر کے پڑھنا امالہ کہلاتا ہے لہذا اس کا تلفظ ایسے ہوگا جیسے اردو زبان میں ہمارے تمہارے وغیرہ کا کیا جاتا ہے جو یائے مجہول ہے اس طرح مَجْرُہَا کو پڑھا جائے گا۔ یاد رہے کہ عربی زبان میں کسرہ مجہول یا کوئی حرف مجہول نہیں ہوتا۔ حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے جو یہاں مجہول کا لفظ بیان کیا ہے۔ اس سے اردو زبان میں یاء اور کسرہ مجہول مراد لئے ہیں تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو۔ یعنی اس کسرہ مجہول سے مراد لفظ ہمارے کی راء کا کسرہ ہے اور یائے مجہول سے مراد راء کے بعد جو یاء ہے وہ مراد ہے اور یہ طلباء کو سمجھانے کی غرض سے ہے اس کی صحیح ادا ماہر استاذ سے استفادہ کے بغیر ممکن نہیں۔ حضرت مصنف کا یہ فرمانا کہ اس کے سوا اور کہیں امالہ نہیں اس سے یہ مراد ہے کہ روایت حفصؓ میں پورے قرآن مجید میں اس کے علاوہ اور کہیں امالہ نہیں ہے۔ دیگر قرآنی آیات میں امالہ بکثرت وارد ہے۔

امالہ کیا ہے؟

امالہ الف کو مائل یاء ادا کرنا اگر یہ میلان زیادہ ہو تو اس کو امالہ کبریٰ اصباح۔ ترقیق۔ اور امالہ محضہ کہا جاتا ہے اور اگر یاء کی طرف میلان کم اور الف کی طرف زیادہ ہو تو اس کو بین اللفظین۔ تقلیل۔ امالہ صغریٰ اور بین بین کے ناموں سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ صحیح ادا مشائخ سے سن کر ہی آ سکتی ہے۔

امالہ کے باب میں قراء کی دو اقسام ہیں:

(۱) غیر مائل یعنی جو بالکل امالہ نہیں کرتے ہیں اور یہ امام ابن کثیرؒ کی ہیں۔

(۲) دوسرے مائل پھر مائل کی بھی دو اقسام ہیں بعضوں کے یہاں یہ امالہ قلیل ہوا ہے جیسے امام ابن عامر شامی۔ امام

عاصمؒ اور امام نافعؒ کے راوی قالونؒ۔

اور بعض کے یہاں اس کی کثرت ہے وہ حضرات یہ ہیں: امام ورشؒ جو امام نافعؒ کے راوی دوم ہیں۔ امام ابو عمر و بصریؒ۔

امام حمزہؒ۔ امام کسائیؒ وغیرہم۔ امام حمزہؒ اور امام کسائیؒ کے یہاں امالہ کبریٰ بکثرت وارد ہے ورشؒ کے یہاں امالہ صغریٰ اور

امام ابو عمرو بصری کے یہاں امالہ کبریٰ و صغریٰ دونوں قسمیں یکثرت ہیں۔

فوائد مکہ : (فائدہ) کسرہ اور ضمہ کلام عرب میں مجہول نہیں بلکہ معروف ہیں اور ادا کی صورت یہ ہے کہ کسرہ میں انخفاض کامل کے ساتھ آواز کسرہ کی باریک نکلے اور ضمہ میں انضمام شفتین کے ساتھ ضمہ کی آواز باریک نکلے۔

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ حرکات کی ادا کے بارے میں چند ضروری باتوں کی طرف توجہ دلا رہے ہیں کہ کسرہ کو کامل انخفاض سے ادا کرنا چاہیے تاکہ معروف ادا ہو اور ضمہ کو انضمام شفتین سے اس طرح ادا کریں کہ آواز باریک نکلے یعنی ضمہ اور کسرہ معروف ادا ہوں مجہول نہ ہوں اس لئے کہ ضمہ اور کسرہ کلام عرب میں معروف ہیں مجہول نہیں ہیں۔ نیز یہ بات بھی یاد رکھو کہ معروف و مجہول کا وقوع صرف ان دو حرکات میں ہی ہو سکتا ہے اس لئے حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے انہی دونوں کو ذکر فرمایا اور فتح کو بیان نہیں فرمایا حرکات کو مجہول ادا کرنے سے بچنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ استاذ سے تلقی اور مشق پر موقوف ہے۔

چونکہ اکثر حروف مرقق ہیں اس لیے حضرت مصنف نے کسرہ اور ضمہ کے متعلق فرمایا کہ یہ باریک نکلے گئیں۔ یہ بات اکثر حروف کے احوال سے ہے۔ لَّا كَثُرَ حُكْمُ الْكُلِّ بہر حال اگر یہ حرکات حروف منقطع پر آئیں تو بڑھ چکی جائیں گی اور اگر حرف مرقق پر آئیں تو مرقق بڑھ چکی جائیں گی۔

فوائد مکہ : (فائدہ) حرکات کو خوب ظاہر کر کے پڑھنا چاہیے یہ نہ ہو کہ مشابہ سکون کے ہو جائیں۔ ایسا ہی سکون کامل کرنا چاہیے تاکہ مشابہ حرکت کے نہ ہو جائے اس سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ ساکن حرف کی صوت مخرج میں بند ہو جائے اور اس کے بعد ہی دوسرا حرف نکلے اور اگر دوسرے حرف کے ظاہر ہونے سے پہلے مخرج میں جنبش ہو گئی تو لامحالہ یہ سکون حرکت کے مشابہ ہو جائے گا۔ البتہ حروف قلقلہ اور کاف و تاء کے مخرج میں جنبش ہوتی ہے فرق اتنا ہے کہ حروف قلقلہ میں جنبش سختی کے ساتھ ہوتی ہے اور کاف و تاء میں نہایت نرمی کے ساتھ جنبش ہوتی ہے۔

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ ساکن حروف میں سکون کامل ادا کرنے کی طرف توجہ دلا رہے ہیں اگر کوئی حرف ساکن ہو تو اس کا سکون کامل ادا کرنا چاہیے ایسا نہ ہو کہ کہیں وہ حرف بجائے ساکن کے متحرک کے مشابہ ہو جائے اس سے بچنے کا طریقہ یہ بیان کیا ہے کہ اگر ساکن حرف کو ادا کرنے کے بعد جب آواز بند ہو تو فوراً دوسرا حرف ادا کریں تاکہ ساکن حرف کے سکون میں کوئی فرق نہ آئے اگر اس میں لا پرواہی سے کام لیا گیا تو ساکن حرف متحرک ہو جائے گا اس کے بعد فرماتے

ہیں کہ حالت سکون میں حروف قلقلہ میں اور کاف و تاء میں جنبش ہوتی ہے یعنی حروف قلقلہ کی ادائیگی کے وقت مخرج میں سختی سے حرکت ہوتی ہے۔

حروف قلقلہ میں حالت سکون میں جہر کی وجہ سے سانس اور شدت کی وجہ سے آواز بند ہو جاتی ہے اس حالت میں یہ حروف ضعیف الصوت ہو جاتے ہیں لہذا اس حالت میں ان حرفوں کو واضح کر کے پڑھنے کی ضرورت ہوئی اور یہ واضح کر کے پڑھنا یعنی جنبش ہونا قلقلہ کہلاتا ہے۔

قلقلہ کی ادائیگی کے متعلق علامہ جزری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

وَبَيِّنَنَّ مُقْلَقْلًا اِنْ سَكَنَا

وَ اِنْ يَكُنَّ فِي الْوَقْفِ كَانَ اَبْيَنَا

ترجمہ: ”اور خوب ظاہر کر حروف قلقلہ کو جب کہ وہ سکون اصلی کے ساتھ ساکن ہوں اور اگر حروف قلقلہ وقف کی حالت میں ہوں تو ان میں قلقلہ زیادہ واضح اور ظاہر ہوگا۔“

پھر فرماتے ہیں کہ قلقلہ کے علاوہ کاف اور تاء کے مخرج میں بھی جنبش ہوتی ہے اور قلقلہ اور کاف و تاء کی جنبش کو اس طرح الگ الگ فرمایا کہ قلقلہ کی جنبش میں سختی اور کاف و تاء کی جنبش میں نرمی ہوتی ہے۔

اور یہی وجہ ہے کہ حروف قلقلہ میں مخرج میں جو جنبش کی کیفیت ہوتی ہے وہ سننے والے کو محسوس بھی ہوتی ہے۔ مگر کاف و تاء میں صفت ہمس کی وجہ سے آواز کا مخرج میں ایسے ضعف کے ساتھ ٹھہراؤ ہوتا ہے کہ سانس جاری رہتا ہے یعنی سانس پوری طرح آواز میں تبدیل نہیں ہوتا کیونکہ آواز میں ضعف ہوتا ہے بلکہ وہ کچھ اپنی غیر مسموعی کیفیت پر بھی رہتا ہے اس وجہ سے آواز کی مخرج میں جنبش سی محسوس ہوتی ہے مگر یہ صرف پڑھنے والے کو محسوس ہوتی ہے سننے والے کو محسوس نہیں ہوتی۔ حضرت مصنفؒ کا حروف قلقلہ میں مخرج میں سختی سے جنبش ہونا اور کاف و تاء میں مخرج میں نرمی سے جنبش ہونا اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

فوائد مکبہ : (فائدہ) کاف و تاء میں جو جنبش ہوتی ہے اس میں ہاء یا سین یا ثاء کی بوند آنی چاہیے۔

شرح : حضرت مصنفؒ یہاں اب کاف و تاء میں مخرج میں نرمی سے جنبش کی احتیاط بتلا رہے ہیں کہ اس میں شدت نہ ہونے پائے اگر شدت اور سختی پیدا ہوگئی تو کاف و تاء میں ہاء یا سین یا ثاء کی آمیزش ہو جائے گی۔ اور حرف کا صحیح تلفظ خراب ہوگا اس آمیزش سے بچنا ضروری ہے اس لئے کہ حرف حرف نہ رہے گا بلکہ کچھ اور ہی بن جائے گا یا حرف حرف سے بدل

جائے گا تو یہ لُحْن جلی ہوگی۔ جو حرام ہے۔

میرے شیخ محترم استاذی و استاذ القراءہ قاری انظہار احمد التھانویؒ تحریر فرماتے ہیں ”علامہ جزری نے التہدید میں تحریر فرمایا ہے کہ کاف و تاء میں صفت شدت ادا نہ ہونے سے بسا اوقات سین کی صفت صغیر پیدا ہوتی ہے۔ علامہ جزریؒ نے جن عیوب پر متنبہ کیا ہے وہ ان کے بہترین تجربات کا آئینہ دار ہے، پہلے ہمیں بھی یہ بات بے جوہر نظر آیا کرتی تھی کہ کاف و تاء کو سین سے کون بدلتا ہوگا؟ لیکن پڑھاتے وقت ایسے متعدد طلباء سننے میں آئے کہ کاف و تاء ساکنہ میں صغیر نکالتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حروف کی ادائیگی کے عیوب عقل سے نہیں بلکہ تجربات کی روشنی میں دریافت ہوتے ہیں سچ ہے سَلِّ الْمَجْرَبُ وَلَا تَسْأَلِ الْحَكِيمَ۔ (الجواہر النقیۃ شرح المقدمة الجزریہ ص ۱۱۶)

معلوم ہوا کہ حضرت مصنف علیہ الرحمہ فوائد مکیہ میں تجوید کے مسائل بیان کرنے کے علاوہ عوام الناس کی ان اغلاط کو بھی بیان کرتے جا رہے ہیں جو حضرت مصنف علیہ الرحمہ کو اپنے تدریس کے اُنچاس (۴۹) برس کے طویل دور میں پیش آئے ہیں کیونکہ حضرت استاذ القراءہ و الخجودین سیدی و سندی خاتمۃ القراء فی الہند الشیخ القاری المقری عبد الرحمن مکی الالہ آبادی نور اللہ مرقدہ سے متحدہ ہندوستان کے بہت دور دور کے علاقوں سے آ کر تلامذہ کے جم غفیر نے استفادہ فرمایا ہے۔ لہذا انہوں نے فن کی اہم کتب کے مسائل کو جہاں نہایت مختصر اور جامع انداز میں فوائد مکیہ میں اکٹھا فرمایا ہے اپنے تدریسی مشاہدات و تجربات کو بھی بیان فرمادیا ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ۔



فوائد مکبہ : تیسرا باب

پہلی فصل اجتماع ساکنین کے بیان میں

شرح : باب کا تعارف :

باب سوم کی چار فصول ہیں: پہلی فصل اجتماع ساکنین کے بیان میں ہے۔ دوسری فصل مد کے بیان میں ہے۔ تیسری فصل مقدار اور وجہ کے بیان میں ہے اور چوتھی فصل وقف کے احکام میں ہے۔

حضرت مصنف علیہ الرحمہ یہاں سے اجتماع ساکنین کا بیان شروع فرما رہے ہیں۔ اجتماع ساکنین کا بیان فوائد مکبہ کا ایک بہت اہم بیان ہے۔ طلباء اس میں کافی دقت محسوس کرتے ہیں۔ دراصل اجتماع ساکنین کا بیان نصاب میں شامل دیگر کتب میں نہیں ہوا تیسیر التجوید اور زیۃ المصحف وغیرہ میں اس کا بیان ہے مگر تیسیر التجوید میں تو مختصر ہے ہاں زیۃ المصحف میں قدرے تفصیل سے ہوا ہے۔

دراصل اجتماع ساکنین کا قاعدہ نحو کی کتابوں سے تجوید کی کتب میں آیا ہے۔ اجتماع ساکنین کی تعریف میں ہی نحو یوں کا آپس میں بہت زیادہ اختلاف ہے۔ وہ اس کی تعریف میں اس قدر متفرق ہوئے ہیں کہ اگر ہم مشہور اقوال ہی یہاں درج کریں تو طلباء کا ذہن منتشر ہو جائے گا اور ہم یہاں ان اختلافی امور کو بیان کر کے طلباء کے ذہنوں کو پریشان نہیں کرنا چاہتے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مصنف علیہ الرحمۃ کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ وہ نحو بین کی اس اختلافی بحث میں پڑنے کی بجائے ایک ایسی جامع و مانع تعریف بیان فرما رہے ہیں جس سے اجتماع ساکنین کا بیان بالکل واضح ہو کر سامنے آ جاتا ہے۔

فوائد مکبہ : اجتماع ساکنین (یعنی دو ساکنوں کا اکٹھا ہونا) ایک علی حدہ ہے دوسرا علی غیر حدہ۔ علی حدہ اس کو

کہتے ہیں کہ پہلا ساکن حرف مدہ ہو اور دونوں ساکن ایک کلمہ میں ہوں مثل ذابِقُوْہُ - اَلَا لَیْ اَوْرِیْہُ اجتماع ساکنین جائز ہے۔

شرح : اجتماع ساکنین کا مطلب ہے دو ساکنوں کا اکٹھا ہونا۔ پھر اس کی دو اقسام ہیں۔

(۱) اجتماع ساکنین علی حدہ (۲) اجتماع ساکنین علی غیر حدہ

(۱) اجتماع ساکنین علی حدہ

اجتماع ساکنین علی حدہ کا مطلب ہے کہ دونوں ساکن ایک کلمہ میں ہوں اب پہلا ساکن مدہ ہو خواہ دوسرا ساکن اصلی ہو جیسے **الْآنَ - دَابَّةٌ** وغیرہ۔ اور خواہ دوسرا ساکن عارضی ہو جیسے **يَعْلَمُونَ ۝ تَكْذِبَانَ ۝ قَدِيرٌ ۝ ص - ن -** صدیقین وغیرہ۔

تو یہ دونوں صورتیں جائز ہیں اور اس کو اجتماع ساکنین علی حدہ کہتے ہیں۔
 علی حدہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی حالت پر برقرار رہیں اور ان میں کسی قسم کا کوئی تغیر و تبدل نہ کیا جائے۔

فوائد مکبہ : اور اجتماع ساکنین علی غیر حدہ جائز نہیں البتہ وقف میں جائز ہے۔

(۲) اجتماع ساکنین علی غیر حدہ

حضرت مصنف علیہ الرحمہ کی مراد یہ ہے کہ دو ساکن ایک کلمہ میں ہوں اور پہلا ساکن حرف مدہ نہ ہو تو یہ اجتماع اجتماع ساکنین علی غیر حدہ بنتا ہے جیسے **الْحَبَرُ - الْقَدَرُ - الْعُسْرُ - وَالْفَجْرُ - يُسْرُ - قُرَيْشُ - وَالصَّيْفُ** وغیرہ اور یہ صرف وقف میں جائز ہے اور بغیر کسی تغیر و تبدل کے پڑھا جائے گا اس کی مشق کسی کامل استاذ سے کرنی چاہیے اور اس کی ادائیں اکثر قراء غلطی کرتے ہیں۔

فوائد مکبہ : اور اجتماع ساکنین علی غیر حدہ اس کو کہتے ہیں کہ پہلا حرف ساکن مدہ نہ ہو یا دونوں ساکن ایک کلمہ میں نہ ہوں۔

شرح : اجتماع ساکنین علی غیر حدہ کے متعلق فرما رہے ہیں کہ دو ساکن دو کلموں میں ہوں یعنی پہلا ساکن پہلے کلمہ کے آخر میں اور دوسرا ساکن دوسرے کلمہ کے شروع میں ہو تو یہ اجتماع ساکنین علی غیر حدہ کہلائے گا اگر پہلا ساکن حرف مدہ ہے تو اس کا قاعدہ آگے ذکر فرما رہے ہیں۔ چونکہ اجتماع ساکنین علی غیر حدہ جائز نہیں ہے لہذا ایسی صورت میں مختلف قواعد اپنا کر ان میں عربیت کے مطابق تغیر و تبدل کیا جاتا ہے اور انہی کا بیان اب فرماتے ہیں۔

فوائد مکبہ : اب اگر پہلا ساکن حرف مدہ ہے تو اس کو حذف کر دیں گے۔ مثل **وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ**۔

عَلَى أَنْ لَا تَعْدِلُوا اَعْدِلُوا- وَقَالُوا الْآنَ- فِي الْأَرْضِ- تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ- وَاسْتَبَقَا
الْبَابَ- وَقَالَا الْحَمْدُ- فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ-

شرح : حذف کا قاعدہ:

حضرت مصنف علیہ الرحمہ اجتماع ساکنین علی غیر جہدہ میں حذف کا قاعدہ بیان فرما رہے ہیں کہ اگر دو ساکن دو کلموں میں اس طرح جمع ہوں کہ پہلا ساکن حرف مدہ ہو تو اس کو گرا کر پڑھیں گے۔ دو کلموں میں حرف مدہ کو حذف کرنا حصول تخفیف کے لئے ہے۔

اب ہم یہاں حضرت مصنف علیہ الرحمہ کے بیان کردہ کلمات کی تشریح کرتے ہیں۔

وَاقِيمُوا الصَّلَاةَ

یہ اصل میں وَاقِيمُوا الصَّلَاةَ تھا۔ ہمزہ وصلی وسط کلام میں حذف ہو گیا پھر وَاقِيمُوا کے واؤ اور الصَّلَاةَ کے لام کے درمیان اجتماع ساکنین ہوا قاعدہ کے موافق پہلا ساکن گرا دیا گیا تو وَاقِيمُوا الصَّلَاةَ بن گیا۔

عَلَى أَنْ لَا تَعْدِلُوا اَعْدِلُوا

یہ اصل میں عَلَى أَنْ لَا تَعْدِلُوا اَعْدِلُوا تھا۔ ہمزہ وصلی وسط کلام میں حذف ہوا تَعْدِلُوا کے واؤ اور اَعْدِلُوا کے عین میں اجتماع ساکنین ہوا قاعدہ کے موافق پہلے ساکن واؤ حرف مدہ کو گرا دیا گیا تو عَلَى أَنْ لَا تَعْدِلُوا اَعْدِلُوا ہو گیا۔

وَقَالُوا الْآنَ

یہ اصل میں وَقَالُوا الْآنَ تھا۔ ہمزہ وصلی وسط کلام میں حذف ہو گیا پھر وَقَالُوا کے واؤ اور الْآنَ کے لام میں اجتماع ساکنین ہوا۔ قاعدہ کے موافق پہلے ساکن واؤ حرف مدہ کو گرا دیا تو وَقَالُوا الْآنَ بن گیا۔

فِي الْأَرْضِ

یہ اصل میں فِي الْأَرْضِ تھا۔ ہمزہ وصلی وسط کلام میں حذف ہوا پھر فِي کی یاء اور الْأَرْضِ کے لام کے درمیان اجتماع ساکنین ہوا اور قاعدہ کے موافق پہلا ساکن یاء جو کہ حرف مدہ ہے اس کو گرا دیا گیا جس سے فِي الْأَرْضِ بن گیا۔

تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ

یہ اصل میں تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ تھا۔ ہمزہ وصلی وسط کلام میں حذف ہوا تو تَحْتَهَا کے الف اور الْأَنْهَارُ کے لام کے درمیان اجتماع ساکنین ہوا قاعدہ کے موافق پہلے ساکن الف حرف مدہ کو گرا دیا گیا تو تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ بن گیا۔

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ

یہ اصل میں وَاسْتَبَقَا الْبَابَ تھا۔ ہمزہ وصلی وسط کلام میں حذف ہو گیا۔ وَاسْتَبَقَا کے الف اور الْبَابَ کے لام کے درمیان اجتماع ساکنین ہوا۔ قاعدہ کے موافق پہلے ساکن الف حرف مدہ کو گرا دیا گیا تو وَاسْتَبَقَا الْبَابَ بن گیا۔

وَقَالَا الْحَمْدُ لِلَّهِ

یہ اصل میں وَقَالَا الْحَمْدُ لِلَّهِ تھا۔ ہمزہ وصلی وسط کلام میں حذف ہو گیا۔ وَقَالَا کے الف اور الْحَمْدُ کے لام کے درمیان اجتماع ساکنین ہو گیا قاعدہ کے موافق پہلے ساکن الف مدہ کو گرا دیا گیا تو وَقَالَا الْحَمْدُ لِلَّهِ بن گیا۔

ذَاقَا الشَّجَرَةَ

یہ اصل میں ذَاقَا الشَّجَرَةَ تھا۔ ہمزہ وصلی وسط کلام میں حذف ہو گیا۔ ذَاقَا کے الف اور الشَّجَرَةَ کے لام کے درمیان اجتماع ساکنین ہو گیا قاعدہ کے موافق پہلے ساکن الف مدہ کو گرا دیا گیا تو ذَاقَا الشَّجَرَةَ بن گیا۔

ورج ذیل مثالیں بھی اس قاعدے کے موافق ہیں۔

فِي السَّمَاءِ - وَلَا النَّصْرَى - قَدْ بَيَّنَّا الْآيَاتِ - فِي الْآخِرَةِ - اتُّوا الزَّكْوَةَ - إِلَّا
الْإِصْلَاحَ - وَادْخُلُوا الْبَابَ وَغَيْرِهِ۔

نوٹ: بعض حضرات وَقَالَا الْحَمْدُ لِلَّهِ اور ذَاقَا الشَّجَرَةَ وغیرہ میں تشنیکہ کا الف ہونے کی بنا پر اس کو وصل میں تشنیکہ کی طرف اشارہ کرنے کے لیے اس کو تھوڑا سا لمبا کر کے پڑھتے ہیں ایسا کرنا غلط ہے ان لوگوں کو اگر کہا جائے کہ اس طرح پڑھنا غلط ہے۔ تو وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم نے تشنیکہ کے الف کی طرف اشارہ کرنے کے لیے پڑھا ہے تاکہ سننے والے کو معلوم ہو کہ یہ تشنیکہ کا صیغہ ہے ہم یہ جواب دیتے ہیں کہ ایسا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیوں؟ اس لیے کہ رسم القرآن میں تشنیکہ کا الف لکھا ہوا ہے لہذا رسم کو دیکھ کر یہ بات سمجھی جاسکتی ہے کہ یہ صیغہ تشنیکہ کا ہے اور بعض جگہ آگے ضمیر کا قرینہ موجود ہے جیسے ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا - لَّهُمَا سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تشنیکہ کا صیغہ ہے لہذا یہ بات واضح

ہوتی ہے کہ ایسے کلمات کو کھینچ کر پڑھنا درست نہیں۔ بلکہ اجتماع ساکنین علی غیر حدہ کے حذف کے قاعدہ کے مطابق اس الف کو گرا کر پڑھنا چاہیے۔ واللہ اعلم بالصواب

فوائد مکیہ : اگر پہلا ساکن حرف مد نہ ہو تو اس کو حرکت کسرہ کی دی جائے گی مثل **إِنْ أَرْتَبْتُمْ**۔
وَأَنْذِرِ النَّاسَ - مِمَّا لَمْ يَذْكُرِ اسْمُ اللَّهِ - بِئْسَ الْإِسْمُ الْفُسُوقُ۔

شرح : (۲) کسرہ دینے کا قاعدہ :

حضرت مصنفؒ اجتماع ساکنین علی غیر حدہ کا دوسرا قاعدہ بیان فرماتے ہیں کہ اگر دو ساکن دو کلموں میں اس طرح جمع ہوں کہ پہلا ساکن حرف مدہ - میم جمع و اولین جمع - منّ حرف جر کا نون **الْم** حروف مقطعات کی میم کے علاوہ کوئی اور حرف ساکن ہو تو اس پہلے ساکن کو کسرہ دے کر پڑھیں گے اس کی توجیہ یہ ہے کہ عربی کا مشہور قاعدہ **”السَّكِنُ إِذَا حُرِّكَ حُرِّكَ بِالْكَسْرِ“** یعنی جب ساکن کو حرکت دینے کی ضرورت ہوتی ہے تو حرکت کسرہ دی جاتی ہے۔ نیز حرکات ثلاثہ میں سے کسرہ کو اس بنا پر منتخب کیا گیا کہ فتح خفیف حرکت ہے اور ضمہ ثقیل حرکت ہے جبکہ کسرہ متوسط ہے لہذا **وَخَيْرَ الْأُمُورِ أَوْسَطُهَا** کے تحت کسرہ کا انتخاب کیا گیا ہے۔

کسرہ دینے والے قاعدہ میں توین بھی شامل ہے۔ اب حضرت مصنف علیہ الرحمہ کی بیان کردہ امثلہ کی تشریح کی جاتی ہے۔

إِنْ أَرْتَبْتُمْ

یہ اصل میں **إِنْ أَرْتَبْتُمْ** تھا۔ ہمزہ وصلی وسط کلام میں حذف ہوا پھر **إِنْ** کے نون اور **أَرْتَبْتُمْ** کی راء کے درمیان اجتماع ساکنین ہوا۔ قاعدہ کے مطابق پہلے ساکن کو کسرہ دیا گیا تو **إِنْ أَرْتَبْتُمْ** بن گیا۔

وَأَنْذِرِ النَّاسَ

یہ اصل میں **وَأَنْذِرِ النَّاسَ** تھا۔ ہمزہ وصلی وسط کلام میں حذف ہوا۔ پھر **وَأَنْذِرِ** کے راء اور **النَّاسَ** کے لام کے مابین اجتماع ساکنین ہوا۔ قاعدہ کے مطابق پہلے ساکن کو کسرہ دیا گیا تو **وَأَنْذِرِ النَّاسَ** بن گیا۔

مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ

یہ اصل میں مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ تھا۔ ہمزہ وصلی وسط کلام میں حذف ہوا پھر یُذْكَرُ کے راء اور اسْم کے سین کے درمیان اجتماع ساکنین ہوا قاعدہ کے مطابق پہلے ساکن کو کسرہ دیا گیا تو مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ بن گیا۔

بِئْسَ الْاِسْمُ الْفُسُوقُ

یہ اصل میں بِئْسَ الْاِسْمُ الْفُسُوقُ تھا۔ دونوں ہمزہ وصلی وسط کلام میں حذف ہوئے لِاسْم کے لام اور سین کے درمیان اجتماع ساکنین ہوا قاعدہ کے مطابق پہلے ساکن کو کسرہ دیا گیا تو بِئْسَ الْاِسْمُ الْفُسُوقُ بن گیا۔
درج ذیل مثالیں بھی اسی طرح ہیں۔

قُلِ اللَّهُ - عَنِ الَّذِينَ - اِمَ اللَّهُ - عَنِ السَّاعَةِ - اَوِ الْحَوَايَا وَغیره۔

فوائد مکبہ : مگر جب پہلا ساکن میم جمع ہو تو ضمہ دیا جائے گا شل عَلَیْکُمْ الصَّیَامُ - عَلَیْهِمُ الْقِتَالُ۔

شرح : (۳) ضمہ دینے کا قاعدہ :

حضرت مصنف علیہ الرحمہ اجتماع ساکنین علی غیر حدہ کا تیسرا قاعدہ بیان فرماتے ہیں کہ جب دو ساکن دو کلموں میں اس طرح جمع ہوں کہ پہلا ساکن میم جمع کی میم ہو تو اس کو ضمہ دیکر پڑھیں گے اسی میں واو لین جمع بھی داخل ہے۔ لیکن حضرت مصنفؒ نے اس کو شہرت کی بناء پر بیان نہیں فرمایا۔

اس کی توجیہ یہ ہے کہ میم جمع وغیر میم جمع اور واو لین جمع وغیر جمع کے درمیان فرق کرنا مقصود ہے نیز ضمہ جمع کی علامت ہے واو لین میں یہ توجیہ ہے کہ واؤ کی مناسبت سے ضمہ دیا گیا ہے۔ اب حضرتؒ کی بیان کی گئی اشلہ کی توضیح کی جاتی ہے۔

عَلَیْکُمْ الصَّیَامُ

یہ اصل میں عَلَیْکُمْ الصَّیَامُ تھا۔ ہمزہ وصلی وسط کلام میں حذف ہوا پھر عَلَیْکُمْ کی میم اور الصَّیَام کے لام کے درمیان اجتماع ساکنین ہوا پہلے ساکن میم جمع کو قاعدہ کے مطابق ضمہ دیا گیا تو عَلَیْکُمْ الصَّیَامُ بن گیا۔

عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ

یہ اصل میں عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تھا۔ ہمزہ وصلی وسط کلام میں حذف ہو گیا پھر عَلَيْهِم کی میم اور الْقِتَالُ کے لام کے درمیان اجتماع ساکنین ہوا پہلے ساکن میم جمع کو قاعدہ کے موافق ضمہ دیا گیا تو عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ بن گیا۔
واو لین کی مثالیں اور اس کی توضیح

عَصُوا الرَّسُولَ

یہ اصل میں عَصُوا الرَّسُولَ تھا۔ ہمزہ وصلی وسط کلام میں حذف ہو گیا پھر عَصُوا کے واو اور الرَّسُولَ کے لام کے درمیان اجتماع ساکنین ہوا قاعدہ کے موافق پہلے ساکن واو لین جمع کو ضمہ دیا گیا تو عَصُوا الرَّسُولَ ہو گیا۔

اتُوا الزَّكُوَّةَ

یہ اصل میں اتُوا الزَّكُوَّةَ تھا۔ ہمزہ وصلی وسط کلام میں حذف ہو گیا پھر اتُوا کے واو اور الزَّكُوَّةَ کے لام کے درمیان اجتماع ساکنین ہوا۔ قاعدہ کے موافق پہلے ساکن واو لین جمع کو ضمہ دیا گیا تو اتُوا الزَّكُوَّةَ بن گیا۔
درج ذیل مثالیں بھی اس قاعدہ کے موافق ہیں۔

وَإِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمَنُ - عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ - وَقَدْ جَاءَكُمْ الْفَتْحُ - وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ -
يُرُوا الْعَذَابَ - لَوْلَوْ الْأَدْبَارُ وَغَيْرُهُ -

فوائد مکہ: اور من جو حرف جر ہے اس کے بعد جب کوئی حرف ساکن آئے گا تو نون مفتوح پڑھا جائے گا جیسے مِنَ اللّٰهِ ایسا ہی میم اَلَمْ اللّٰهُ کی وصل میں مفتوح پڑھی جائے گی۔

شرح: (۴) فتح کا قاعدہ:

حضرت مصنف علیہ الرحمہ یہاں اجتماع ساکنین علی غیر حدہ کا چوتھا قاعدہ بیان فرما رہے ہیں کہ جب دو ساکن دو کلموں میں اس طرح جمع ہوں کہ پہلا ساکن مِنْ حرف جر کا نون یا اَلَمْ حروف مقطعات کی میم ہو تو اس موقع پر پہلے ساکن کو فتح دیکر پڑھیں گے جیسے مِنَ اللّٰهِ - اَلَمْ اللّٰهُ -

مِنْ حرف جر کو فتح دینے کی توجیہ یہ ہے کہ کلمہ قلیل الحروف اور کثیر الاستعمال ہے لہذا ان دونوں باتوں کا تقاضا یہ ہے کہ اسے خفیف سی حرکت دی جائے پس بالاتفاق فتح ہی خفیف حرکت ہے لہذا فتح دیا گیا۔

نیز اگر مِنْ کے نون کو کسرہ دیا جاتا تو اس سے پہلے میم مکسور ہے اس وجہ سے دو غیر خفیف حرکات کا قلیل الحروف کلمہ میں اجتماع لازم آتا ہے جو کہ ثقیل ہے۔ اور حرکت تو ثقات دور کرنے کے لئے دی جاتی ہے لہذا فتح ہی متعین ہوا۔ واضح رہے کہ مَنْ جو فتح میم ہے اسے کسرہ اس لئے دیا جاتا ہے کہ میم مفتوح ہے اس حالت میں نون کو کسرہ دینے کی صورت میں کلمہ قلیل الحروف میں خفیف حرکات کا اجتماع لازم نہیں آئے گا۔

اَللّٰہُ حروف مقطعات کی میم کو فتح اس لئے دیا جاتا ہے کہ کسرہ دینے سے توالی کسرات لازم آئے گا کیونکہ اس میں پہلے یائے مدہ ہے جو دو کسروں کے قائم مقام ہے اور اس سے پہلے میم پر بھی کسرہ ہے لہذا توالی کسرات ثقل کا باعث ہے نیز ضمہ دینا بھی ثقل کا باعث ہے کہ اس طرح تین کسرات سے ضمہ کی طرف پھرنا بھی ثقل کا باعث ہوتا ہے پس یہ ثقل فتح ہی سے دور ہوتا ہے۔

دوسری ایک وجہ یہ بھی بتائی گئی ہے کہ میم حروف مقطعات میں سے ہے اور اس کا سکون لازمی اور بنائی ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو باقی رکھا جائے مگر اجتماع ساکنین کی بناء پر اس کو باقی نہیں رکھ سکتے تو سکون بنائی سے ہونے کی وجہ سے اس حرکت کو اختیار کیا گیا ہے جو اخف الحركات ہو اور وہ بالاتفاق فتح ہی ہے۔

اجتماع ساکنین کی وجہ سے میم مفتوح ہوگی لہذا اس مد کی مقدار طول اور قصر دونوں جائز ہیں۔ طول اس لئے کیا جاتا ہے کہ اصل میم ساکن ہے اور مد نہ کرنا اس لئے جائز ہے کہ میم عارضی طور پر متحرک ہوئی جب میم متحرک ہوئی تو سبب مد ختم ہو گیا۔ علامہ جزریؒ طیبہ میں فرماتے ہیں:

وَالْمَدُّ أَوْلَىٰ إِنَّ تَغْيِيرَ السَّبَبِ

وَبَقِيَ الْأَثَرُ أَوْ فَاقْصُرْ أَحَبُّ

ترجمہ: اور اگر سبب مد ہمزہ و سکون متغیر ہو جائے اور سبب کا اثر باقی رہے اور مداو لی ہے جیسے ہمزہ مہملہ ورنہ قصر احب ہے جیسے جَاءَ حَذَّ حرف ہمزہ کی صورت میں اَللّٰہُ و صلا حذف سکون کی صورت میں یہ علامہ جزریؒ کی رائے ہے اور علامہ دانیؒ اور علامہ شاطبیؒ کی رائے پر بہر صورت مداو لی ہے وَالْمَدُّ مَا زَالَ اَعْدَلًا۔ مگر حذف ہمزہ کی صورت میں علامہ جزریؒ اور حذف سکون کی صورت میں علامہ دانیؒ و علامہ شاطبیؒ کی رائے پر عمل ہوتا ہے۔

اب حضرت مصنف علیہ الرحمہ کی بیان کردہ مثالوں کی وضاحت کی جاتی ہے:

مِنَ اللّٰهِ

یہ اصل میں مِّنَ اللّٰهِ تھا۔ ہمزہ وصلی وسط کلام میں حذف ہوا۔ مِّنَ کے نون اور لفظ اللہ کے لام کے درمیان اجتماع ساکنین ہوا۔ قاعدہ کے مطابق پہلے ساکن مِّنَ حرف جر کے نون کو فتح دیا گیا تو مِّنَ اللّٰهِ بن گیا۔
درج ذیل مثالیں بھی اسی قاعدہ کے موافق ہیں۔

مِنَ الْجِبَالِ - مِّنَ الْخَيْرِ - مِّنَ الْجَنَّةِ - مِّنَ الظَّالِمِينَ - مِّنَ النَّارِ - مِّنَ السَّمَاءِ -
مِنَ الشَّيْطَانِ - مِّنَ الْعِلْمِ وغیرہ۔

الْمَ اللّٰهُ

یہ اصل میں اَلْمَ اللّٰهُ تھا۔ ہمزہ وصلی وسط کلام میں حذف ہوا اَلْمَ کی میم اور اللّٰہ کے لام کے درمیان اجتماع ساکنین ہوا قاعدہ کے موافق پہلے ساکن کو فتح دیا گیا تو اَلْمَ اللّٰہ بن گیا۔ اور یہ اپنی نوعیت کی روایت حفصؒ میں ایک ہی مثال ہے اور روایت ورش میں ایک اور مثال ملتی ہے نقل حرکت کی صورت میں اَلْمَ اَحْسِبَ النَّاسُ اس میں بھی مدو قصر جائز ہے۔

فوائد مکبہ : (فائدہ) بِشَسِ الْاِسْمِ الْفُسُوقُ جو سورۃ حجرات میں ہے اس میں بِشَسِ کے بعد لام مکسور اس کے بعد سین ساکن ہے اور لام کے قبل اور بعد جو ہمزہ ہے وہ ہمزہ وصلی ہے اس وجہ سے حذف کئے جائیں گے اور لام کا کسرہ بسبب اجتماع ساکنین کے ہے۔

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ بِشَسِ الْاِسْمِ الْفُسُوقُ میں جو کلمہ الْاِسْمِ ہے اس کی تشریح فرما رہے ہیں کہ اس لام سے ما قبل اور ما بعد دونوں ہمزہ وصلی ہیں جو وسط کلام میں حذف ہو جائیں گے۔ اور لَاِسْمِ کے لام کو اجتماع ساکنین کے قاعدہ کے موافق کسرہ دیا گیا ہے۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ لام کو ہمزہ کی حرکت نقل کر کے دی گئی ہے یہ بالکل غلط ہے اس لئے کہ نقل حرکت ہمزہ قطعی میں ہوتی ہے ہمزہ وصلی میں نہیں ہوتی۔

لام تعریف اصل میں ساکن ہوتا ہے اور ساکن کو پڑھنے کے لئے ہمزہ وصلی لایا گیا ہے اور بِشَسِ لَاِسْمِ الْفُسُوقُ

میں جب لام تعریف اجتماع ساکنین کی وجہ سے متحرک ہو گیا تو ہمزہ وصلی کی ضرورت نہ رہی۔ اب اگر بِئْسَ پر وقف کریں گے تو آگے ابتداء اِلِاسْمِ الْفُسُوقُ سے کریں گے ہمزہ وصلی کو شروع میں باقی رکھ کر۔ اس لئے کہ ہمزہ وصلی ابتداء میں باقی رہتا ہے۔ اس ہمزہ کو باقی رکھنا اختیاری ہے۔ اور ہمزہ کو حذف کر کے اِلِاسْمِ الْفُسُوقُ یعنی لام مکسور سے ابتداء کرنا بھی صحیح ہے۔

نوٹ: بِئْسَ اِلِاسْمِ الْفُسُوقُ کو حضرت مصنف علیہ الرحمہ بھی اور پر بھی بیان فرما کر آئے ہیں مگر رلانے کی وجہ یہ ہے کہ طلباء اس کی اداء میں بہت غلطی کرتے ہیں۔

در اصل یہاں پر ایک ہی کلمہ میں دو ہمزات وصلیہ محذوف ہو رہے ہیں اگرچہ حقیقت میں یہ ایک کلمہ نہیں مگر باعتبار رسم ایک کلمہ کی مانند ہے۔

یاد رکھو کہ کلمہ کا یہ تلفظ بحالت وصل ہوگا اگر بِئْسَ پر وقف کر کے مابعد سے ابتدا کی گئی تو دو طرح سے ابتدا ہو سکتی ہے۔
(۱) اِلِاسْمِ یعنی لام تعریف سے قبل ہمزہ کو باقی رکھ کر ابتدا کرنا۔

(۲) اِلِاسْمِ یعنی لام تعریف سے قبل ہمزہ کو حذف کر کے لام تعریف سے ابتدا کرنا۔

فوائد مکبہ : (فائدہ) کلمہ منونہ یعنی جس کلمہ کے اخیر حرف پر دو زیر یا دو زبر یا دو پیش ہوں تو وہاں پر ایک نون ساکن پڑھا جاتا ہے اور لکھا نہیں جاتا اس کو نون تنوین کہتے ہیں یہ تنوین وقف میں حذف کی جاتی ہے مگر دو زبر ہوں تو اس تنوین کو الف سے بدل دیتے ہیں مثلاً قَدِيرٌ - وَبِرَسُولٍ - وَبَصِيرًا اور وصل میں جب اس کے بعد ہمزہ وصلی ہو تو ہمزہ وصلی حذف ہو جائے گا اور یہ تنوین بسبب اجتماع ساکنین علی غیر حدہ کے مکسور پڑھی جائے گی اور اکثر جگہ خلاف قیاس چھوٹا نون لکھ دیتے ہیں مثل بَزِينَةٍ الْكَوَاكِبِ - خَيْرَانَ الْوَصِيَّةِ - خَبِيثَةٍ اَجَشَّتْ - طَوَى اَذْهَبَ۔

(فائدہ) تنوین سے ابتداء کرنا یا دہرانا درست نہیں۔

شرح : نون تنوین ہمیشہ کلمہ کے آخر میں ہی ہوتا ہے۔ اب یہاں حضرت مصنف علیہ الرحمہ نون تنوین پر وقف کے متعلق فرما رہے ہیں کہ کلمہ کے آخر میں نون تنوین پر اگر وقف کیا جائے چاہے وہ دو زبر ہوں یا دو پیش ہوں ان کو حذف کر دیں

گے جیسے قَدِیْرُ پَر وَفَّ قَدِیْرُ سے اور وَبِرُ سُوْلٍ پَر وَفَّ وَبِرُ سُوْلٍ سے ہوگا۔

ایسے ہی اگر کلمہ کے آخر میں دوز برکی تو حین ہوگی تو اس کو وقف کی حالت میں الف سے بدلیں گے جیسے **بَصِيرًا** وقف میں **بَصِيرًا** ہو جائے گا۔ اس وقف کو وقف بالاببدال کہتے ہیں جسکی تفصیل وقف کے بیان میں انشاء اللہ آئے گی۔

اور اگر تنوین کے بعد ہمزہ وصلی ہو تو اس کو گرا کر تنوین کو اجتماع ساکنین علی غیر حدہ کے تحت مکور پڑھتے ہیں بعض جگہ چھوٹا سا نون بھی لکھا ہوتا ہے نون قطنی کہتے ہیں۔ جیسے بِزِينَةٍ الْكَوَاكِبُ - خَيْرًا اِنَّ الْوَصِيَّةَ - خَيْرٌ مِنْ اَجْشَتٍ - طُوبَىٰ اِذَا هَبَّ وَغَيْرَہ۔

اس تنوین سے ابتداء یا یہاں سے دوبارہ پڑھنے کی صورت میں جیسے خَمِیْقَةُ پر وقف کریں گے تو آگے سے ابتداء نہ اُجْتَسَتْ سے کرنا بالکل غلط ہے بلکہ اُجْتَسَتْ سے ابتداء ہوگی۔ اسی طرح باقی مثالوں کو بھی سمجھ لو۔

بِرِزْنَةٍ الْكَوَاكِبِ

یہ اصل میں بِزْرِیْنَةُ الْکَوَاکِبِ تھا، ہمزہ وصلی وسط کلام میں حذف ہوا پھر بِزْرِیْنَةُ کے نوں تنوین اور الْکَوَاکِبِ کے لام تعریف کے درمیان اجتماع ساکنین ہوا قاعدہ کے مطابق پہلے ساکن نوں تنوین کو کسرہ دیا گیا تو بِزْرِیْنَةُ نِ الْکَوَاکِبِ بن گیا۔

نَحِيرَانِ الْوَصِيَّةِ

یہ اصل میں خَيْرُ الْوَصِيَّةِ تھا۔ ہمزہ وصلی وسط کلام میں حذف ہوا۔ پھر خَيْرًا کے نون توین اور الْوَصِيَّةِ کے لام تعریف کے درمیان اجتماع ساکنین ہوا۔ قاعدہ کے مطابق پہلے ساکن نون توین کو کسرہ دیا گیا تو خَيْرًا نِ الْوَصِيَّةِ بن گیا۔

خَبِيثَةٌ اجْتَسَتْ .

یہ اصل میں خبیثۃ اُجِثَّتْ تھا۔ ہمزہ وصلی وسط کلام میں حذف ہوا۔ پھر خبیثۃ کے نون توین اور اُجِثَّتْ کی جیم کے درمیان اجتماع ساکنین ہوا قاعدہ کے مطابق پہلے ساکن نون توین کو کسرہ دیا گیا تو خبیثۃ بن اُجِثَّتْ بن گیا۔

طُورِيْنَ اَذْهَبْ

یہ اصل میں طُوًی اِذْهَبَ تھا۔ ہمزہ وصلی وسط کلام میں حذف ہوا پھر طُوًی کے نون تنوین اور اِذْهَبَ کے ذال

کے درمیان اجتماع ساکنین ہوا۔ قاعدہ کے مطابق پہلے ساکن نون تو نون کو کسرہ دیا گیا تو طُویٰ نِ اذْهَبْ بن گیا۔

نون قطنی کی توجیہ

تو نون کے بعد اگر ہمزہ وصلی آئے تو تو نون کے نون کو زبردیتے ہیں۔ کیونکہ ہمزہ وصلی وسط کلام میں گر جاتا ہے۔ جیسے نَوْحٌ نِ اَبْنَةُ اس کو نون قطنی کہتے ہیں قطن کے معنی روئی کے ہیں روئی کو اوپر نیچے دو استروں (کپڑوں) کے درمیان ہی لیتے ہیں۔ جیسے رزائی وغیرہ میں۔ اسی سے مشابہت کی بناء پر اس نون کو قطنی کہتے ہیں۔ کہ یہ نون بھی دو حرفوں کے درمیان میں روئی کی مانند چھپا ہوتا ہے۔ کیونکہ لکھا ہوا تو ہوتا نہیں اور اگر لکھا ہوا ہوتا بھی ہے تو بہت چھوٹا سا۔ نون قطنی سے ابتداء یا اعادہ جائز نہیں ہے۔ بعض حضرات نے نون قطنی کو قطنی کہنے کی وجہ یہ بھی لکھی ہے کہ قطن کے معنی روئی کے ہوتے ہیں۔ جس طرح زخم پر روئی رکھنے سے زخم مل جاتا ہے۔ اس طرح اس نون کی وجہ سے بھی دو لفظ آپس میں مل جاتے ہیں۔

نون قطنی والے مزید کلمات

شَيْئًا نِ اتَّخَذَ - خَيْرَ نِ الْوَصِيَّةِ - فِتْنَةً نِ اَنْقَلَبَ - لَهْوًا نِ اَنْفَضُوا - جَزَاءً نِ الْحُسْنَى - عَادَ نِ الْاُولَى - مُبَيَّبٍ نِ اَدْخُلُوْهَا - كَرَمًا نِ اَشْتَدَّتْ وغیرہ

فوائد مکیہ : دوسری فصل مد کے بیان میں

شرح : مد کا لغوی معنی لمبا کرنا کھینچنا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے وَیَمُدُّهُمْ فِی طُغْيَانِهِمْ یَعْمَهُونَ۔

مد کی تعریف

حروف مدہ پر آواز کو دراز کرنا اِطَالَةُ الصَّوْتِ عَلَى حَرْفِ مَدٍّ۔

فوائد مکیہ : مد کی دو قسمیں ہیں :

(۱) اصلی اور (۲) فرعی۔ مد اصلی اس کو کہتے ہیں کہ حروف مدہ کے بعد نہ سکون ہو اور نہ ہمزہ ہو۔

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے مد کی دو قسمیں بیان کی ہیں (۱) مد اصلی (۲) مد فرعی۔

حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے یہاں مد اصلی کی علامت بیان کی ہے تعریف شہرت کی بنا پر بیان نہیں فرمائی ہے۔

مد اصلی کی تعریف

حروف مدہ کو ان کی اصلی اور ذاتی مقدار کے مطابق پڑھنا اور وہ کسی سبب پر موقوف نہ ہو اسے مد اصلی کہتے ہیں جیسے
قَالَ - كَانَ - كُونُوا - غِيصٌ - رَقِيلٌ وغیرہ۔

مد اصلی کو۔ مد ذاتی اور مد طبعی بھی کہتے ہیں مد ذاتی اس لیے کہتے ہیں کہ حروف مدہ کی ذات کو برقرار رکھنے والا مدہ ہے۔ مد طبعی یعنی سلیم الطبع آدمی کی طبیعت کے مطابق۔ اس لیے کہ اس کی طبیعت کا تقاضا ہے کہ اس میں کمی بیشی نہ کی جائے اگر اس کو ایک الف کے برابر نہیں کھینچا جائے گا تو اس کی ذات برقرار نہیں رہے گی۔

مد اصلی کا ثبوت حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے:

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا:

كَانَ يَمْدُ مَدًّا یعنی آپ مد کی جگہ مد کرتے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے كَانَتْ مَدًّا اِثْمَ قَرَأَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ يَمْدُ بِسْمِ اللّٰهِ وَ يَمْدُ بِالرَّحْمٰنِ وَ يَمْدُ بِالرَّحِیْمِ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم مد کے ساتھ تلاوت فرماتے تھے چنانچہ حضرت انسؓ نے بسم اللہ پڑھ کر سنائی اور اَللّٰهُ - الرَّحْمٰنُ - الرَّحِیْمِ تینوں کے الف ویاء پر مد اصلی کیا۔ (بخاری)

فوائد مکہ: مد فرعی اس کو کہتے ہیں کہ حروف مدہ کے بعد سکون یا ہمزہ ہو۔

شرح: حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے یہاں بھی علامت بیان کی ہے تعریف بیان نہیں فرمائی ہے۔

مد فرعی کی تعریف

حروف مدہ کو ان کی ذاتی اور اصلی مقدار سے بڑھا کر پڑھنا جو کسی سبب پر موقوف ہو اسے مد فرعی کہتے ہیں۔

اس کو مد فرعی اس لیے کہتے ہیں۔ کہ فرع کا معنی ہے شاخ۔ یہ مد اصلی پر زائد مقدار کا نام ہے۔ جیسے جڑ پر شاخ زائد ہوتی ہے۔ مد اصلی چونکہ اصل یعنی جڑ ہے اس لیے اس کو پہلے ذکر کیا گیا ہے کیونکہ جڑ کے بغیر شاخ کا وجود ممکن نہیں۔ جہاں مد فرعی ہو

وہ مد اصلی بھی ہوگی اور یہ ضروری نہیں کہ جہاں مد اصلی ہو وہاں مد فرعی بھی ہو۔

مد فرعی کی توجیہ

اس مد کی توجیہ یہ ہے کہ حرف مد کے بعد سکون آنے سے سائنین کا اجتماع ہے اور حرف مد کے بعد ہمزہ آنے سے حرف مد ضعیف اور ہمزہ قوی کا اجتماع ہو جاتا ہے جو کہ پڑھنے میں ثقیل ہے اس ثقل کو دور کرنے کے لیے مد کی جاتی ہے۔
محل مد حروف مدہ اور حروف لین کو کہتے ہیں اور قائم مقام حروف مدہ کھڑا زبر۔ کھڑی زیر اور الٹا پیش ہیں۔ سبب مد ہمزہ سکون اور تشدید کو کہتے ہیں۔

سبب مد میں ہمزہ کی دو اقسام ہیں۔

(۱) ہمزہ متصل (۲) ہمزہ منفصل

ایسے ہی سکون کی بھی دو اقسام ہیں۔

(۱) سکون اصلی (۲) سکون عارضی

سب سے زیادہ قوی محل مد حروف مدہ ہیں ان کے بعد حروف لین اور ان کے بعد قائم مقام حروف مدہ کھڑا زبر۔ کھڑی زیر اور الٹا پیش۔

سب سے زیادہ قوی سبب سکون اصلی ہے پھر ہمزہ متصل پھر سکون عارضی پھر ہمزہ منفصلہ۔

فوائد مکبہ : اور یہ چار قسمیں ہیں: (۱) متصل (۲) اور منفصل (۳) لازم اور (۴) عارض

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے مد فرعی کی چار قسمیں بیان کی ہیں۔

(۱) مد متصل (۲) مد منفصل (۳) مد لازم (۴) مد عارض

فوائد مکبہ : یعنی حرف مد کے بعد اگر ہمزہ آئے اور ایک کلمہ میں ہو تو اس کو مد متصل کہتے ہیں مثل جَاءَ۔

جِئَءَ - سُوَّءَ

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے مد متصل کی تعریف بیان کی ہے کہ جب حرف مدہ کے بعد اسی کلمہ میں ہمزہ ہو تو اسے مد متصل اور مد واجب کہتے ہیں۔ جیسے جَاءَ۔ جِئَءَ۔ سُوَّءَ وغیرہ اس کی مقدار تو وسط ہے۔

علامہ جزریؒ نے متصل کو اس طرح بیان فرمایا ہے ۔

وَوَاجِبٌ اِنْ جَاءَ قَبْلَ هَمْزَةٍ

مُتَّصِلًا اِنْ جُمِعَا بِكَلِمَةٍ

ترجمہ: ”اور مد واجب ہے اگر آئے وہ حرف مد ہمزہ سے پہلے اس حال میں کہ متصل ہو یعنی اور وہ دونوں حرف مد اور ہمزہ جمع ہوں ایک کلمہ میں۔“

اور علامہ جزوری علیہ الرحمہ نے مد متصل کے متعلق فرمایا ۔

فَوَاجِبٌ اِنْ جَاءَ هَمْزٌ مَّرْبُوعٌ مَدٌّ

فِي كَلِمَةٍ وَذَا بِمُتَّصِلٍ يَعْدُ

ترجمہ: ”پس مد واجب ہے اگر آجائے ہمزہ بعد حرف مد کے ایک کلمہ میں اور یہ مد متصل شمار کیا جاتا ہے۔“

مد متصل کی مزید امثلہ:

شَاءَ - سَوَاءٌ - سَيَّءٌ - السَّمَاءُ - مِنْ مَّاءٍ - جَاءَ - قُرْنَاءٌ - بِنَاءٌ - وغیرہ

مد متصل کا ثبوت حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک شخص کو قرآن کریم پڑھا رہے تھے۔ اس نے اِنَّمَا الصَّدَقَتُ لِلْفُقَرَاءِ کو مد کے بغیر پڑھا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے یہ سن کر فرمایا مَا هَكَذَا اَقْرَأْنِيهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں نہیں پڑھایا ہے اس نے پوچھا فَكَيْفَ اَقْرَأَ كَاهَا يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ اے ابو عبد الرحمن پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو کس طرح پڑھایا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے اِنَّمَا الصَّدَقَتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِيْنَ پڑھا لِلفُقَرَاءِ پر مد متصل کیا اور فرمایا کہ تم بھی اس کو مد کے ساتھ پڑھو۔ (طبرانی نے اس کو بختم کبیر میں روایت کیا ہے)

فوائد مکیہ : اور اگر ہمزہ دوسرے کلمہ میں ہو تو اس کو مد منفصل کہتے ہیں مثل **فِيْ اَنْفُسِكُمْ** - **قَالُوْا**

اٰمَنَّا - **مَا اُنْزِلَ** -

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے مد منفصل کی تعریف کی ہے حرف مدہ کے بعد ہمزہ دوسرے کلمہ میں ہو جیسے فِجِیْ أَنْفُسِكُمْ - قَالُوا أَمَنَّا - مَا أَنْزَلَ - وغیرہ۔ اس کو مد منفصل اور مد جائز بھی کہتے ہیں اس کی مقدار بھی توسط ہے اس میں قصر بھی جائز ہے۔ علامہ جزرئی نے مد منفصل کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔

وَجَائِزٌ إِذَا أَتَى مُنْفَصِلًا

ترجمہ: ”اور مد جائز ہے جب آئے وہ حرف مد اس حالت میں کہ ہمزہ سے جدا ہو۔“

اور علامہ جزرئی نے مد منفصل کو اس طرح بیان فرمایا ہے ۔

وَجَائِزٌ مَّدٌ وَقَصْرٌ إِنْ فُصِّلَ

كُلُّ بِكَلِمَةٍ وَهَذَا الْمُنْفَصِلُ

ترجمہ: ”اور مد جائز میں جائز ہے مد اور قصر۔ اگر جدا ہو ہر ایک حرف مد اور ہمزہ کلمے میں اور یہ مد منفصل ہے۔“

مد منفصل کی مزید امثلہ:

إِنِّي أَعْلَمُ - قَالُوا أَمَنَّا - بِمَا أَنْزَلَ - يَا أَيُّهَا الَّذِينَ - هَانَتْكُمْ - قَالُوا إِنَّمَا - وغیرہ۔

مد متصل اور مد منفصل کی توجیہ

مد متصل اور مد منفصل میں مد کی توجیہ یہ ہے کہ حرف مد ضعیف و خفی ہوتا ہے اور ہمزہ قوی و ثقیل ہے حرف مد کی مقدار میں اس لیے اضافہ کیا گیا ہے کہ حرف قوی کی مجاوزت حاصل ہو سکے اور بغض کا خیال ہے کہ ہمزہ بالتحقیق تلفظ پر قدرت حاصل ہو سکے۔

مد منفصل کا ثبوت حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے

www.KitaboSunnat.com

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ مَدَّ بِهَا صَوْتَهُ أَسْكَنَهُ اللَّهُ دَارَ الْجَلَالِ دَارًا سَمِيَ بِهَا نَفْسُهُ فَقَالَ ذُو الْجَلَلِ وَالْإِكْرَامِ وَ رَزَقَهُ النَّظَرَ إِلَى وَجْهِهِ الْكَرِيمِ -

یعنی جس شخص نے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہا اور اس میں اپنی آواز کو دراز کیا اس کو اللہ تعالیٰ دَارَ الْجَلَالِ بزرگی و عظمت کے مقام میں جگہ عطا فرمائیں گے اور یہ ایسا مقام ہے جس کے الفاظ کو حق تعالیٰ شانہ اپنی ذات مقدسہ کے صفاتی ناموں میں

بھی لائے ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ذُو الْجَلَلِ وَالْإِكْرَامِ عظمیت اور احسان والی ذات اور ایسے شخص کو باری تعالیٰ اپنے نورانی چہرہ کا دیدار نصیب فرمائیں گے۔ (مسند الفردوس)

فوائد مکبہ: حرف مد کے بعد جب سکون وقفی ہو مثل رَحِيمٌ - تَعْلَمُونَ - تُكْذِبَانِ ۝ کے تو اس کو مد عارض کہتے ہیں اور اس میں طول تو وسط قصرتینوں جائز ہیں۔

شرح: حضرت مصنف علیہ الرحمہ مد عارض وقفی کی تعریف بیان فرما رہے ہیں کہ حرف مد کے بعد کلمہ قرآنی میں سکون وقفی ہو یعنی وقف کی وجہ سے حرف ساکن ہوا ہو اصل میں متحرک ہو تو اس کو مد عارض کہتے ہیں اس کی مقدار طول - توسط - قصر ہے مگر طول اولیٰ ہے جیسے رَحِيمٌ - تَعْلَمُونَ - تُكْذِبَانِ۔

رَحِيمٌ کی تشریح

یہ اصل میں رَحِيمٌ ہے میم مضموم منون وقف کی وجہ سے میم ساکن ہوا تو مد عارض وقفی میں بدل گیا اس کی مقدار طول تو وسط اور قصر ہے مگر طول اولیٰ ہے۔

مد عارضی وقفی میں طول - توسط - قصر کی توجیہ

مد عارضی وقفی میں طول کی وجہ یہ ہے کہ اجتماع ساکنین میں یہ لازم کے مشابہ ہے لہذا اس کے مثل طول کیا گیا چونکہ سکون اصلی نہیں بلکہ عارضی ہے لہذا مد کی اس مقدار سے جو لازم کی تھی کم درجہ کا مد یعنی توسط بھی جائز ہوا۔ اور چونکہ یہ سکون وقف کی وجہ سے ہے اور وقف میں اجتماع ساکنین جائز ہے جیسے الْقَدْرُ - وَالْفَجْرُ وغیرہ میں لہذا اجتماع ساکنین کی ثقالت کا عدم سمجھی گئی اور قصر بھی جائز ہوا۔

تَعْلَمُونَ کی تشریح

یہ اصل میں تَعْلَمُونَ ہے نون مفتوح وقف کی وجہ سے نون ساکن ہوا تو مد عارض وقفی بن گیا۔

تُكْذِبَانِ کی تشریح

یہ اصل میں تُكْذِبَانِ ہے نون مکسور وقف کی وجہ سے نون ساکن ہوا تو مد عارض وقفی بن گیا۔

علامہ شاطبیؒ مدعارض وقفی کو اس طرح بیان فرما رہے ہیں ۔

وَعِنْدَ سُكُونِ الْوَقْفِ وَجْهَانِ اَصْلًا

ترجمہ: ”اور سکون وقفی کے وقت دو وجہیں اصل قرار دی گئی ہیں۔“

یعنی سکون عارضی کی وجہ سے مدعارض وقفی میں دو وجہیں اصل ہیں ایک طول اور ایک توسط جو کہ ”اصل قرار دی گئی ہیں۔“ اور قصر اس کی اصلی مقدار ہے۔

علامہ جزری علیہ الرحمہ مدعارض وقفی کے متعلق فرما رہے ہیں ۔

اَوْ عَرَضُ السُّكُونِ وَقْفًا مُسَجَّلًا

ترجمہ: ”یا عارض ہو جائے سکون وقف میں اس حالت میں کہ یہ سکون مطلق ہے۔ یعنی خواہ بصورت سکون خالص ہو یا بصورت اشام احتر از مقصود ہے وقف بالروم سے جس میں صرف قصر ہوتا ہے۔“

علامہ حمزوری علیہ الرحمہ نے مدعارض وقفی کو اس طرح بیان فرمایا ہے ۔

وَمِثْلُ ذَا اِنْ عَرَضَ السُّكُونُ

وَقْفًا كَتَعْلَمُونَ نَسْتَعِينُ

ترجمہ: ”اور اسی کے مثل ہے مد اور قصر جائز ہونے کے اگر سکون عارض ہو وقف میں جیسے تَعْلَمُونَ - نَسْتَعِينُ۔“ درج ذیل مثالیں بھی مدعارض وقفی کے ضمن میں آتی ہیں۔

السَّيْلُ - بَصِيرٌ - الْمَصِيرُ - غُفُورٌ رَّحِيمٌ - تَفْعَلُونَ - مُبِينٌ - ظَاهِرِينَ -

صَدِيقِينَ وغیرہ۔

مدعارض وقفی کا ثبوت حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے

قطبہ بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ فِي الْفَجْرِ قَ فَمَرَّ بِهَذَا الْحَرْفِ

لَهَا طَلَعَ نَضِيدٌ فَمَدَّ نَضِيدًا -

یعنی میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صبح کی نماز میں سورۃ ق پڑھتے ہوئے سنا تو جب لَهَا طَلَعَ نَضِيدٌ پر پہنچے تو

لفظ نَضِيدٌ پر مد فرمایا جو مد عارض و قبی ہے۔ (البخاری فتح الباری)

فوائد مکيه : اور جب حرف مدہ کے بعد ایسا سکون ہو جو کسی حالت میں حرف مدہ سے جدا نہ ہو سکے تو اس کو مد لازم کہتے ہیں۔

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ مد لازم کی تعریف بیان فرما رہے ہیں کہ حرف مدہ کے بعد ایسا سکون ہو جو وصلًا و وقفًا قائم رہے تو اس کو مد لازم کہتے ہیں اس کی مقدار طول ہے۔ علامہ شاطبیؒ نے مد لازم کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔

وَعَنْ كَلِّهِمْ بِالْمَدِّ مَا قَبْلَ سَاكِنٍ

ترجمہ: ”اور تمام قراء کا مد کرنا ثابت ہے اس حرف مد میں کہ جو قبل ساکن لازم ہو۔“

اور علامہ جزری علیہ الرحمہ مد لازم کو اس طرح بیان فرما رہے ہیں۔

فَلَا زِمَ إِنْ جَاءَ بَعْدَ حَرْفٍ مَدٍّ

سَاكِنٌ حَالِيْنٍ وَبِالطُّوْلِ يُمَدُّ

ترجمہ: ”پس مد لازم ہے اگر آئے بعد حرف مد کے ایسا حرف جو دونوں حالوں میں یعنی وصل و وقف میں ساکن ہو اور طول کے ساتھ کھینچا جاتا ہے۔“

علامہ حمزوری رحمۃ اللہ علیہ مد لازم کو ایسے بیان فرماتے ہیں۔

وَلَا زِمَ إِنْ السُّكُونُ أَصْلًا

وَصَلَاً وَقَفًا بَعْدَ مَدِّ طَوَّلَا

ترجمہ: ”اور مد لازم اگر سکون اصلی ہو کہ قائم رہے وصل و وقف میں حرف مد کے بعد اس میں طول کیا جاتا ہے۔“

مد لازم میں مد کی توجیہ

مد لازم میں مد کی وجہ یہ ہے کہ مد لازم میں اجتماع ساکنین ہوتا ہے جب اجتماع ساکنین ہو جائے تو اس میں مختلف

طریقوں سے تغیر کیا جاتا ہے۔ کبھی پہلے ساکن کو حذف کیا جاتا ہے کبھی حرکت دی جاتی ہے یا مدیت میں اضافہ کیا جاتا ہے یہ اضافہ مدیت میں گویا حرکت ہی کا بدل ہوتا ہے اس مد لازم میں اضافہ مدیت کی یہی وجہ ہے جیسا کہ علامہ خاقانیؒ فرماتے ہیں:

مُدَّتْ لِأَنَّ السَّاكِنَيْنِ تَلَاقِيَا

فَصَارَ كَتَحَرِيكَ كَذَا قَالَ ذُو الْخَبَرِ

ترجمہ: مد لازم کی اقسام میں اسی لیے مد کیا جاتا ہے کہ ان میں دو ساکن اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ اور مد کرنے سے گویا حرکت ہو جاتی ہے۔ باخبر لوگوں نے ایسے ہی مد کیا ہے۔

بعض اسے مد عدل کہتے ہیں۔ کیونکہ تمام قراء اس مد اور مقدار پر متفق ہیں گویا عدل کے معنی تساوی اور توافق کے ہیں بعض نے اس کا نام حجز رکھا ہے کیونکہ مد بین الساکنین گویا اجتماع ساکنین سے عاجز اور فاصل ہے۔

فوائد مکبہ : اور یہ چار قسم ہے اس واسطے کہ حروف مقطعات میں ہو تو حرنی کہتے ہیں ورنہ کلمی کہیں گے۔

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے مد لازم کی چار اقسام بیان فرمائی ہیں۔ اگر حروف مقطعات میں ہو تو حرنی کہتے ہیں۔ حروف مقطعات کا معنی ہے کاٹ کاٹ کر پڑھے جانے والے جیسے اَلَمْ کو اَلِف - لَام - مِمْ پڑھنا۔ یہ کل چودہ حروف تہجی ہیں جن کا مجموعہ نَقْصُ عَسَلُكُمْ حَتَّى طَاهِرٌ ہے۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) ایک وہ کہ جن میں کل مد اور سب مد دونوں ہوں جیسے نَقْصُ عَسَلُكُمْ۔

(۲) دوسری قسم وہ ہے جس میں کل مد تو ہو مگر سب مد نہ ہو جیسے حَتَّى طَاهِرٌ۔

(۳) تیسری قسم وہ ہے جس میں سب مد تو ہو مگر کل مد نہ ہو جیسے الف یہ تین حروف پر مشتمل ہے شروع میں ہمزہ۔ پھر لام اور پھر فاء جو کہ ساکن ہے یہ سکون اصلی ہے مگر اس میں محل مد نہیں ہے۔

حروف مقطعات قرآن کی اسیس سورتوں کے آغاز میں آئے ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

شمار	سورت	حروف مقطعات	شمار	سورت	حروف مقطعات
۱	البقرہ	اَلَمْ	۱۱	طہ	طہ
۲	آل عمران	اَلَمْ	۱۲	اشعراء	طِسْم
۳	الاعراف	اَلْمَصَّ	۱۳	النمل	طِس
۴	یونس	الرَّ	۱۴	القصص	طِسْم
۵	ہود	الرَّ	۱۵	العنکبوت	اَلَمْ
۶	یوسف	الرَّ	۱۶	الروم	اَلَمْ
۷	الرعد	اَلْمَرَّ	۱۷	لقمن	اَلَمْ
۸	ابراہیم	الرَّ	۱۸	السجدة	اَلَمْ
۹	الحجر	الرَّ	۱۹	یس	رَبِّ
۱۰	مریم	کَہٰیض	۲۰	ص	وہ
۲۱	المؤمن	حَمَّ	۲۱	الجاثیہ	عَمَّ
۲۲	حم السجدة	حَمَّ	۲۲	الاحقاف	عَمَّ
۲۳	الشوریٰ	حَمَّ عَسَق	۲۳	ق	ق
۲۴	الزخرف	حَمَّ	۲۴	ن	ن
۲۵	الدخان	حَمَّ	۲۵		

حضرت مصنفؒ کی مراد یہ ہے کہ اگر مد لازم حروف مقطعات میں ہوگا تو اس کو مد لازم حرفی کہتے ہیں اور اگر مد لازم دیگر کلمہ قرآنی میں ہوگا تو اس کو مد لازم کلمی کہیں گے۔

حروف مقطعات کی اقسام سے متعلق ایک مفید علمی بحث
حروف مقطعات کی پانچ اقسام ہیں۔

(۱) مفردات (۲) ثنائیات (۳) ثلاثیات (۴) رباعیات (۵) خماسیات

(۱) مفردات

تین سورتوں میں ایک ایک حرف ہجاء ہے

(۱) ق وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ (۲) ص وَالْقُرْآنِ ذِي الذِّكْرِ (۳) ن وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ

مفردات کی حکمت

مفردات تین سورتوں میں اس لئے ذکر ہوئے ہیں کہ کلمہ کی تین اقسام ہیں اسم فعل اور حرف ان تینوں اقسام میں مفرد کلمات استعمال ہوئے ہیں۔

(۱) مثال اسم: اِنَّكَ اس میں ”ن“ اسم مفرد کی مثال ہے۔

(۲) مثال فعل: وَقَفِي يَقِيحُ کا امر حاضر ”ق“ فعل مفرد کی مثال ہے۔

(۳) مثال حرف: واو حرف عاطفہ حرف مفرد کی مثال ہے۔

(۲) ثنائیات

ثنائیات کی تعداد چار ہے۔ طه - يس - طس - حم

ثنائیات کی حکمت

(۱) حرف بلا حذف ثنائی ہو سکتا ہے۔ مثلاً بَلْ (۲) فعل بال حذف ثنائی ہو سکتا ہے مثلاً قُلْ - بَعْ - خَفْ (۳) اسم

بلا حذف ثنائی ہو سکتا ہے مثلاً مَنْ اور (۴) اسم بال حذف بھی ثنائی ہو سکتا ہے مثلاً دُمْ۔

نتیجہ

چونکہ اسم فعل اور حرف ثنائی کے ہونے کی چار صورتیں ہیں اس لئے مقطعات میں چار ثنائی آئے ہیں۔

ثنائیات نو سورتوں میں دودو حروف آئے ہیں۔

(۱) طه (۲) النمل (۳) یس (۴) المؤمن (۵) السجدہ (۶) الزمر (۷) الدخان (۸) الجاثیہ (۹) الاحقاف۔

ثانیات کے نو سورتوں میں آنے کی حکمت

نو سورتوں میں ثانیات اس لئے ذکر ہوئے ہیں کہ اسم فعل حرف اور حرف کے ابتداء میں ضمہ فتح کسرہ تین تین حرکات آتی ہیں جن کی میزان نو ہوتی ہے۔

اسم کی مثالیں ----- اِذْ - ذُوْ - مَنْ
فعل کی مثالیں ----- خَفْ - قُلْ - بَعْ
حرف کی مثالیں ----- اَنْ - مِنْ - مُدْ

(۳) ثلاثیات

تیرہ سورتوں میں تین تین حروف مقطعات کے نام ہیں۔

(۱) البقرہ (۲) الحجر (۳) یونس (۴) ہود (۵) یوسف (۶) ابراہیم (۸) الشعراء (۹) القصص (۱۰) العنکبوت (۱۱)
الرہوم (۱۲) لقمن (۱۳) السجدۃ

ثلاثیات کی حکمت

تیرہ سورتوں میں ثلاثیات ذکر کرنے میں یہ حکمت ہے کہ الفاظ مستعملہ کے کل تیرہ صیغے ہیں۔ دس اسم کے اور تین فعل کے ہیں۔

وجہ حصر

اسم ثلاثی کا پہلا حرف مفتوح مضموم یا مکسور تین طرح کا ہوتا ہے اور ساکن نہیں ہوتا کیونکہ ابتداء بالسکون محال ہے۔
اور اسم ثلاثی کا دوسرا حرف مفتوح مضموم مکسور اور ساکن چار حرکتوں والا ہوتا ہے لہذا ابتدائی حروف کی حرکات ثلاثیہ کو
اوسط حرف کی چار حالتوں میں ضرب دینے سے بارہ صیغے پیدا ہوتے ہیں۔

فَعْلٌ	فَعِلٌ	فَعُلٌ
فِعْلٌ	فِیْلٌ	فِیْلٌ
فُعْلٌ	فُیْلٌ	فُیْلٌ
فَعْلٌ	فَعِلٌ	فَعُلٌ

(فائدہ) صیغہ نمبر ۶ فِعْلٌ اور صیغہ نمبر ۸ فُعِلْ دونوں متروک ہیں لہذا اسم کے مستقرائی طور پر دس صیغے استعمال ہوتے ہیں۔

اور ثلاثی فعل ماضی کا پہلا حرف ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے الغرض فعل ثلاثی مجرد ماضی کے صرف تین صیغے ہوتے ہیں۔
(خلاصہ) اسم اور ثلاثی فعل ماضی کے صیغوں کی مجموعی تعداد تیرہ ہے لہذا حروف مقطعات کے ثلاثیات کو تیرہ سورتوں کے آغاز میں ذکر کیا گیا ہے۔

(۴) رباعیات

رباعیات دوسورتوں سورۃ الاعراف اور سورۃ الرعد میں آئے ہیں یعنی چار حروف والے الْمُصَّ اور الْمَرَّ۔

(۵) خماسیات

مقطعات کی وہ قسم جس میں پانچ حروف آئے ہیں یہ بھی دوسورتوں کے آغاز میں آئے ہیں۔

(۱) سورۃ مریم کَھٰی عَصَا (۲) سورۃ الشوریٰ حَمَّ عَسَقَا

رباعیات اور خماسیات کی حکمت

دوسورتوں کے آغاز میں رباعیات اور دوسورتوں کے آغاز میں خماسیات کو ذکر کرنے میں یہ حکمت ہے کہ رباعی اور خماسی اسم دو دو قسم کے ہوتے ہیں۔

(۱) اصل (۲) ملحق

(۱) اصل

مثلاً جعفر اصل رباعی ہے۔

(۲) ملحق

اور قَرَدُوْ ملحق رباعی ہے۔

اسی طرح سَفَرٌ جَلٌّ اصل خماسی ہے اور جَحْفَضٌ ملحق خماسی ہے۔

حضرت مصنف علیہ الرحمہ کی مراد یہ ہے کہ اگر مد لازم حروف مقطعات میں ہوگا تو اس کو مد لازم حرفی کہتے ہیں اور اگر مد لازم دیگر کلمہ قرآنی میں ہوگا تو اس کو مد لازم کلمی کہیں گے۔

فوائد مکبہ : پھر ہر ایک کلمی اور حرفی دو قسم ہے مثقل اور مخفف اگر حرف مدہ کے بعد مشدّد حرف ہے تو مثقل کہیں گے اور اگر مخفّض سکون ہے تو مخفف ہوگی۔ مد لازم حرفی مثقل اور مد لازم حرفی مخفف کی مثال **الْمَ - الرَّ - الْقَمَرُ - كَهَيْعَصَ - حَمَ عَسَقَ - حَمَ - طَسَ - طَسَمَ - نَ - صَ - قَ -**

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے مد لازم کی اقسام بیان فرمائی ہیں کہ یہ کل چار اقسام ہیں دو کلمی اور دو حرفی۔

(۱) مد لازم حرفی مثقل (۲) مد لازم حرفی مخفف

(۳) مد لازم کلمی مثقل (۴) مد لازم کلمی مخفف

(۱) مد لازم حرفی مثقل کی تعریف یہ ہے کہ حروف مدہ کے بعد حروف مقطعات میں تشدید ہو۔

(۲) مد لازم حرفی مخفف کی تعریف یہ ہے کہ حروف مدہ کے بعد حروف مقطعات میں سکون ہو۔

ان کی مثالیں اس طرح ہیں۔

الْمَ

الْمَ کے لام میں حرف مدہ کے بعد تشدید ہے لہذا یہ حرفی مثقل ہے اور میم میں چونکہ حرف مدہ کے بعد سکون اصلی ہے لہذا یہ حرفی مخفف ہے ان دونوں کی مقدار طول ہے۔

الرَّ

الرَّ کے لام میں جو مدہ ہے وہ حرفی مخفف ہے۔

الْمَرَّ

الْمَرَّ کے لام میں حروف مدہ کے بعد تشدید ہے لہذا یہ حرفی مثقل ہے اور میم میں حرف مدہ کے بعد سکون اصلی ہے لہذا یہ حرفی مخفف ہے اور راء میں مد اصلی ہے۔ یہاں پر حرفی مثقل اور حرفی مخفف دونوں کی مقداریں طول ہیں۔

كَهَيْعَصَ

كَهَيْعَصَ کاف میں چونکہ حرف مدہ کے بعد سکون اصلی ہے۔ اور حرفی مخفف ہاء اور یاء میں مد اصلی ہے اور عین میں

چونکہ حرف لین کے بعد سکون ہے لہذا یہ مد لازم لین ہے اور صاد میں بھی حرف مدہ کے بعد سکون اصلی ہے۔ لہذا یہ مد لازم حرفی مخفف ہے کاف۔ اور صاد دونوں حروف کے مدات کی مقدار طول ہے۔ جبکہ عین میں طول۔ توسط دو مقداریں ہیں اور قصر ضعیف ہے۔

حَمَّ عَسَقْ

حاء میں مد اصلی ہے میم میں مد لازم حرفی مخفف ہے اور عین میں چونکہ حرف لین کے بعد سکون اصلی ہے لہذا مد لازم حرفی مخفف ہے اسی طرح سین میں بھی حرف مدہ میں سکون اصلی ہے لہذا حرفی مخفف ہے۔ قاف میں بھی حرف مدہ میں سکون اصلی ہے لہذا یہ بھی حرفی مخفف ہے۔ میم۔ سین اور قاف تینوں کے مدات کی مقدار طول ہے۔ جبکہ عین میں طول۔ توسط دو مقداریں ہیں اور قصر ضعیف ہے۔

حَمَّ

حاء میں مد اصلی ہے میم میں حرف مدہ کا سکون اصلی ہے لہذا مد لازم حرفی مخفف ہے مقدار اس کی طول ہے۔

طَسَّ

طاء میں مد اصلی ہے سین میں حرف مدہ کا سکون اصلی ہے لہذا مد لازم حرفی مخفف ہے اور اس کی مقدار طول ہے۔

طَسَمَ

طاء میں مد اصلی ہے اور سین میں حرف مدہ کے بعد تشدید ہے لہذا یہ مد لازم حرفی مشغل ہے اور میم میں حرف مدہ کے بعد سکون اصلی ہے لہذا یہ حرفی مخفف ہوا۔ سین اور میم دونوں کے مدات کی مقدار طول ہے۔

نَ - صَ - قَ

تینوں حروف مدہ کے بعد سکون اصلی ہے لہذا مد لازم حرفی مخفف ہوا۔ اس کی مقدار طول ہے۔

علامہ شاطبیؒ نے اس مد لازم حرفی مشغل اور حرفی مخفف کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔

وَمَدَّ لَهُ عِنْدَ الْفَوَاحِ مُشْبِعًا

وَفِي عَيْنِ الْوَجْهَانِ وَالطُّولُ فَضْلًا

ترجمہ: ”اور تو مد کر اس ساکن کی وجہ سے حروف مقطعات میں خوب لبا۔ اور حرف عین میں دو جہیں ہیں اور طول کو

فضیلت دی گئی ہے۔“

جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ بعض حروف مقطعات جن میں کل مد تو ہے سبب مد نہیں وہاں مد نہیں ہوگا۔ اور الف کہ جس میں کل مد بھی نہیں اس میں بھی مد نہیں ہوگا جیسا کہ علامہ شاطبیؒ فرماتے ہیں ۔

وَفِي نَحْوِ طه الْقَصْرُ اِذْ لَيْسَ سَاكِنٌ

وَمَا فِي اَلِفٍ مِنْ حَرْفٍ مَدٍّ فِيمَطْلًا

ترجمہ: ”اور طہ ایسے حروف میں قصر ہے۔ اس لیے یہاں کوئی ساکن نہیں اور حرف الف میں تو کوئی حرف مد ہی نہیں کہ جس کو کھینچا جائے۔“

مد لازم کی اقسام کے متعلق علامہ جزوریؒ فرماتے ہیں:

اَقْسَامُ لَا زِمٍ لَدَيْهِمْ اَرْبَعَةٌ

وَتِلْكَ كَلِمَتِي وَحَرْفِي مَعَهُ

كِلَاهُمَا مُخَفَّفٌ مُثَقِّلٌ

فَهَذِهِ اَرْبَعَةٌ تُفَصِّلُ

ترجمہ: ”مد لازم کی چار قسمیں قراء کے یہاں ہیں اس طرح کہ کلمی اور اس کے ساتھ ہی حرفی۔ یہ دونوں مخفف اور مثقل ہیں پس یہ چار ہیں جن کی تفصیل درج کی جاتی ہے۔“

مد لازم حرفی مثقل اور حرفی مخفف کو اس طرح بیان فرمایا ہے ۔

اَوْفِي ثَلَاثِي الْحُرُوفِ وَجِدَا

وَالْمَدُّ وَسَطُهُ فَحَرْفِي بَدَا

كِلَاهُمَا مُثَقِّلٌ اِنْ اُدْغِمَا

مُخَفَّفٌ كُلٌّ اِذَا لَمْ يُدْغَمَا

ترجمہ: ”یا حروف مقطعات کے سہ حرفی میں دونوں حرف مد اور سکون اصلی پائے جائیں اور حرف مد اس کا درمیانی ہو تو یہ مد حرفی کے نام سے ظاہر ہوا ہے۔“

یہ دونوں کلمی اور حرفی مثقل ہوتے ہیں اگر حرف مد کے بعد ادغام کیا گیا ہو اور مخفف ہوتا ہے ہر ایک جس وقت کہ ادغام نہ

کیا گیا ہو۔

فوائد مکیہ : اور مد لازم کلمی مشقل کی مثال دَآبَّةٌ اور مد لازم کلمی مخفف کی مثال اَلنَّ -

شرح : اب یہاں سے حضرت مصنف علیہ الرحمہ مد لازم کی بقایا دو اقسام مد لازم کلمی مشقل اور مد لازم کلمی مخفف کا بیان فرما رہے ہیں۔

(۳) مد لازم کلمی مشقل

کی تعریف یہ ہے کہ حرف مدہ کے بعد اگر کلمہ قرآنی میں تشدید ہو تو اسے مد لازم کلمی مشقل کہیں گے۔ اس کی مقدار بھی طول ہے جیسا کہ مثال سے واضح ہوتا ہے۔

دَآبَّةٌ

حرف مدہ الف کے بعد چونکہ تشدید ہے لہذا مد لازم کلمی مشقل ہے۔

(۴) مد لازم کلمی مخفف

کی تعریف یہ ہے کہ حرف مدہ کے بعد کلمہ قرآنی میں سکون اصلی ہو تو اسے مد لازمی کلمی مخفف کہتے ہیں۔ اس کی مقدار بھی طول ہے۔ جیسا کہ مثال سے واضح ہوتا ہے۔

اَلنَّ

حرف مدہ کے بعد سکون اصلی ہے لہذا مد لازم کلمی مخفف کیا گیا۔ یاد رہے کہ روایت حفصؓ میں پورے قرآن مجید میں مد لازم کلمی مخفف کی یہ صرف ایک ہی مثال ہے۔ جو کہ دو مرتبہ آئی ہے۔

علامہ حمزہ درمیؒ مد لازم کلمی مشقل اور کلمی مخفف کو اس طرح بیان فرما رہے ہیں:

فَإِنْ بِكَلِمَةٍ سَكُونٌ نِ اجْتَمَعَ

مَعَ حَرْفٍ مَدٍّ فَهُوَ كَلِمَةٌ وَقَعَ

كِلَاهُمَا مُثْقَلٌ إِنْ أُدْغِمَا

مُخَفَّفٌ كُلُّ إِذَا لَمْ يُدْغَمَا

ترجمہ: ”پس اگر کسی کلمہ میں سکون اصلی جمع ہو حرف کے ساتھ تو وہ اصطلاح میں مد کلمی واقع ہوا ہے۔“
یہ دونوں (کلمی اور حرفی) مشکل ہوتے ہیں اگر حرف مد کے بعد ادغام کیا گیا ہو اور مخفف ہوتا ہے ہر ایک جس وقت ادغام نہ کیا گیا ہو۔

ورش کے نزدیک جب دو ہمزہ ایک کلمہ میں ہوں تو دو جہیں تسہیل اور ابدال اور ابدال کی صورت میں اگر دوسرے ہمزہ کے بعد حرف ساکن ہو تو وہاں مد لازم کلمی مخفف ہوگا جیسے ء اَنْذَرْتَهُمْ - ء اَنْتَ وغیرہ
درج ذیل مثالیں مد لازم کلمی مشکل کی ہیں۔
اَنْحَا جُوْنِيْ - تَاْمُرُوْنِيْ - صَالِيْن - عَلَيْهَا صَوَافٌ - وَلَا جَانٌّ - يُحَاذُوْنَ اللّٰهَ -
يُوَادُّوْنَ - حَاذَ اللّٰهُ وغیرہ۔

فوائد مکبہ : اور جب واو یا یاء ساکن سے پہلے فتح ہو اور اس کے بعد ساکن حرف ہو تو اس کو مد لین کہتے ہیں۔ اور اس میں قصر تو وسط طول تینوں جائز ہیں۔ اور عین مریم اور عین شوریٰ میں قصر نہایت ضعیف ہے طول اولیٰ ہے۔

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے پہلے حروف لین کی تعریف بیان فرمائی ہے یعنی اگر واو یا یاء ساکن ماقبل فتح ہو تو اس کو حرف لین کہتے ہیں جیسے حَوْلِيْن - حَوْلِيْن ایسا کلمہ ہے جس میں دونوں حرف لین موجود ہیں دیگر امثلہ
وَالصَّيْفُ - رَأَى الْعَيْنُ - شَفَتَيْنِ - النَّجْدَيْنِ - نَوْمٌ - وَاحْشَوْنِ - ذِي الطُّوْلِ - لَحْنِ
الْقَوْلِ - غَنَمُ الْقَوْمِ وغیرہ

اور اگر اس کے بعد کلمہ قرآنی میں سکون ہو تو ظاہر ہے کہ یہ ساکن عارضی ہی ہوگا تو اس میں مد کی تین مقادیر ہیں۔
طول۔ تو وسط۔ اور قصر۔ مگر قصر اولیٰ ہے۔ اسی لئے حضرت مصنف نے پہلے قصر کو بیان فرمایا پھر تو وسط کو اور پھر طول کو۔

حَوْلِيْن

اس میں حرف لین یاء ہے اور اس کے بعد وقفاً سکون عارضی ہے لہذا یہاں قصر۔ تو وسط اور طول تینوں جائز ہیں۔ اس کو مد عارض لین وقفی کہتے ہیں۔

اور اگر حرف لین کے بعد حروف مقطعات میں سکون ہو تو وہاں بلکہ طول اور تو وسط ہوگا۔ مگر قصر ضعیف ہے۔ جیسے عین مریم

کَهِیْعَصْ اور عین شوریٰ حَمَّ عَسَقْ۔ ان میں جو عین پر مد ہے اس کو مد لازم لین کہتے ہیں۔ اور یہ مد لازم کی پانچویں قسم ہے۔

مد لازم لین میں سکون اصلی کی وجہ سے اس کی مقدار طول ہے۔ اور جہاں حرف مدہ کے بعد سکون ہو تو وہاں صرف طول ہی طول ہوتا ہے یہاں چونکہ محل مد حرف لین ہے جو کہ ضعیف ہے اس کی وجہ سے یہاں طول کے ساتھ تو سطر اور قصر بھی جائز ہے مگر قصر ضعیف ہے محل مد لین کی وجہ سے اس لیے کہ لین حقیقتاً محل مد نہیں بلکہ مشابہ محل مد ہے۔

شَیْءٌ اور کَهِیْعَةُ میں مشابہ محل مد لین اور سبب مد ہمزہ موجود ہے اس میں مد اس لیے نہیں کیا جاتا کہ یہ روایتاً ثابت نہیں ہے۔

علامہ شاطبیؒ اسے اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

وَفِي عَيْنٍ بِالْوَجْهِانِ وَالطَّوْلُ قُضِلَا

ترجمہ: ”اور حرف عین میں دو وجہیں ہیں اور طول کو فضیلت دی گئی ہے۔“

علامہ حمزہ درکیؒ اسے اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

وَعَيْنٌ ذُو وَجْهَيْنِ وَالطَّوْلُ اخْصُ

ترجمہ: ”اور حرف عین میں دو وجہیں تو سطر اور طول ہیں اور طول بہتر ہے۔“

مد کی مقدار کے بارے میں قراء کے اقوال

طول کی مقدار تین الف اور تو سطر کی مقدار دو الف ہے اور ایک قول میں طول کی مقدار پانچ الف اور تو سطر کی مقدار تین الف ہے اور یہ دونوں قول مد اصلی کے علاوہ ہیں۔ قصر کی مقدار دونوں اقوال میں صرف ایک الف ہی ہے۔

فوائد مکبہ : (فائدہ) سورۃ آل عمران کا اَللّٰهُ صَلَّی کی حالت میں میم ساکن اجتماع ساکنین علی غیر حدہ کی وجہ سے مفتوح پڑھی جائے گی۔ اور اَللّٰهُ کا ہمزہ نہ پڑھا جائے گا اور میم میں مد لازم ہے اس وجہ سے وصل میں طول اور قصر دونوں جائز ہیں۔

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ اَللّٰهُ صَلَّی سورۃ آل عمران کے شروع میں حالت وصل میں مد کی مقدار کے متعلق بیان فرما رہے ہیں کہ اصل میں یہ میم ساکن ہے جس کی وجہ سے مد لازم حرفی مخفف ہوا لہذا اس میں طول کیا جائے گا اور

اس کو جو وصلاً فتح دیا جاتا ہے وہ اجتماع ساکنین علی غیر مدہ کے قاعدہ کے تحت دیا گیا ہے پس جب میم مفتوح ہوگا تو لفظ اللہ کا ہمزہ وصلی وسط کلام میں حذف ہو جائے گا۔

اس میم میں طول اس لئے کیا جاتا ہے کہ اصل میں میم ساکن ہے اور قصر اس لیے کیا جاتا ہے کہ میم متحرک ہو گیا اجتماع ساکنین علی غیر مدہ کی وجہ سے لہذا عارضی حرکت آگئی اور سکون اور مد ختم ہو گیا اس لیے قصر بھی جائز ہے اس حرف میں وصلاً طول اور قصر ہے۔ وقفاً صرف طول ہی ہوگا۔

علامہ جزری رحمہ اللہ علیہ اس مسئلہ کو اس طرح بیان فرماتے ہیں ۔

وَالْمَدُّ أَوْلَىٰ إِنَّ تَغْيِيرَ السَّبَبِ

وَبَقِيَ الْأَثَرُ أَوْ فَاقْصُرَ أَحَبُّ

ترجمہ: ”اور اگر مدہ کے بعد مد کا سبب سکون یا ہمزہ متغیر ہو جائے اور اس سبب کا اثر باقی رہے جیسا کہ ہمزہ مہملہ میں ہوتا ہے تب تو مداولی ہے یا اثر بالکل باقی نہ رہے جیسا کہ قالون۔ بزی۔ ابو عمرو بصری کی اور ایک قبل روایں کی قرأت بھی جَاحِدٌ وغیرہ میں ہمزہ کے اور اَلَمْ ۝ اللہ میں سب کی قرأت پر سکون کے حذف ہونے میں سبب کا اثر بالکل باقی نہیں رہتا تو اسے قاری تو اس صورت میں قصر کر اور سبب کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے یہ قصر ہی زیادہ پسندیدہ ہے یہ علامہ جزریؒ کی رائے ہے اور علامہ دانیؒ اور علامہ شاطبیؒ کی رائے پر ہر صورت میں مداولی ہے اور اب ہمزہ کے حذف ہونے کی صورت میں ناظمؒ کی اور سکون کے حذف ہونے کی صورت میں علامہ دانیؒ اور علامہ شاطبیؒ کی رائے پر عمل ہے۔

فوائد مکیہ : (فائدہ) حرف مدہ جب موقوف ہو تو اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ ایک الف سے زائد نہ ہو

جائے۔ دوسرے یہ کہ بعد حرف مدہ کے ہاء یا ہمزہ زائد نہ ہو جائے مثل قَالُوا۔ فِج۔ مَالاً جیسا کہ اکثر خیال نہ کرنے سے ہو جاتا ہے۔

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ حسب سابق فصل کے اختتام پر چند ضروری باتوں کی طرف توجہ دلا رہے ہیں کہ اگر حرف مدہ موقوف ہو تو اس کو احتیاط سے ادا کرنا چاہیے اس لئے کہ وہ اپنی اصلی مقدار سے بڑھ نہ جائے۔ یا اس حرف مدہ کے بعد ہمزہ یا ہاء نہ پیدا ہو جائیں۔ اگر یہ حروف حرف مدہ کے بعد ادا ہوئے تو بالکل غلط ادائیگی ہوگی۔ اکثر خیال نہ کرنے سے ایسی اغلاط پیدا ہو جاتی ہیں ان سے بچنا نہایت ضروری ہے۔ جیسے وَضَحْهَاء۔ تَلْهَاء۔ وَالضُّحَىٰ وغیرہ

مد کی اہمیت و توجیہات اور مختلف اقسام مد پر مفید علمی بحث

سعید بن منصور نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے کہ

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ایک شخص کو قرأت سکھا رہے تھے اس نے پڑھا: ”اَتَمَّا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ“ بغیر مدِّ لِلْفُقَرَاءِ کے پڑھا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے یہ سن کر فرمایا رسول اللہ ﷺ نے یہ مقام مجھ کو یوں نہیں پڑھایا ہے اس شخص نے دریافت کیا پھر اے ابوعبدالرحمن! رسول اللہ ﷺ نے آپ کو اس کی قرأت کس طرح بتائی ہے؟“ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جواب دیا ”رسول اللہ ﷺ نے مجھے اس کی قرأت ”اَتَمَّا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ“ بتائی ہے لہذا تم اسکو مد دے کر پڑھو“ یہ حدیث نہایت اچھی اور قابل قدر ہے۔ اور اس کو مد کے بارہ میں حجت اور نص قرار دے سکتے ہیں۔ اس کی اسناد کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ اور طبرانی نے اس کو اپنی کتاب معجم الکبیر میں روایت کیا ہے۔

مد: اس زیادتی (کشش صوت) کا نام ہے جو صرف مد میں طبعی کشش صوت کے علاوہ مطلوب ہوتی ہے اور طبعی کشش صوت وہ ہے جس سے کم پر صرف مد ذاتی طور سے بھی قائم نہیں ہو سکتا۔ اور قصر اس زیادتی کو چھوڑ کر مد طبعی کو علیٰ حالہ قائم رکھنے کا نام ہے۔

حرف مد تین ہیں: (۱) الف مطلقاً۔ (۲) واو ساکن جس کا ماقبل مضموم ہو۔ (۳) یاء ساکن جس کا ماقبل مکسور ہو۔

مد کا سبب لفظی ہوتا ہے یا معنوی۔ لفظی سبب ہمزہ یا سکون کا آنا ہے۔ ہمزہ حرف مد سے قبل اور بعد دونوں حالتوں میں آتا ہے۔ ماقبل آنے کی مثالیں اذم۔ رای۔ ایمان۔ خاطیئین۔ اوتوا۔ اور الموءودۃ ہیں۔

اور بعد میں آنے والا ہمزہ اگر حرف مد کے ساتھ ایک ہی کلمہ میں ہوگا تو وہ ہمزہ متصل ہوگا مثلاً اُولَئِکَ۔ شَاءَ اللہ۔ السَّوَاۤی۔ مِنْ سَوَۃٍ۔ یُضِیۡی

اور اگر یہ صورت ہوگی کہ حرف مد ایک کلمہ کے آخر میں ہو اور ہمزہ دوسرے کلمہ کے شروع میں تو پھر وہ منفصل ہوگا جیسے

بِمَا اَنْزَلَ۔ یٰۤاٰیہَا۔ قَالُوْۤا اٰمَنَّا۔ اَمْرًاۤ اِلٰی اللّٰہِ۔ فِیۡۤ اَنْفُسِکُمْ۔ اور بِہٖۤ اِلَّا الْفٰسِقِیۡنَ۔

توجیہ مد: اور ہمزہ کی وجہ سے مد آنے کی وجہ یہ ہے کہ حرف مد خفی ہوتا ہے اور ہمزہ دشوار اس لئے حرف خفی میں زیادتی کی جاتی ہے تاکہ اس کی وجہ سے دشوار حرف کو زبان سے ادا کرنے میں آسانی پیدا ہو جائے اور اس کی آسان ادائیگی پر قدرت حاصل ہو سکے۔

اور سکون یا توازی ہوتا ہے یعنی وہ جو اپنی دونوں حالتوں (اول کلمہ اور وسط میں آنے کی وجہ سے) متغیر نہیں ہوتا جیسے
الصَّالِينَ - كَذَابَةٍ اور اَلَمْ - اَتَحَاجُّوْنِیْ -

اور یا عارضی ہوتا ہے یعنی وقف وغیرہ کی وجہ سے لاحق ہو جاتا ہے مثلاً **اَلْعِبَادُ - اَلْحِسَابُ - نَسْتَعِیْنُ -**
اَلرَّحِیْمُ - اور **یُوْقِنُوْنَ بحالت وقف -**

اور سکون کی وجہ سے مد ہونے کی یہ وجہ ہے کہ دوساکن حروف کو باہم جمع کر سکنے کی قدرت حاصل ہو سکے۔ اس لئے گویا وہ
 حرکت کا قائم مقام ہے۔ ہمزہ متصل یعنی مد متصل اور اجتماع ساکنین کی دونوں قسموں کو مد دینے پر تمام قاریوں کا اتفاق ہے گو
 مقدار مد میں اختلاف بھی کیا ہے لیکن ان کو مد ضرور دیتے ہیں۔

مد منفصل کے کئی نام رکھے جاتے ہیں جو مع وجہ تسمیہ یہ ہیں (۱) مد انفصل یوں کہ وہ دو کلموں کے مابین جدا کیا جاتا ہے۔
 (۲) مد البسط بوجہ اس کے کہ وہ دو کلموں کے مابین مبسوط ہوتا ہے۔ (۳) مد الاعتبار اس واسطے کہ اس کی وجہ سے دو کلمے ایک
 ہی کلمہ تصور کئے جاتے ہیں۔ (۴) مد حرف بحرف یعنی ایک کلمہ کا دوسرے کلمہ کو مد کرنا۔ اور (۵) مد جائز۔ اس لئے کہ اس کے مد
 اور قصر میں اختلاف ہے اور اس کے مد کی مقدار میں اتنی مختلف عبارتیں آئیں ہیں کہ ان سب کا یاد رکھنا مشکل ہے۔

مد کا معنوی سبب نفی میں مبالغہ کرنے کا قصد ہے۔ اہل عرب اس کو بہت قوی اور مقصود بالذات سبب مانتے ہیں لیکن قراء
 کرام نے اس سبب کو لفظی سبب کی نسبت کمزور تسلیم کیا ہے اس قسم کے مدات میں سے ایک مد تعظیم ہے جیسے **لَا اِلٰهَ**
اِلَّا هُوَ - لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ - اور **لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ** میں اور مد ہمزہ منفصل میں قصر کرنے سے تعظیم کے معنی مراد لیتے ہیں۔
 اور اس مد کا نام مد مبالغہ رکھا جاتا ہے۔

ابن مہران کتاب المدات میں بیان کرتے ہیں ”اس کا نام مد مبالغہ اس واسطے رکھا گیا کہ اس کی کشش کا مقصود اللہ کے
 ماسوا کی الوہیت کے انکار میں حد درجہ کا مبالغہ کرنا ہے۔ اور یہ اہل عرب کا ایک معروف و مشہور طریقہ ہے کہ وہ دعاء استغاثہ
 (فریاد) اور مبالغہ کے وقت جس چیز کی نفی کرنا چاہیں اسے مد کے ساتھ زبان سے ادا کرتے ہیں۔ اور بے اصل شے کو بھی اسی
 وجہ سے مد دیا کرتے ہیں“

علامہ جزریؒ نے فرمایا ہے امام حمزہؒ نے اس لا میں جو براءت کے واسطے آتی ہے نفی کا مبالغہ کرنے کے لئے ایسا مد کیا
 ہے۔ جیسے **لَا رَیْبَ فِیْهِ - لَا شَیْئَةَ فِیْهَا -** اور **لَا جَوْمَ -** میں اور مبالغہ نفی کے بارہ میں مد کی مقدار بہت اوسط درجہ کی
 ہوتی ہے یعنی وہ اشباع کی حد تک نہیں پہنچتا کیونکہ اس کا سبب ہی ضعیف ہے۔ اس بات پر ابن القصاع نے زور دیا ہے۔

بعض اوقات مد کے دونوں لفظی اور معنوی سبب ایک ہی جگہ جمع ہو جاتے ہیں جیسے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ - لَا تَكْرَاهِ فِي الدِّينِ - اور لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ - ایسے موقعوں پر امام حمزہؒ نے اشباع کے ساتھ ویسا ہی مد کیا ہے جیسا کہ اس کے اصل میں ہمزہ کی وجہ سے مد ہوتا تھا۔ اور انہوں نے معنوی سبب کو اس لئے چھوڑ دیا کہ قوی سبب پر عمل کر لینے کے بعد ضعیف سبب چھوڑ دینا یقینی تھا۔

فائدہ

جس وقت مد کا سبب متغیر ہو جائے اس وقت دو باتیں جائز ہوتی ہیں۔ اصل کے لحاظ سے مد کرنا اور لفظ کو دیکھتے ہوئے قصر کرنا۔ اس کا کچھ خیال نہ کیا جائے گا کہ سبب کیا تھا، ہمزہ یا سکون۔

فائدہ

جہاں دو سبب قوی اور ضعیف جمع ہونگے اس جگہ اجماعاً قوی سبب پر عمل کیا جائے گا اور کمزور سبب کو چھوڑ دیا جائے گا۔ اور اس کی بہت سی اقسام ہیں ان میں سے ایک قسم وہی جواب بھی گزری لفظی اور معنوی سببوں کے اجتماع کی تھی۔

مدود کے دیگر نام و اقسام اور ان کی توضیح

(۱) مد حجاز: اور یہ مد جائز ہے جیسے ءَا نَذَرْتَهُمْ - ءَا نَتَّ قُلْتَ - ءَا اِذَا مِتْنَا - اور ءَا اَلْقِيَ الذِّكْرُ کیونکہ یہاں پر دو ہمزہ آنے کی وجہ سے ایک ثقالت ہے اور اہل عرب دو ہمزوں کو ایک جگہ جمع کرنا ثقیل تصور کرتے ہیں اور حجاز (رکاوٹ) کی مقدار بالا جماع ایک پورے الف کے برابر ہے کہ اس سے تخفیف حاصل ہوتی ہے۔

(۲) مد العدل: یہ ایسے مشدو حروف میں ہوتا ہے جس کے قبل کوئی مد اور لین کا حرف ہو اور اس کا نام مد لازم مشدو بھی ہے مثلاً ”الصَّالِّينَ“ کیونکہ یہ مد ایک حرکت کا معادل ہے یعنی روک بننے میں حرکت کا قائم ہوتا ہے۔

(۳) مد التمسکین: مثلاً اُولَئِكَ اور اَلْمَلٰٓئِكَةُ۔ تمام ایسے مدات جن کے بعد ہمزہ آتا ہے۔ کیونکہ یہاں پر مد محض اس واسطے لایا گیا ہے کہ اس کے ذریعہ سے ہمزہ کی تحقیق ہو سکے اور اس کے اپنے مخرج سے ادا کئے جانے میں آسانی ہو۔

(۴) مد وسط: اس کو مد الفصل بھی کہتے ہیں۔ جیسے ”بِسْمَاۤ اُنزِلَ“ میں ہے اور اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ مد دو متصل کلموں میں پھیلتا ہے۔

(۵) مد الفرق: جیسے ”اَلْاَنَ“ میں کیونکہ اس مد کے ذریعہ سے استفہام اور خبر کے مابین فرق کیا جاتا ہے اور اس کی مقدار بالا جماع ایک پورے الف کے برابر ہے۔ پھر اگر الف مد کے مابین کوئی حرف مشدو ہو تو ایک اور الف زیادہ کر دیا جائے گا

تا کہ اس کے ذریعہ سے ہمزہ کی تحقیق ہو سکے۔ مثلاً اَللّٰهُ كَوْنٌ - اَللّٰهُ میں۔

(۶) مد البالغہ: جیسے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ میں۔

(۷) مد بدل من الهمزہ: جیسے آدَمُ - آخِرُ - اَمْنٌ میں اور اس کی مقدار بالا جماع ایک پورے الف کے برابر

ہے۔ (الاتقان)

فوائد مکیہ:

تیسری فصل مقدار اور وجہ مد کے بیان میں

شرح: مقدار کہتے ہیں جس ادا کے ذریعے مد کا اندازہ کیا جائے۔ مثلاً طول کی مقدار تین الف اور پانچ الف ہے اس اندازے کے ساتھ ادا کرنے کو مقدار کہتے ہیں۔

اوجہ جمع ہے وجہ کی یہاں وجہ سے مراد طول۔ تو سطر اور قصر ہے تینوں وجوہ کو جوہ یا اوجہ کہتے ہیں۔
قصر وجہ میں داخل ہے لیکن مد فرعی سے خارج ہے اس لئے قصر ترک مد فرعی کا نام ہے۔ مد اصلی کو اس کی اصل سے کم کرنا یا بغیر سبب مد اس کو بڑھانا حرام ہے۔

مد اصلی کی مقدار بقدر ایک الف ہوتی ہے اور الف کی مقدار بقدر دو حرکت ہے ان دو حرکتوں میں سے ایک حرکت تو اس حرف کی ہوگی جو حرف مد سے پہلے ہوتا ہے اور دوسری حرکت کے مساوی یہ حرف مد ہوگا۔ اور اگر حرف مد کی مقدار کو ذہن میں ماقبل کی حرکت سے قطع نظر کر کے سوچا جائے تو حرف مد کی مقدار بقدر ایک حرکت رہ جاتی ہے یہ خالص ذہنی تصور کے مطابق ہے ورنہ ظاہر ہے کہ خارج میں بقدر دو حرکت ہی مقدار ہوگی کیونکہ واو مدہ سے ماقبل ضمیمہ یا مدہ کے ماقبل کسرہ اور الف سے ماقبل فتح ضرور موجود ہوں گے۔

ایسے ہی مد کی دو مقداریں ہیں طول اور تو سطر اور بغیر کسی سبب کے طول کی جگہ تو سطر کرنا یا تو سطر کی جگہ طول کرنا جائز نہیں

ہے۔

فوائد مکیہ: مد عارض اور مد لیں عارض میں تین وجہ ہیں: (۱) طول (۲) تو سطر۔ (۳) قصر۔ فرق اتنا ہے

کہ مد عارض میں طول اولیٰ ہے اس کے بعد تو سطر اس کے بعد قصر کا مرتبہ ہے۔

بخلاف مد لیں عارض کے کہ اس میں پہلا مرتبہ قصر کا ہے اس کے بعد تو سطر کا اس کے بعد طول کا۔

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے جیسا کہ فرمایا کہ مد عارض اور مد لین عارض دونوں میں تین تین وجہ ہیں:

(۱) طول (۲) توسط اور (۳) قصر۔ مگر ان میں فرق یہ ہے کہ مد عارض میں طولی اوّلیٰ ہے پھر توسط اور پھر قصر اور یہ اس وجہ سے کہ مد عارض میں محل مد قوی ہے۔

اور مد لین عارض میں بھی طول توسط اور قصر تین وجہ ہیں مگر اس میں قصر اوّلیٰ ہے پھر توسط ہے اور پھر طول ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں محل مد ضعیف ہے۔

فوائد مکبہ : اب معلوم کرنا چاہیے کہ مقدار طول کی کیا ہے۔ طول کی مقدار تین الف ہے اور توسط کی مقدار دو الف اور ایک قول میں طول کی مقدار پانچ الف ہے اور توسط کی مقدار تین الف ہے اور قصر کی مقدار دونوں قول میں ایک ہی الف ہے۔

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ یہاں مد کی مقداروں کے بارے میں قراء کا اختلاف بیان فرما رہے ہیں کہ ایک قول کے مطابق طول کی مقدار پانچ الف اور توسط کی مقدار تین الف ہے اور دوسرے قول کے مطابق طول کی مقدار تین الف ہے اور توسط کی مقدار دو الف ہے لیکن اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ طول کی مقدار توسط سے زیادہ ہو اور قصر کے بارے میں سب متفق ہیں کہ قصر کی مقدار ایک ہی الف ہے۔

فوائد مکبہ : (فائدہ) مد لازم کی چاروں قسموں میں طول علی التساوی ہوگا اور بعض کے نزدیک مشغل میں زیادہ مد ہے اور بعض کے نزدیک مخفف میں زیادہ مد ہے مگر جمہور کے نزدیک تساوی ہے۔

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ مد لازم کی چاروں اقسام میں طول کی مقدار ایک ہی ہونی چاہیے اگر پہلے مد میں طول پانچ الف کا ہے تو باقی تین اقسام مد میں بھی طول پانچ الف کا کرنا چاہیے۔ اور اگر پہلے مد میں طول تین الف کا ہے تو باقی تین اقسام مد میں بھی طول تین الف ہی کرو۔

بعض کہتے ہیں کہ مد لازم کلمی مشغل میں مخفف کے مقابلے میں زیادہ مد ہے اور بعض کے نزدیک مد لازم کلمی مخفف میں مشغل کے مقابلے میں زیادہ مد ہے لیکن یہ بعض کا قول ہے۔

جو حضرات کہتے ہیں کہ مد لازم کلمی مخفف میں مد کی مقدار زیادہ ہے اس کی توجیہ یہ ہے کہ یہاں حرف مد پہلے ہی ساکن تھا اس کے بعد دوسرا ساکن آ گیا۔ اور اجتماع ساکنین ہو گیا۔ لہذا اجتماع ساکنین کی ثقالت دور کرنے کے لیے حرف مد کو اس کی

اصل مقدار سے زیادہ کھینچ کر پڑھا گیا اور اس طرح یہ مد فرعی رفع ثقالت میں مثل حرکت ہو گیا۔
 اور جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ مد لازم کلمی مثل میں مد کی مقدار زیادہ ہے ان کے نزدیک اس کی توجیہ یہ ہے کہ حرف مد کے بعد تشدید ہوتی ہے اور تشدید کی وجہ سے اس کی آواز میں اتصال و درازی ہوتی ہے اور حرف مشدود بقدر ایک الف کی تاخیر کے خوب جم کر ادا ہوتا ہے بخلاف مخفف کے کہ اس میں مابعد حرف مد کے ساکن ہونے کی وجہ سے سکون کے ادا ہوتے ہی آواز منقطع ہو جاتی ہے لہذا مثل میں ثقالت و تشدید کی وجہ سے مد زیادہ ہے اور مخفف میں کم۔ لیکن جمہور کا قول یہی ہے کہ مد لازم کلمی مثل اور مد لازم کلمی مخفف میں طول کی مقدار برابر ہے۔

فوائد مکبہ: (فائدہ) حرف موقوف مفتوح سے قبل جب حرف مد یا حرف لین ہو مثل عَالِمِیْنَ۔
 لَا ضَیْرَ تو تین وجہ وقف میں ہوں گی طول مع الاسکان۔ توسط مع الاسکان۔ قصر مع الاسکان اور اگر حرف موقوف مکسور ہے تو وجہ عقلی چھ نکلتی ہیں اس میں سے چار جائز ہیں طول۔ توسط۔ قصر مع الاسکان۔ قصر مع الروم اور طول توسط مع الروم غیر جائز ہے۔

اس لیے کہ مد کے واسطے بعد حرف مد کے سکون چاہیے۔ اور روم کی حالت میں سکون نہیں ہوتا بلکہ حرف متحرک ہوتا ہے اگر حرف موقوف مضموم ہے مثل نَسْتَعِیْنُ کے تو ضربی عقلی وجہیں نو ہیں۔ طول۔ توسط۔ قصر مع الاسکان۔ طول۔ توسط۔ قصر مع الاشام۔ قصر مع الروم یہ سات وجہیں جائز ہیں اور طول توسط مع الروم غیر جائز ہیں جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے۔

شرح: حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اگر مفتوح سے ماقبل حرف مد یا حرف لین ہو تو تین وجہ بنتی ہیں وقف کرنے کی اس لیے کہ موقوف مفتوح میں صرف وقف بالاسکان ہی ہوگا عَالِمِیْنَ پر وقف کرنے سے تین وجہ بنتی ہیں۔

طول مع الاسکان	توسط مع الاسکان	قصر مع الاسکان

اسی طرح موقوف مفتوح ماقبل حرف لین کی مثال لَا ضَیْرَ میں وقفی وجہ بھی تین بنتی ہیں۔
 لَا ضَیْرَ پر وقف کرنے سے بننے والی تین وجہ

قصر مع الاسکان	توسط مع الاسکان	طول مع الاسکان

اور اگر موقوف مکسور ہے تو اس کی وقف کرنے کی چھ وجہ نکلتی ہیں اس لیے کہ موقوف مکسور وقف بالاسکان اور وقف

باروم دونوں ہوتے ہیں۔ مثلاً یَاوُلِی الْاَلْبَابِ پر وقف کی چھ وجہیں نکلتی ہیں۔

طول مع الاسکان	توسط مع الاسکان	قصر مع الاسکان
	قصر مع الروم	

درج بالا چار صورتیں جائز ہیں اور باقی درج ذیل دو صورتیں ناجائز ہیں۔

طول مع الروم	توسط مع الروم

دراصل مد کرنے کے لئے سکون لازمی ہوتا ہے اور وقف باروم میں حرکت کا تہائی حصہ پڑھا جاتا ہے جس سے حرف ساکن نہیں رہتا بلکہ متحرک ہو جاتا ہے اور وقف باروم حکم میں متحرک کے ہے اس لیے یہ دونوں صورتیں ناجائز ہیں۔
اور اگر موقوف مضموم ہو جیسے نَسْتَعِیْنُ

تو اس حالت میں وقف بالا اسکان وقف بالا شام اور وقف باروم تینوں طرح کے وقف ہو سکتے ہیں اور ان وقوف کی وجہ سے ضربی وجہ نوبتی ہیں جن میں سے درج ذیل سات وجہ جائز ہیں۔

طول مع الاسکان	توسط مع الاسکان	قصر مع الاسکان
طول مع الاشام	توسط مع الاشام	قصر مع الاشام
	قصر مع الروم	

باقی دو وجہیں ناجائز ہیں جو درج ذیل ہیں:

طول مع الروم	توسط مع الروم

یہ دونوں وجہ اس وجہ سے ناجائز ہیں کہ وقف باروم حکم میں متحرک کے ہوتا ہے جیسا کہ حضرت مصنفؒ کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔

فوائد مکبہ: (فائدہ) جب مد عارض یا مد لین کئی جگہ ہوں تو ان میں تساوی اور توافق کا خیال رکھنا چاہیے۔

یعنی اگر ایک جگہ مد عارض میں طول کیا ہے تو دوسری جگہ بھی طول کیا جائے۔ اگر توسط کیا ہے تو دوسری جگہ بھی توسط کرنا

چاہیے۔ اگر قصر کیا ہے تو دوسری جگہ بھی قصر کرنا چاہیے۔

ایسا ہی مد لین بھی جب کئی جگہ ہوں تو توافق ہونا چاہیے اور جیسا کہ طول تو وسط میں توافق ہونا چاہیے ایسا ہی مقدار طول تو وسط میں بھی توافق ہونا چاہیے۔

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرما رہے ہیں کہ جب مد عارض وقفی اور مد عارض لین کئی جگہ ہوں تو ان میں تساوی اور توافق کا خیال رکھنا چاہیے۔

تساوی اور توافق دو مترادف الفاظ ہیں۔ تساوی کا مطلب ہے کہ جب کئی مد عارض وقفی یا مد عارض لین جمع ہوں تو اگر پہلے مقام پر مد میں طول کیا ہے تو باقی مواقع پر بھی مدات میں طول ہی ہونا چاہیے اور اگر پہلے مقام پر مد میں تو وسط کیا ہے تو باقی مواقع پر بھی مدات میں تو وسط ہی ہونا چاہیے اور اگر پہلے مقام پر مد میں قصر کیا ہے تو باقی مواقع پر بھی مدات میں قصر ہی ہونا چاہیے۔ اور توافق کا مطلب یہ ہے کہ اگر پہلے مقام پر مد میں طول کی مقدار پانچ الف کی ہے تو باقی مواقع پر بھی مدات میں طول کی مقدار پانچ الف کی ہی ہونی چاہیے۔ اور اگر پہلے مقام پر مد میں طول کی مقدار تین الف کی ہے تو باقی مواقع پر بھی مدات میں طول کی مقدار تین الف کی ہی ہونی چاہیے۔ اور اگر پہلے مقام پر مد میں تو وسط اختیار کیا اور اس میں مقدار مد میں تین الف والا قول اختیار کیا تو باقی تمام مواقع پر بھی مدات میں تو وسط کی مقدار تین الف ہی ہونی چاہیے اور اگر تو وسط میں دو الف والا قول اختیار کیا تو باقی تمام مواقع پر بھی مدات میں تو وسط دو الفی ہی ہونا چاہیے۔ خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لو۔

فوائد مکیہ : مثلاً اَعُوْذُ اور بسملہ سے رَبِّ الْعَالَمِیْنَ تک فصل کل کی حالت میں ضربی وجہیں اڑتا لیس نکلتی ہیں اس طرح پر کہ رَحِمَ کے اوج ثلاث مع الاسکان اور قصر مع الروم کو رَحِمَ کے مد و ثلاث اور قصر مع الروم میں ضرب دینے سے سولہ وجہیں ہوتی ہیں اور ان سولہ کو اَلْعَالَمِیْنَ کے اوج ثلاث میں ضرب دینے سے اڑتا لیس وجہیں ہوتی ہیں جن میں چار بالاتفاق جائز ہیں یعنی رَحِمَ رَحِمَ الْعَالَمِیْنَ میں طول مع الاسکان تو وسط مع الاسکان قصر مع الاسکان۔ رَحِمَ رَحِمَ میں قصر مع الروم کی حالت میں اَلْعَالَمِیْنَ میں قصر مع الاسکان اور بعض نے رَحِمَ رَحِمَ کے قصر مع الروم کی حالت میں اَلْعَالَمِیْنَ میں طول تو وسط کو جائز رکھا ہے۔ باقی بیالیس وجہیں بالاتفاق غیر جائز ہیں۔

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے اس فصل میں مقدار اور اوج مد میں الرَّحِمَ - الرَّحِمَ اور اَلْعَالَمِیْنَ پر

وقفی وجوہ کا بیان فرمایا ہے۔ حضرت مصنفؒ نے الرَّحِيمِ میں اوجہ ثلاثہ اور الرَّحِيمِ میں مدود ثلاثہ کا لفظ استعمال فرمایا ہے ان دونوں الفاظ میں کوئی فرق نہیں ہے اور یہ دونوں مترادفات ہیں باہم مناقشہ یا مختلف حرف نہیں ہیں۔

طلباء اور بعض اساتذہ اس کو فوائد مکيه کا مشکل ترین مقام تصور کرتے ہیں اور ان وجوہ میں اس قدر الجھتے ہیں کہ ان کا دماغ چکرا کر رہ جاتا ہے ان کی آسانی کے لئے ہم ان وقفی وجوہ کو آسان جدول کی صورت میں بیان کر رہے ہیں۔

وقفی وجوہ بنانے کا طریقہ

ضربی وجوہ نکالنے کا طریقہ اس طرح سمجھو کہ الرَّحِيمِ کی چار وجوہیں ہیں ان چار وجوہوں کو الرَّحِيمِ کی چار وجوہوں سے ضرب دیں گے ضرب دینے کا طریقہ یہ ہوگا کہ الرَّحِيمِ کی پہلی وجہ کو الرَّحِيمِ کی چاروں وجوہ سے باری باری ضرب دی جائے گی اس کے بعد الرَّحِيمِ کی دوسری وجہ کو الرَّحِيمِ کی چاروں وجوہ سے باری باری ضرب دی جائے گی علیٰ ہذا القیاس پھر الرَّحِيمِ کی تیسری وجہ کو الرَّحِيمِ کی چاروں وجوہ سے اور پھر الرَّحِيمِ کی چوتھی وجہ کو الرَّحِيمِ کی چاروں وجوہ سے ضرب دی جائے گی اس طور پر سولہ وجوہ بن جائیں گی۔ پھر ان سولہ وجوہ کو الْعَلَمِیْنَ کی وجوہ سے ضرب دی جائے گی سب سے پہلے ان سولہ وجوہ کو الْعَلَمِیْنَ کی پہلی وجہ سے ضرب دیں گے بعد ازاں ان سولہ وجوہ کو الْعَلَمِیْنَ کی دوسری وجہ سے ضرب دیں گے بعد ازاں ان سولہ وجوہ کو الْعَلَمِیْنَ کی تیسری وجہ سے ضرب دی جائیں گی تو اڑتالیس وجوہ بن جائیں گی۔

کسی بھی مقام پر ضربی وجوہ نکالنے کا یہی طریقہ استعمال ہوگا اچھی طرح ذہن نشین کر لو۔ مزید اگر کوئی دشواری ہو تو اڑتالیس وجوہ کے نقشے کو ملاحظہ کر لو بات بہت واضح ہو جائے گی۔

الرَّحِيمِ اور الرَّحِيمِ کی پہلی چار وجوہ الرَّحِيمِ اور الرَّحِيمِ کی دوسری چار وجوہ

نمبر شمار	الرَّحِيمِ	الرَّحِيمِ	نمبر شمار	الرَّحِيمِ	الرَّحِيمِ
۱	طول مع الاسکان	توسط مع الاسکان	۱	طول مع الاسکان	طول مع الاسکان
۲	طول مع الاسکان	توسط مع الاسکان	۲	طول مع الاسکان	توسط مع الاسکان
۳	طول مع الاسکان	توسط مع الاسکان	۳	طول مع الاسکان	قصر مع الاسکان
۴	طول مع الاسکان	توسط مع الاسکان	۴	طول مع الاسکان	قصر مع الروم

الَّرَّجِيمِ اور الَّرَّجِيمِ کی چوتھی چاروجوہ

نمبر شمار	الَّرَّجِيمِ	الَّرَّجِيمِ
۱	قصر مع الروم	طول مع الاسكان
۲	قصر مع الروم	توسط مع الاسكان
۳	قصر مع الروم	قصر مع الاسكان
۴	قصر مع الروم	قصر مع الروم

الَّرَّجِيمِ اور الَّرَّجِيمِ کی تیسری چاروجوہ

نمبر شمار	الَّرَّجِيمِ	الَّرَّجِيمِ
۱	قصر مع الاسكان	طول مع الاسكان
۲	قصر مع الاسكان	توسط مع الاسكان
۳	قصر مع الاسكان	قصر مع الاسكان
۴	قصر مع الاسكان	قصر مع الروم

الَّرَّجِيمِ اور الَّرَّجِيمِ کی سولہ وجوہ

شمار	الَّرَّجِيمِ	الَّرَّجِيمِ
۱	طول مع الاسكان	طول مع الاسكان
۲	طول مع الاسكان	توسط مع الاسكان
۳	طول مع الاسكان	قصر مع الاسكان
۴	طول مع الاسكان	قصر مع الروم
۵	توسط مع الاسكان	طول مع الاسكان
۶	توسط مع الاسكان	توسط مع الاسكان
۷	توسط مع الاسكان	قصر مع الاسكان
۸	توسط مع الاسكان	قصر مع الروم
۹	قصر مع الاسكان	طول مع الاسكان
۱۰	قصر مع الاسكان	توسط مع الاسكان
۱۱	قصر مع الاسكان	قصر مع الاسكان
۱۲	قصر مع الاسكان	قصر مع الروم

طول مع الاسکان	قصر مع الروم	۱۳
توسط مع الاسکان	قصر مع الروم	۱۴
قصر مع الاسکان	قصر مع الروم	۱۵
قصر مع الروم	قصر مع الروم	۱۶

ان سولہ وجوہ کو اَلْعَالَمِیْنَ کے طول والی وجہ کے ساتھ پڑھیں گے پھر ان ہی سولہ وجوہ کو اَلْعَالَمِیْنَ کی توسط والی وجہ کے ساتھ پڑھیں گے تو یہ بتیں ہو جائیں گی اور انہی سولہ وجوہ کو اَلْعَالَمِیْنَ کی قصر والی وجہ کے ساتھ پڑھیں گے تو یہ کل اڑتالیس وجوہ بن جائیں گے اب ہم ان کو جدول کی صورت میں ظاہر کرتے ہیں۔

الرَّحِیْم - الرَّحِیْم اور اَلْعَالَمِیْنَ کی اڑتالیس وجوہ

نمبر شمار	الرَّحِیْم	الرَّحِیْم	اَلْعَالَمِیْنَ	کیفیت
۱	طول مع الاسکان	طول مع الاسکان	طول مع الاسکان	جائز ہے
۲	طول مع الاسکان	توسط مع الاسکان	طول مع الاسکان	ناجائز
۳	طول مع الاسکان	قصر مع الاسکان	طول مع الاسکان	ناجائز
۴	طول مع الاسکان	قصر مع الروم	طول مع الاسکان	ناجائز
۵	توسط مع الاسکان	طول مع الاسکان	طول مع الاسکان	ناجائز
۶	توسط مع الاسکان	توسط مع الاسکان	طول مع الاسکان	ناجائز
۷	توسط مع الاسکان	قصر مع الاسکان	طول مع الاسکان	ناجائز
۸	توسط مع الاسکان	قصر مع الروم	طول مع الاسکان	ناجائز
۹	قصر مع الاسکان	طول مع الاسکان	طول مع الاسکان	ناجائز
۱۰	قصر مع الاسکان	توسط مع الاسکان	طول مع الاسکان	ناجائز
۱۱	قصر مع الاسکان	قصر مع الاسکان	طول مع الاسکان	ناجائز
۱۲	قصر مع الاسکان	قصر مع الروم	طول مع الاسکان	ناجائز

۱۳	قصر مع الروم	طول مع الاسکان	طول مع الاسکان	نا جائز
۱۴	قصر مع الروم	توسط مع الاسکان	طول مع الاسکان	نا جائز
۱۵	قصر مع الروم	قصر مع الاسکان	طول مع الاسکان	نا جائز
۱۶	قصر مع الروم	قصر مع الروم	طول مع الاسکان	مختلف فیہ
۱۷	طول مع الاسکان	طول مع الاسکان	توسط مع الاسکان	نا جائز
۱۸	طول مع الاسکان	توسط مع الاسکان	توسط مع الاسکان	نا جائز
۱۹	طول مع الاسکان	قصر مع الاسکان	توسط مع الاسکان	نا جائز
۲۰	طول مع الاسکان	قصر مع الروم	توسط مع الاسکان	نا جائز
۲۱	توسط مع الاسکان	طول مع الاسکان	توسط مع الاسکان	نا جائز
۲۲	توسط مع الاسکان	توسط مع الاسکان	توسط مع الاسکان	جائز ہے
۲۳	توسط مع الاسکان	قصر مع الاسکان	توسط مع الاسکان	نا جائز
۲۴	توسط مع الاسکان	قصر مع الروم	توسط مع الاسکان	نا جائز
۲۵	قصر مع الاسکان	طول مع الاسکان	توسط مع الاسکان	نا جائز
۲۶	قصر مع الاسکان	توسط مع الاسکان	توسط مع الاسکان	نا جائز
۲۷	قصر مع الاسکان	قصر مع الاسکان	توسط مع الاسکان	نا جائز
۲۸	قصر مع الاسکان	قصر مع الروم	توسط مع الاسکان	نا جائز
۲۹	قصر مع الروم	طول مع الاسکان	توسط مع الاسکان	نا جائز
۳۰	قصر مع الروم	توسط مع الاسکان	توسط مع الاسکان	نا جائز
۳۱	قصر مع الروم	قصر مع الاسکان	توسط مع الاسکان	نا جائز
۳۲	قصر مع الروم	قصر مع الروم	توسط مع الاسکان	مختلف فیہ
۳۳	طول مع الاسکان	طول مع الاسکان	توسط مع الاسکان	نا جائز
۳۴	طول مع الاسکان	توسط مع الاسکان	قصر مع الاسکان	نا جائز
۳۵	طول مع الاسکان	قصر مع الاسکان	قصر مع الاسکان	نا جائز

۳۶	طول مع الاسکان	قصر مع الروم	قصر مع الاسکان	نا جائز
۳۷	توسط مع الاسکان	طول مع الاسکان	قصر مع الاسکان	نا جائز
۳۸	توسط مع الاسکان	توسط مع الاسکان	قصر مع الاسکان	نا جائز
۳۹	توسط مع الاسکان	قصر مع الاسکان	قصر مع الاسکان	نا جائز
۴۰	توسط مع الاسکان	قصر مع الروم	قصر مع الاسکان	نا جائز
۴۱	قصر مع الاسکان	طول مع الاسکان	قصر مع الاسکان	نا جائز
۴۲	قصر مع الاسکان	توسط مع الاسکان	قصر مع الاسکان	نا جائز
۴۳	قصر مع الاسکان	قصر مع الاسکان	قصر مع الاسکان	جائز ہے
۴۴	قصر مع الاسکان	قصر مع الروم	قصر مع الاسکان	جائز ہے
۴۵	قصر مع الروم	طول مع الاسکان	قصر مع الاسکان	نا جائز
۴۶	قصر مع الروم	توسط مع الاسکان	قصر مع الاسکان	نا جائز
۴۷	قصر مع الروم	قصر مع الاسکان	قصر مع الاسکان	جائز ہے
۴۸	قصر مع الروم	قصر مع الروم	قصر مع الاسکان	جائز ہے

ان اثر تالیس وجوہ میں سے چار وجہیں بالاتفاق جائز ہیں

(۱) تینوں میں طول مع الاسکان (۲) تینوں میں توسط مع الاسکان (۳) تینوں میں قصر مع الاسکان

(۴) الرَّحِيمِ - الرَّحِيمِ میں قصر مع الروم اور الْعَلَمِينَ میں قصر مع الاسکان

حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے جو ضابطہ بیان کیا ہے اس کے اعتبار سے مزید دو وجہیں اور بھی جائز نکلتی ہیں۔

(۱) الرحیم میں قصر مع الاسکان الرحیم میں قصر مع الروم اور الْعَلَمِينَ میں قصر مع الاسکان۔

(۲) الرحیم میں قصر مع الروم الرحیم میں قصر مع الاسکان اور الْعَلَمِينَ میں قصر مع الاسکان۔

جن کو ہم نے جدول میں اپنے مقام پر بھی تحریر کیا ہے۔ لہذا کل جائز وجوہ چھ ہو گئیں۔

اور دو وجہیں مختلف فیہ ہیں:

(۱) الرَّحِيمِ - الرَّحِيمِ میں قصر مع الروم اور الْعَلَمِينَ میں طول مع الاسکان

(۲) الرَّحِيمِ - الرَّحِيمِ میں قصر مع الروم اور الْعَلَمِينَ میں توسط مع الاسکان باقی چالیس وجوہ بالاتفاق غیر جائز ہیں۔

فوائد مکبہ : اور فصل اول وصل ثانی کی صورت میں عقلی وجہیں بارہ نکلتی ہیں اس طرح پر کہ رَحِيمِ کے مدد ثلاثہ اور قصر مع الروم کو الْعَلَمِينَ کے اوجہ ثلاثہ میں ضرب دینے سے بارہ وجہیں ہوتی ہیں ان میں چار وجہیں بالاتفاق جائز ہیں۔

(۱) طول مع الطول مع الاسکان (۲) توسط مع التوسط مع الاسکان
(۳) قصر مع القصر مع الاسکان (۴) قصر مع الروم مع القصر بالاسکان
اور دو وجہیں مختلف فیہ ہیں۔ (۱) قصر مع الروم مع التوسط بالاسکان (۲) قصر مع الروم مع الطول بالاسکان
باقی وجہیں بالاتفاق غیر جائز ہیں۔

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے الرَّحِيمِ - الرَّحِيمِ اور الْعَلَمِينَ کی عقلی وجوہ بیان کی ہیں کہ فصل اول وصل ثانی میں کل بارہ وجوہ بنتی ہیں۔

اس لیے کہ الرَّحِيمِ کی چار وجوہ (۱) طول (۲) توسط (۳) قصر مع الاسکان (۴) قصر مع الروم (الرَّحِيمِ نکل گیا کیونکہ وصل ہو رہا ہے) اور الْعَلَمِينَ کی تین وجہیں (۱) طول (۲) توسط (۳) قصر مع الاسکان لہذا اس طرح ان کو ضرب دینے سے بارہ وجوہ بنتی ہیں جو ذیل کے نقشہ سے ظاہر ہیں:

نمبر شمار	الرَّحِيمِ	الْعَلَمِينَ	کیفیت
۱	طول مع الاسکان	طول مع الاسکان	جائز ہے
۲	طول مع الاسکان	توسط مع الاسکان	ناجائز
۳	طول مع الاسکان	قصر مع الاسکان	ناجائز
۴	توسط مع الاسکان	طول مع الاسکان	ناجائز
۵	توسط مع الاسکان	توسط مع الاسکان	جائز ہے
۶	توسط مع الاسکان	قصر مع الاسکان	ناجائز

٧	قصر مع الاسكان	طول مع الاسكان	نا جائز
٨	قصر مع الاسكان	توسط مع الاسكان	نا جائز
٩	قصر مع الاسكان	قصر مع الاسكان	جائز ہے
١٠	قصر مع الروم	طول مع الاسكان	مختلف فيہ
١١	قصر مع الروم	توسط مع الاسكان	مختلف فيہ
١٢	قصر مع الروم	قصر مع الاسكان	جائز ہے

درج بالا نقشہ میں چار وجوہ جائز ہیں:

- (۱) طول مع الطول مع الاسكان (۲) توسط مع التوسط مع الاسكان
 (۳) قصر مع القصر مع الاسكان (۴) قصر مع الروم مع القصر بالاسكان
 اس کے علاوہ دو صورتیں مختلف فيہ ہیں:
 (۱) قصر مع الروم مع الطول مع الاسكان (۲) قصر مع الروم مع التوسط مع الاسكان

فوائد مکہ: اور وصل اول فصل ثانی میں بھی بارہ وجہیں عقلی نکلتی ہیں اور ان میں چار صحیح ہیں اور دو مختلف فيہ ہیں اور اس صورت میں جو وجہیں نکلتی ہیں وہ بعینہ فصل اول وصل ثانی کے ہیں اس وجہ سے نہیں بیان کی گئی۔

شرح: حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے وصل اول فصل ثانی میں عقلی وجوہ ذکر کی ہیں۔ یہ بھی فصل اول وصل ثانی کی طرح ہیں یعنی وصل اول فصل ثانی میں **الترجیم** موقوف علیہ مکسور ہے اس لیے یہاں پر بھی چار عقلی وجوہ بنتی ہیں اور **العلمین** پر موقوف علیہ مفتوح ہے تو ان وجوہ کو آپس میں ضرب دینے سے عقلی وجہیں بارہ نکلتی ہیں اور جیسا کہ اوپر بیان ہوا کہ وہ فصل اول وصل ثانی کی وجوہ ہی کے مانند ہیں جیسا کہ آنے والی جدول سے واضح ہے۔

وصل اول فصل ثانی میں عقلی وجوہ

نمبر شمار	الترجیم	العلمین	کیفیت
۱	طول مع الاسكان	طول مع الاسكان	جائز ہے

۲	طول مع الاسکان	توسط مع الاسکان	نا جائز
۳	طول مع الاسکان	قصر مع الاسکان	نا جائز
۴	توسط مع الاسکان	طول مع الاسکان	نا جائز
۵	توسط مع الاسکان	توسط مع الاسکان	جائز ہے
۶	توسط مع الاسکان	قصر مع الاسکان	نا جائز
۷	قصر مع الاسکان	طول مع الاسکان	نا جائز
۸	قصر مع الاسکان	توسط مع الاسکان	نا جائز
۹	قصر مع الاسکان	قصر مع الاسکان	جائز ہے
۱۰	قصر مع الروم	طول مع الاسکان	مختلف فیہ
۱۱	قصر مع الروم	توسط مع الاسکان	مختلف فیہ
۱۲	قصر مع الروم	قصر مع الاسکان	جائز ہے

ان بارہ وجوہ میں چار بالاتفاق جائز ہیں۔

- (۱) طول مع الطول مع الاسکان
(۲) توسط مع التوسط مع الاسکان
(۳) قصر مع القصر مع الاسکان
(۴) قصر مع الروم مع القصر مع الاسکان

اور دو جنہیں مختلف فیہ ہیں۔

- (۱) قصر مع الروم مع الطول مع الاسکان
(۲) قصر مع الروم مع التوسط مع الاسکان

فوائد مکہ : اور وصل کل کی حالت میں اَلْعَلَمِیْنَ کے مدد و تلاش ہیں۔

شرح : وصل کل کی حالت میں چونکہ اَلْعَلَمِیْنَ پر وقف ہوگا اور موقوف علیہ مفتوح ہونے کی وجہ سے وقف بالاسکان ہوگا لہذا وقفی وجوہ صرف تین نہیں گی۔ (۱) طول (۲) توسط (۳) قصر مع الاسکان۔

فوائد مکہ : خلاصہ یہ ہوا کہ استعاذہ اور بسملہ میں پندرہ یا اکیس وجہیں صحیح ہیں۔

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ کی بات کا مطلب یہ ہے کہ اڑتالیس وجہیں فصل کل کی - بارہ وجہیں فصل اول و فصل ثانی کی - اور بارہ وجہیں فصل اول و فصل ثانی کی - اور تین وجہیں فصل کل کی - یہ تمام ملا کر کل پچھتر (۷۵) وجوہ بنتی ہیں - اور اس میں سے پندرہ صحیح اس طرح بنتی ہیں -

(۱) چار فصل کل کی بالاتفاق جائز ہیں (۲) چار فصل اول و فصل ثانی کی بالاتفاق جائز

(۳) چار و فصل اول فصل ثانی کی بالاتفاق جائز (۴) تین و فصل کل کی بالاتفاق جائز

اس طرح یہ کل پندرہ ہوئیں - اور اکیس اس طرح پر کہ مختلف فیہ کو بھی شمار کیا جو یہ ہیں -

(۱) دو فصل کل کی مختلف فیہ (۲) دو و فصل اول فصل ثانی کی مختلف فیہ

(۳) دو فصل اول و فصل ثانی کی مختلف فیہ

یہ کل چھ ہوئیں اور متفق علیہ جائز کی پندرہ صورتوں سے ملایا تو کل اکیس وجہیں صحیح ہو گئیں - ان کے علاوہ بقایا تمام وجہیں

بالاتفاق غیر جائز ہیں -

نوٹ : یہ صحیح وجہیں جو پندرہ ہیں حضرت مصنف علیہ کے نزدیک لیکن ہم نے جو مزید دو وجہیں فصل کل کی جائز بتائی ہیں -

ان کو حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے ذکر نہیں کیا اس طرح کل صحیح وجہیں سترہ یا تیس بنتی ہیں -

فوائد مکبہ : (فائدہ) یہ وجہیں جو بیان کی گئی ہیں اس وقت ہیں کہ **الْعَالَمِينَ** پر وقف کیا جائے اور اگر

الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ یا **يَوْمَ الدِّينِ** یا **نَسْتَعِينُ** پر وقف کیا جائے گا یا کہیں وصل اور کہیں وقف کیا جائے گا تو بہت

سی وجہیں ضربی نکلیں گی اور ان میں وجہ صحیح نکالنے کا طریقہ یہ ہے کہ جس وجہ سے ضعیف کو قوی پر ترجیح ہو جائے یا مساوات

ندر ہے یا اقوال مختلفہ میں خلط ہو جائے تب یہ وجہ غیر صحیح ہوگی -

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے جو وجوہ ذکر فرمائی ہیں یہ **الْعَالَمِينَ** پر وقف کرنے سے ہیں - اگر وقف

الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ یا **يَوْمَ الدِّينِ** یا **نَسْتَعِينُ** پر کیا جائے گا تو وجوہ اور زیادہ نکلیں گی - ظاہر ہے موقوف علیہ اگر کمزور

ہوگا تو اس پر وقف بالاسکان کے ساتھ ساتھ وقف بالروم بھی ہوگا -

اسی طرح اگر موقوف علیہ مضموم ہو تو وقف بالاسکان وقف بالروم اور وقف بالاشام بھی ہوگا - لہذا وجہیں بہت زیادہ بنیں

گی لیکن صحیح وجہ نکالنے کا طریقہ یہ ہے -

صحیح وجوہ نکالنے کا ضابطہ

(۱) جس وجہ میں ضعیف کو قوی پر ترجیح ہو جائے وہ صحیح نہ ہوگی۔ یعنی ایک جگہ مدعارض وقتی ہے اور دوسری جگہ مدعارض لین ہے تو مدعارض وقتی میں قصر کر دیا اور مدعارض لین میں طول یا توسط کر دیا تو یہ غلط ہوگا اس حالت کو کہتے ہیں ضعیف کو قوی پر ترجیح۔ اس لیے کہ حرف مدہ قوی ہیں اور حرف لین ضعیف ہیں۔

(۲) دوسرا غیر صحیح ہونے کا معیار حضرت مصنفؒ نے ذکر فرمایا کہ ”مساوات نہ رہے۔“ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر دو یا تین مدات جمع ہو رہے ہوں تو پہلے مد میں طول دوسرے میں توسط اور تیسرے میں قصر کر دیا تو ایسا کرنے سے مساوات نہ رہی اور اگر مساوات مقدار مدات میں ہو گئی یعنی اگر ایک مد میں طول کیا ہے تو دوسرے اور تیسرے میں بھی طول ہی کیا یا ایک مد میں توسط کیا ہے تو باقی ماندہ مدات میں بھی توسط ہی کیا پھر یہ جائز ہوگا۔

(۳) اقوال مختلفہ میں خلط ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح طول میں دو قول ہیں تین الف اور پانچ الف اب دوران تلاوت ایک جگہ تو طول تین الف کا کیا اور دوسری جگہ پانچ الف کر دیا یا مد متصل اور مد منفصل کی مقدار دو الف۔ ڈھائی الف اور چار الف ہے پس اگر ایک جگہ مد متصل میں دو الفی مد کیا اور دوسری جگہ ڈھائی الف مد کر دیا اور تیسری جگہ چار الف مد کیا تو اس کو اقوال مختلفہ کا آپس میں خلط کرنا کہتے ہیں اور اس حالت میں وجوہ غیر جائز ہوں گی۔

فوائد مکبہ: (فائدہ) جب مدعارض اور مد لین جمع ہوں تو اس وقت عقلی وجہیں کم از کم نو نکلتی ہیں۔ اب اگر

مدعارض مقدم ہے مد لین پر مثلاً **مِنْ جُوعٍ** - **مِنْ خَوْفٍ** تو چھ وجہیں جائز ہیں۔ (۱) طول مع الطول (۲) طول مع التوسط (۳) طول مع القصر (۴) توسط مع التوسط (۵) توسط مع القصر (۶) قصر مع القصر۔

اور تین وجہیں غیر جائز ہیں۔ (۱) توسط مع الطول (۲) قصر مع التوسط (۳) قصر مع الطول

تشریح: **مِنْ جُوعٍ** اور **مِنْ خَوْفٍ** میں عقلی ضربی وجوہ سولہ بنتی ہیں لیکن حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے کم از کم نو بتلائی ہیں۔ ان میں جائز و ناجائز بھی بتلائی ہیں لہذا پہلے ہم نو کے حساب سے جائز و ناجائز وجوہ بتلاتے ہیں اور بعد ازاں سولہ کے حساب سے جائز و ناجائز وجوہ بتلائیں گے۔

نمبر شمار	رَمَنْ جُوعٍ	رَمَنْ خَوْفٍ	کیفیت
۱	طول مع الاسکان	طول مع الاسکان	جائز ہے
۲	طول مع الاسکان	توسط مع الاسکان	جائز ہے
۳	طول مع الاسکان	قصر مع الاسکان	جائز ہے
۴	توسط مع الاسکان	طول مع الاسکان	ناجائز
۵	توسط مع الاسکان	توسط مع الاسکان	جائز ہے
۶	توسط مع الاسکان	قصر مع الاسکان	جائز ہے
۷	قصر مع الاسکان	طول مع الاسکان	ناجائز
۸	قصر مع الاسکان	توسط مع الاسکان	ناجائز
۹	قصر مع الاسکان	قصر مع الاسکان	جائز ہے

ان میں جائز و ناجائز نقشہ سے واضح ہیں۔

رَمَنْ جُوعٍ کے اوجہ ثلاث مع الاسکان اور قصر مع الروم کو رَمَنْ خَوْفٍ کے اوجہ ثلاث مع الاسکان اور قصر مع الروم میں ضرب دینے سے سولہ وجوہ بنتی ہیں جن میں سے نو بالاتفاق جائز ہیں۔

نمبر شمار	رَمَنْ جُوعٍ	رَمَنْ خَوْفٍ	کیفیت
۱	طول مع الاسکان	طول مع الاسکان	جائز ہے
۲	طول مع الاسکان	توسط مع الاسکان	جائز ہے
۳	طول مع الاسکان	قصر مع الاسکان	جائز ہے
۴	طول مع الاسکان	قصر مع الروم	جائز ہے
۵	توسط مع الاسکان	طول مع الاسکان	ناجائز
۶	توسط مع الاسکان	توسط مع الاسکان	جائز ہے
۷	توسط مع الاسکان	قصر مع الاسکان	جائز ہے

جائز ہے	قصر مع الروم	توسط مع الاسکان	۸
غیر جائز	طول مع الاسکان	قصر مع الاسکان	۹
غیر جائز	توسط مع الاسکان	قصر مع الاسکان	۱۰
جائز ہے	قصر مع الاسکان	قصر مع الاسکان	۱۱
جائز ہے	قصر مع الروم	قصر مع الاسکان	۱۲
غیر جائز	طول مع الاسکان	قصر مع الروم	۱۳
غیر جائز	توسط مع الاسکان	قصر مع الروم	۱۴
جائز ہے	قصر مع الاسکان	قصر مع الروم	۱۵
جائز ہے	قصر مع الروم	قصر مع الروم	۱۶

ان سولہ وجوہ میں سے تساوی والی چھ وجوہ بالاتفاق جائز ہیں۔ اور حضرت مصنف علیہ الرحمۃ نے جو ضابطہ بیان کیا کہ جہاں قوی کو ضعیف پر ترجیح ہو وہ وجوہ بھی جائز ہیں۔ اس ضابطے کو مد نظر رکھتے ہوئے یہاں سے مزید پانچ وجوہ اور جائز نکلتی ہیں۔ اس طرح کل اگیارہ وجوہ جائز ہوئیں۔ باقی پانچ وجوہ ناجائز ہیں جیسا کہ نقشہ سے واضح ہے۔

فوائد مکبہ : اور جب مدلین مقدم ہو مثل لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِلْمُتَّقِينَ تو اس وقت بھی نو دجہیں نکلتی ہیں اس میں سے چھ دجہیں جائز ہیں۔ (۱) قصر مع القصر (۲) قصر مع التوسط (۳) قصر مع الطول (۴) توسط مع الطول (۵) توسط مع التوسط (۶) طول مع الطول اور (۱) طول مع التوسط (۲) طول مع القصر (۳) توسط مع القصر یہ تین غیر جائز ہیں۔

اور یہ دجہیں غیر جائز اس وجہ سے ہیں کہ حروف مدہ میں مداخل اور قوی ہے اور حرف لین میں جود ہوتا ہے وہ تشبیہ کی وجہ سے ہوتا ہے اس وجہ سے حرف لین میں مد ضعیف ہے اور ان صورتوں میں ترجیح ضعیف کی قوی پر ہوتی ہے اور یہ غیر جائز ہے۔

اور اگر موقوف علیہ میں بسبب اختلاف حرکات روم و اشام جائز ہو تو اس میں اور دجہیں زائد پیدا ہوں گی۔ اس میں بھی مساوات اور ترجیح کا خیال رکھنا چاہیے مثل مِنْ جُوعٍ - مِنْ خَوْفٍ -

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ جب مدللین مقدم ہو جیسے لَا رَيْبَ فِيهِ مدعا رض و قبی ھُدٰی لِلْمُتَّقِينَ پر تو عقل و جوہ نوبتی ہیں۔

نمبر شمار	لَا رَيْبَ	لِلْمُتَّقِينَ	کیفیت
۱	طول مع الاسکان	طول مع الاسکان	جائز ہے
۲	طول مع الاسکان	توسط مع الاسکان	ناجائز
۳	طول مع الاسکان	قصر مع الاسکان	ناجائز
۴	توسط مع الاسکان	طول مع الاسکان	جائز ہے
۵	توسط مع الاسکان	توسط مع الاسکان	جائز ہے
۶	توسط مع الاسکان	قصر مع الاسکان	ناجائز
۷	قصر مع الاسکان	طول مع الاسکان	جائز ہے
۸	قصر مع الاسکان	توسط مع الاسکان	جائز ہے
۹	قصر مع الاسکان	قصر مع الاسکان	جائز ہے

درج بالا نقشہ میں کل نو وجہیں ہیں جن میں تین ناجائز ہیں۔

(۱) طول مع التوسط مع الاسکان (۲) طول مع القصر مع الاسکان (۳) توسط مع القصر مع الاسکان

یہ تینوں وجوہ اس لئے ناجائز ہیں کہ ان میں ضعیف کو قوی پر ترجیح ہو جاتی ہے چونکہ حروف مدہ اصل اور قوی ہیں اس لیے ان میں مد کیا جاتا ہے اور حروف لین میں صرف حروف مدہ کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے مد کیا جاتا ہے۔ جب مد ضعیف طول اور مد قوی میں توسط ہوگا یا مد ضعیف میں طول اور مد قوی میں قصر ہوگا یا مد ضعیف میں توسط اور مد قوی میں قصر ہوگا تو اس صورت میں ضعیف کو قوی پر ترجیح ہو جائے گی۔ اس وجہ سے یہ ناجائز ہیں۔

علاوہ ازیں اگر موقوف علیہ مکسور یا مضموم ہوگا اس میں وقف بالاسکان وقف بالروم اور وقف بالاشام بھی ہوں گے لہذا مد کی وجوہ اور زیادہ نہیں گی۔ ان میں جائز و ناجائز کا فرق کرنے کے لیے مساوات اور ترجیح کا خیال رکھنا چاہیے۔

مَنْ جَوَّعَ اور مَنْ خَوَّفَ میں کل سولہ وجوہ نوبتی ہیں جن کا ذکر گزشتہ صفحات میں ہو چکا ہے۔

حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے چونکہ روم کی مثال دی اور اشام کی مثال نہیں دی یہاں اشام کی مثال بیان کر کے اس کی

وقتی وجوہ بھی بیان کی جاتی ہیں جو درج ذیل ہیں:

نمبر شمار	وَإِنَّهُ عَلَىٰ ذَٰلِكَ لَشَهِيدٌ	وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ	کیفیت
۱	طول مع الاسکان	طول مع الاسکان	جائز ہے
۲	طول مع الاسکان	توسط مع الاسکان	غیر جائز
۳	طول مع الاسکان	قصر مع الاسکان	غیر جائز
۴	طول مع الاسکان	طول مع الاشام	جائز ہے
۵	طول مع الاسکان	توسط مع الاشام	غیر جائز
۶	طول مع الاسکان	قصر مع الاشام	غیر جائز
۷	طول مع الاسکان	قصر مع الروم	غیر جائز
۸	توسط مع الاسکان	طول مع الاسکان	غیر جائز
۹	توسط مع الاسکان	توسط مع الاسکان	جائز ہے
۱۰	توسط مع الاسکان	قصر مع الاسکان	غیر جائز
۱۱	توسط مع الاسکان	طول مع الاشام	غیر جائز
۱۲	توسط مع الاسکان	توسط مع الاشام	جائز ہے
۱۳	توسط مع الاسکان	قصر مع الاشام	غیر جائز
۱۴	توسط مع الاسکان	قصر مع الروم	غیر جائز
۱۵	قصر مع الاسکان	طول مع الاسکان	غیر جائز
۱۶	قصر مع الاسکان	توسط مع الاسکان	غیر جائز
۱۷	قصر مع الاسکان	قصر مع الاسکان	جائز ہے
۱۸	قصر مع الاسکان	طول مع الاشام	غیر جائز
۱۹	قصر مع الاسکان	توسط مع الاشام	غیر جائز
۲۰	قصر مع الاسکان	قصر مع الاشام	جائز ہے

جائز ہے	قصر مع الروم	قصر مع الاسکان	۲۱
جائز ہے	طول مع الاسکان	طول مع الاشام	۲۲
غیر جائز	توسط مع الاسکان	طول مع الاشام	۲۳
غیر جائز	قصر مع الاسکان	طول مع الاشام	۲۴
جائز ہے	طول مع الاشام	طول مع الاشام	۲۵
غیر جائز	توسط مع الاشام	طول مع الاشام	۲۶
غیر جائز	قصر مع الاشام	طول مع الاشام	۲۷
غیر جائز	قصر مع الروم	طول مع الاشام	۲۸
غیر جائز	طول مع الاسکان	توسط مع الاشام	۲۹
جائز ہے	توسط مع الاسکان	توسط مع الاشام	۳۰
غیر جائز	قصر مع الاسکان	توسط مع الاشام	۳۱
غیر جائز	طول مع الاشام	توسط مع الاشام	۳۲
جائز ہے	توسط مع الاشام	توسط مع الاشام	۳۳
غیر جائز	قصر مع الاشام	توسط مع الاشام	۳۴
غیر جائز	قصر مع الروم	توسط مع الاشام	۳۵
غیر جائز	طول مع الاسکان	قصر مع الاشام	۳۶
غیر جائز	توسط مع الاسکان	قصر مع الاشام	۳۷
جائز ہے	قصر مع الاسکان	قصر مع الاشام	۳۸
غیر جائز	طول مع الاشام	قصر مع الاشام	۳۹
غیر جائز	توسط مع الاشام	قصر مع الاشام	۴۰
جائز ہے	قصر مع الاشام	قصر مع الاشام	۴۱
جائز ہے	قصر مع الروم	قصر مع الاشام	۴۲
غیر جائز	طول مع الاسکان	قصر مع الروم	۴۳

غیر جائز	توسط مع الاسکان	قصر مع الروم	۴۴
جائز ہے	قصر مع الاسکان	قصر مع الروم	۴۵
غیر جائز	طول مع الاشام	قصر مع الروم	۴۶
غیر جائز	توسط مع الاشام	قصر مع الروم	۴۷
جائز ہے	قصر مع الاشام	قصر مع الروم	۴۸
جائز ہے	قصر مع الروم	قصر مع الروم	۴۹

نوٹ: ان میں صحیح وجہ نکالنے کا طریقہ وہی ہے جو حضرت مصنفؒ نے بیان فرمایا ہے کہ ان میں تساوی علی التوافق ہو۔ لہذا ان میں سے جن میں تساوی علی التوافق ہے وہ صحیح ہیں اور باقی بالاتفاق غیر جائز ہوں گی۔

نیز ان میں کوئی وجہ مختلف مزید بھی نہیں ہے۔

یہ کل وجہیں ۴۹ ہیں ان میں بالاتفاق ۷ اور جنہیں جائز (صحیح) ہیں اور ۳۲ غیر جائز ہیں۔

فوائد مکہ: متصل اور منفصل کی مقدار میں کئی قول ہیں دو الف - ڈھائی الف - چار الف اور مد منفصل میں قصر بھی جائز ہے ان اقوال میں جس پر جی چاہے عمل کیا جائے گا مگر اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ مد متصل جب کئی جگہ ہوں تو جس قول کو پہلی جگہ لیا ہے وہی دوسری تیسری جگہ رہے مثلاً وَالسَّمَاءِ بَنَاءٌ میں اگر اقوال کو ضرب دیا جائے تو نو وجہیں ہوتی ہیں اور ان میں سے تین وجہ مساوات کی ہیں وہ صحیح ہیں باقی چھ وجہیں غیر صحیح ہیں۔

شرح: حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے مد کی مقدار میں قراء کے اقوال ذکر فرمائے ہیں مد متصل اور مد منفصل کی مقدار دو الف - ڈھائی الف - چار الف ہے لیکن ان میں جس پر مرضی ہو عمل کریں۔ اگر مد متصل کئی جمع ہوں تو اگر پہلی جگہ دو الف مد کیا ہے تو باقی جگہ بھی دو الف مد ہی کرنا ہوگا۔

مد منفصل میں جو حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے دو الف - ڈھائی الف - چار الف اور قصر کا ذکر کیا ہے ان میں سے قصر بطریق جزری ہے بطریق شاطبی نہیں ہے جیسا کہ علامہ جزریؒ طیبۃ النشر میں فرما رہے ہیں:

---- وَقَصْرُ الْمُنْفَصِلِ

لِي بِنِ حِمَا عَنْ خُلْفِهِمْ دَاعٍ شَلِّ

یعنی اور منفصل میں قصر ہے ہشام۔ قالون۔ اسمہانی۔ بصریان۔ حفص (بطریق عمرو) ان سب کے لیے بالتحلف اور مکی۔ ابو جعفر کے لیے بلا تحلف۔
اگر مد متصل جمع ہوں جیسے وَالسَّمَاءُ بِنَاءِ تو اس میں نو وجہیں بنتی ہیں۔

نمبر شمار	وَالسَّمَاءُ	بِنَاءِ	کیفیت
۱	دو الف	دو الف	جائز ہے
۲	دو الف	ڈھائی الف	غیر جائز
۳	دو الف	چار الف	غیر جائز
۴	ڈھائی الف	دو الف	غیر جائز
۵	ڈھائی الف	ڈھائی الف	جائز ہے
۶	ڈھائی الف	چار الف	غیر جائز
۷	چار الف	دو الف	غیر جائز
۸	چار الف	ڈھائی الف	غیر جائز
۹	چار الف	چار الف	جائز ہے

اس میں تین وجوہ جائز ہیں اس لیے کہ وہ مساوی ہیں یعنی ایک جیسی ہیں باقی چھ وجہیں ناجائز ہیں۔

مد متصل اور مد منفصل میں آئمہ قرآت کا معمول

مد متصل اور مد منفصل میں ورش اور امام حمزہ سب سے زیادہ مد یعنی پانچ الفی مد کرتے ہیں اور امام عاصم ان سے کم یعنی چار الفی مد اور ان سے کم امام ابن عاصم شامی اور امام کسائی تین الفی مد اور ان سے کم قالون اور دوری بصری کے لیے مد متصل میں دو الفی مد اور مد منفصل میں دو وجوہ ہیں (۱) قصر ایک الفی (۲) توسط دو الفی جب کہ امام مکی اور سوسی کے لیے مد متصل میں دو الفی مد اور مد منفصل میں صرف قصر ہے۔

فوائد مکیہ: ایسا ہی جب مد منفصل کئی جمع ہوں تو ان میں بھی اقوال کو غلط نہ کرے مثلاً لَا تَوَّأخِذْنَا اِنْ

تَسِيْنَا اَوْ اِس میں بھی یہ نہ ہونا چاہیے کہ پہلی جگہ ایک قول لے دوسری جگہ دوسرا قول لیا جائے بلکہ مساوات کا خیال رکھنا

چاہیے۔

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے مد منفصل کے بارے میں فرمایا کہ اس میں بھی مساوات کا خیال رکھنا ضروری ہے اگر دو یا تین مد منفصل ایک جگہ جمع ہوں تو جس مقدار میں پہلی جگہ مد کیا ہے اس مقدار میں دوسری اور تیسری جگہ بھی مد کرنا چاہیے مختلف اقوال دو۔ ڈھائی اور چار الفی کو خط کر کے کسی جگہ دو الفی اور کسی جگہ ڈھائی اور کسی جگہ چار الفی مد ایک ہی جگہ آنے والے مدات منفصل میں کیا تو صحیح نہ ہوگا۔

لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ مِنْ مَدِّ مُنْفَصِلٍ كَ اقوال کو ضرب دینے سے سولہ وجہیں بنتی ہیں جن کو ہم درج ذیل جدول سے ظاہر کر رہے ہیں۔

نمبر شمار	لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ	نَسِينَا أَوْ	کیفیت
۱	دوالف	دوالف	جائز ہے
۲	دوالف	ڈھائی الف	غیر جائز
۳	دوالف	چار الف	غیر جائز
۴	دوالف	قصر	غیر جائز
۵	ڈھائی الف	دوالف	غیر جائز
۶	ڈھائی الف	ڈھائی الف	جائز ہے
۷	ڈھائی الف	چار الف	غیر جائز
۸	ڈھائی الف	قصر	غیر جائز
۹	چار الف	دوالف	غیر جائز
۱۰	چار الف	ڈھائی الف	غیر جائز
۱۱	چار الف	چار الف	جائز ہے
۱۲	چار الف	قصر	غیر جائز
۱۳	قصر	دوالف	غیر جائز
۱۴	قصر	ڈھائی الف	غیر جائز

غیر جائز	چار الف	قصر	۱۵
جائز ہے	قصر	قصر	۱۶

ان میں چار و چہیں جائز ہیں اس وجہ سے کہ دونوں جگہ پر مد منفصل کی مقداریں مساوی ہیں اور باقی بارہ و چہیں غیر جائز ہیں اس وجہ سے کہ دونوں جگہ پر مد منفصل کی مقداریں غیر مساوی ہیں۔

فوائد مکبہ: (فائدہ) جب مد منفصل اور متصل جمع ہوں اور مثلاً منفصل مقدم ہو متصل پر مثل ھُوْلَاَّ کے تو جائز ہے منفصل میں قصر اور دو الف اور متصل میں دو الف - ڈھائی الف - چار الف اور جب منفصل میں ڈھائی الف مد کیا جائے تو متصل میں ڈھائی الف - چار الف مد جائز ہے - اور دو الف غیر جائز ہے -

اس واسطے کہ متصل منفصل سے اقویٰ ہے اور ترجیح ضعیف کی قویٰ پر غیر جائز ہے اور جب منفصل میں چار الف مد کیا تو متصل میں صرف چار الف مد ہوگا اور ڈھائی الف دو الف اس صورت میں غیر جائز ہوگا وجہ وہی رحمان کی ہے۔

شرح: حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے یہاں ھُوْلَاَّ کی مثال بیان فرمائی ہے کہ جس میں مد منفصل پہلے ہے اور مد متصل بعد میں ہے اس کی وجہ بارہ بنتی ہیں جن کو ہم جدول کے ذریعے بیان کرتے ہیں۔

نمبر شمار	ھُوْلَاَّ	لَاَّ	کیفیت
۱	دو الف	دو الف	جائز ہے
۲	دو الف	ڈھائی الف	جائز ہے
۳	دو الف	چار الف	جائز ہے
۴	ڈھائی الف	دو الف	غیر جائز
۵	ڈھائی الف	ڈھائی الف	جائز ہے
۶	ڈھائی الف	چار الف	جائز ہے
۷	چار الف	دو الف	غیر جائز
۸	چار الف	ڈھائی الف	غیر جائز

چارالف	چارالف	۹
دوالف	قصر	۱۰
ڈھائی الف	قصر	۱۱
چارالف	قصر	۱۲

درج بالا نقشہ میں بارہ وجوہ میں سے تین ناجائز ہیں۔

(۱) ڈھائی الف مع دوالف (۲) چارالف مع دوالف (۳) چارالف مع ڈھائی الف۔

اور ان کے ناجائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مد منفصل جو کہ ضعیف ہے اسے مد متصل پر جو کہ قوی ہے ترجیح ہو جاتی ہے۔

فوائد مکبہ: اور جب مد متصل منفصل پر مقدم ہو مثل جَاءَ وَاَبَاهُم تو اگر متصل میں چارالف مد کیا تو منفصل میں چارالف ڈھائی الف دوالف اور قصر جائز ہے۔ اگر ڈھائی الف مد کیا تو منفصل میں ڈھائی الف دوالف اور قصر جائز ہے اور چارالف غیر جائز ہے ایسا ہی اگر متصل میں دوالف مد کیا ہے تو منفصل میں صرف دوالف اور قصر ہوگا۔ ڈھائی الف چارالف مد نہ ہوگا۔

شرح: حضرت مصنفؒ یہاں مد متصل سے پہلے اور مد منفصل کو بعد میں آنے والے مقام کا ذکر فرما رہے ہیں۔ ان میں وقتی وجوہ اقوال مختلفہ کی روشنی میں متصل میں دوالف۔ ڈھائی الف۔ اور چارالف مد ہے اور منفصل میں دوالف۔ ڈھائی الف۔ چارالف اور قصر ہے ان کو آپس میں ضرب دینے سے بارہ وجوہ بنتی ہیں جو ذیل کے نقشہ سے واضح ہوتی ہیں۔

نمبر شمار	جَاءَ وَاَبَاهُم	کیفیت
۱	دوالف	جائز ہے
۲	دوالف	غیر جائز
۳	دوالف	غیر جائز
۴	دوالف	جائز ہے
۵	ڈھائی الف	جائز ہے
۶	ڈھائی الف	جائز ہے

غیر جائز	چار الف	ڈھائی الف	۷
جائز ہے	قصر	ڈھائی الف	۸
جائز ہے	دو الف	چار الف	۹
جائز ہے	ڈھائی الف	چار الف	۱۰
جائز ہے	چار الف	چار الف	۱۱
جائز ہے	قصر	چار الف	۱۲

درج بالا نقشہ سے ظاہر ہوا کہ اس میں نو دجہ جائز ہیں اور تین وجوہ ناجائز ہیں۔

(۱) دو الف مع ڈھائی الف (۲) دو الف مع چار الف (۳) ڈھائی الف مع چار الف

اس کی وجہ یہی ہے کہ اقوال مختلفہ میں خلط ہو جاتا ہے جو کہ ہم پہلے بھی بیان کر آئے ہیں اور حضرت مصنفؒ نے بھی فرمایا کہ یہ غیر جائز ہے۔

فوائد مکبہ: (فائدہ) جب متصل منفصل کئی جمع ہوں مثلاً بِاسْمَاءِ هُوَ لَا ؕ تو انہیں قواعد پر قیاس کر کے صحیح اور غیر صحیح نکال لی جائے۔

شرح: حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جب متصل و منفصل کئی جمع ہوں تو ان میں صحیح اور غیر صحیح کے نکالنے کا وہی طریقہ ہے جو پہلے گزر چکا ہے یعنی اقوال مختلفہ میں خلط نہ ہو اور نہ ہی ضعیف کو قوی پر ترجیح ہو۔

حضرت مصنف علیہ الرحمہ کی بیان کردہ مثال بِاسْمَاءِ هُوَ لَا ؕ میں دو متصل اور ایک مد منفصل جمع ہیں اور ان کی عقلی وجوہ چھتیس بنتی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

بارہ وجوہ لَا ؕ کے دو الف کے ساتھ

نمبر شمار	بِاسْمَاءِ	هُوَ	لَا ؕ	کیفیت
۱	دو الف	دو الف	دو الف	جائز
۲	دو الف	ڈھائی الف	دو الف	غیر جائز
۳	دو الف	چار الف	دو الف	غیر جائز

جائز	دوالف	قصر	دوالف	۴
غیر جائز	دوالف	دوالف	ڈھائی الف	۵
غیر جائز	دوالف	ڈھائی الف	ڈھائی الف	۶
غیر جائز	دوالف	چار الف	ڈھائی الف	۷
غیر جائز	دوالف	قصر	ڈھائی الف	۸
غیر جائز	دوالف	دوالف	چار الف	۹
غیر جائز	دوالف	ڈھائی الف	چار الف	۱۰
غیر جائز	دوالف	چار الف	چار الف	۱۱
غیر جائز	دوالف	قصر	چار الف	۱۲

مذکورہ بالا نقشہ میں جو جائز و غیر جائز ہیں ان کی تشریح

- (۱) جائز ہے اسی لیے کہ اس میں مساوات ہے (۲) ضعیف کو قوی پر ترجیح ہے اس لیے غیر جائز
 (۳) ضعیف کو قوی پر ترجیح ہے اس لیے غیر جائز (۴) جائز ہے اس لیے کہ قوی کو ضعیف پر ترجیح ہے
 (۵) مساوات نہیں ہے اس لیے غیر جائز ہے (۶) مساوات نہیں ہے اس لیے غیر جائز ہے
 (۷) ضعیف کو قوی پر ترجیح ہے اس لیے غیر جائز ہے (۸) مساوات نہیں ہے اس لیے غیر جائز ہے
 (۹) مساوات نہیں ہے اس لیے غیر جائز ہے (۱۰) مساوات نہیں ہے اس لیے غیر جائز ہے
 (۱۱) مساوات نہیں ہے اس لیے غیر جائز ہے (۱۲) مساوات نہیں ہے اس لیے غیر جائز ہے

بارہ وجوہ لاء کے ڈھائی الف کے ساتھ

نمبر شمار	بِاسْمَاءِ	هَوُ	لَاءِ	کیفیت
۱	دوالف	دوالف	ڈھائی الف	غیر جائز
۲	دوالف	ڈھائی الف	ڈھائی الف	غیر جائز
۳	دوالف	چار الف	ڈھائی الف	غیر جائز

غیر جائز	ڈھائی الف	قصر	دوالف	۴
جائز	ڈھائی الف	دوالف	ڈھائی الف	۵
جائز	ڈھائی الف	ڈھائی الف	ڈھائی الف	۶
غیر جائز	ڈھائی الف	چار الف	ڈھائی الف	۷
جائز	ڈھائی الف	قصر	ڈھائی الف	۸
غیر جائز	ڈھائی الف	دوالف	چار الف	۹
غیر جائز	ڈھائی الف	ڈھائی الف	چار الف	۱۰
غیر جائز	ڈھائی الف	چار الف	چار الف	۱۱
غیر جائز	ڈھائی الف	قصر	چار الف	۱۲

مذکورہ بالا نقشہ میں جو جائز و غیر جائز ہیں ان کی تشریح

- (۱) مساوات نہیں ہے اس لیے غیر جائز
- (۲) مساوات نہیں ہے اس لیے غیر جائز
- (۳) مساوات نہیں ہے اس لیے غیر جائز
- (۴) مساوات نہیں ہے اس لیے غیر جائز
- (۵) قوی کو ضعیف پر ترجیح ہے اس لیے جائز ہے
- (۶) مساوات ہے اس لیے جائز ہے
- (۷) ضعیف کو قوی پر ترجیح ہے اس لیے غیر جائز
- (۸) قوی کو ضعیف پر ترجیح ہے اس لیے جائز ہے
- (۹) مساوات نہیں ہے اس لیے غیر جائز
- (۱۰) مساوات نہیں ہے اس لیے غیر جائز
- (۱۱) مساوات نہیں ہے اس لیے غیر جائز
- (۱۲) مساوات نہیں ہے اس لیے غیر جائز

بارہ وجوہ لاء کے چار الف کے ساتھ

نمبر شمار	بِاسْمَاءِ	هَؤُ	لَاءِ	کیفیت
۱	دوالف	دوالف	چار الف	غیر جائز
۲	دوالف	ڈھائی الف	چار الف	غیر جائز
۳	دوالف	چار الف	چار الف	غیر جائز

۴	دوالف	قصر	چارالف	غیر جائز
۵	ڈھائی الف	دوالف	چارالف	غیر جائز
۶	ڈھائی الف	ڈھائی الف	چارالف	غیر جائز
۷	ڈھائی الف	چارالف	چارالف	غیر جائز
۸	ڈھائی الف	قصر	چارالف	غیر جائز
۹	چارالف	دوالف	چارالف	جائز
۱۰	چارالف	ڈھائی الف	چارالف	جائز
۱۱	چارالف	چارالف	چارالف	جائز
۱۲	چارالف	قصر	چارالف	جائز

مذکورہ بالا نقشہ میں جو جائز و غیر جائز ہیں ان کی تشریح

- (۱) مساوات نہیں ہے اس لیے غیر جائز (۲) مساوات نہیں ہے اس لیے غیر جائز
 (۳) مساوات نہیں ہے اس لیے غیر جائز (۴) مساوات نہیں ہے اس لیے غیر جائز
 (۵) مساوات نہیں ہے اس لیے غیر جائز (۶) مساوات نہیں ہے اس لیے غیر جائز
 (۷) مساوات نہیں ہے اس لیے غیر جائز (۸) مساوات نہیں ہے اس لیے غیر جائز
 (۹) قوی کو ضعیف پر ترجیح ہے اس لیے جائز ہے (۱۰) قوی کو ضعیف پر ترجیح ہے اس لیے جائز ہے
 (۱۱) مساوات ہے اس لیے جائز ہے (۱۲) قوی کو ضعیف پر ترجیح ہے اس لیے جائز ہے

فوائد مکہ: (فائدہ) جب متصل کا ہمزہ اخیر کلمہ میں واقع ہو اور اس پر وقف اسکان یا اتمام کے ساتھ کیا جائے مثل یَشَاءُ - قُرْؤْءٌ - نَسِیْتُ تو اس وقف میں طول بھی جائز ہے اور سکون کی وجہ سے قصر جائز نہ ہوگا۔ اس واسطے کہ اس صورت میں سبب اصلی کا الغاء اور سبب عارضی کا اعتبار لازم آتا ہے اور یہ غیر جائز ہے اگر وقف بالروم کیا ہے تو صرف توسط ہوگا۔

شرح: حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ جب مد متصل میں وقف بالاسکان یا بالاثمام کیا جائے تو وہاں توسط

تو جائز ہے ہی مگر وقف عارضی کی وجہ سے طول بھی جائز ہوگا اور قصر جائز نہیں ہوگا اس لیے کہ سبب اصلی ہمزہ بیکار ہو جائے گا یعنی اس کا اعتبار نہ رہے گا اور سبب عارضی سکون کا اعتبار لازم آجائے گا اس لیے قصر جائز نہیں ہوگا اور اگر وقف بالروم کیا جائے گا تو صرف توسط ہوگا اس لیے کہ وقف بالروم حکم میں وصل کی مانند ہوتا ہے لہذا متصل کی اپنی مقدار توسط ہی جائز ہے۔

یَشَاءُ۔ قُرْوَاءُ اور نَسِیَءُ پر وقف کرنے سے نو قفی وجوہ بنتی ہیں جن میں سے پانچ جائز ہیں اور بقایا چار غیر جائز

ہیں۔

یَشَاءُ کی قفی وجوہ

نمبر شمار	وجہ	کیفیت	نمبر شمار	وجہ	کیفیت
۱	طول مع الاسکان	جائز ہے	۶	قصر مع الاشام	غیر جائز
۲	توسط مع الاسکان	جائز ہے	۷	طول مع الروم	غیر جائز
۳	قصر مع الاسکان	غیر جائز	۸	توسط مع الروم	جائز ہے
۴	طول مع الاشام	جائز ہے	۹	قصر مع الروم	غیر جائز
۵	توسط مع الاشام	جائز ہے	--	--	--

قُرْوَاءُ کی قفی وجوہ

نمبر شمار	وجہ	کیفیت	نمبر شمار	وجہ	کیفیت
۱	طول مع الاسکان	جائز ہے	۶	قصر مع الاشام	غیر جائز
۲	توسط مع الاسکان	جائز ہے	۷	طول مع الروم	غیر جائز
۳	قصر مع الاسکان	غیر جائز	۸	توسط مع الروم	جائز ہے
۴	طول مع الاشام	جائز ہے	۹	قصر مع الروم	غیر جائز
۵	توسط مع الاشام	جائز ہے	--	--	--

نسبتی کی وقتی وجوہ

نمبر شمار	وجہ	کیفیت	نمبر شمار	وجہ	کیفیت
۶	طول مع الروم	غیر جائز	۱	طول مع الاسکان	جائز ہے
۷	توسط مع الروم	جائز ہے	۲	توسط مع الاسکان	جائز ہے
۸	قصر مع الاشام	غیر جائز	۳	قصر مع الاسکان	غیر جائز
۹	قصر مع الروم	غیر جائز	۴	طول مع الاشام	جائز ہے
--	--	--	۵	توسط مع الاشام	جائز ہے

فوائد مکبہ: (فائدہ) خلاف جائز سے جو وجوہ نکلتی ہیں مثل وجہ بسملہ وغیرہ کے ان میں سب وجوہ کا ہر جگہ پڑھنا معیوب ہے اس قسم کی وجوہوں میں ایک وجہ کا پڑھنا کافی ہے البتہ افادہ کے لحاظ سے سب وجوہوں کا ایک جگہ جمع کر لینا معیوب نہیں۔

شرح: خلاف جائز سے مراد یہ ہے کہ کسی کلمہ پر وقف اسکان-اشام یا روم کے ساتھ ہوتا ہے یا مد متصل توسط کی مقدار دو الف-ڈھائی الف اور چار الف اور مد منفصل میں دو الف-ڈھائی الف-چار الف قصر کی مقدار میں ہیں اسی طرح مد عارض وقتی میں اور مد عارض لین میں طول-توسط-قصر جائز ہے۔

ان سب میں اگر ایک وجہ پڑھ لی جائے تو قرآن یاروایت مکمل ہو جاتی ہے ہاں اگر استفادہ کے لئے پڑھتا ہے جیسے استاذ کو سنار ہا ہے یا استاذ شاگردوں کو پڑھا رہا ہے تو ساری وجوہ پڑھ سکتے ہیں کیونکہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اسی طرح اگر روایت حفص پڑھ رہا ہے اور اس میں دو وجہیں ہیں اور ان دونوں وجوہ میں سے ایک وجہ مشہور ہے اور دوسری غیر مشہور تو ضروری ہے کہ دونوں وجوہ کو پڑھے تاکہ عوام الناس کو معلوم ہو جائے کہ روایت حفص میں یہ دوسری وجہ بھی ہے جیسے ضَعْفِ ضاد کے پیش کے ساتھ اس کو ضَعْفِ ضاد کے زیر کے ساتھ پڑھنا بھی جائز اور صحیح ہے۔

فوائد مکبہ: (فائدہ) اس فصل میں جو غیر جائز اور غیر صحیح کہا گیا ہے مراد اس سے غیر اولیٰ ہے قاری ماہر کے لیے معیوب ہے۔

شرح : یعنی مختلف مدت کی مقداروں میں جو جمہیں اس فصل میں بیان ہوئی ہیں ان میں جو غیر جائز اور غیر صحیح کے الفاظ ان کے لئے لائے گئے ہیں ان سے مراد یہ نہیں کہ یہ حرام یا مکروہ ہیں بلکہ اس غیر جائز اور غیر صحیح سے مراد یہ ہے کہ یہ عیوب تلاوت میں سے ہیں تلاوت کی حسن و خوب صورتی کو خراب کرتی ہیں ایک ماہر قاری کے لیے ایسا کرنا عیب ہے اس سے بچنا ضروری ہے۔ شرعاً کوئی جرم نہیں ہے۔

یہاں وجوہ مختلفہ کے جداول میں ایک اور لفظ ”مختلف فیہ“ بھی استعمال ہوا ہے یہ غیر جائز اور غیر صحیح سے اوپر کا مرتبہ ہے مگر جائز اور صحیح سے کم تر ہے۔ مختلف فیہ کہنے سے مراد یہ ہے کہ اس کے جائز یا صحیح ہونے کے بارے میں علماء تجوید و قراءات مختلف اقوال رکھتے ہیں بعض اس کو صحیح اور جائز کہتے ہیں اور بعض اسے غیر جائز اور غیر صحیح کہتے ہیں۔ اس کی تائید حضرت مصنف علیہ الرحمۃ کے اپنے بیان سے بھی ہوتی ہے جیسا کہ وہ اسی فصل میں فرماتے ہیں: ”ان میں چارو جمہیں بالاتفاق جائز ہیں طول مع الطول مع الاسکان۔ توسط مع التوسط مع الاسکان۔ قصر مع القصر مع الاسکان۔ قصر مع الروم مع القصر بالاسکان۔ جبکہ قصر مع الروم مع التوسط بالاسکان اور قصر مع الروم مع الطول بالاسکان یہ دو جمہیں مختلف فیہ ہیں باقی دو جمہیں بالاتفاق غیر جائز۔“ حضرت مصنف علیہ الرحمۃ کی اس تحریر سے ہمارے قول کی تائید ہو رہی ہے۔

یہ ضابطہ تلاوت کی حسن ادائیگی کے لئے بنایا گیا ہے اور اگر کوئی اس ضابطے کی پابندی نہ کرے تو وہ اسلام سے خارج نہیں ہو جائے گا۔ مگر بہتر یہ ہے کہ ان ضابطوں کی پابندی کرے کہ تلاوت قرآن کے جو ضابطے متقدمین علماء تجوید و قراءات نے بنائے ہیں ان کی پابندی سے تلاوت کا حسن بڑھتا ہے۔

فوائد مکبہ : (فائدہ) اختلاف مرتب میں خلط کرنا یعنی ایک لفظ کا اختلاف دوسرے پر موقوف ہو مثلاً فَتَلَقَّىٰ آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَةً اس میں آدَمُ کو مرفوع پڑھیں۔ تو کَلِمَةً کو منصوب پڑھنا ضروری ہے ایسا ہی بالعکس ایسے اختلاف کے موقع پر خلط بالکل حرام ہے۔ اور اگر ایک روایت کا التزام کر کے پڑھا اور اس میں دوسرے کو خلط کر دیا تو کذب فی الروایۃ لازم آئے گا اور علی حسب التلاوة خلط جائز ہے مثلاً حفصؓ کی روایت میں دو طریق مشہور ہیں۔ ایک امام شافعیؒ دوم امام جزیؒ تو ان میں خلط کرنا اس لحاظ سے کہ دونوں وجہ حفصؓ سے ثابت ہیں کچھ حرج نہیں۔ خصوصاً جب ایک وجہ عوام میں شائع ہوگئی ہو اور دوسری وجہ مشہور ثابت عند القراء متروک ہو تو ایسی صورت میں لکھنا پڑھنا پڑھانا نہایت ضروری ہے متاخرین کے اقوال و آراء میں خلط کرنا چنداں مضائقہ نہیں۔

تشریح : اختلاف مرتب ایسے اختلاف کو کہتے ہیں جس میں ایک کلمہ کی دو وجہوں میں سے پہلے کلمہ کی وجہ کو اختیار کرنے کے لئے دوسرے کلمہ کی وجہ کو دیکھنا پڑے۔ جیسا کہ حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے مثال دی۔

فَتَلَقَّىٰ آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ اس کو جمع مونث سالم کہتے ہیں۔ جمع مونث سالم وہ جمع ہے جس کے آخر میں الف اور تائے تانیث ہو جیسے مُسْلِمَاتٌ۔

جمع مونث سالم حالت رفع میں ضمہ هُنَّ مُسْلِمَاتٌ حالت نصب وجر میں کسرہ جیسے رَأَيْتُ مُسْلِمَاتٍ اور مَرَرْتُ بِمُسْلِمَاتٍ۔

اس مثال مذکور میں جو حضرت مصنفؒ نے بیان فرمائی دو وجہیں ہیں ایک وجہ آدَمُ میں میم کا رفع اور دوسری وجہ آدَمُ میں میم کا نصب اور دوسری وجہیں کَلِمَاتٍ میں ہیں ایک تاء کا نصب اور دوسری وجہ تاء کا رفع۔ اب اگر آدَمُ میں میم کا رفع پڑھا ہے تو کَلِمَاتٍ میں تاء کا نصب پڑھا جائے گا اور اگر آدَمُ میں میم کا نصب پڑھا ہے تو پھر کَلِمَاتٍ میں تاء کا رفع پڑھا جائے گا۔ یہ مستقل دو قراءتیں ہیں۔

پہلی قراءت آدَمُ کا رفع اور کَلِمَاتٍ میں نصب یہ ماسواء امام ابن کثیرؒ کی کے بقایا سب قراءت پڑھتے ہیں اس میں آدَمُ فَتَلَقَّى کا فاعل اور کَلِمَاتٍ اس کا مفعول ہے اور دوسری قراءت میں آدَمُ میں نصب اور کلمات میں رفع والی قراءت امام ابن کثیرؒ کی ہے۔ اس میں آدَمُ مفعول ہے اور کَلِمَاتٍ فاعل ہے۔

ان دونوں قراءتوں میں خلط کرنا اس طرح پر کہ آدَمُ رفع کے ساتھ کَلِمَاتٍ کا بھی رفع اور آدَمُ کے نصب کے ساتھ کَلِمَاتٍ کا نصب پڑھنا یہ حرام ہے اس لیے کہ اس سے کلام صحیح اسلوب پر نہیں رہتا اور اس سے صحیح معنی مفہوم نہیں ہو سکتے جیسا کہ اہل علم جانتے ہیں۔ اس طرح کا اختلاف حرام ہے اس سے بچنا نہایت ہی ضروری ہے۔

پھر فرمایا کہ کسی روایت کا التزام کر کے پڑھنا الخ

اس سے حضرت مصنفؒ کی مراد یہ ہے کہ اپنے آپ کو کسی قراءت کا پابند کر لینا کہ فلاں قاری کی قراءت اس کے فلاں راوی کی روایت میں ہی پڑھوں گا۔ دوسرے راوی کی روایت نہیں پڑھوں گا۔ اب اگر پڑھتے پڑھتے درمیان تلاوت اسی قاری کے دوسرے راوی کی روایت کا اختلاف بھی کسی لفظ میں پڑھ لیا تو یہ کذب فی الروایت ہے یعنی روایت میں غلط بیانی اور جھوٹ۔ اب اگر اس نے ایسا کیا تو سننے والوں کو معلوم ہوگا کہ یہ اختلاف بھی اس قاری کے اس راوی سے منقول ہے جس کی روایت پڑھنے کے لئے تلاوت کرنے والے نے اپنے آپ کو پابند کیا تھا۔

جیسے سورۃ البقرہ میں هُزُوًا میں دو قراءتیں ہیں ایک هُزُوًا دوسری هُزُوًا یہ دونوں قراءت امام عاصمؒ سے مروی

ہیں پہلی قرأت امام عاصمؒ کے راوی حفصؒ سے وارد ہے جبکہ دوسری قرأت امام عاصمؒ ہی کے دوسرے راوی شعبہؒ سے مروی ہے اب اگر کوئی تلاوت کرنے والا اگر روایت حفصؒ میں پڑھ رہا ہو اور ھُزُوا کو بالہز ھُزُوا پڑھ دے کہ یہ بھی امام عاصمؒ سے ہی مروی ہے تو اس طرح اس نے شعبہؒ کی روایت کو حفصؒ کی روایت میں ملا دیا اور سننے والا یہ سمجھ گا کہ یہ بھی حفصؒ ہی سے مروی ہے اس کو کذب فی الروایت کہتے ہیں۔ حضرت مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اس میں اتنی قباحت نہیں ہے جتنی اِذْمُ مِنْ رَبِّہِ کَلِمَاتٍ کے غلط میں ہے۔

آگے فرمایا عَلٰی حَسْبِ التَّلَاوۃِ یعنی بغیر التزام کے پڑھنا۔

اس سے حضرت مصنف علیہ الرحمہ کی مراد یہاں یہ ہے کہ اگر کسی راوی کی روایت پڑھ رہا ہے اور اس میں دو طرق ہیں تو اس میں خلط جائز ہے۔

جیسے حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ روایت حفصؒ میں دو طرق مشہور ہیں (۱) امام شاطبیؒ کی کتاب حرز الامانی ووجہ التہانی فی القراءات السبع اور (۲) امام جزریؒ علیہ الرحمہ کی کتاب طیبۃ النشر فی القراءات العشر کا۔

اب ان دونوں حضرات کے طرق کے اختلاف کی نوعیت ملاحظہ فرمائیں کہ جیسے علامہ شاطبیؒ کے نزدیک مد منفصل میں صرف مد ہے جبکہ علامہ جزریؒ کے نزدیک قصر بھی جائز ہے اسی طرح نون کا ادغام لام وراء میں اگر نون مرسوم ہے تو غنہ بھی جائز ہے یہ علامہ جزریؒ کا مذہب ہے اور علامہ شاطبیؒ کے نزدیک صرف ادغام تام ہے۔

اسی طرح علامہ شاطبیؒ کے نزدیک ن وَالْقَلَمِ اور یس وَالْقُرْآنِ میں صرف اظہار ہے جبکہ علامہ جزریؒ کے نزدیک ادغام بھی جائز ہے۔

ایسے ہی چار جگہ جو روایت حفصؒ میں سکتے ہیں علامہ شاطبیؒ کے نزدیک صرف سکتے ہی ہے جبکہ علامہ جزریؒ کے نزدیک ترک سکتے بھی ہے۔

اگر کسی پڑھنے والے نے علامہ شاطبیؒ کے طریق کا التزام نہیں کیا تو دوسرا طریق علامہ جزریؒ کا بھی پڑھ سکتا ہے اس لیے کہ دونوں طریق امام حفصؒ سے مروی ہیں۔ خاص کر جب ایک وجہ عوام میں مشہور ہو اور دوسری وجہ صرف قراء کے ہاں مشہور اور ثابت ہو اور عوام میں اس کا پڑھنا پڑھنا ختم ہو گیا ہو تو ایسی صورت میں اس دوسری وجہ کی عوام میں تشہیر بہت ہی ضروری ہے چاہے پڑھنے پڑھانے سے ہو یا کتاب کے ذریعے سے ہو۔

جیسا کہ ہم نے بطریق شاطبیؒ اور بطریق جزریؒ بعض کلمات کے قواعد ذکر کیے ہیں۔ لیکن سورہ روم کے آخری رکوع میں جو کلمہ ضَعِفَ آیا ہے اس میں دو وجہیں ہیں۔

(۱) ضاد کا ضمہ (۲) ضاد کا فتح

پس اس کلمہ میں ضمہ اور فتح علامہ شاطبیؒ اور علامہ جزریؒ دونوں کے نزدیک صحیح ہیں مگر ضمہ والی روایت تو عوام میں مشہور ہے اور فتح والی روایت غیر مشہور ہے۔ لہذا قراء کے لئے ضروری ہے کہ وہ ضاد کے فتح والی قرأت کو بھی پڑھیں اور پڑھائیں اور عوام میں اس کی تشہیر کریں۔ ہمارے پاکستانی مطبوعہ قرآن شریف کے نسخہ جات میں ضَعْفِ ضمہ والی قرأت کو متن قرآن میں اور فتح والی قرأت کا ذکر حاشیہ میں کیا گیا ہے جبکہ عرب ممالک کے نسخہ جات میں فتح والی قرأت کا ذکر متن میں اور ضمہ والی قرأت کا ذکر حاشیہ پر ہے۔ دونوں طریق کے بارے میں عوام کو معلوم ہونا چاہیے کہ حفصؓ کے لیے دونوں طرح صحیح ہیں۔

لفظ ضَعْفِ تین جگہ آیا ہے اگر پہلے پر ضمہ پڑھا ہے تو دوسرے اور تیسرے پر بھی ضمہ پڑھا جائے گا اور اگر پہلے پر فتح پڑھا ہے یعنی ضَعْفِ تو دوسرے اور تیسرے پر بھی فتح پڑھا جائے گا اور یہ جائز نہیں کہ کسی موقع پر فتح اور کسی موقع پر ضمہ پڑھ لیا جائے بلکہ جو حرکت پہلے موقع پر پڑھی وہی بقایا مواقع پر بھی پڑھنی ہے۔

اور اگر امام شاطبیؒ کے طریق کا التزام کیا ہے تو پھر صرف بطریق شاطبیؒ ہی پڑھا جائے گا۔ بطریق جزریؒ نہیں پڑھا جائے گا اگر ایسا کیا تو خلط فی الطرق ہو جائے گا۔

پھر حضرت مصنفؒ نے فرمایا کہ متاخرین کے اقوال و آراء میں خلط کرنے میں چنداں مضائقہ نہیں۔

متاخرین سے بعد کے وہ لوگ مراد ہیں جن کا درجہ طرق کے بعد ہے علامہ شاطبیؒ اور علامہ جزریؒ بھی ان میں داخل ہیں لیکن ہم نے اس سے پہلے علامہ شاطبیؒ اور علامہ جزریؒ کے طرق نقل کیے ہیں اس سے مراد یہ حضرات بذات خود نہیں ہیں بلکہ دو سلسلے ہیں جن کے واسطے سے ان حضرات تک یہ روایت پہنچی ہے۔ اگرچہ ہمارے نزدیک تو یہ حضرات امام ہیں لیکن اصطلاحاً یہ متاخرین میں داخل ہیں۔

حضرت مصنف علیہ الرحمہ کی مراد یہ ہے کہ جو اختلاف طرق کے بعد والے لوگوں سے مروی ہے اس میں خلط کرنے میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ متصل مد منفصل مد عارض و مد عارض لین کی مقداروں کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ اب ان اقوال میں خلط کرنا یعنی ایک جگہ ایک قول لے لیا دوسری جگہ دوسرا قول لے لیا تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔ بلکہ خلاف اولیٰ ہے حرام ممنوع یا زیادہ حرج والی بات نہیں۔

یہاں حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے اختلاف قرأت کے چار مراتب بیان فرمائے ہیں۔

(۱) اختلاف مرتب تو اس میں خلط کرنا بالکل حرام ہے۔

- (۲) جو منقول تو قراءت یا روایت سے ہو لیکن ترتیب نہ ہو اس میں خلط جائز نہیں اس سے کذب فی الروایت لازم آتا ہے۔
- (۳) جو طرق سے منقول ہو اس میں بھی خلط ناپسندیدہ اور غیر مستحسن ہے اس لیے کہ اس سے خلط فی الطرق لازم آتا ہے۔
- (۴) جو متاخرین یعنی طرق کے بعد والے لوگوں سے منقول ہو اس میں خلط خلاف اولیٰ ہے حرام ممنوع یا زیادہ حرج والی بات نہیں۔

فوائد مکبہ :

چوتھی فصل وقف کے احکام میں

شرح : وقف کی بڑی اہمیت ہے ہم پہلے احادیث اور مختلف ائمہ کے اقوال سے اس کو واضح کریں گے۔

علامہ ابو جعفر نحاسؒ - علامہ ابن الانباریؒ - علامہ الزجاجیؒ - علامہ الدانیؒ - علامہ العمانیؒ اور علامہ جوادندیؒ وغیرہ بہت سے لوگوں نے اس موضوع پر مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں اور واقعی یہ ایک معزز فن ہے اور اسی علم سے ہی معلوم ہو سکتا ہے کہ قرأت کو کس طرح ادا کرنا چاہیے اور قرأت میں اصل بات یہی ہے کہ علم وقف کی معرفت حاصل کی جائے۔

وقف اور ابتداء کی اصل وہ روایت ہے جس کو امام نحاسؒ نے بیان کیا ہے اور وہ یہ ہے: نحاسؒ نے فرمایا ”مجھ سے محمد بن جعفر انباریؒ نے بیان کیا ان سے ہلال بن العلاءؒ نے کہا کہ ان سے ان کے باپ علاءؒ اور عبد اللہ بن جعفر دونوں نے فرمایا ”ہم سے عبد اللہ بن عمرو الزرقیؒ نے بواسطہ زید بن ابی انیسہؒ کے - قاسم بن عوف الکبریٰ کا یہ قول بیان کیا کہ وہ فرماتے تھے ”میں نے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے انہوں نے فرمایا ”ہم اپنے زمانہ میں ایک مدت دراز تک اس طرح زندگی بسر کرتے رہے کہ ہم میں سے ہر ایک شخص قرآن حاصل کرنے سے پہلے ہی ایمان لے آتا تھا۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کی کوئی سورت نازل ہوتی تو ہم سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سورۃ کے حلال و حرام کی تعلیم حاصل کرتے اور ان مقامات کو معلوم کرتے جہاں پر قرأت میں ٹھہرنا ضروری ہے جس طرح آج تم لوگ قرآن کی تعلیم حاصل کرتے ہو۔ اور بلاشبہ آج ہم بکثرت ایسے لوگوں کو دیکھتے ہیں جن میں سے کسی ایک کو ایمان لانے سے پہلے قرآن کی تلاوت کا موقعہ نصیب ہوتا ہے اور وہ سورۃ الفاتحہ سے لے کر اس کے خاتمہ تک سب کا سب پڑھ جاتا ہے مگر اسے اتنی بھی خبر نہیں ہوتی کہ قرآن کا امر کیا ہے نہ وہ اس کے زجر سے آگاہ ہوتا ہے اور نہ اس بات کو معلوم کرتا ہے کہ قرآن پڑھتے وقت اس میں وقف کے مقامات کون کون سے ہیں؟ امام نحاسؒ فرماتے ہیں یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ صحابہ کرامؓ اوقاف کی تعلیم بھی اسی طرح حاصل کرتے تھے جس طرح قرآن کو سیکھتے تھے اور حضرت ابن عمرؓ کا یہ قول کہ ہم اپنے زمانہ کی ایک مدت تک زندہ رہے۔“ اس

بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ امر حضرات صحابہ کرامؓ سے ایک ثابت شدہ اجتماع ہے یعنی اوقاف کی شناخت کے بابت جو کچھ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا اس پر تمام صحابہ کرامؓ کا اتفاق عمل در آمد تھا۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ اس قول کو حضرت محدث بیہقی کی سنن سے بیان کرتے ہیں۔

اور حضرت علیؓ سے اللہ تعالیٰ کے فرمان ”وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيْلًا“ کی تفسیر میں وارد ہے کہ انہوں نے فرمایا

تَرْتِيلَ حروف کے عمدہ طور پر ادا کرنے اور وقف کے پہچاننے کا نام ہے۔“

ابن الانباری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

”قرآن کی پوری معرفت میں یہ بات بھی داخل ہے کہ وقف اور ابتداء کی شناخت حاصل ہو۔“

اور نکو اوای علیہ الرحمۃ کا بیان ہے:

”وقف کا باب نہایت عظیم الشان اور قدر کے قابل ہے کیونکہ کسی شخص کو بھی قرآن کے معانی اور اس سے احکام شرعی کے دلائل مستنبط کرنے کی پہچان اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جب تک وہ فواصل (آیتوں) کو نہ پہچانے۔

اور علامہ ابن الجزری اپنی کتاب النشر میں فرماتے ہیں:

”چونکہ قاری کے لیے یہ بات غیر ممکن ہے کہ وہ ایک سورۃ یا قصہ کو ایک ہی سانس میں پڑھ جائے اور دو کلموں کے مابین حالت وصل میں سانس توڑنا اس وجہ سے جائز نہیں کہ یہ بات بمنزلہ ایک ہی کلمہ کے انشاء میں سانس توڑ دینے کی ہے لہذا واجب ہوا کہ ایسی حالت میں آرام پانے کی غرض سے سانس لینے کے لیے کسی مقام پر ٹھہراؤ بھی رکھا جائے اور پھر اس کے بعد دوبارہ ابتدا کرنے کے لیے کوئی پسندیدہ مقام متعین کر لیا جائے۔ اور یہ بات اسی شکل میں ٹھیک ہوتی ہے جبکہ اس وقف سے معافی میں کوئی رکاوٹ نہ پڑے اور مفہوم کے سمجھنے میں خلل نہ آئے کیونکہ اسی طریقہ سے اعجاز کا اظہار اور قصد کا حصول ہوتا ہے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ حضرات ائمہ نے وقف و ابتداء کا علم حاصل کرنے اور اس کی پہچان حاصل کرنے کی تاکید فرمائی پھر کسی کے کلام سے اس کے وجوب کی دلیل نکلتی ہے اور حضرت ابن عمرؓ کے قول میں اس کی واضح دلیل موجود ہے کہ وقف کا علم حاصل کرنے میں صحابہ کرامؓ کا اجتماع ہے۔ اور ہمارے نزدیک بھی سلف صالحین سے اس علم کی تحصیل اور اس پر توجہ کرنا صحیح ہی نہیں بلکہ تواثر کے ذریعہ سے ثابت ہوا ہے۔ مثلاً ایک نہایت سربرآوردہ تابعی امام ابو جعفر یزید بن القعقاع اور ان کے شاگردان رشید امام نافعؒ۔ امام ابو عمر و بصریؒ اور ایسے ہی قرأت کے دیگر ائمہ جیسے امام یعقوبؒ اور امام عاصمؒ وغیرہ فن قرأت کے اماموں کی باتوں اور طرز عمل سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے اور ان لوگوں کے اقوال اور ہدایات اس بارہ میں مشہور

کتابوں کے اندر موجود ہیں اور یہی وجہ ہے کہ بہت سے علماء نے اجازت قرأت دینے والوں پر یہ شرط لگا دی ہے کہ وہ جب

تک کسی شخص کو وقف اور ابتداء کی شناخت میں بخوبی آ زمانہ لیس اس وقت تک اسے قرأت قرآن کی سند نہ عطا کریں۔
اور ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ الطَّائِي قَالَ: جَاءَ رَجُلَانِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَشْهَدُ أَحَدُهُمَا فَقَالَ: مَنْ يَطِيعُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ رَشِدَ وَمَنْ يَعْصِيهِمَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِئْسَ الْخَطِيبُ أَنْتَ فَقِمْ، كَانَ يَنْبَغِي أَنْ تُصِلَ كَلَامُكَ وَمَنْ يَعْصِيهِمَا فَقَدْ غَوَى، أَوْ تَقِفْ عَلَى رَسُولِهِ فَقَدْ رَشِدَ.

ترجمہ: حضرت عدی بن حاتم طائیؓ فرماتے ہیں کہ دو آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے ان میں سے ایک شخص بیٹھا اور اس نے کہا: مَنْ يَطِيعُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ رَشِدَ وَمَنْ يَعْصِيهِمَا ”جو شخص اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرے وہ ہدایت یافتہ ہے اور جو ان دونوں کی نافرمانی کرے (پس وہ بھی ہدایت یافتہ ہے)“ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو برا خطیب ہے کہ تو یہاں بٹھرا ہے۔ تیرے لیے اچھا تھا کہ تو اس کلمے پر بٹھرتا وَمَنْ يَعْصِيهِمَا فَقَدْ غَوَى ”اور جو ان دونوں کی نافرمانی کرے تو وہ گمراہ ہے“ یا تو بٹھرتا رَسُولِهِ فَقَدْ رَشِدَ۔

(یہ حدیث مسلم۔ ابوداؤد اور نسائی میں مختلف الفاظ کے ساتھ وارد ہوئی ہے۔)

فوائد مکبہ: وقف کے معنی اخیر کلمہ غیر موصول پر سانس کا توڑنا۔

شرح: حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے وقف کی تعریف بیان فرمائی ہے وقفٌ وَقِفٌ يَقِفُ وَقَفًا سے ہے جس کا معنی ٹھہرنا اور رکنا کے ہیں اس کی تعریف یہ ہے کہ کلمہ غیر موصول یعنی ایسا کلمہ جو ملا کر نہ لکھا گیا ہو اس پر وقف کرنا۔ جیسے اِنَّ مَا میں کہ اِنَّ پر وقف کر سکتے ہیں لیکن اگر یہ موصول یعنی ملا کر لکھا ہوا ہو جیسے اِنَّمَا تو اس پر وقف مَّا پر ہی ہوگا اِنَّ يٰرَبِّكُمْ پر وقف جائز نہ ہوگا۔

کلمہ غیر موصول کے آخر میں سانس تو ذکر ٹھہرنا یہ حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے بڑی جامع مانع تعریف فرمائی ہے اب اس تعریف میں دو چیزیں ہیں ایک سانس توڑنا۔ دوسرے ٹھہر جانا یعنی اگر سانس تو ذکر ٹھہر جائے گا تو تب وقف صحیح ہوگا۔ اگر کلمہ غیر موصول کے آخر میں ٹھہرا لیکن سانس نہیں توڑا تو یہ وقف نہ ہوگا بلکہ عیوب تلاوت میں سے شمار کیا جائے گا۔ اسی طرح سانس تو توڑ دیا مگر ٹھہرا نہیں اور پڑھنے کے دوران ہی مزید سانس لیتا ہوا پڑھتا چلا گیا تو یہ بھی عیوب تلاوت میں سے ہے۔

ائمہ قرأت نے وقف کی تعریف یہ بیان فرمائی ہے قَطْعُ الصَّوْتِ مَعَ النَّفْسِ وَاسْكَانُ الْمُتَحَرِّكِ
 اِنْ كَانَ مُتَحَرِّكًا۔ ترجمہ: سانس اور آواز دونوں کا بند کر دینا اور اگر حرف متحرک ہے تو اس کو ساکن کر دینا، اس مشہور
 تعریف میں صرف وقف بالاسکان ہی آتا ہے وقف روم و اشام نہیں آتے جبکہ حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے جو تعریف بیان
 فرمائی ہے اس میں وقف بالاسکان اور وقف روم و اشام تینوں آتے ہیں۔

وقف کے متعلق مزید توضیح و تشریح

وقف کی لغوی تحقیق

الوقف عن الشیء یعنی کسی چیز سے رک جانا۔ قراء کی اصطلاح میں یہ قرآن شریف پڑھنے میں چار طرح واقع
 ہوتا ہے۔ پس اگر پڑھتے پڑھتے آخر کلمہ پر صرف آواز رکے اور سانس جاری رہے تو سکتے ہوگا اور اگر آواز کے ساتھ سانس بھی
 ٹوٹے تو وقف ہوگا اور قرآن شریف کے متعلق کسی ضرورت سے وقف کی مدت میں تاخیر ہو تو سکت ہوگا اور اگر وقف کے بعد
 نہ پڑھے تو قطع ہوگا۔

وقف کے اصطلاحی معنی:

جو کلمہ اپنے بعد والے کلمہ سے ملا کر نہ لکھا ہو اس کے آخری حرف پر کیفیت وقف کے موافق آواز اور سانس توڑ کر آگے
 پڑھنے کی نیت کے ساتھ کچھ دیر ٹھہرنا۔

پس کلمہ کے درمیان پر وقف کرنا یا ایسے کلمہ کے آخر پر وقف کرنا جو اپنے بعد کے کلمہ سے ملا ہو جیسے مِنْكُمْ میں لفظ
 مِنْ اپنے بعد والے کلمہ كُمْ سے ملا ہوا لکھا ہے یا اسکان۔ اشام۔ روم کے بغیر مثلاً پوری حرکت کے ساتھ وقف کرنا یا بغیر
 سانس توڑے وقف کرنا جائز نہیں۔ نہ روایا اور نہ درایت۔ یعنی نہ تو اس طرح وقف اساتذہ اور شیوخ سے سنا گیا ہے اور نہ قاعدہ
 کی رو سے صحیح ہے۔

علم وقف کا موضوع:

کلمہ اور کلام ہے اس لیے کہ وقف میں دو چیزیں ہیں۔ ایک کیفیت وقف۔ یعنی یہ جاننا کہ وقف کس طرح کیا جائے
 بالاسکان یا بالاشام یا بالروم وغیرہ۔ دوسرے محل وقف یعنی یہ پہچاننا کہ وقف کس جگہ کیا جائے تو وقف کو کیفیت کی حیثیت سے
 آخری کلمہ سے تعلق ہوتا ہے۔

علم وقف کی غایت:

محل وقف کی حیثیت سے کلام سے تعلق ہوتا ہے اور علم وقف کی غایت وقف کا صحیح ہونا اور معنی کا واضح ہونا۔
وقف کی تقسیم تین طرح پر ہے:

(۱) قاری کے احوال کے اعتبار سے (۲) کیفیت کے اعتبار سے (۳) محل یعنی جگہ کے اعتبار سے

فوائد مکہ: اب وہاں پر کوئی آیت ہے یا کوئی وقف اوقاف معتبرہ سے ہے تو بعد کے کلمہ سے ابتداء کرے ورنہ جس کلمہ پر سانس توڑے اس کو اعادہ کرے۔

شرح: حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی کلمہ غیر موصول کے آخر میں وقف کرے اور وہاں کوئی آیت کا نشان ہے تو مابعد سے ابتداء کر لے۔ اعادہ کرنے یعنی پیچھے سے لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور اسی طرح اگر وقف کی کوئی معتبر علامت جیسا کہ قرآن کریم میں لکھی ہوتی ہیں ”ط-ج-م-م-غیرہ“ ہو تو پھر بھی مابعد سے ابتداء کرے اعادہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

www.KitaboSunnat.com

اوقاف معتبرہ کی تفصیل

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ علماء اوقاف نے قرآن میں جو اوقاف بیان کئے ہیں ان کا مختصر تعارف و تشریح بیان ہو جائے۔

- (و) یہ گول دائرہ آیت کی علامت ہے اور بعض اس میں نقطہ بھی لکھتے ہیں۔ بعض لفظ پر ہی بس کرتے ہیں یہاں ٹھہرنا چاہیے۔
- (م) یہ وقف لازم کی طرف اشارہ ہے یہاں ضرور ٹھہرنا چاہیے ورنہ کلام کے معنی بدل جانے کا اندیشہ ہے۔
- (ط) یہ وقف مطلق کی نشانی ہے یہاں ٹھہرنا بہتر ہے اس صورت میں جبکہ دوسرے جملہ سے ابتداء کرنا مقصود ہو۔
- (ج) یہ وقف جائز کی علامت ہے یہاں وقف کرنا یا نہ کرنا برابر ہے چاہے کرے یا نہ کرے۔
- (ز) یہ ٹھہرنے کی علامت ہے اگر وصل کر لیا جائے تو بھی جائز ہے۔
- (ص) یہ اس بات کی علامت ہے کہ یہاں (ٹھہرنے) یعنی وقف کی رخصت ہے یعنی طول کلام کی وجہ سے یہاں ٹھہر گیا تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ یہاں وقف کرنا بہتر ہے۔ بخلاف (ز) یہ علامات تو وہ ہیں جو متقدمین کے نزدیک مروج تھیں مگر متاخرین نے چند اور علامات مقرر کی ہیں جو درج ذیل ہیں۔
- (صلے) یہ الاصل اولیٰ کی علامت ہے۔ یہاں ملا کر پڑھنا بہتر ہے۔

(ق) یہ قِیل کی علامت ہے یعنی ”کہا گیا ہے“ کہ یہاں وقف ہے مگر یہاں بھی نہ ٹھہرنا بہتر ہے کیونکہ قِیل ضعف وقف پر دل ہے۔

(صل) یہ قَدْ یُوصِل کی علامت ہے یہاں وصل کرنا اولیٰ ہے۔

(س) یہ سکتہ کی علامت ہے کہیں سکتہ بھی لکھ دیتے ہیں۔ مطلب یہ کہ یہاں تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ مگر سانس نہ توڑو۔

(قلا) قِیل لا کی علامت ہے بعض نے کہا کہ یہاں نہ ٹھہرنا بہتر ہے۔

(لا) اگر کسی مقام پر یہ نشان ہے تو مطلب یہ ہے کہ نہ ٹھہرنا چاہیے۔ یہ وقف لازم کے مقابل ہے جس طرح (م) پر وقف نہ کرنے سے معنی خراب ہوتے ہیں ایسے ہی لا پر وقف کرنے سے معنی خراب ہوتے ہیں گویا یہ وقف قبیح کی علامت ہے۔ اگر یہ نشان آیت کے اوپر ہے تو اس میں علماء وقف کا اختلاف ہے اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں ٹھہرنا چاہیے مگر حق یہ ہے کہ اگر آیت پر لا کا نشان ہو تو آیت کے نشان پر ٹھہرا جاسکتا ہے کیونکہ رُؤس آیات پر ٹھہرنا مستحب ہے۔

(مع) یہ معانقہ کی علامت ہے یعنی مطلب یہ ہے یہاں دو جگہ قریب قریب ایسی ہیں جہاں وقف ہو سکتا ہے جن پر تین نقطے لکھ دیے جاتے ہیں اس سے مراد یہ ہوتا ہے کہ ان دونوں لفظوں میں دوسرے کو پہلے سے ارتباط ہے جو اگلے لفظ کے ساتھ ہے۔ پس خواہ پہلے لفظ پر وقف کرو۔ اور دوسرے کو تیسرے لفظ سے ملا کر پڑھو۔

جیسے لَا رَیْبَ .: .: فِيْهِ .: .: هٰذِیَ لِلْمُتَّقِیْنَ ۝ اب اس مذکورہ مثال میں لَا رَیْبَ اور فِيْهِ میں معانقہ ہے خواہ لَا رَیْبَ پر وقف کرو کیونکہ فِيْهِ اپنے دونوں اطراف کے کلمات سے ربط رکھتا ہے۔ وقف معانقہ میں دو جگہ قریب قابل وقف مقامات ہوتے ہیں اگر ایک مقام پر وقف کر لیا جائے تو دوسرے پر ہرگز وقف نہیں کرنا چاہیے۔ اس کا دوسرا نام مراقبہ بھی ہے۔

فوائد مکہ: اور وسط کلمہ پر اور ایسے ہی جو کلمہ دوسرے کلمہ سے موصول ہو اس پر وقف جائز نہیں ایسا ہی ابتداء

اور اعادہ بھی جائز نہیں۔

شرح: چونکہ وقف کا محل ہی کلمہ غیر موصول کا آخر ہے اور اسی طرح کسی کلمہ کے درمیان وقف بھی ہرگز جائز نہیں۔ جیسے مِنَ الصَّوَاعِقِ مِنَ الصَّوَا پر وقف جائز نہیں۔ اور اگر کلمہ ملا کر لکھا ہو جیسے یَا یٰہَا تو اس میں یا پر وقف جائز نہیں۔ اسی طرح نہ تو کلمہ کے وسط میں وقف جائز ہے اور نہ ہی وسط سے ابتداء اور اعادہ جائز ہے۔ یہی حکم کلمہ موصول کا بھی ہے۔ اس میں بھی درمیان میں نہ تو وقف جائز ہے اور نہ ہی ابتداء اور اعادہ جائز ہے۔

باب الوقوف کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے:

(۱) وقف بلحاظ احوال قاری

(۲) وقف بلحاظ معنی

(۳) وقف بلحاظ موقوف علیہ

(۱) وقف بلحاظ احوال قاری:

قاری کی ضرورت اور حالات کے اعتبار سے وقف کی چار اقسام ہیں:

(۱) وقف اختیاری (۲) وقف اضطراری (۳) وقف اختیاری (۴) وقف انتظاری

(۱) وقف اختیاری:

وقف اختیاری ایسے وقف کو کہا جاتا ہے جو اپنے اختیار اور ارادے سے بغیر کسی عذر کے استراحت کی غرض سے کیا جائے۔

(۲) وقف اضطراری:

وقف اضطراری اس وقف کو کہا جاتا ہے جو بغیر ارادہ اور کسی مجبوری کی وجہ سے واقع ہو جائے مثلاً تنگی سانس یا تھکن یا بھول کی وجہ سے کھانسی یا چھینک یا بچگی وغیرہ کے آجانے سے ان حالات میں اضطراری طور پر ہونے والے وقف کو وقف اضطراری کہتے ہیں۔

(۳) وقف اختیاری (بالباء الموحّد)

وقف اختیاری ایسے وقف کو کہا جاتا ہے جو کیفیت سمجھنے اور سمجھانے کی وجہ سے کیا جائے جیسے استاد کسی شاگرد کو اسکان۔ روم۔ اشنام ابدال بتانے کی غرض سے یا شاگرد کی علمی استعداد معلوم کرنے کی غرض سے کرائے ایسے ہی مقطوع یا موصول اور محذوف یا مکتوب الرسم کلمات پر وقف کرنا یا کروانا وقف اختیاری کہلاتا ہے۔

(۴) وقف انتظاری

وقف انتظاری ایسے وقف کو کہا جاتا ہے جو قرآءات سبعہ یا عشرہ کے اختلاف کو جمع کرنے کی غرض سے ایک جگہ بار بار وقف کیا جائے۔ چونکہ اس میں ایک روایت کے بعد دوسری روایت کے پڑھنے کے لئے انتظار کی خاطر یہ وقف کیا جاتا ہے لہذا اس مناسبت سے اسے وقف انتظاری کہتے ہیں۔

وقف کی اقسام بلحاظ معنی

بلحاظ معنی وقف کی چار اقسام ہیں:

(۱) وقف تام (۲) وقف کافی (۳) وقف حسن (۴) وقف قبیح

(۱) وقف تام

موقوف علیہ کا اگر مابعد سے لفظی اور معنوی کوئی تعلق نہ ہو تو اسے وقف تام کہتے ہیں مثلاً سورۃ البقرہ کے ابتداء میں اَلْمُفْلِحُونَ پر وقف کرنا وقف تام ہے کیونکہ یہاں مومنین کا بیان ختم ہو گیا ہے اور اگلا بیان کفار کے متعلق شروع ہو رہا ہے۔

وقف تام کے مابعد سے ابتداء کرنا بھی ابتداء تام ہے۔

صحیحین کی حدیث سے اس امر کی طرف واضح اشارہ ملتا ہے۔

”عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ قَالَ ابْنُ أَبِي بَكْرَةَ إِنَّ جَبْرِيلَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اقْرَأِ الْقُرْآنَ عَلَى حَرْفٍ فَقَالَ مِكَائِيلُ اسْتَزِدَّهُ فَقَالَ اقْرَأِ عَلَى حَرْفَيْنِ فَقَالَ مِكَائِيلُ اسْتَزِدَّهُ حَتَّى بَلَغَهُ سَبْعَةُ أَحْرَفٍ كُلَّ شَافٍ كَافٍ مَا لَمْ تَخْتِمِ آيَةَ عَذَابٍ بِآيَةِ رَحْمَةٍ أَوْ آيَةَ رَحْمَةٍ بِآيَةِ عَذَابٍ - وَفِي رِوَايَةٍ أُخْرَى مَا لَمْ تَخْتِمِ آيَةَ رَحْمَةٍ بِعَذَابٍ أَوْ آيَةَ عَذَابٍ بِمَغْفِرَةٍ. (بخاری و مسلم)

ترجمہ: ”حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ سے روایت ہے کہ فرمایا: اے ابن ابی بکرہ: بے شک حضرت جبریلؑ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور فرمایا (اے نبیؐ) پڑھیے قرآن کو ایک حرف پر تو حضرت میکائیلؑ نے فرمایا اس پر زیادتی کی درخواست فرمائیں (تو حضرت جبریلؑ نے) فرمایا: پڑھو دو حرفوں پر تو حضرت میکائیلؑ نے فرمایا اس پر زیادتی کی درخواست فرمائیں یہاں تک کہ پہنچ گئے سات حرفوں پر ہر ایک شافی اور کافی ہے پس نہ ملائیں آپ آیت عذاب کو آیت رحمت کے ساتھ یا آیت رحمت کو آیت عذاب کے ساتھ اور ایک روایت میں ہے نہ ملائیں آپ آیت رحمت کو آیت عذاب کے ساتھ اور آیت عذاب کو آیت مغفرت کے ساتھ۔

عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: وَصَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا مَرَّتْ

بِهَ آيَةٍ رَّحْمَةٍ إِلَّا عِنْدَهَا يُسْأَلُ وَلَا آيَةَ عَذَابٍ إِلَّا تَعَوَّذُ مِنْهَا۔

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی آیت رحمت نہ گزری مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس ٹھہر گئے اور دعا مانگی اور نہ کوئی عذاب کی آیت گزری مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پناہ مانگی۔ (احمد۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ ابن ماجہ۔ نسائی)

(۲) وقف کافی

موقوف علیہ کا اگر مابعد سے تعلق معنوی ہو اور لفظی تعلق نہ ہو تو اسے وقف کافی کہتے ہیں مثلاً سورۃ البقرہ کے شروع میں

يُنْفِقُونَ أَوْ يَتُوبُونَ پر وقف کرنے سے معنوی تعلق تو رہتا ہے لیکن لفظی تعلق ختم ہو جاتا ہے۔

وقف کافی کے مابعد سے ابتداء کرنا بھی ابتداء کافی ہے۔

اس وقف کی تائید میں بھی صحیح بخاری میں حدیث وارد ہے۔

”عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قُلْتُ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْرَأُ عَلَى فَقُلْتُ لَهُ أَقْرَأُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ أَنْزَلَ قَالَ إِنِّي أَحَبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرٍ قَالَ فَافْتَحْتُ سُورَةَ النِّسَاءِ فَلَمَّا بَلَغْتُ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا ۝ قَالَ فَرَأَيْتَ عَيْنَاهُ تَذَرُفَانِ دُمُوعًا فَقَالَ لِي حَسْبُكَ“ (بخاری)

ترجمہ: ”حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ مجھے (قرآن) پڑھ کر سناؤ میں نے کہا میں پڑھوں حالانکہ آپ پر قرآن نازل کیا گیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں پسند کرتا ہوں کہ اپنے علاوہ کسی دوسرے سے قرآن سنوں (حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں) میں نے سورۃ النساء سے پڑھا جب میں اس آیت پر پہنچا (فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا) تو حضرت عبداللہ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ”بس کر کافی ہے۔“ (بخاری)

حالانکہ شہید کا معنوی تعلق اگلی آیت سے ہے بات اگلی آیت کے اختتام پر پوری ہوتی ہے لہذا یہ وقف کافی ہے جو کہ حدیث سے ثابت ہے۔

وقف تام اور وقف کافی کا حکم یہ ہے کہ مابعد سے ابتداء کی جائے۔

(۳) وقف حسن

موقوف علیہ کا اگر مابعد سے لفظی اور معنوی دونوں تعلق ہوں لیکن وقف کرنے سے معنی خراب نہ ہوتے ہوں تو ایسا وقف کرنا وقف حسن کہلاتا ہے۔

وقف حسن میں ماقبل سے اعادہ کرنا بھی اعادہ حسن ہے۔

اس وقف سے متعلق بھی کتب احادیث میں حدیث وارد ہے:

”عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا قَرَأَ قِطْعَ قِرَاءَةٍ آيَةً يَقُولُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ثُمَّ يَقِفُ ثُمَّ يَقُولُ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ثُمَّ يَقِفُ ثُمَّ يَقُولُ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مَالِكِ يَوْمَ الدِّينِ“ (رواہ ابوداؤد ساکتا علیہ والترمذی واحمد وابوعبیدہ وغیرہم و ہذا حدیث حسن صحیح)

ترجمہ: ”ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب (قرآن) پڑھتے تو اپنی قرأت کو ہر آیت پر ختم کرتے۔ آپ ﷺ پڑھتے ”بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ“ تو ٹھہر جاتے۔ پھر پڑھتے ”الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ“ پھر ٹھہر جاتے۔ پھر پڑھتے ”الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ“ مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ“۔

(۴) وقف قبیح

موقوف علیہ کا اگر مابعد سے لفظی اور معنوی دونوں لحاظ سے تعلق ایسا قوی ہو کہ وقف کرنے سے معنی مراد الہی کے خلاف ہوتے ہوں تو ایسی جگہ وقف کرنے کو وقف قبیح کہتے ہیں جیسے اَلَمْ تَرَ كَيْفَ يَأْيَأُهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ فِي كَيْفٍ اَوَّلِ الصَّلَاةِ پر وقف کرنا قبیح کہلائے گا۔

وقف حسن اور وقف قبیح کا حکم یہ ہے کہ ماقبل سے اعادہ کیا جائے۔ وقف قبیح کے مابعد سے ابتداء کرنا بھی ابتداء قبیح میں داخل ہے۔

وقف قبیح کی چند مثالیں

پروقف کرنا	مَنْ يَهْدِي اللَّهُ فُهْوَ لَمْ يَهْتَدِ وَمَنْ يَضِلَّ
پروقف کرنا	فَإِنْ أَسْلَمُوا فَقَدْ اهْتَدَوْا وَإِنْ تَوَلَّوْا
پروقف کرنا	لَنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَنْ كَفَرْتُمْ
پروقف کرنا	إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ وَإِنَّ الْفُجَّارَ
پروقف کرنا	وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ
پروقف کرنا	فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ وَاللَّهُ

نوٹ: وقف حسن اگر نشان آیت پر ہے تو مابعد سے ابتداء کی جائے گی اور اگر وقف آیت کے درمیان میں کیا گیا ہے تو جہاں وقف کی کوئی معتبر علامت نہ ہو تو ماقبل سے اعادہ کریں گے۔ وقوف کی ان اقسام کو علامہ جزرئی نے اس طرح بیان فرمایا ہے۔

----- وَهِيَ تَقْسِمُ اِذَنْ

ثَلَاثَةٌ تَامَ وَكَافٍ وَحَسَنٌ

وَهِيَ لِمَاتِّمَ فَإِنْ لَمْ يُوجَدْ

تَعَلَّقُ أَوْ كَانَ مَعْنَى فَاِبْتَدَى

فَالتَّامَ فَالْكَافِي وَلَفْظًا فَاَمْنَعَنَّ

الْأَرْءُ وَسَ الْإِي جَوِّزَ فَالْحَسَنُ

وَعِغَرُ مَاتِّمَ قِيَحَ وَلَهُ

يُوقَفُ مُضْطَرًّا أَوْ يَبْدَأُ قَبْلَهُ

ترجمہ: ”اور وہ اوقاف تقسیم کیے جاتے ہیں اس وقت تینوں قسموں پر یعنی تام۔ کافی اور حسن۔

اور یہ تینوں قسمیں مَاتِّمَ مَعْنَاهُ جہاں بات پوری ہو جائے کی بنیاد پر ہیں پس اگر نہ پایا جائے مابعد سے کوئی تعلق یعنی لفظی

نہ معنوی یا ہو تعلق معنوی اور تعلق لفظی نہ ہو تو ان دونوں صورتوں میں آگے سے ابتداء کر پس۔

پہلی قسم جہاں مابعد سے کوئی تعلق نہ ہو وقف تام ہے اور دوسری قسم جس میں مابعد سے لفظی تعلق نہ ہو صرف معنوی ہو وقف کافی ہے اور وہ تعلق لفظاً بھی ہو تو منع کر ابتداء سے کیونکہ اس وقت اعادہ ضروری ہے مگر روس آیات پر جائز سمجھ تو یعنی ابتداء کو اور یہ وقف حسن ہے۔“

اور غَيْرَ مَا تَمَّ مَعْنَاهُ جہاں بات پوری نہ ہوئی ہو وقف قبیح ہے اور اس یعنی غَيْرَ مَا تَمَّ مَعْنَاهُ پر وقف کیا جاتا ہے مجبوری کی حالت میں اور اعادہ کیا جائے اس کے ماقبل سے۔

فوائد مکبہ : اب معلوم ہونا چاہیے کہ جس کلمہ پر سانس توڑنا چاہتا ہے اگر وہ پہلے سے ساکن ہے تو محض وہاں پر سانس توڑ دیں گے۔

اقسام وقف بلحاظ موقوف علیہ

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ یہاں سے وقف کی اقسام بلحاظ موقوف علیہ بیان فرما رہے ہیں۔

بلحاظ موقوف علیہ وقف کی پانچ اقسام ہیں۔

(۱) وقف بالسکون (۲) وقف بالاسکان (۳) وقف بالروم (۴) وقف بالاشام (۵) وقف بالابدال

یہاں حضرت مصنفؒ نے وقف بالسکون کی تعریف بیان فرمائی ہے کہ ”اگر موقوف علیہ پہلے سے ساکن ہو تو وہاں پر صرف سانس توڑ دیں اور ٹھہر جائیں۔ اس وقف کو وقف بالسکون کہتے ہیں۔ جیسے خُلِقْتُ - وَ اُنْحَرُ - رَفَعْتُ - تَنْهَرُ - تَقْهَرُ وغیرہ

فوائد مکبہ : اور اگر وہ کلمہ اصل میں ساکن ہے مگر حرکت اس میں عارض ہوگئی ہے تب بھی وقف محض اسکان کے ساتھ ہوگا مثل عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ - وَ اَنْذِرِ النَّاسَ -

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ یہاں بیان فرما رہے ہیں کہ اگر موقوف علیہ حرکت عارضی کی وجہ سے متحرک ہو گیا ہے تو اس کو ساکن کر کے وقف کریں گے۔ تو یہاں بھی وقف بالاسکان ہی ہوگا۔

جیسے عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اصل میں عَلَيْهِم کی میم ساکن ہے مگر اجتماع ساکنین علی غیر حدہ کو ختم کرنے کے لیے میم کو ضمہ دیا گیا ہے۔ اسی طرح وَ اَنْذِرِ النَّاسِ میں بھی اصل میں اَنْذِرِ کی راء ساکن ہے مگر اجتماع ساکنین علی غیر حدہ کو ختم کرنے

کے لیے راء کو کسرہ دیا گیا ہے۔ لہذا ان دونوں کو ساکن کر کے ہی وقف کریں گے یعنی عَلَیْہِم اور اَنْذِر۔ حضرت مصنف علیہ الرحمۃ نے جو یہاں فرمایا ہے کہ وقف محض اسکان کے ساتھ ہوگا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ یہاں وقف بالروم اور وقف بالاثام نہیں ہوگا یہاں وقف بالروم اور وقف بالاثام کی نفی کی ہے مزید اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ وقف بالاسکان میں حرکت عارضہ، دو چاہے حرکت اصلی ہو۔ دونوں حرکات پر وقف بالاسکان ہوتا ہے اس میں حرکت عارضی یا حرکت اصلی کی کوئی قید نہیں نیز یہ تینوں حرکات پر ہوتا ہے زیر۔ دوزیر۔ پیش۔ دو پیش اور ایک زیر پر ہوتا ہے جیسے تَصِفُوْنَ۔ یَعْلَمُوْنَ۔ تُكْذِبُوْنَ۔ قُبْل۔ عَظِيمٌ۔ فِی الْاَرْضِ۔ مِنْہُ وغیرہ۔

فوائد مکیہ : اگر وہ حرف موقوف متحرک ہے تو اس کے اخیر میں تاء بصورت ہاء ہوگی یا نہیں ہوگی۔ اگر تاء بصورت ہاء ہے تو وقف میں اس تاء کو ہائے ساکنہ سے بدل دیں گے۔ مثل رَحْمَۃً۔ نِعْمَۃً اور اگر ایسا نہ ہو تو آخر حرف پر اگر دوزبر ہیں تو تین کو الف سے بدل دیں گے مثل سَوَاءً۔ هُدًی۔

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمۃ نے وقف بالابدال کی تعریف بیان فرمائی ہے۔ ابدال کا معنی ہے بدلنا اور اس وقف میں تائے مدورہ کو ہائے ساکنہ سے اور دوزبر کی تین کو الف سے بدلا جاتا ہے۔ اس کی تعریف اس طرح سے ہے کہ موقوف علیہ اگر تائے مدورہ مربوط یا دوزبر کی تین ہو تو گول تاء کو ہائے ساکنہ سے اور دوزبر کی تین کو وقف الف سے بدلیں گے اور اس کو وقف بالابدال کہتے ہیں۔ جیسے رَحْمَۃً سے رَحْمَۃً۔ نِعْمَۃً سے نِعْمَۃً۔ ایسے ہی سَوَاءً سے سَوَاءً اور هُدًی سے هُدًی ہوگا۔ درج ذیل مثالیں بھی اس قاعدے کے مطابق ہیں۔

اُمّةٌ۔ وَقَالَ نِسْوَةٌ۔ عَلَیْہِم الضَّلَالَةُ۔ یَوْمِ الْقِیَمَةِ۔ نِسَاءً۔ نِدَاءً۔ بِنَاءً۔ مَسْمًی۔ طُوًی۔ اَنْكَاثًا۔ شَیْخًا وغیرہ۔

فوائد مکیہ : اگر حرف موقوف پر ایک زیر ہے تو وقف صرف اسکان کے ساتھ ہوگا مثل یَعْلَمُوْنَ کے۔

شرح : جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے وقف بالاسکان ہر حرکت پر ہوتا ہے لیکن زیر ایک ایسی حرکت ہے جس پر صرف وقف بالاسکان ہی ہوتا ہے روم و اثام نہیں ہو سکتا ہے جیسے یَعْلَمُوْنَ۔ الْحَکِیْمِیْنَ۔ یُوسُفَ۔ لَسَارِقُونَ۔

علامہ شاطبی وقف بالاسکان کے متعلق فرماتے ہیں۔

وَالْإِسْكَانُ أَصْلُ الْوَقْفِ وَهُوَ اسْتِثْقَاةُ

مِنَ الْوَقْفِ عَنْ تَحْرِيكِ حَرْفٍ تَعَزُّلاً

ترجمہ: ”اور موقوف کے آخر کو ساکن پڑھنا وقف میں اصل ہے اور وقف کا اشتقاق ہی بمعنی ٹھہر جانے کے ہے۔ اس حرف کو متحرک پڑھنے سے جو حرکت سے جدا ہو گیا۔“

علامہ شاطبی نے وقف بالاسکان کو اصل قرار دیا ہے۔ دلیل یہ دی ہے کہ وقف کے معنی حرکت پڑھنے سے رکنے کے ہیں لہذا اسکان اصل ہوا۔

فوائد مکبہ: اور اگر اخیر حرف پر ایک پیش یا دو پیش ہوں مثل **وَبَرَقُ**۔ **يَفْعَلُ** تو وقف اسکان اشام اور

روم تینوں سے جائز ہے۔ اشام کے معنی ہیں حرف کو ساکن کر کے ہونٹوں سے ضمہ کی طرف اشارہ کرنا اور روم کے معنی ہیں

حرکت کو خفی صوت سے ادا کرنا اور اگر اخیر حرف پر ایک زیر یا دو زیر ہوں مثل **ذُو انْتِقَامٍ**۔ **وَلَا فِي السَّمَاءِ** تو

وقف میں اسکان اور روم دونوں جائز ہیں۔

شرح: حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے وقف بالاشام اور وقف بالروم کی تعریفات بیان فرمائی ہیں۔

وقف بالاشام

اس کی تعریف یہ ہے کہ ”موقوف علیہ کو ساکن کر کے ہونٹوں سے ضمہ کی طرف اشارہ کرنا“ اس کو وقف بالاشام کہتے ہیں۔ یہ وقف صرف ایک پیش اور دو پیش پر ہوتا ہے۔ جیسے **وَبَرَقُ**۔ **يَفْعَلُ** اور یہ صرف حرکت اصلی پر ہوتا ہے حرکت عارضی پر نہیں ہوتا۔

وقف بالروم

موقوف علیہ کی حرکت کا تہائی حصہ ادا کیا جائے اسے وقف بالروم کہا جاتا ہے۔ یہ وقف صرف دو حرکات ایک زیر اور دو زیر اور ایک پیش اور دو پیش پر کیا جاتا ہے جیسے **ذُو انْتِقَامٍ**۔ **وَلَا فِي السَّمَاءِ** اور پیش والی مثالیں اوپر بیان ہو چکی۔

معلوم ہوا کہ وقف بالاشام صرف حرکت اصلی مضموم و مضمومتین پر ہوگا اور وقف بالروم حرکت مضموم و مضمومتین کے ساتھ

حرکت کسرہ و کسرتین پر ہوگا جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ وقف بالاشام اور وقف بالروم صرف حرکت اصلی پر ہوتے ہیں حرکت عارضی پر نہیں ہوتے۔ حرکت عارضی جیسے **أَنْذِرِ النَّاسَ** کہ **أَنْذِرْ** کی راء پر وقف بالروم نہ ہوگا۔ اور **عَلَيْكُمْ الْقِتَالُ** میں **عَلَيْكُمْ** کے میم پر وقف بالاشام یا وقف بالروم نہیں کیا جائے گا۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ **أَنْذِرْ** کی راء اور **عَلَيْكُمْ** کی میم پر حرکت عارضی ہے اول راء اور میم ساکن تھے اور اجتماع ساکنین علی غیر حدہ کو ختم کرنے کے لیے ان کو کسرہ اور ضمہ دیا گیا لہذا ان پر صرف وقف بالاسکان ہی جائز ہے۔
وقف بالروم اور وقف بالاشام کو علامہ شاطبیؒ نے اس طرح بیان فرمایا ہے۔

وَعِنْدَ أَبِي عَمْرٍو وَكَوْفٍ فِيهِمْ بِهِ
مِنَ الرُّومِ وَالْإِشْمَامِ سَمَتْ تَجْمَلًا

ترجمہ: ”اور ابو عمرو واد کو فین کے یہاں وقف میں روم اور اشام کا بھی خوبصورت طریقہ ثابت ہوا ہے یعنی ابو عمرو واد کو فین سے علاوہ وقف بالاسکان کے روم اور اشام کے ساتھ وقف کرنے کا بھی ایک خوبصورت طریقہ بطور نص ثابت ہوا ہے۔“

وَ أَكْثَرُ أَعْلَامِ الْقُرْآنِ يَرَاهُمَا
لِسَائِرِهِمْ أَوْلَى الْعَلَائِقِ مَطُولًا

ترجمہ: ”مگر اکثر مشائخ قرآن ان دونوں روم و اشام کو باقی قراء کے لیے بھی بہتر سمجھتے ہیں۔ دلی تعلقات میں ایک رسی کی طرح۔“

یعنی اگرچہ بصراحت روم و اشام کا طریقہ مروی تو نہیں ہے مگر قراء و مشائخ نے سب کے لئے ہی ان کو پسند کیا ہے۔

روم و اشام کرنے کا طریقہ

اب علامہ شاطبیؒ درج ذیل اشعار میں روم و اشام کرنے کا طریقہ بیان فرما رہے ہیں:

وَرَوْمُكَ إِسْمَاعُ الْمُحَرَّكِ وَاقِفًا

بَصَوْتٍ خَفِيِّ كُلِّ دَانٍ تَنَوَّلًا

ترجمہ: ”اور روم یہ ہے کہ تو وقف کی حالت میں حرکت کو سنائے پست آواز میں کہ ہر کوئی قریبی آدمی اسکو پالے یعنی روم کی حقیقت یہ ہے کہ حرکت کو صامت خفی میں ادا کیا جائے۔“

وَالْإِشْمَامُ إِطْبَاقُ الشِّفَاهِ بُعِيدًا

يُسْكَنُ لَا صَوْتٌ هُنَاكَ فَيَصْحَلَا

ترجمہ: ”اور اشٹام ہونٹوں کو ملانا فوراً بعد اس کے کہ حرف کو ساکن کیا جائے یعنی اس جگہ کوئی آواز نہیں ہوتی کہ کوئی سنے۔
یعنی اشٹام کی حقیقت یہ ہے کہ حرف کو ساکن پڑھنے کے بعد ہونٹوں کو ملا کر حرکت ضمہ کی طرف اشارہ کیا جائے۔“

ان حرکات کا بیان جن پر روم و اشٹام ہوتے ہیں

وَفَعْلُهُمَا فِي الضَّمِّ وَالرَّفْعِ وَارِدٌ

وَرَوْمُكَ عِنْدَ الْكَسْرِ وَالْجَرِّ وَصِلَا

ترجمہ: ”روم و اشٹام کا عمل ضمہ اور رفع میں ہوتا ہے اور روم کسرہ اور جر میں پہنچایا گیا ہے۔“
یعنی ضمہ حرکت مبنی اور رفع حرکت معرب دونوں میں روم و اشٹام جائز ہے اور روم کسرہ حرکت مبنی اور جر حرکت معرب میں ہوتا ہے اور وقف بالا ساکن تینوں حرکات میں ہوتا ہے۔

وَلَمْ يَرَهُ فِي الْفَتْحِ وَالنَّصْبِ قَارِيٌّ

وَعِنْدَ إِمَامِ النَّحْوِ فِي الْكُلِّ أَعْمَلَا

ترجمہ: ”مگر روم کو فتح حرکت مبنی اور نصب حرکت معرب میں کسی قاری نے بھی جائز نہیں سمجھا ہے اور امام النحو سیبویہ کے نزدیک روم سب ہی حرکات میں معمول قرار دیا گیا ہے۔“

موانع روم و اشٹام

وَفِي هَاتَيْنِ تَانِيثٍ وَوَيْمِ الْجَمْعِ قُلٌّ

وَعَارِضٍ شَكْلٍ لَمْ يَكُونَا لِيَدِّ خُلَا

ترجمہ: ”اور ہائے تانیث میں اور ویم جمع میں اور عارض حرکت میں کہہ تو کہ ان روم و اشٹام کا کوئی دخل نہیں۔“
یعنی روم و اشٹام تین صورتوں میں جائز نہیں ہے۔

(۱) ہائے تانیث سے مراد یہ ہے کہ وہ مرسوم بالحاء ہو جو وصل میں تاء اور وقف میں ہاء سے بدلتی ہے جیسے فِيمَا

رَحْمَةٍ - وَتِلْكَ نِعْمَةٌ - اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ وَغَيْرِهِ - بہر حال یہ حکم تاء بصورت ہاء کا ہے لہذا جو تاء رسم میں بشکل تاء طویلہ ہوگی اس پر وقف تاء کے ساتھ ہوگا اور اس پر روم و اشٹام جائز ہے جیسے رَحِمْتُ اللّٰهَ وَبَرَكَاتُهُ -

وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ - فَاَنْظُرْ اِلَى اَثَارِ رَحْمَتِ اللّٰهِ - لیکن یہ بھی جب ہی ہے جب وقف بالتاء ہو لیکن جو قراءت طویلہ پر بھی وقف بالھا کرتے ہیں ظاہر ہے ان کے یہاں اس جگہ بھی روم و اشام نہ ہوگا۔

(۲) میم جمع پر بھی روم و اشام نہ ہوگا ان حضرات کے مذہب پر جو اس میں صلہ کرتے ہیں ان کے لئے بوجہ صلہ روم و اشام نہ ہوگا اور جو حضرات بالاسکان پڑھتے ہیں ظاہر ہے کہ ان کے لئے روم و اشام کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(۳) تیسری جگہ جہاں روم و اشام نہیں ہوگا وہ حرکت عارضی کا مقام ہے خواہ یہ عارضی حرکت نقل کی وجہ سے ہو جیسے قُلْ اَوْحٰی - مِنْ اَسْتَبْرَقِ یا التّٰقِیٰ سٰکِیْنَ سے بچنے کے لئے ہو جیسے وَلَا تَنْسُوا الْفَضْلَ - لَمْ یَكُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا غِیْرَہ - ایسے ہی یَوْمَئِذٍ - حِیْثُذِیْلٍ میں بھی روم جائز نہیں البتہ غَوَاشٍ اور جَوَارٍ میں جائز ہے کہ وقف بالروم کیا جائے۔

روم و اشام کو علامہ جزئیؒ نے اس طرح بیان فرمایا ہے۔

وَحَاذِرِ الْوَقْفِ بِكُلِّ الْحَرَكَةِ

إِلَّا إِذَا رُمْتَ فَبَعْضَ الْحَرَكَةِ

إِلَّا بِفَتْحٍ أَوْ بِنَصْبٍ وَ أَشَمٍ

إِشَارَةً بِأَلْضَمِّ فِی رَفْعٍ وَ ضَمٍّ

ترجمہ: ”اور بچ وقف کرنے سے پوری حرکت کے ساتھ مگر جب تو روم کرے تو حرکت کا کچھ حصہ پڑھ۔

مگر فتح یا نصب میں روم نہ کر اور اشام کرا اشارہ کرتے ہوئے انضامِ شتتین کے ساتھ رفع اور ضمہ میں۔

فوائد مکبہ: (فائدہ) روم کی حالت میں توین حذف ہو جائے گی جیسا کہ ہائے ضمیر کا صلہ وقف بالروم اور وقف بالاسکان میں حذف ہوتا ہے مثل یہ۔ لہٰذا۔

شرح: وقف بالروم میں حرکت کا تہائی حصہ پڑھا جاتا ہے اگر اس پر دو زریا دو پیش ہوں تو اس میں بھی ایک ہی حرکت کا تہائی حصہ پڑھا جائے گا اور توین کو حذف کر دیا جائے گا حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے توین کو ہائے ضمیر کے صلہ کے ساتھ تشبیہ دی ہے کیونکہ جس طرح وقف بالروم میں توین حذف ہو جاتی ہے اسی طرح وہاں وقف بالاسکان میں ہائے ضمیر کا صلہ حذف ہو جاتا ہے جیسے لہٰذا سے لہٰذا اور یہ سے یہ۔

روم اور اشام کرنے کی توجیہ

روم اور اشام اس وجہ سے ہوتا ہے کہ سامع کو موقوف علیہ کی حرکات کا علم ہو جائے اسی وجہ سے اشام اور روم کو اکثر قراء پسند کرتے ہیں کیونکہ ان دونوں سے موقوف علیہ کی حرکت معلوم ہو جاتی ہے۔

وقف بالا اشام فتح اور کسرہ میں اس وجہ سے نہیں کہ اشام میں انضمام شفتین ہوتا ہے اور انضمام شفتین فتح اور کسرہ میں ممکن نہیں۔

روم فتح کی حالت میں اس وجہ سے نہیں ہوتا کہ فتح اخف الحركات ہے لہذا جب فتح میں روم کرتے ہیں تو یہ اپنی خفت کی وجہ سے پوری حرکت ہی ادا ہو جاتی ہے۔

فوائد مکہ: (فائدہ) الظُّنُونَا اور الرَّسُولَا اور السَّبِيلَا جو سورۃ الاحزاب میں ہیں اور پہلا قَوَارِيرَا جو سورۃ الدھر میں ہے اور اَنَا جو ضمیر مرفوع منفصل ہے ایسے ہی لَكِنَّا جو سورۃ کہف میں ہے ان کے آخر کا الف وقف میں پڑھا جائے گا اور وصل میں نہیں پڑھا جائے گا سَلَا سَلَا جو سورۃ الدھر میں ہے جائز ہے وقف کی حالت میں اثبات الف اور حذف الف

شرح: حضرت مصنف علیہ الرحمہ چند کلمات بیان فرما رہے ہیں جن کا الف وقفا تو پڑھا جاتا ہے وصل نہیں پڑھا جاتا۔

نمبر شمار	سورت	وقفی شکل	وصلی شکل
۱	سورۃ الاحزاب	الظُّنُونَا	الظُّنُونَا
۲	سورۃ الاحزاب	الرَّسُولَا	الرَّسُولَا
۳	سورۃ الاحزاب	السَّبِيلَا	السَّبِيلَا
۴	سورۃ الکہف	لَكِنَّا	لَكِنَّا
۵	سورۃ الدھر	قَوَارِيرَا (پہلا)	قَوَارِيرَا
۶	جہاں کہیں بھی آئے	اَنَا	اَنَا

علامہ شاطبیؒ نے ان کلمات کو قصیدہ رائیہ میں اس طرح بیان فرمایا ہے:

سَلَا سِلَاً وَقَوَارِيرًا مَعًا وَلَدَى الْ

بَصْرِیِّ فِی الثَّانِیْ خُلْفٌ سَارٌ مُشْتَهَرًا

ترجمہ: ”سَلَا سِلَاً اور قَوَارِيرًا تمام مصاحف میں الف کے ساتھ ہیں اور بعض مصاحف بصری میں دوسرے قَوَارِيرًا میں خُلْفٌ مشہور ہو کر چلا ہے۔ (ابن القاصح)

اور دوسرا ترجمہ جو کہ حضرت مصنف علیہ الرحمۃ (حضرت قاری عبد الرحمن مکیؒ) نے فرمایا اس طرح ہے:
سَلَا سِلَاً اور دونوں قَوَارِيرًا میں خُلْفٌ مشہور ہو کر چلا ہے اور مصاحف بصریہ میں دوسرے قَوَارِيرًا میں خُلْفٌ مشہور ہو کر چلا ہے۔ (افضل الدرر)

فائدہ

ان دونوں ترجموں میں سے دوسرا ترجمہ محققانہ ہے یعنی ناظمؒ اولاً تمام الفاظ میں آخری الف کے مرسوم اور محذوف ہونے میں خُلْفٌ فرماتے ہیں۔ پھر مصحف بصرہ کی خبر دیتے ہیں کہ بعض میں الف کا ہونا اور نہ ہونا صرف دوسرے قَوَارِيرًا کے اعتبار سے ہے۔

مَعَ الظُّنُونِ الرَّسُولَ وَالسَّبِيلَ لَدَى الْ

أَحْزَابِ بِأَلْفَاتٍ فِي الْإِمَامِ تُرَى .

ترجمہ: الظُّنُونَا (الاحزاب ع ۲۴) کے ساتھ ہی الرَّسُولَا اور السَّبِيلَا (الاحزاب ع ۸) سورۃ الاحزاب میں یہ تینوں الفاظ مصحف امام میں الفات کے ساتھ دیکھے جاتے ہیں۔

فائدہ

مصحف امام کا حوالہ برائے اختلاف نہیں بلکہ برائے استناد ہے لہذا سمجھنا چاہیے کہ تمام مصاحف میں یہ الفات مرسوم ہیں۔ ان الفات کا اضافہ برائے رعایت فواصل ہے جیسا کہ رعایت فواصل کے لیے ہائے سکتہ بڑھائی گئی ہے سورۃ الحاقۃ وغیرہ میں۔

لَفْظُ لِكُنَّا نُونٌ مَشْدُودٌ مَعَ الْفِی الْقُرْآنِ کَرِیمِ مِیْنِ چار مقام پر آیا ہے۔

(۱) سورۃ الکہف لِكُنَّا هُوَ اللَّهُ

(۲) سورۃ طه وَلِكُنَّا حَمَلْنَا

(۳) سورة القصص وَلِكِنَّا أَنْشَأْنَا قُرُونًا

(۴) سورة القصص وَلِكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ

سورة الکہف میں نون مشدد کے بعد الف وقف میں پڑھا جاتا ہے اور وصل میں نہیں کیونکہ یہ اصل میں لکن انا ہے۔ انا ضمیر واحد متکلم کے ہمزہ کو حذف کر کے نون کا نون میں ادغام کیا تو لکننا ہو گیا۔ چونکہ انا ضمیر واحد متکلم میں الف پڑھنے میں نہیں آتا کیونکہ یہ اُن تفسیر سے امتیاز کرنے کے لئے لکھا جاتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ انا کا نون ساکن نہیں ہے بلکہ مفتوح ہے اس لیے سورة الکہف کے لکننا میں الف وقفاً پڑھا جاتا ہے اور وصلاً نہیں۔

جبکہ سورة طہ اور سورة القصص کے مواقع میں جو صورت حال ہے اس میں الف برابر پڑھا جاتا ہے کیونکہ اس کی اصل لکن انا بصیغہ جمع ہے ان میں ہمزہ کو حذف کر کے کاف مسکور کو نون مشدد سے ملا کر پڑھا اور لکھا جاتا ہے اور لکن کے نون ساکن کی ضرورت کتابت و قرأت میں نہ رہی اور نون مشدد کے بعد کالف بوجہ ضمیر جمع متکلم کے ساتھ ہونے کے وصلاً وقفاً پڑھا گیا ہے۔ جیسا کہ وہ اپنی صورت میں یعنی انا جمع میں برابر پڑھا جاتا ہے۔

لفظ انا جہاں کہیں قرآن میں آئے گا اس کالف وقفاً تو پڑھا جائے گا وصلاً نہیں لیکن انا سستی کثیراً۔ قالوا بلی قد جاءنا۔ الا نامل من اناب۔ وانا بوا وغیرہ یہ پورے کلمات ہیں ان میں الف وصلاً وقفاً پڑھا جائے گا ان کو انا پر قیاس کرنا غلط ہے۔

لفظ انا میں الف لکھنے کی توجیہ یہ ہے کہ انا میں اگر الف نہ لکھا جائے جیسا کہ وصلاً پڑھنے میں نہیں آتا تو اس کا وقف پھر اُن ہو جائے گا۔

اور اُن مصدر یہ بھی ہوتا ہے۔ اُن ناصب بھی ہوتا ہے۔ جب وقف کریں گے تو پتہ نہیں چلے گا کہ اُن ضمیر واحد متکلم کا ہے یا مصدر یہ ہے یا ناصب ہے۔ اس لیے رسم میں الف لکھا جاتا ہے۔

کلمہ سلا سلا میں دو قرآتیں ہیں سلا سلا اسم منصرف اور دوسری قرآت سلا سلا اسم غیر منصرف۔ اب اگر وقفاً اسم منصرف کی تئیں الف سے بدل جائے گی تو سلا سلا وقفاً ہوگا اثبات الف سے اور اسم غیر منصرف میں تو ظاہر ہے۔ وقفاً لام ساکن ہوگا جس کی وجہ سے سلا سلا وقف ہوگا لہذا دونوں وقف صحیح ہیں۔

حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے اس باب میں بہت سے کلمات شہرت کی بناء پر بیان نہیں فرمائے جیسا کہ ثمود۔

قرآن کریم میں چونکہ قوم ثمود کی گمراہی اور ہلاکت کا کئی جگہ ذکر موجود ہے اس لئے لفظ ثمود کہیں مجرور ہے جیسے اَلَا بَعْدًا لِّثَمُودَ اور وَثَمُودَ الَّذِیْنَ جَابُوا الصَّخْرَ (یہ بَعَادَ پر معطوف ہے) اور وَفِی ثَمُودَ اٰخَاهُمْ

صَالِحًا اور کہیں مرفوع ہے جیسے کَذَبَتْ ثُمُودُ الْمُرْسَلِينَ اور وَأَمَّا ثُمُودُ فَهَدَيْنَهُمْ اور كَذَبَتْ ثُمُودُ وَعَادٌ بِالْقَارِعَةِ اور كَذَبَتْ ثُمُودُ بِالْأَنْدَرِ اور كَذَبَتْ ثُمُودُ بِطَغْوَاهَا وغیرہ۔

ان مواقع میں کوئی حرف زائد الف وغیرہ لکھا ہوا نہیں ہے اور چار مواقع ایسے ہیں جو منصوب ہیں اور ان میں دال کے بعد الف مرسوم ہے وہ چار مواقع یہ ہیں۔

- (۱) إِلَّا إِنَّ ثُمُودًا كَفَرُوا رَبَّهُمْ (ہود: ۶۴)
- (۲) وَعَادًا وَثُمُودًا وَأَصْحَبَ الرَّسِّ (الفرقان: ۴۴)
- (۳) وَعَادًا وَثُمُودًا وَقَدْ تَبَيَّنَ لَكُمْ مِنْ مَّسْكِنِهِمْ (العنكبوت: ۴۴)
- (۴) وَثُمُودًا فَمَا أَبْقَى (النجم: ۴۴)

حضرت حفصؓ کے نزدیک یہ الف مرسوم نہ وصل میں پڑھا جاتا ہے نہ وقف میں (وقف کریں گے تو دال ساکن پڑھیں گے) بعض قراءات میں ان مواقع کو تنوین کے ساتھ پڑھتے ہیں ان قرأتوں میں قرأت رسم الخط کے موافق ہے اور یہ قراءات حضرات وقف بھی الف کے ساتھ کرتے ہیں۔

علامہ شاطبیؒ قصیدہ راسیہ میں اس طرح فرماتے ہیں:

بَهُودَ وَالنَّجْمِ وَالْفَرْقَانَ كُلِّهِمْ

وَالْعَنْكَبُوتِ ثُمُودًا طَبَّوْا ذَفَرًا

ترجمہ: تمام اہل رسم نے ہود (رکوع ۶) اور النجم (رکوع ۳) اور الفرقان (رکوع ۴) اور العنكبوت (رکوع ۴) میں ثُمُودًا کو الف کے ساتھ لکھ کر عمدہ خوشبو سے خوشبودار بنا دیا ہے۔

فائدہ

سورۃ ہود میں إِلَّا إِنَّ ثُمُودًا، سورۃ الفرقان میں وَعَادًا وَثُمُودًا وَأَصْحَبَ الرَّسِّ، سورۃ العنكبوت میں وَعَادًا وَثُمُودًا وَقَدْ تَبَيَّنَ، اور سورۃ النجم میں وَثُمُودًا فَمَا أَبْقَى، ان چاروں مقام پر ثُمُودًا بالالف مرسوم ہے اور یہ رسم اجتماعی ہے۔

اس قاعدہ کے چند اور کلمات قرآن میں مذکور ہیں جہاں الف وصلًا وقفًا نہیں پڑھا جاتا جو درج ذیل ہیں:

اَوْ يَعْفُوا - اَنْ تَبْرَأَ - لَتَتَلَوْا - لَنْ نَدْعُوْا - لَيَرْبُوْا - لَيَلْبُوْا - نَبْلُوْا - ثُمَّ دَا - دُورًا - سُوْرَةُ الدَّهْرِ - لَا اِلٰى اللّٰهِ - وَلَا اَوْصَعُوْا - اَوْ لَا اَذْبَحْنَهٗ - لَا اِلٰى الْجَحِيْمِ - لَا اَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً - اَفَاَنْتُمْ - مَلَانِيْهِ - نَبَايْ - مِائَةِ - مِائَتَيْنِ - لَشَايْ ؕ میں بھی الف نہیں پڑھا جائے گا۔

حضرت مصنف علیہ الرحمۃ نے ان کلمات کو اس لیے بیان نہیں کیا کہ یہ اتنے مشہور کلمات ہیں کہ قرآنوں میں ان کے الفاظ نہ پڑھنے کی غلامت { ۱ } قائم کی گئی ہے اسی شہرت کی بنا پر اور اختصار کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کلمات کو بیان نہیں کیا گیا۔ حفظ کرنے والے طالب علم کو استاذ پڑھ کر بتلا دیتا ہے کہ اس کا الف نہیں پڑھنا اور طلباء اسی طرح یاد کر لیتے ہیں۔

فوائد مکیہ: (فائدہ) آیات پر وقف کرنا زیادہ احب اور مستحسن ہے اور اس کے بعد جہاں (م) لکھی ہو اس کے بعد جہاں (ط) لکھی ہو اور اس کے بعد جہاں (ج) لکھی ہو اس کے بعد جہاں (ز) لکھی ہو۔

اولیٰ پر غیر اولیٰ کو ترجیح نہ دینا چاہیے یعنی آیت کو چھوڑ کر غیر آیت پر وقف کرنا یا (م) کی جگہ وصل کر کے (ط) وغیرہ پر وقف کرنا۔ بلکہ ایسا انداز رکھے کہ جب سانس توڑے تو آیت پر یا (م۔ط) پر۔

بعض کے نزدیک جس آیت کو مابعد سے تعلق لفظی ہو تو وہاں پر وصل اولیٰ ہے فصل سے اور وصل کی جگہ صرف وقف یا وقف کی جگہ وصل کرنے سے معنی نہیں بدلتے اور محققین کے نزدیک یہ نہ گناہ ہے نہ کفر ہے البتہ قواعد عرفیہ کے خلاف ہے جن کا اتباع کرنا نہایت ضروری ہے تاکہ ایہام معنی غیر مراد لازم نہ آئے۔

ایسا ہی اعادہ میں بھی لحاظ رکھنا چاہیے۔ بعض جگہ اعادہ نہایت قبیح ہوتا ہے جیسا کہ وقف کہیں حسن کہیں احسن کہیں قبیح کہیں اقیح ہوتا ہے ایسا ہی اعادہ بھی چار قسم ہے تو جہاں سے اعادہ حسن یا احسن ہو وہاں سے کرنا چاہیے ورنہ اعادہ قبیح سے ابتداء بہتر ہے مثلاً قَالُوا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ سے اعادہ حسن ہے اور اِنَّ اللّٰهَ سے قبیح ہے۔

شرح: حضرت مصنف علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ آیت پر وقف کرنا احب اور مستحسن ہے یعنی پسندیدہ ہے اس لیے کہ آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے جیسا کہ اس سے قبل ہم ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث جو ابوداؤد میں وارد ہے نقل کر چکے ہیں۔

معتبر اوقاف کی نشانیاں علماء نے وضع کی ہیں جنہیں ہم تفصیل سے پیچھے ذکر کر آئے ہیں۔ وقف کرنے کے متعلق علماء کے

دو قول ہیں بعض کہتے ہیں وقف آیت پر کرنا چاہیے اور بعض کہتے ہیں کہ جہاں بات پوری ہو وہاں وقف کرنا چاہیے جیسے وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۝ اب یہاں آیت تو ختم ہو رہی ہے مگر مقبوم مکمل نہیں ہو رہا ہے اس لیے بعض علماء کرام وَالْعَصْرِ ۝ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۝ الا پر وقف کرتے ہیں۔

اسی طرح اگر کسی آیت کو مابعدت لفظی تعلق ہو تو ایسے موقع پر بھی بعض کے نزدیک فصل سے وصل بہتر ہے اور اگر ایسی آیت پر وقف کر دیا تو اس آیت ہونے کی وجہ سے اعادہ کی ضرورت نہیں بلکہ مابعد سے ہی ابتداء کی جائے۔

حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے محققین کا مذہب بیان فرمایا ہے کہ محققین کے نزدیک وقف کی جگہ وصل کرنے یا وصل کی جگہ وقف کرنے سے آدمی گناہ گار نہیں ہوتا اور نہ کفر لازم آتا ہے۔ جیسا کہ علامہ جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

وَلَيْسَ فِي الْقُرْآنِ مَنْ وَفِّ وَجَبَ

وَلَا حَرَامٌ غَيْرُ مَالِهِ سَبَبٌ

ترجمہ: ”اور نہیں ہے قرآن میں کوئی وقف جو واجب ہو اور نہ حرام سوائے اس کے کہ اس کے لئے کوئی سبب ہو۔“

اگر کوئی شخص معنی نہیں سمجھتا تو اس کے غلط مقام پر وقف کرنے سے جو معنی نہیں گے اس میں وہ ارادہ یا عقیدہ بہر حال نہیں ہوگا اور جو معنی سمجھتا ہے تو وہ ایسا ہرگز نہیں کرے گا۔

ہاں البتہ علماء تجوید نے جو وقف کے متعلق قواعد بیان فرمائے ہیں ان کے خلاف تلاوت ہو جائے گی اور قرآن مجید پڑھتے ہوئے ان قواعد کا خیال رکھنا از حد ضروری ہے تاکہ معنی مراد الہی کے خلاف نہ ہونے پائیں۔

اگر کوئی آدمی جان بوجھ کر معنی خراب کرنے کی غرض سے وقف ایسی جگہ کریگا جہاں معنی مراد الہی کے خلاف ہو جائیں تو تب یقیناً شدید گناہ ہے جیسے لوگوں سے کہے کہ قرآن میں ہے يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرُبُوا الصَّلٰوةَ کہ اس جگہ پر وقف کرنا وقف قبیح ہے۔ اسی طرح اگر کوئی قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ پر وقف کرے تو وقف قبیح ہوگا اور اگر اعادہ اِنَّ اللّٰهَ سے کرے گا تو یہ اعادہ بھی قبیح ہوگا۔

اس کے بعد حضرت مصنف علیہ الرحمہ اعادہ کے متعلق بیان فرما رہے ہیں علامہ جزری اور علامہ سیوطی رحمہ اللہ علیہم لکھتے ہیں کہ ابتداء صرف اختیاری ہی ہو سکتی ہے وقف کی طرح نہیں کہ کسی ضرورت سے مجبور ہو کر آدمی اضطراری طور پر ابتداء کرے لہذا اس جگہ سے ابتداء کرنا جائز نہیں جو معنی کے اعتبار سے مقصود کو واضح کرنے میں ناکافی ہو بہر حال وقف کی چار اقسام کی طرح ابتداء کی بھی چار اقسام ہیں۔

(۱) ابتداء تام (۲) ابتداء کافی (۳) ابتداء حسن (۴) ابتداء قبیح

(۱) ابتداء تام

وقف تام کے مابعد سے ابتداء بھی تام ہوگی جیسے **وَ اُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ** پر وقف تام ہے پس آگے سے ابتداء **اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا** سے ابتداء تام کہلائے گی۔

(۲) ابتداء کافی

وقف کافی کے مابعد سے ابتداء ابتداء کافی ہوگی اور تعریف یہ ہوگی کہ جس کا مقابل سے معنوی تعلق تو ہو مگر لفظی نہ ہو جیسے **وَمِمَّا رَزَقْنَهُمْ يُنفِقُونَ** پر وقف کافی ہے اور **وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُونَ** سے ابتداء کرنا ابتداء کافی ہے۔

(۳) ابتداء حسن:

درج بالا دو صورتیں تو جائز ہوں لیکن وقف حسن اور وقف قبیح میں یہ ضروری نہیں کہ وہاں سے ابتداء بھی حسن یا قبیح ہی ہو کبھی وقف حسن ہوتا ہے اور اس سے ابتداء قبیح ہوتی ہے مثلاً **يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَاَيَّاكُمْ** پر وقف کرنا وقف حسن ہے مگر **وَاَيَّاكُمْ** سے ابتداء کرنا قبیح ہے کیونکہ معنی خراب ہوں گے۔

(۴) ابتداء قبیح:

کبھی کسی مقام پر وقف تو قبیح ہوتا ہے مگر اس سے ابتداء کرنا حسن ہوتا ہے جیسے **مَنْ بَعَثْنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا هَذَا** پر وقف کرنا قبیح ہے کیونکہ **هَذَا** کا تعلق **مَرْقَدِنَا** سے نہیں ہے بلکہ **مَا وَعَدَ الرَّحْمَنُ** سے ہے کہ **هَذَا** مبتداء ہے اور **مَا وَعَدَ الرَّحْمَنُ** خبر ہے مگر **هَذَا** سے ابتداء تام یا ابتداء کافی ہے **هَذَا** سے جملہ مستانہ شروع ہوتا ہے جس میں کفار کے قول کا رد ہے۔ (النثر فی القراءات العشر ص ۲۳۰)

حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے جو وقف و ابتداء کے متعلق فرمایا کہ یہ کوئی کفر نہیں ہاں تو اعداد اوقاف کے لحاظ سے معیوب ہوگا۔ ہمارے استاذ شیخنا حضرت قاری المقری اطہار احمد اتھانوی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ

”بعض نادانقوں نے وقف لازم یا وقف قبیح کی اصطلاحات کو فنی اصطلاحات کے دائرہ سے نکال کر ان کو شرعی احکام تصور کیا ہے اور اس قدر شدت اختیار کر گئے کہ حرمت و کفر تک نوبت پہنچادی۔ ہمارے زمانہ میں بعض جاہلوں نے قرآن کے اول یا آخر میں کچھ مضامین چھاپے کہ فلاں کلمہ پر فلاں حرکت پڑھے تو کافر ہو جاتا ہے یا فلاں جگہ وقف کرنے یا وصل کرنے سے

کفر لازم آتا ہے ظاہر ہے کہ یہ لوگ افراط و تفریط کا شکار ہیں کیونکہ کفر و معصیت قصد و ارادہ کرنے سے لازم آتے ہیں بے خیالی یا نادانیت میں پڑھنے سے ہرگز نہیں۔“ (الجواہر النقیۃ شرح المقدمة الجزریہ ص ۲۱۵)

ایسے ہی رووس آیات پر وقف کو قبیح یا غلط یا معیوب کہنا بھی انتہائی غلط بات ہے۔

نیز حضرت مصنف علیہ الرحمۃ: قبیح کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اس کی توضیح اس طرح ہے ہر منفی پر بلا ایجاب کے جس کے بعد حرف ایجاب آئے وقف کرنا قبیح ہے جیسے وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا اللَّهُ میں إِلَهٌ پر وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّرًا وَنَذِيرًا میں لفظ أَرْسَلْنَاكَ پر وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ میں الْإِنْسَ پر وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ میں لَا يَعْلَمُهَا پر وغیرہ

فوائد مکیہ: (فائدہ) تمام اوقاف پر سانس توڑنا باوجود دم ہونے کے ایسا نہ چاہیے قاری کی مثال مثل مسافر اور اوقاف کو مثل منازل کے لکھتے ہیں تو جب ہر منزل پر بلا ضرورت ٹھہرنا فضول اور وقت کو ضائع کرنا ہے تو ایسے ہی ہر جگہ وقف کرنا فعل عبث ہے جتنی دیر وقف کرے گا اتنی دیر میں ایک دو کلمہ ہو جائیں گے البتہ لازم مطلق پر اور ایسے ہی جس آیت کو مابعد سے تعلق لفظی نہ ہو ایسی جگہ وقف کرنا ضروری اور مستحسن ہے اور کلمہ کو محض ساکن کرنا یا اور جو احکام وقف کے ہیں ان کو کرنا بلا سانس توڑے اس کو وقف نہیں کہتے یہ سخت غلطی ہے۔

شرح: حضرت مصنف علیہ الرحمۃ نے چند باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے کہ ہر آیت پر وقف نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ اگر ایک سانس میں تین چار آیات پڑھ سکتا ہے تو پڑھنا چاہیے۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ ہر آیت پر وقف کرنا چاہیے اس لیے کہ نبی کریم ﷺ کی تلاوت قرآن کی کیفیت آیۃً آیۃً تھی۔ اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ دو تین یا چار آیات چھوٹی چھوٹی اگر ایک سانس میں پڑھی جاسکتی ہوں تو پڑھ لینے میں کوئی حرج نہیں اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت آیۃً آیۃً تھی مگر آنحضرت ﷺ نے اس بات سے منع بھی تو نہیں فرمایا کہ دو تین یا چار آیات کو ایک سانس میں نہیں پڑھنا چاہیے۔ آنحضرت ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے کہ آیت رحمت کو آیت غضب کے ساتھ نہیں ملانا چاہیے جیسے إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ اس کا مفہوم مخالف یہ ہوا کہ اس کے علاوہ باقی آیات کو ملا کر پڑھا جاسکتا ہے۔ اسی لیے حضرت مصنف علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ہر آیت یا دیگر علامات اوقاف معتبرہ پر وقف کرنا بے فائدہ ہے ہاں وقف لازم اور وقف مطلق پڑھنا چاہیے۔ ایسے ہی اگر مابعد سے لفظی تعلق نہیں ہے تو بھی وقف کرنا پسندیدہ عمل ہے۔

وقف کرنے کی غلط کیفیت حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے اس طرح بیان فرمائی کہ کلمہ کو سانس کر لیا اور آواز کو روک لیا مگر سانس نہیں توڑا تو یہ سخت غلطی ہے ایسا کرنا صحیح نہیں اس لیے کہ کسی کلمہ کو سانس کر کے آواز اور سانس دونوں کا توڑنا وقف کہلاتا ہے۔ اور آواز کا بند کر لینا اور سانس نہ توڑنا عیوب تلاوت میں سے ہے۔

قرآن کریم میں سکتہ جو چار جگہ روایت حفص میں وارد ہے اس کا حکم یہ ہے بغیر سانس لیے آواز کو قلیل عرصہ کے لیے منقطع کرنا سکتہ کہلاتا ہے۔ علامہ جزریؒ فرماتے ہیں کہ وقف میں سانس لینا ضروری ہے ورنہ وقف اور سکتہ میں فرق نہ رہے گا۔ ہمارے پاکستانی مصاحف میں چار مزید جگہ سکتات بتلائے جاتے ہیں جو کہ یہ ہیں۔

(۱) اَوْلَمْ يَتَفَكَّرُوا سَكْتَةً مَابَصَا حَبِيْہُمْ (الاعراف)

(۲) ظَلَمْنَا سَكْتَةً اَنْفُسَنَا (الاعراف)

(۳) یُوسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا سَكْتَةً وَاسْتَغْفِرِیْ (یوسف)

(۴) حَتّٰی یُصْدِرَ الرَّعَاءُ سَكْتَةً وَابُوْنَا (القصص)

یہ سکتات نہ تو روایت حضرت حفصؒ سے ثابت ہیں اور نہ ہی کسی اور قرآءت میں وارد ہیں لہذا ان مقامات پر سکتہ نہیں کرنا چاہیے۔ علامہ جزریؒ فرماتے ہیں:

”صحیح یہ ہے کہ سکتہ کا جواز سماع اور نقل کے ساتھ مقید ہے لہذا یہ اسی جگہ جائز ہوگا جہاں روایت سے ثابت ہو کیونکہ سکتہ ایک مقصود بالذات طریق ادا ہے جس کے لیے روایت سے ثبوت ضروری ہے۔“ (النثر فی القراءات العشر ص ۱۲۳ ج ۱)

وقف۔ سکتہ اور قطع میں فرق

مقدمین کے یہاں اکثر یہ تیوں لفظ ہم معنی سمجھے جاتے تھے اور اکثر ان سے وقف مراد لیتے تھے اور اگر وقف کے علاوہ کچھ اور مراد بھی ہوتا تو کسی قید کے ساتھ مقید کر کے بولتے تھے۔ مگر متاخر محققین نے ان کی الگ الگ تعریفیں مقرر کی۔

(۱) وقف: وقف کسی کلمہ پر اتنی دیر کے لئے آواز منقطع کرنا جس میں عادتاً آدمی سانس لے سکے۔

(۲) سکتہ: سکتہ سے مراد بغیر سانس لیے آواز کو قلیل لمحہ کے لئے منقطع کرنا یا آواز کو بند کرنا۔ یہ آواز کا بند کرنا وقف میں سانس لینے کے مقابلہ میں کم ہوتا ہے۔

(۳) قطع: قطع سے مراد قطع قرآءت لیا گیا ہے یعنی قرآءت ختم کرنے کی نیت سے ٹھہرنا۔ قطع کے بعد اگر پھر تلاوت

شروع کرے تو از سر نو استعاذہ ضروری ہے اور ضروری ہے کہ قطع انتہاء پر ہو درمیان آیت میں قطع قرأت صحیح نہیں۔

فوائد مکیہ: (فائدہ) کلمات میں تقطیع اور سکات نہ ہونے چاہیے۔ خصوصاً سکون پر البتہ جہاں رولیت ثابت ہوا ہے وہاں سکنت کرنا چاہیے اور یہ چار جگہ ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ آیات پر سکنت کر لے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ اور عوام میں جو مشہور ہے کہ سورہ فاتحہ میں سات جگہ سکنت کرنا نہایت ضروری ہے۔ اگر سکنت نہ کیا جائے تو شیطان کا نام ہو جائے گا۔ یہ سخت غلطی ہے وہ سات جگہ یہ ہیں: **دُلِّلَ - هَرَبَ - كَيْوُ - كَنَعَ - كُنَسَ - نَعَلَ - بَعَلَ** اگر ایسا ہی کسی کلمہ کا اول کسی کلمہ کا آخر ملا کر کلمات گھڑ لیے جائیں تو اور بھی بہت سے سکنت نکلیں گے۔ جیسا کہ ملا علی قاری شرح مقدمہ جزریہ میں تحریر فرماتے ہیں ”وَمَا اسْتَهْرَعَ عَلَى لِسَانِ بَعْضِ الْجَهْلَةِ مِنَ الْقُرْآنِ فِي سُورَةِ الْفَاتِحَةِ لِلشَّيْطَانِ كَذَٰمِنَ الْأَسْمَاءِ فِي مِثْلِ هَذِهِ التَّرَاكِبِ مِنَ الْبِنَاءِ الْخَطَإِ فَاحْشٌ وَإِطْلَاقٌ قَبِيحٌ ثُمَّ سَكَنَتْهُمْ عَلَى نَحْوِ دَالِ الْحَمْدِ وَكَافِ إِيَّاكَ وَأَمْثَالِهَا غَلَطٌ صَرِيحٌ“

شرح: تقطیع کا مطلب ہے کسی کلمہ کو درمیان سے کاٹ کر تھوڑی دیر کے لئے رک جانا جیسے مَالِکِ میں مَالِ پر رکنا اور سکنت تو اخیر کلمہ میں واقع ہوتا ہے۔ روایت حفص میں چار کلمات پر سکات ہیں اس کے علاوہ سورۃ الانفال کو ختم کر کے سورۃ البراءۃ شروع کرنے سے پہلے بھی سکنت ہے اس کے علاوہ سکنت نہیں۔ سکنت کے اوپر بحث باب الادغام میں آچکی ہے وہاں ملاحظہ کر لیں۔

بعض لوگوں میں جو مشہور ہے کہ سورۃ الفاتحہ میں سات جگہ سکنت کرنا ضروری ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں اس کو ملا علی قاری نے فاش غلطی قرار دیا ہے۔ یہ وضع کئے ہوئے سکنت جو سورۃ الفاتحہ میں سات جگہ پر کہے جاتے ہیں کہ کسی کلمہ کا اول کسی کلمہ کا آخر جوڑ کر بنائے گئے ہیں تو پورے قرآن میں اگر ایسا کیا جائے تو بے شائبہ اس طرح کے نام نہاد سکنت نکل آئیں گے۔

بعض لوگ حرف کو صحیح ادا کرنے کی کوشش میں ساکن حرف میں چھوٹا سا سکنت پیدا کر دیتے ہیں یہ بھی بالکل غلط ہے جیسے **اَنْعَمْتَ** میں نون ساکن اور میم ساکن میں تھوڑا سا وقفہ کر دینا۔ ایسا کرنا بالکل غلط ہے۔ ان حروف کو اس طرح ادا کرنا چاہیے کہ نون ساکن کی ادائیگی مکمل ہوتے ہی عین کو ادا کیا جائے اور میم ساکن کی ادائیگی مکمل ہوتے ہی تاء کو ادا کیا جائے۔ اس غلطی میں اکثر قراء بھی باریک بینی اور صفائی پیش کرتے ہیں مگر حقیقت میں وہ کہیں اور نکل جاتے ہیں اس سے بچنا بہت ضروری

ہے۔

سورۃ الفاتحہ کے سکتات جو بعض نادانف لوگوں نے وضع کیے ہوئے ہیں ان کے بارے میں حضرت ملا علی قاریؒ نے

فرمایا:

”اور بعض جہلاء کی زبان پر جو مشہور ہے کہ قرآن میں سورۃ الفاتحہ کے اندر مثل ان تراکیب مذکورہ میں شیطان کے سات نام ہیں پس یہ سخت غلطی اور اطلاق قبیح ہے پھر ان کا اَلْحَمْدُ کی دال اور اِیَّاکَ کے کاف پر اور اس کی امثال میں سکتہ کرنا بہت بڑی غلطی ہے۔

حضرت مصنفؒ نے جو آیات پر سکتہ کرنے کا فرمایا ہے یہ اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جو شکل ترمذی میں اُم المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کی کیفیت اس طرح منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تلاوت کے دوران آیات پر وقف فرماتے تھے۔ پھر اُم المؤمنین نے سورۃ الفاتحہ کی ابتدائی آیات پڑھ کر سنائیں اور ہر آیت پر وقف کیا اس حدیث کی شرح میں بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس وقف سے مراد سکتہ ہے۔

جیسا کہ اس کی تائید علامہ جزریؒ کے اس بیان سے بھی ہو رہی ہے جو کہ النشر فی القراءات العشر میں آیا ہے:

”الصَّحِيحُ أَنَّ السَّكْتَ مُقَيَّدٌ بِالسَّمَاعِ وَالنَّقْلِ فَلَا يَجُوزُ إِلَّا فِيمَا صَحَّتِ
الرِّوَايَةُ بِهِ لِمَعْنَى مَقْبُودٍ بِذَاتِهِ - وَذَهَبَ ابْنُ سَعْدٍ أَنْ فِيمَا حَكَاهُ عَنْ أَبِي
عَمْرٍو - وَأَبُو بَكْرِ بْنُ مُجَاهِدٍ فِيمَا حَكَاهُ عَنْهُ أَبُو الْفَضْلِ الْخَزَاعِيُّ إِلَى أَنَّهُ جَائِزٌ وَ
رُؤُوسِ الْآيِ مُطْلَقًا حَالَةُ الْوَصْلِ لِقَصْدِ الْبَيَانِ وَحَمَلُ بَعْضُهُمُ الْحَدِيثَ الْوَارِدُ
عَلَى ذَلِكَ وَإِذَا صَحَّ حَمَلُ ذَلِكَ جَازَ - وَاللَّهُ أَعْلَمُ -

(النشر فی القراءات العشر ج ۱ ص ۲۴۳)

ترجمہ: صحیح یہ ہے کہ سکتہ صرف سماع و نقل کے ساتھ مقید ہے۔ پس ان مقامات کے علاوہ کہ جہاں سکتہ مقصود بالذات صحیح روایت سے ثابت ہوا ہے اس کے ماسوا کسی اور جگہ سکتہ کرنا جائز نہیں ہے۔ مگر ابن سعدانؒ امام ابو عمرو بصریؒ سے روایت کرتے ہیں اور ابو الفضل الخزاعیؒ امام ابو بکر بن مجاہدؒ سے روایت کرتے ہیں کہ بحالت وصل رؤوس آیات پر مطلقاً سکتہ معنوی جائز ہے تاکہ بیان و اظہار کی وضاحت ہو سکے۔ اور بعض شیوخ کرام نے حدیث (اُم المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا) کو بھی اسی سکتہ پر محمول کیا ہے جو اس بارے میں وارد ہے بہر حال اگر مذکورہ حدیث کا اس توجیہ پر عمل کرنا صحیح ہو جائے تو آیات

پر سکتے جائز قرار پائے گا۔ واللہ علم

علامہ جزریؒ کی النشر کے اس بیان سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ ردوس آیات پر سکتہ بطریق جزریؒ تو صحیح ہے مگر بطریق شاطبیؒ صحیح نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

النشر کی اس ساری عبارت کا خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ:

(۱) سکتہ صرف سماع و نقل کے ساتھ مقید ہے۔

(۲) ردوس آیات پر بحالت وصل یہ سکتہ سکتہ معنوی ہے۔

(۳) اور سکتہ معنوی حکم میں وقف کے ہوتا ہے یعنی جو احکامات موقوف علیہ پر حالت وقف میں جاری ہوں گے وہی احکامات مذکورہ سکتات پر بھی جاری ہوں گے۔

فوائد مکبہ: (فائدہ) کَائِن میں جو نون ساکن ہے یہ نون تنوین کا ہے اور مرسوم ہے اس لفظ کے سوا مصحف عثمانی میں کہیں تنوین نہیں لکھی جاتی اور قاعدے سے یہاں تنوین وقف کی حالت میں حذف ہونا چاہیے مگر چونکہ وقف تابع رسم خط کے ہوتا ہے اور یہاں تنوین مرسوم ہے اس وجہ سے وقف میں ثابت رہے گی۔

شرح: کلمہ کَائِن قرآن میں سات مقام پر آیا ہے اور یہ نون ساکن کے ساتھ مرسوم ہے۔ حقیقت میں یہ نون تنوین ہے یعنی اس طرح کَائِن اور پورے قرآن میں صرف یہی واحد ایک کلمہ ہے جس میں نون تنوین نون ساکنہ کی شکل میں مرسوم ہے۔ یعنی کَائِن پر وقف میں نون کو باقی رکھا جائے گا اس لیے کہ وقف تابع رسم الخط کے ہوتا ہے۔ جیسے وَ کَائِن مِّنْ نَّبِيٍّ وَ کَائِن مِّنْ قَرْيَةٍ وَ کَائِن مِّنْ دَابَّةٍ وغیرہ۔

(۱) وَ کَائِن (سورة آل عمران ع ۱۵) (۲) وَ کَائِن (سورة يوسف ع ۱۲) (۳) فَ کَائِن (سورة الحج ع ۶) (۴)

وَ کَائِن (سورة الحج ع ۶) (۵) وَ کَائِن (سورة التکووت ع ۶) (۶) وَ کَائِن (سورة محمد ﷺ ع ۲) (۷)

وَ کَائِن (سورة الطلاق ع ۲)

www.KitaboSunnat.com

قرائات

علامہ شاطبیؒ حرز الامانی میں فرماتے ہیں:

وَمَعَ مَدِّ كَائِنٍ كَسَرُ هَمْزَتِهِ دَلَالَةٌ

لفظ کَآئِن کو جہاں بھی ہو امام ابن کثیر کی نے کَآئِن بروزن کَآہِن پڑھا ہے اور باقی کَآئِن بروزن کَصِیْب پڑھتے ہیں۔ نیز دُورہ کی رو سے امام ابو جعفر مدنی بھی امام ابن کثیر کی طرح ہی پڑھتے ہیں۔

حکمت رسم

پہلے تین کلمات میں نون کو بصورت تنوین اس لیے لکھا گیا ہے کہ اکثر اہل عرب وقف میں اس نون کو بابت ال الف مثل تنوین نصی پڑھتے ہیں گویا اس رسم سے رعایت مقصود ہے۔ اور کَآئِن میں شمول قرآءت مقصود ہے۔ علامہ شاطبی قصیدہ رائیہ میں اس طرح فرماتے ہیں:

لَنَسْفَعًا لِّكُونًا مَّعَ إِذَا الْفُ

وَالنُّونُ فِي وَكَآئِنٍ كُلِّهَا زَهْرًا

ترجمہ: باتفاق مصاحف لَنَسْفَعًا الحلق اور لِّكُونًا یوسف اور ساتھ ہی إِذَا میں الف مرسوم ہے۔ اور لفظ وَكَآئِنٍ میں تمام جگہ بجائے تنوین نون ساکنہ روشن ہوا ہے۔

فائدہ

تین کلمے ہیں۔ کہ ان میں نون ساکنہ کو نون تنوین کی صورت میں بصورت الف لکھا گیا ہے۔ ان کلمات کو حضرت مصنفؐ اسی فصل کے آخری فائدہ میں بیان کر رہے ہیں۔ ہم ان کلمات پر بحث اسی موقع پر کریں گے۔

وقف علی مرسوم الخط کے معنی

مصاحف عثمانیہ کے رسم الخط کا دو باتوں میں اتباع ضروری ہے۔

(۱) کتابت قرآن (۲) وقف علی مرسوم الخط

رسم خط یا کتابت قرآن سے متعلق ہم آگے چل کر گفتگو کریں گے فی الحال یہاں ہم وقف علی مرسوم الخط کے متعلق تحریر کرتے ہیں۔

اس مسئلہ پر تمام قراء متفق ہیں کہ کلمہ کو وقف میں اسی طرح پڑھا جائے گا جس طرح اس کا رسم الخط ہوگا۔ البتہ رسم الخط کی مطابقت عام ہے خواہ حقیقی طور پر ہو یا تقدیری طور پر۔ بعض قرآءتوں میں جو بظاہر رسم الخط کے خلاف وقف کا کسی کلمہ میں جواز ملتا ہے وہ مطابقت تقدیری ہوتی ہے جیسا کہ قرآءت کی کتابوں میں ان کلمات کی تفصیل مذکور ہے۔

کتابت ایک فن ہے جس کے اصول و قواعد مرتب ہیں مصاحف عثمانیہ کا رسم الخط اکثر حالات میں تو ان قوانین کے موافق ہی ہے مگر کچھ الفاظ ان قوانین کتابت کے خلاف مرسوم ہیں ان میں مقطوع و موصول کلمات - تاء تانیث والے کلمات وغیرہ شامل ہیں مگر اتباع بہر حال ان کے رسم کا بھی لازم ہے چنانچہ تمام قراء وائمہ سے یہی مروی ہے - مقتدین سے ابو مزاحم خاقانی فرماتے ہیں -

وَقَفُّ عِنْدَ اِتِّمَامِ الْكَلَامِ مَوْافِقًا

لِمُصْحَفِنَا الْمَتْلُوِّ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ

ترجمہ: ”کلام جہاں پورا ہو - مصحف کے رسم الخط کے مطابق وقف کر دینا یہ مصحف ہے جو بحر و بر میں ہر جگہ پڑھا جا رہا ہے -“
(الجواہر النقیۃ شرح المقدمة الجزریہ ص ۲۶۶ مؤلفہ شیخنا و استاذنا القاری المقری اظہار احمد اتھانوی)

فوائد مکیہ: (فائدہ) آخر کلمہ کا حرف علت جب غیر مرسوم ہو تو وقف میں بھی محذوف ہوگا اور جو مرسوم ہوگا وہ وقف میں بھی ثابت ہوگا - ثابت فی الرسم کی مثال **وَاقِیْمُوا الصَّلٰوةَ - تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ - وَلَا تَسْقٰی الْحَرثَ -**

شرح: جیسا کہ ہم اس سے قبل بھی ذکر کر آئے ہیں کہ وقف تابع رسم الخط کے ہوتا ہے اس لیے جو لفظ جس طرح لکھا ہوگا اسی طرح اس پر وقف کیا جائے گا چاہے وہ وصلاً پڑھا جا رہا ہو یا نہ پڑھا جائے - جیسے **وَاقِیْمُوا الصَّلٰوةَ** میں وصلاً واؤ نہیں پڑھی جاتی ہے یا **تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ** میں الف وصلاً نہیں پڑھا جاتا ہے یا **وَلَا تَسْقٰی الْحَرثَ** میں یاء وصلاً نہیں پڑھی جارہی ہے مگر واؤ - الف اور یاء چونکہ مرسوم ہیں لہذا حالت وقف میں ان کو باقی رکھا جائے گا یعنی وقف ایسے ہوگا **وَاقِیْمُوا - تَحْتِهَا** اور **وَلَا تَسْقٰی -**

فوائد مکیہ: اور محذوف فی الرسم کی مثال **فَارْهَبُوْنِ - وَسَوْفَ یُؤْتِ اللّٰهُ سُوْرَةَ النَّاسِ - نُنَجِّ الْمُؤْمِنِیْنَ** سورۃ یونس میں - **مَتَابِ - عِقَابِ** سورۃ الرعد میں -

شرح: یہ کلمات ایسے ہیں کہ ان میں یاء محذوف ہے یہ کلمات دراصل اس طرح ہیں -

نمبر شمار	اصل	محذوف حرف	رسم	حالت وقف	سورت
۱	فَارْهَبُونِي	ی	فَارْهَبُونِ	فَارْهَبُونْ	البقرہ
۲	يُوتِي	ی	يُوتِ	يُوتْ	النساء
۳	نُجِي الْمُؤْمِنِينَ	ی	نُجِ الْمُؤْمِنِينَ	نُجْ	یونس
۴	مَتَابِي	ی	مَتَابِ	مَتَابْ	الرعد
۵	عِقَابِي	ی	عِقَابِ	عِقَابْ	الرعد

درج بالا نقشہ میں جو کلمات ذکر کئے گئے ہیں ان میں یا محذوف ہے اب اصل کا اعتبار کرتے ہوئے ان پر وقف نہیں ہوگا بلکہ رسم کے مطابق وقف ہوگا۔

بعض قرأت میں یا پڑھی جاتی ہے لہذا ان کے نزدیک وقف یا پڑھوگا چونکہ روایت حفصؓ میں یا نہیں پڑھی جاتی اس لیے حذف یا سے ہی وقف ہوگا جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے۔

فوائد مکہ : مگر سورۃ نمل میں جو فَمَا اَتْنِیَ اللہ ہے اس کی یا باوجودیکہ غیر مرسوم ہے وقف میں جائز ہے اثبات اور حذف اس واسطے کہ وصل میں حفصؓ اس کو مفتوح پڑھتے ہیں۔

شرح : فَمَا اَتْنِیَ اللہ میں رسم عثمانی میں یا مرسوم نہیں ہے مگر حضرت حفصؓ چونکہ وصل میں اس یا کو مفتوح پڑھتے ہیں اس لیے اس کو وقف میں ثابت رکھنا بھی جائز ہے اور چونکہ رسم عثمانی کی وجہ سے کلمہ میں یا مرسوم نہیں لہذا وقف یا کو حذف بھی کیا جاسکتا ہے اتباعاً للرسم۔ لہذا وقف یا ہاں دونوں وجہیں صحیح ہیں حذف یا سے اور اثبات یا سے۔

رسم عثمانی	حفصؓ کے مطابق	وقف باعتبار حذف یا	وقف باعتبار اثبات یا
فَمَا اَتْنِیَ اللہ	فَمَا اَتْنِیَ اللہ	فَمَا اَتْنِ	فَمَا اَتْنِی

نوٹ : فَمَا اَتْنِیَ اللہ میں دو قراءات ہیں۔ بعض یا پڑھتے ہیں۔ بعض یا نہیں پڑھتے۔ اس لیے یا رسم میں نہیں لکھی۔ اگر یا کو رسم میں لکھا جاتا تو جو حضرات یا نہیں پڑھتے ان کی قرأت رسم پر منطبق نہ ہوتی۔ جو حضرات یا پڑھتے ہیں ان کی قرأت کو شامل کرنے کے لیے الگ سے ایک چھوٹی سی یا ادھر کر کے لکھی جاتی ہے۔

فوائد مکبہ: وَيَدْعُ الْإِنْسَانَ - وَيَمَحُّ اللَّهُ الْبَاطِلَ - سُورَةُ ثَوْرِيٍّ - يَدْعُ الدَّاعِ سُورَةُ الْقَمَرِ - سَدْعُ الزَّبَانِيَةِ سُورَةُ الْعَلَقِ -

شرح: حضرت مصنف علیہ الرحمہ یہاں وہ کلمات ذکر فرما رہے ہیں جن میں واؤ محذوف ہے یعنی رسم میں لکھی ہوئی نہیں ہے لہذا وقف رسم کے مطابق ہی ہوگا۔

نمبر شمار	اصل	محذوف حرف	رسم	حالت وقف	سورت
۱	وَيَدْعُوا	واؤ	وَيَدْعُ الْإِنْسَانَ	وَيَدْعُ	الاسراء
۲	وَيَمَحُّوا	واؤ	وَيَمَحُّ اللَّهُ الْبَاطِلَ	وَيَمَحُّ	الثوري
۳	يَدْعُوا	واؤ	يَدْعُ الدَّاعِ	يَدْعُ	القمر
۴	سَدْعُوا	واؤ	سَدْعُ الزَّبَانِيَةِ	سَدْعُ	العلق

یاد رہے کہ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ (التحریم) میں واؤ کا حذف نہیں ہے ایسے ہی اَوَّلَمَ يَرَالَّذِينَ - وَمَنْ تَقِ السَّيِّئَاتِ اور وَمَنْ يَهْدِ الْعَمَى وغیرہ میں الف اور واؤ کا حذف اجتماع ساکنین کی وجہ سے نہیں ہوا بلکہ حالت جزمی کی وجہ سے ہے اور یہ کلمات اس باب سے تعلق نہیں رکھتے ہیں لہذا ان میں رسم کے مطابق الف واؤ اور یاء کے حذف سے ہی وصلہ وقفاً پڑھنا چاہیے۔

فوائد مکبہ: آيَةُ الْمُؤْمِنُونَ سُورَةُ نُورٍ - آيَةُ السَّاحِرِ سُورَةُ زُحْرِفٍ - آيَةُ الثَّقَلَانِ سُورَةُ رَحْمَنِ -

شرح: یہ وہ کلمات ہیں جن میں رسم الف محذوف ہے اور وقف چونکہ تابع رسم الخط کے ہوتا ہے لہذا ان پر وقف میں بھی رسم کی اتباع کی جائے گی۔

نمبر شمار	اصل	محذوف حرف	رسم	حالت وقف	سورت
۱	أَيُّهَا	الف	أَيُّهُ الْمُؤْمِنُونَ	أَيُّهُ	النور
۲	أَيُّهَا	الف	أَيُّهُ السَّاحِرُ	أَيُّهُ	الزخرف
۳	أَيُّهَا	الف	أَيُّهُ الثَّقَلَانِ	أَيُّهُ	الرحمن

یاد رہے کہ اجتماع ساکنین کی وجہ سے الف کا رسماً محذوف صرف اسی کلمہ میں ہے۔

علامہ شاطبیؒ عقیلیۃ اتراب القصائد میں فرماتے ہیں:

وَأَيُّهُ الْمُؤْمِنُونَ أَيُّهُ الثَّقَلَانِ

أَيُّهُ السَّاحِرُ اخْصُصْ كَالنَّدَى سَحَرَا

ترجمہ: حذف الف کے ساتھ خاص سمجھو أَيُّْهُ الْمُؤْمِنُونَ (النور ع ۴) اور أَيُّْهُ الثَّقَلَانِ (الرحمن ع ۲) اور أَيُّْهُ السَّاحِرُ (الزخرف ع ۵) کو جس طرح صبح کے وقت کے ساتھ شبنم خاص ہوتی ہے۔

أَيُّهَا مذکورہ تین جگہ بالاتفاق بحذف الف مرسوم ہے اور ان کے علاوہ باقی سب جگہ یہ لفظ بالالف ہے جیسے يَا أَيُّهَا النَّاسُ - يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ -

امام شاطبیؒ حرز الامانی میں فرماتے ہیں:

وَيَا أَيُّهَا فَوقَ الدُّخَانِ وَ أَيُّْهَا

لَدَى النُّورِ وَ الرَّحْمَنِ رَافِقْنَ حُمَلَا

وَفِي أَيُّْهَا عَلَى الْإِتْبَاعِ ضَمَّ ابْنُ عَامِرٍ

لَدَى الْوَصْلِ وَ الْمَرْسُومِ فِيْهِنَّ أَخِيَلَا

محذوف الالف أَيُّْہ کی قراءات درج ذیل ہیں:

أَيُّْهُ الْمُؤْمِنُونَ (النور) ہاء کے ضمہ سے وصلاً ابن عامر اور ہاء کے اسکان کے ساتھ وقفاً امام شامیؒ۔ امام ابو عمرو

بصری۔ امام کسائیؒ اور امام یعقوبؒ ہاء کے بعد الف پر وقف کرتے ہیں۔ باقیں ہاء پر وقف کرتے ہیں۔ وصلاً تمام قراء حذف الف کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

آيَةُ الثَّقَلَيْنِ (سورة الرحمن) ہاء کے ضمہ سے وصلاً ابن عامر پڑھتے ہیں باقیں ہاء کے فتح کے ساتھ وصلاً پڑھتے ہیں امام ابو عمرو بصریؒ۔ امام کسائیؒ اور امام یعقوبؒ وقف بالالف کرتے ہیں اور باقیں ہاء کے اسکان کے ساتھ وقفاً پڑھتے ہیں۔

آيَةُ السَّاحِرِ (الزخرف) ابن عامر شای وصلاً یاء کے ضمہ کی اتباع کرتے ہوئے نیز ہاء کا بھی ضمہ ہی پڑھتے ہیں۔ باقیں ہاء پر فتح پڑھتے ہیں۔ امام ابو عمرو بصریؒ۔ امام کسائیؒ اور امام یعقوبؒ الف وقفاً پڑھتے ہیں۔ باقیں حذف الالف اور ہاء کے اسکان کے ساتھ وقف کرتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ حذف شمول قرأت کے لیے ہے۔

فوائد مکیہ: البتہ اگر تماشل فی الرسم کی وجہ سے غیر مرسوم ہوگا تو اس قسم کا محذوف وقف میں ثابت ہوگا اس کی مثال يُحْيِي - وَيَسْتَحْيِي - وَإِنْ تَلُّوْا - وَلِتَسْتَوِا - جَاءَ - مَاءً - سَوَاءً - تَرَاءَ الْجَمْعُ -

شرح: حضرت مصنف علیہ الرحمہ تماشل فی الرسم میں وقف کا طریقہ بتا رہے ہیں تماشل کا معنی ہے ہم شکل۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح مثلیں اور متجانسین جمع ہوں ان میں تخفیف حاصل کرنے کے لئے اہل ادا ان کا ادغام کر کے ایک حرف مشدود پڑھتے ہیں اسی طرح علمائے رسم جس کلمہ میں دو یا تین حروف مماشل جمع ہوں تو ان میں تخفیف حاصل کرنے کے لئے دو حروف مماشل کی جگہ ایک اور بعض اوقات تین کی بجائے بھی ایک حرف ہی لکھ دیتے ہیں یا اس بات کو اس طرح سمجھو کہ اگر دو حرف مثلیں جمع ہوں تو دوسرے کو حذف کر دیتے ہیں اور اگر تین حرف مثلیں جمع ہوں تو دو کو رسم میں حذف کر دیتے ہیں اور ایک کو لکھ دیتے ہیں۔

حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرما رہے ہیں کہ اگر کسی کلمہ کے آخر سے کوئی حرف علت تماشل فی الرسم کی وجہ سے حذف ہوا ہے تو وہاں وقف تابع رسم الخط کے نہ ہوگا بلکہ باوجود اس کے کہ جو حرف رسماً حذف ہیں ان کو وقف میں ثابت رکھا جائے گا اس کی مثال حضرت مصنفؒ نے درج ذیل کلمات کی صورت میں بیان فرمائی ہم ان کو جدول کی صورت میں ظاہر کرتے ہیں۔

نمبر شمار	اصل	محذوف حرف	رسم	وقف
۱	يُحْيِي	ي	يُحْيِي	يُحْيِي
۲	يَسْتَحْيِي	ي	يَسْتَحْيِي	يَسْتَحْيِي
۳	تَلُوُوا	و	تَلُوُوا	تَلُوُوا
۴	وَلِتَسْتَوُوا	و	وَلِتَسْتَوُوا	وَلِتَسْتَوُوا
۵	جَيَا	(ء) ہمزہ کی شکل	جَاءَ	جَاءَ
۶	مَاَا	ہمزہ کی شکل اور تنوین کے بعد الف	مَاءَ	مَاءَ
۷	سَوَاَا	ہمزہ کی شکل اور تنوین کے بعد الف	سَوَاءَ	سَوَاءَ
۸	تَرَاَاِي	ہمزہ کی شکل اور تنوین کے بعد الف	تَرَاءَ الْجَمْعِ	تَرَاءَ

جو داؤ تماثل فی الرسم کی وجہ سے محذوف ہوگا اس کی تین صورتیں ہیں۔

(۱) ایک یہ کہ کسی کلمہ میں دو داؤ اصلیت بنا یہ ہوں جیسے دَاوُد۔

(۲) دوسری یہ کہ ایک داؤ اصلیت ہو اور دوسری بصورت ہمزہ جیسے تُوِيْهِ اور مَسْئُوْلًا وغیرہ۔

(۳) تیسری یہ کہ ایک داؤ اصلیت ہو اور دوسرا داؤ زائدہ جمع کا ہو جیسے وَاِنْ تَلَّوْا اور وَلَا تَلَّوْنَ۔ وَلَا

تَسْتَوْنَ وَالْحَاوُنْ وغیرہ ان سب میں ایک داؤ مرسوم ہے۔

گزشتہ کلمات میں ایک کلمہ جَاءَ بھی بیان ہوا۔ اس کی دو حالتیں ہیں ایک رسی اور ایک اصلی۔ رسی حالت میں اس کا ہمزہ متحرک مطرف بعد ساکن کے ہے اور اس رسی صورت میں قواعد کے لحاظ سے ہمزہ محذوف اشکل ہوتا ہے اور اصل کی رو سے اس میں ہمزہ متحرک بعد حرکت کے ہے اس لیے کہ جَاءَ اصل میں جَيَا تھا۔ پس ہمزہ یاء متحرک کے بعد تھا اور ہمزہ کی رسم قواعد کے مطابق ہمزہ مفتوحہ جو فتح کے بعد ہو بصورت الف لکھا جاتا ہے اب یہاں ایک الف تو یاء کے بدلے میں ہونا چاہیے تھا اور دوسرا الف ہمزہ کی صورت میں ہے مگر علمائے رسم نے صرف ایک ہی الف لکھا ہے اور دوسرے الف کو تماثل کی وجہ سے حذف کر دیا ہے۔ یہ کلمہ اپنی اصلی حالت کی وجہ سے ان مثالوں میں بیان کیا ہے۔ حالانکہ رسی حالت کو ان مثالوں میں دخل

نہیں۔ ”عین کا سرائیہ ہمزہ محذوف کی علامت ہے اس لیے یہاں وقف جَاءَ ہمزہ کے سکون کے ساتھ ہوگا۔ نہ کہ اس طرح کہ جس طرح امام ہمزہ کرتے ہیں جحا حذف ہمزہ سے۔

مَاءٌ اور سَوَاءٌ میں اصل کے اعتبار سے تین تین الف ہیں ایک الف بنائی ہے جو پہلا ہے مَاءٌ میں میم کے بعد اور سَوَاءٌ میں واؤ کے بعد ہے اور ایک ہمزہ متحرکہ متوسط کی صورت میں ہے اور ایک نصبی تنوین کی صورت میں مگر علمائے رسم نے ان تینوں میں سے صرف ایک لکھا ہے اور باقی دو کو تماشل فی الرسم کی وجہ سے حذف کر دیا ہے۔

یہ توجیہ صرف منصوب منون میں کی گئی ہے۔ اس کی باقی صورتوں میں حذف تماشل فی الرسم کی وجہ سے نہیں بلکہ وضعاً یعنی ہمزہ کی رسم کے عام قواعد کے موافق ہے۔

لفظ تَوَاءٌ میں تین الف ہونے کی توجیہ یہ ہے کہ ان میں سے ایک بنائی ہے جو راء کے بعد ہے ایک ہمزہ کی شکل ہے اور ایک یاء کے بدلے میں ہونا چاہیے اس لیے کہ تَوَاءٌ اصل میں تَوَاءٌ تِی بروزن تفاعل ہے یہاں بھی علمائے رسم نے ایک الف لکھا باقی دو الفوں کو تماشل فی الرسم کی وجہ سے حذف کر دیا۔ لیکن اس حذف کا اثر وقف پر نہیں پڑے گا۔ جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں کہ وقف میں تماشل فی الرسم محذوف حروف ثابت رکھ کر پڑھے جاتے ہیں۔

فوائد مکبہ: (فائدہ) لَا تَأْمَنَّا عَلَى يَوْمَسَفَ اصل میں لَا تَأْمَنَّا وَنُون ہیں اور پہلا نون مضموم ہے دوسرا مفتوح اور لانا فیہ ہے اس میں محض اظہار اور محض ادغام جائز نہیں۔ بلکہ ادغام کے ساتھ اشام ضرور کرنا چاہیے اور اظہار کی حالت میں روم ضروری ہے۔

شرح: حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ لَا تَأْمَنَّا اصل میں لَا تَأْمَنَّا ہے یہ لائے نفی ہے لائے نفی نہیں ہے۔ لائے نفی اس کو کہتے ہیں جب مضارع پر حرف نفی لازماً زیادہ کیا جاتا ہے تو مثبت سے منفی ہو جاتا ہے مگر لفظوں میں اس سے کچھ تغیر نہیں ہوتا جیسے لَا يَكْتُبُ وہ نہیں لکھتا ہے یا نہیں لکھے گا اور لائے نفی اس فعل کو کہتے ہیں جس میں کسی کام کے کرنے سے روکا جائے لائے نفی مضارع کو جزم دیتا ہے معنی نہیں کے ہوتے ہیں۔ جیسے لَا تَكْتُبُ تو نہ لکھ۔

جس میں پہلا نون لام کلمے کا ہے اور دوسرا نون جمع متکلم کی ضمیر کا ہے۔ لَا تَأْمَنَّا بروزن تَفْعَلُنَا ہے اس میں خالص اظہار اور خالص ادغام جائز نہیں۔ اگر اظہار کرنا ہے تو روم کے ساتھ اور ادغام کرنا ہے تو اشام کے ساتھ۔

اظہار مع الروم کی ادائیگی کی صورت یہ ہوگی کہ پہلے نون کی حرکت ضمہ کا تہائی حصہ پڑھنا جس طرح وقف بالروم میں کیا

جاتا ہے اور ادغام مع الاشام کی ادائیگی کی صورت یہ ہے کہ نون کی تشدید اور غنہ کے ادا کرتے وقت ہونٹوں کو اس طرح گول کر لیا جائے جس طرح ضمہ ادا کیا جاتا ہے۔

اظہار کی حالت میں روم اس لیے ضروری ہے تاکہ ثقل کو دور کیا جائے اور ادغام کے ساتھ اشام اس لیے ضروری ہے تاکہ کلمہ کی اصل کی طرف اشارہ ہو جائے۔

لَا تَأْمَنَّا اصل میں لَا تَأْمَنَّا ہے پہلوانون مضموم ہے یہاں دونوں مثلین جمع ہوئے مگر ایک نون ہی مرسوم ہے اس لیے سب قراء اس میں ادغام کرتے ہیں اکثر قراء نے ادغام کے ساتھ اشام کو ضروری قرار دیا ہے تاکہ پتہ چل سکے کہ اس میں مدغم نون ساکن نہیں مضموم ہے۔

علامہ شاطبیؒ فرماتے ہیں:

وَتَأْمَنَّا لِلْكَلِّ يُخْفِي مَفْضَلًا

وَأَدْغَمَ مَعَ إِشْمَامِهِ الْبَعْضُ عَنْهُمْ

(ترجمہ) اور لفظ تَأْمَنَّا میں تمام قراء کے لیے پہلے نون کو دوسرے نون سے مفصل یعنی جدا پڑھتے ہوئے پہلے میں روم کیا گیا ہے اور تمام قراء بعض مشائخ نے اشام کے ساتھ ادغام بھی کیا ہے۔
امام ابو جعفرؒ کے نزدیک ادغام بلا اشام ہے۔

جیسا کہ علامہ جزریؒ دُرَّة میں فرماتے ہیں:

وَأَدْمَحَضُ تَأْمَنَّا - - - - -

ترجمہ: اور ابو جعفر کے لیے تَأْمَنَّا میں خالص ادغام کر۔ یعنی بغیر اشام کے۔

اب یہاں شرط ادغام موجود نہیں اس لیے اظہار بھی جائز رکھا گیا ہے۔ اظہار کی حالت میں روم کو ضروری قرار دیا گیا تاکہ اگر ادغام کامل نہیں تو اقرب الی الادغام تو ہو جائے اور اجتماع مثلین کی وجہ سے جو ثقل پیدا ہو رہا ہے وہ کسی حد تک دور ہو جائے۔
دوسری وجہ یہ ہے کہ ادغام کی وجہ سے نون ساکن ہو جانے سے بظاہر لائے نہی کا اشاہ ہونے لگتا ہے لہذا اس اشاہ کو دور کرنے کے لئے اور لائے نفی پر تنبیہ کرنے کے لئے اس کلمہ میں اظہار اور ادغام دونوں جائز ہیں۔ اس ادغام اور اظہار کا تعلق سماع سے ہے جس کیلئے کسی ماہر استاذ سے استفادہ کرنا ضروری ہے۔

حضرت قاری محبت الدین احمدؒ لَا تَأْمَنَّا کے بارے میں فرماتے ہیں:

ادغام مع الاشام اور اظہار مع الروم لفظ تَأْمَنَّا کے علاوہ بروایت حفصؒ کہیں جائز نہیں کیونکہ وصل خود ہی اظہار حرکت کو۔

مستلزم ہے اس وجہ سے بحالت وصل روم اشام کی حاجت نہیں۔ چونکہ روم کی غرض اظہار حرکت ہے اور روم کو اظہار حرکت مستلزم ہونا سب سمجھتے ہیں۔ اس وجہ سے روم کے ساتھ سنانے کا لفظ نہیں بڑھایا گیا اور اشام کی غرض اظہار حرکت ہونا بہت لوگ نہیں سمجھتے اس وجہ سے اشام کے ساتھ سنانے کا لفظ بڑھادیا گیا ہے۔ کیونکہ اس کا مقصد بھی اظہار حرکت ہی ہے چاہے کوئی سننے والا ہو یا نہ ہو لَا تَأْمَنَّا کے نون میں تشدید محض نہیں بلکہ مدغم کی تشدید ہے لہذا اس التباس کے دور کرنے کی غرض سے اس میں اشام بھی ثابت ہے تاکہ ادغام محض کرنے سے تشدید محض کا وہم نہ لازم آئے اور روم اس وجہ سے ہے کہ اظہار محض کرنے سے مثلیں کے ساتھ ضمہ کا ثقل زیادہ نہ معلوم ہو کیونکہ مثلیں کا اظہار خود ہی موجب ثقات ہے اس کے ساتھ ہی کامل ضمہ کا ادا کرنا اور بھی ثقل کا باعث ہوگا انہی وجوہ سے قراءت متواترہ میں سے کسی قاری سے ادغام محض اور اظہار محض جائز نہیں بلکہ ادغام کے ساتھ اشام یا اظہار کے ساتھ روم ضروری ہے ورنہ قراءات متواترہ کے خلاف ہوگا۔ باقی اس کلمہ کے علاوہ پہلا حرف مضموم مدغم نہیں آیا اس وجہ سے اور جگہ رفع التباس کے خیال سے ادغام مع الاشام ثابت نہیں۔

لَا تَأْمَنَّا میں اصطلاحاً نہ ادغام کبیر ہے نہ ادغام صغیر ہے کیونکہ مدغم اور مدغم فیہ دونوں مرسوم نہیں اور نہ پہلا حرف ساکن ہے اسی وجہ سے اس میں خالص اظہار بھی نہیں بلکہ جو اظہار ثابت ہے وہ روم کی وجہ سے ہے کیونکہ روم بھی از قسم اشارہ حرکت ہے جو اظہار حروف کو مستلزم ہے البتہ روم مع الاظہار کو مجازاً ادغام کہہ سکتے ہیں کیونکہ یہ حقیقتاً ادغام بالحرکت ہے۔ اسی طرح حرف مرسوم مفرد مدغم کو بھی مجازاً ادغام کہہ سکتے ہیں جیسے عَمَّ۔ لَا تَأْمَنَّا کیونکہ صرفیوں کے نزدیک ان میں ادغام ہے اگرچہ قراء کے نزدیک یہ مرسوم مفرد مشدد ہیں۔

فوائد مکبہ: (فائدہ) حرف مبداء اور موقوف کا خیال رکھنا چاہیے کہ کامل طور سے ادا ہو خاص کر جب ہمزہ یا

عین موقوف کسی حرف ساکن کے بعد ہو مثل شَجَىء - سَوَّء - جُوع - اکثر خیال نہ کرنے سے ایسے موقع پر حرف بالکل نہیں ادا ہوتا یا ناقص ادا ہوتا ہے۔

شرح: حروف مبداء کا مطلب یہ ہے کہ جس کلمہ سے ابتداء کی جائے اس کا پہلا حرف۔ اور موقوف سے مراد یہ ہے کہ اس کلمہ کا آخری حرف جس پر وقف کیا جائے۔ ان دونوں کی طرف توجہ حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے مبذول کرائی ہے کہ ان کے ادا کرتے وقت خیال نہ کرنے کی وجہ سے یا تو یہ حرف بالکل ہی حذف ہو جاتے ہیں یا ناقص ادا ہوتے ہیں۔ یہ غلطی اکثر لوگوں میں پائی جاتی ہے کہ جب قراءت شروع کی جاتی ہے تو جلدی سے شروع کرنے کی وجہ سے پہلے حرف

نکلتے ہی نہیں اور آگے کے حرف یا کلمات شروع کر دیتے ہیں اور ایسے ہی جب وقف کرتے ہیں تو کلمہ میں یا جلدی کی وجہ سے یا سانس کی تنگی کی وجہ سے آخری حرف اچھی طرح واضح اور ظاہر نہیں کر پاتے۔

حضرت مصنفؒ نے ہمزہ اور عین کی طرف اس لیے توجہ دلائی ہے کہ ان کا مخرج باقی مخرج سے پہلے ہے اور حرف ساکن کے بعد ان کو حلق سے ادا کرنا دشوار ہے۔ اس لیے ان حروف میں اور زیادہ اندیشہ ہے کہ حذف ہو جائیں گے یا ناقص ادا ہوں گے۔

فوائد مکبہ: (فائدہ) نون خفیفہ قرآن شریف میں دو جگہ ہے ایک وَلَيَكُونَنَّ مِنَ الصَّاعِرِينَ سورہ یوسف میں دوسرا لَنَسْفَعًا سورہ اقرآء میں یہ نون وقف میں الف سے بدل جائے گا اس وجہ سے کہ اس کی رسم الف کے ساتھ ہے۔

شرح: جس طرح پہلے گزر چکا ہے کہ کَآئِنٌ کی تنوین رسم عثمانی کی خلاف مرسوم ہے۔ اس طرح لَيَكُونَنَّ۔ لَنَسْفَعًا کا نون ساکن بھی عام قاعدہ کے خلاف نصی تنوین کی طرح الف کی صورت میں لکھا ہے۔ جس طرح کَآئِنٌ میں اصل کا لحاظ کرتے ہوئے تنوین کو حذف نہیں کرتے ہیں بلکہ رسم کا لحاظ کرتے ہوئے نون پر وقف کرتے ہیں۔ یہاں بھی اصل کے اعتبار سے نون کے ساتھ وقف نہیں کرتے بلکہ رسم کا اعتبار کرتے ہوئے الف کے ساتھ وقف کرتے ہیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ نون خفیفہ ہی ہیں تنوین نہیں جواب یہ ہے کہ یہ نون خفیفہ ہی ہیں اس لیے کہ تنوین حرف اسم پر آتا ہے اور یہ دونوں فعل ہیں۔ لَيَضْرِبَنَّ اور لَيَنْصُرَنَّ کی طرح کہ ان میں بھی نون خفیفہ ہے۔

نون تاکید کی دو قسمیں ہیں: (۱) نون ثقیلہ جو مشدد ہوتا ہے۔ (۲) نون خفیفہ جو ساکن ہوتا ہے۔ نون ثقیلہ اور نون خفیفہ دونوں مضارع کے معنی میں تاکید پیدا کرنے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ اور لفظوں میں بھی کچھ تبدیلی واقع ہوتی ہے صرف کی کتب میں تفصیل موجود ہے۔ نون ثقیلہ مفتوحہ جیسے لَيَفْعَلَنَّ وہ ضرور کرے گا اور نون خفیفہ ساکنہ جیسے لَيَفْعَلَنَّ وہ ضرور کرے گا۔

مزید سمجھنے کے لئے دوبارہ ملاحظہ کریں دوسری فصل نون ساکن اور تنوین کے بیان والی کہ اس میں نون تنوین اور نون ساکن کے مابین چار بنیادی فرق بیان کئے گئے ہیں۔

علامہ شاطبی علیہ الرحمہ اپنے قصیدہ عقلیۃ اتراب القصائد میں فرماتے ہیں:

لَسْفَعًا لِيَكُونَا مَعَ إِذَا أَلِفٌ

وَالنُّونُ فِي وَكَائِنٍ كُلُّهَا زَهْرًا

ترجمہ: ”باتفاق مصاحف لَسْفَعًا (العلق) اور لِيَكُونَا (يوسف) اور ساتھ ہی إِذَا میں الف مرسوم ہے اور لفظ كَائِنٍ میں تمام جگہ بجائے تنوین کے نون ساکن روشن ہوا ہے۔

یعنی تین کلمے ہیں کہ ان میں نون ساکنہ کو نون تنوین کی صورت میں بصورت الف لکھا گیا ہے۔

(۱) لَسْفَعًا (۲) لِيَكُونَا جو کہ مضارع جمع متکلم مع نون تاکید خفیہ ہے۔ (۳) إِذَنْ ظریفہ جیسے فَإِذَا إِلَّا

يُؤْتُونَ - وَإِذَا لَا ذَفْنَكَ - وَإِذَا لَا يَلْبَثُونَ وغیرہ۔

☆☆☆

فوائد مکبہ :

خاتمہ پہلی فصل

جاننا چاہیے کہ قاری مقری کے واسطے چار علموں کا جاننا ضروری ہے۔

نوٹ : خاتمہ سے مراد وہ عبارت ہے جو کتاب کے آخر میں تحریر کی جائے۔ خاتمہ میں دو فصلیں ہیں جن کے حضرت مصنفؒ نے نام نہیں رکھے ہیں۔

پہلی فصل میں حضرت مصنفؒ نے ان چار علوم کا ذکر فرمایا ہے جو قاری مقری کے لیے جاننا ضروری ہے۔ جبکہ دوسری فصل میں حضرت مصنفؒ نے عربیہ اور موسیقی کے فرق سے متعلق ایک بڑی لطیف اور علمی بحث لائے ہیں۔

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ یہاں ایک ماہر قاری مجود کے لئے چار علوم کا جاننا ضروری قرار دے رہے ہیں۔

(۱) علم تجوید (۲) علم اوقاف (۳) علم رسم عثمانی (۴) علم قرآت

علامہ جزریؒ نے چار علوم کی بجائے تین ذکر کئے ہیں وہ فرماتے ہیں :

مَحَرَّرِي التَّجْوِيدِ وَالْمَوَاقِفِ

وَمَا الَّذِي رُسِمَ فِي الْمَصَاحِفِ

ترجمہ : ”اس حال میں کہ تجوید کے ماہر ہوں اور وقف کے موقعوں کے اور اس رسم کے جو لکھا گیا ہے مصاحف عثمانیہ میں۔

علامہ جزریؒ نے چوتھا علم۔ علم قرآت ذکر نہیں فرمایا اور یہ شہرت کی بناء پر ہوا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ علم

قرآت پڑھنا اور اس کے بارے جاننا صاحب علم کا کام ہے ہر شخص کے بس کی بات نہیں ہے جبکہ تجوید اور وقف کی معرفت

کے متعلق جاننا ہر قرآن پڑھنے والے کے لیے ضروری ہے جس کی وجہ سے علم قرآت کو علامہ جزریؒ نے ذکر نہیں فرمایا۔

قاری : قَرَأَ يَقْرَأُ اسم فاعل کا صیغہ ہے جس کا معنی مطلق پڑھنے والا۔

اور مقری باب افعال اقْرَأَ - يَقْرِئُ - اقْرَأْ اسم فاعل کا صیغہ ہے جس کا معنی ہے پڑھانے والا۔

لفظ قاری عام ہے ہر پڑھنے والے کو خواہ وہ اخبار پڑھے یا کتاب پڑھے یا قرآن پڑھے اسے قاری کہتے ہیں۔ مقری

خاص ہے پڑھانے والے استاد کو مقری کہا جاتا ہے ہمارے ہاں جو قرآن کریم کی تعلیم دے۔ حفظ ناظرہ یا قاعدہ پڑھائے

اسے قاری کہا جاتا ہے اور جو تجوید و قرآت پڑھائے اسے مقری کہا جاتا ہے۔ عربوں کے ہاں جو قرآن کریم حفظ کروائے یا

ناظرہ پڑھائے یا تجوید و قرأت پڑھائے اسے فضیلۃ المقری کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔
 متقدمین میں قرآن اور تجوید و قرأت کی تعلیم دینے کو مقری کہا جاتا ہے جیسا کہ علامہ جزریؒ نے المقدمة الجزریہ کے اندر بیان کیا ہے:

وَمُقَرِّئِ الْقُرْآنِ مَعَ مُحِيطِهِ

بہر حال خلاصہ یہ ہے کہ علم تجوید و قرأت کے ماہر کو مقری اور جو سطحی علم رکھتا ہو اسے قاری کہا جاتا ہے۔ واللہ اعلم

فوائد مکہ: ایک تو علم تجوید یعنی حروف کے مخارج اور اس کی صفات کا جاننا۔

شرح: جن علوم کا قاری مقری کے لئے جاننا ضروری ہے ان میں سے پہلا علم تجوید ہے یعنی حروف کے مخارج اور صفات کا جاننا اور ان کے مطابق حروف کو ادا کرنا۔ اگر حروف کے مخارج اور صفات کے جاننے کے باوجود قرآن غلط پڑھے گا تو گناہ گار ہوگا۔

اور جو مخارج اور صفات کو نہیں جانتا اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ جانے۔ کیونکہ قرآن شریف کا صحیح پڑھنا ہر مسلمان مرد عورت بچے بوڑھے پر واجب ہے اس کی صحت مخارج و صفات سے حاصل ہوگی۔

جیسا کہ علامہ جزریؒ فرماتے ہیں۔

وَالْأَخْذُ بِالتَّجْوِيدِ حَتَّمٌ لَّازِمٌ

مَنْ لَمْ يُجَوِّدِ الْقُرْآنَ اِثْمٌ

ترجمہ: ”اور حاصل کرنا تجوید کا واجب ہے ضروری ہے۔ جو تجوید کے ساتھ قرآن نہ پڑھے گا وہ گناہ گار ہے۔“

اور اس کے متعلق حضرت انس رضی اللہ عنہ کا قول بھی دہ فرماتے ہیں:

رَبِّ قَارِئٍ لِلْقُرْآنِ وَالْقُرْآنُ يُلْعَنُ.

ترجمہ: بہت سے قرآن شریف پڑھنے والے ایسا پڑھتے ہیں کہ قرآن شریف ان پر غلط پڑھنے کی وجہ سے لعنت کرتا ہے۔

فوائد مکہ: دوسرا علم اوقاف ہے یعنی اس بات کو جاننا کہ اس کلمہ پر کس طرح وقف کرنا چاہیے اور کس طرح

نہ کرنا چاہیے اور کہاں معنی کے اعتبار سے قبیح اور حسن ہے اور کہاں لازم اور غیر لازم ہے تجوید کے اکثر مسائل بیان ہو چکے ہیں اور اوقاف جو قبیل اداء سے ہیں وہ بھی بیان کر دیئے گئے ہیں اور جو قبیل معانی سے ہیں مختصر طور سے ان کے رموز کا

بھی جو دال علی المعانی ہیں بیان کر دیا اور بالتفصیل بیان کرنے سے کتاب طویل ہو جائے گی اور مقصود اختصار ہے۔

شرح : یہاں حضرت مصنف علیہ الرحمۃ دوسرے علم جو قاری مقری کے لیے جانتا ضروری ہیں یعنی علم وقف اس کا تعارف کروا رہے ہیں۔

تجوید الحروف کی طرح معرفت الوقوف بھی ترتیل کا ایک اہم جزو ہے اس کے بغیر ترتیل مکمل نہیں ہوتی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ التَّوْتِيلُ كَالْحُرُوفِ وَمَعْرِفَةُ الْوُقُوفِ - آپ کے اس فرمان سے ترتیل کی حقیقت خوب واضح ہے اور قاری مقری کے لیے یہ علم نہایت ضروری ہے۔

قواعد تجوید کی طرح وقف وابتداء کا بھی خاص خیال رکھے حضرت مصنف علیہ الرحمۃ کا فرمانا کہ ”اور جن کا تعلق قبل ادا سے ہے“ یعنی اسکان۔ روم اور اشٹام وغیرہ ان کا بھی خاص خیال رکھے اور جن کا تعلق معنی سے ہے یعنی وقف تام۔ کافی۔ حسن اور وقف قبیح وغیرہ ان میں بھی وقف وابتداء کا خیال رکھے چونکہ حضرت مصنف علیہ الرحمۃ نے وقف تام۔ کافی۔ حسن اور وقف قبیح کی تعریفات اور احکام بیان نہیں فرمائے تھے نیز ان کے رموز کو بیان کیا جن سے وقف کرنے کی جگہ کی نشاندہی ہو یعنی ط۔ م۔ ج وغیرہ ان کو بھی کتاب کی شرح میں بیان کر دیا گیا ہے گو حضرت مصنف نے ان کو اختصار سے بیان فرمایا تھا تا کہ کتاب طویل نہ ہو جائے مگر ہم نے طلباء کی آسانی کے واسطے ان کو وقف کے باب میں مفصل بیان کر دیا ہے۔

فوائد مکہ : اور تیسرے رسم عثمانی ہے اس کا بھی جانتا ضروری ہے یعنی کس کلمہ کو کہاں پر کس طرح لکھنا چاہیے کیونکہ کہیں تو رسم مطابق تلفظ کے ہے اور کہیں غیر مطابق۔ اب اگر ایسے مواقع پر جہاں مطابقت نہیں ہے وہاں لفظ کو مطابق رسم کے تلفظ کیا تو بڑی بھاری غلطی ہو جائے گی مثلاً رَحْمَنُ بے الف کے لکھا جاتا ہے اور بِأَيْدِیِ سُوْرَةِ ذَارِیَاتِ میں دو یاء سے لکھا جاتا ہے اور لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تَحْشُرُونَ - لَا أَوْضَعُوا - لَا أَذْبَحْنَهُ - لَا أَنْتُمْ ان چار جگہوں میں مطابقت رسم سے لفظ مہمل اور ثبت منفی ہو جاتا ہے۔

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ تیسرا علم جو قاری مقری کے واسطے جانتا ضروری ہے وہ رسم عثمانی ہے یعنی قرآن کا وہ مخصوص رسم الخط جس میں قرآن لکھا گیا ہے رسم عثمانی میں کہیں کلمہ تلفظ کے مطابق لکھا ہوا ہے یعنی جس طرح پڑھا جائے گا اسی طرح لکھا گیا ہے جیسے قَالَ - مَالٍ وغیرہ کہ ان کا پڑھنا بھی ایسے ہی ہے جیسے لکھا گیا ہے۔ اور قرآن میں اکثر مواقع ایسے ہی ہیں کہ جن میں کلمہ تلفظ کے مطابق لکھا ہوا ہے۔

مگر قرآن حکیم میں کچھ مواقع ایسے بھی ہیں جہاں کلمہ تلفظ کے مطابق لکھا ہوا نہیں ہے اب اگر ان کو پڑھنے کے دوران اس طرح پڑھ دیا جس طرح لکھا ہوا ہے تو یہ بہت بڑی غلطی ہوگی جیسے لفظ رَحْمٰن کی مثال ہے کہ پڑھنے میں رَحْمٰن ہے مگر لکھائی میں رَحْمٰن ہے الف کے بغیر اب اگر اسے ایسے ہی بغیر الف پڑھ دیں گے تو بڑی غلطی ہوگی۔

ایسے ہی بِاَیْدِ میں دو یا تحریریں مگر پڑھنے میں ایک ہے۔ ایسے ہی لَا اِلٰی اللّٰہُ تَحْشَرُوْنَ - لَا اَوْضَعُوْا - لَا اَذْبَحْنٰہُ - لَا اَنْتُمْ وغیرہ ان تمام کلمات میں تلفظ رسم کے غیر مطابق کرنا چاہیے۔ اس لیے کہ لام کے بعد جو الف لکھا ہوا ہے وہ پڑھا نہیں جاتا ہے یہ ایسا رسم ہے جس پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اتفاق ہے اور انہوں نے یہ رسم آنحضرت ﷺ کے بتلانے سے اختیار فرمائی ہے۔

رَحْمٰن اور بِاَیْدِ میں اگر لفظ رسم کے مطابق پڑھا جائے تو لفظ مہمل ہو جائے گا لَا اِلٰی اللّٰہُ تَحْشَرُوْنَ - لَا اَوْضَعُوْا - لَا اَذْبَحْنٰہُ - لَا اَنْتُمْ میں اگر لفظ رسم کے مطابق پڑھا جائے تو مثبت منفی ہو جائے گا۔

خط اور رسم الخط کا فرق

علامہ سیوطیؒ اپنی کتاب ”الاتقان“ میں فرماتے ہیں کہ خط کے معنی ہیں کلمہ کو اس کے ان حروف ہجا کی رعایت سے لکھنا جو اس سے ابتدا کرنے اور وقف کرنے کی صورت میں پائے جاتے ہیں اور نحاۃ نے اس کے لیے اصول اور قواعد مقرر کیے ہیں اور رسم الخط کے معنی ہیں قرآنی کلمات کو حذف و زیادت و وصل و قطع کی پابندی کے ساتھ اس شکل پر لکھنا جس پر صحابہؓ کا اجماع ہے اور جو تواتر کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔ پس محققین کی رائے پر قرآن کے خط میں تو تبدیلی درست ہے۔ یعنی خط نسخ (عربی) کے بجائے خط نستعلیق (اردو) اور فارسی خط میں بھی لکھ سکتے ہیں۔ مگر اولیٰ یہی ہے کہ قرآن مجید کو عربی خط میں لکھیں۔ کیونکہ بعض علماء کے قول پر تو قرآن کو عربی کے سوا دوسرے خط میں لکھنا بالکل ناجائز ہے۔ چنانچہ علامہ سیوطیؒ ”الاتقان“ میں ہی تحریر فرماتے ہیں کہ علامہ زرکشیؒ فرماتے ہیں کہ کیا قرآن کو غیر عربی خط میں لکھنا درست ہے؟ مجھے اس بارے میں کسی عالم کی کوئی عبارت نہیں ملی۔ لیکن اس کی گنجائش ہے کہ اس کو جائز قرار دیا جائے کیونکہ پڑھنے والے تو اس کو خوبصورت اور درست کر کے عربی ہی میں پڑھیں گے۔ لیکن رسم الخط میں تبدیلی قطعاً ناجائز ہے۔ اور خط اور رسم الخط کے فرق کو پوری طرح سمجھنے کے لیے ان مثالوں میں غور کیجیے:

اَلْعَلَمِیْنَ - اَلرَّحْمٰن - اَلصَّلٰحٰت - هٰؤُلَاءِ - وغیرہ

ان کا موجودہ خط تو رسم عثمانی کے موافق ہے کیونکہ ان میں الف لکھا ہوا نہیں ہے۔ پس ان میں خط اور رسم الخط دونوں

ہیں۔ اور اگر ان کو اس طرح لکھیں اَلْعَالَمِیْنَ، الرَّحْمٰنُ - اَلصّٰلِحَاتُ - ہَا اَلَا ؕ تو ان کی یہ کتابت کو تلفظ کے موافق ہے لیکن رسم عثمانی کے بالکل خلاف ہے کیونکہ ان سب میں الف لکھا ہوا ہے۔ پس یہاں خط تو ہے لیکن رسم الخط نہیں ہے اسی طرح اگر ان کو خط نسخ (عربی) کے بجائے خط نستعلیق (اردو) میں لکھیں تب بھی دو صورتیں ہوں گی یعنی حروف میں کی و بیشی نہ ہوگی، تو خط کے بدل جانے کے باوجود بھی رسم عثمانی کے موافق کہلائیں گے۔ اور اگر حروف میں کی و بیشی ہو جائے گی تو پھر رسم کے خلاف ہوں گے خط بدلے یا نہ بدلے۔ اور اس سے یہ بھی نکل آیا کہ قرآن کا انگریزی اور ہندی خط میں لکھنا بالکل ناجائز اور حرام ہے کیونکہ ان میں بہت سے عربی حروف نہیں آتے پس وہ خط میں سے معدوم ہوں گے۔

فوائد مکبہ: اور یہ رسم توقیفی ہے اور سماعی ہے اس کے خلاف لکھنا جائز نہیں اس واسطے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں جس وقت قرآن مجید نازل ہوتا تھا اُسی وقت لکھا جاتا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پاس متفرق طور سے لکھا ہوا تھا۔

شرح: حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرما رہے ہیں کہ جس رسم پر قرآن مجید لکھا ہوا ہے یہ رسم توقیفی ہے یعنی اس پر تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اتفاق ہے اور سماعی سے مراد یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے فرمانے پر اس رسم کو اختیار کیا گیا ہے۔ اور اسی طرح یہ رسم الخط ہم تک پہنچا ہے۔

حضرت مصنف علیہ الرحمہ یہاں قرآن حکیم کی تدوین و جمع کے پہلے دور کا ذکر فرما رہے ہیں کہ سب سے پہلے قرآن حکیم آنحضرت ﷺ کے دور مبارک میں لکھا گیا۔ اس جمع و تدوین کی نوعیت کو ہم ذرا تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔

دور نبوی ﷺ جمع و تدوین کا دور اول

قرآن کی جمع و تدوین کا پہلا دور دور نبوی ﷺ ہے یعنی آنحضرت ﷺ پر جب بھی وحی قرآنی نازل ہوتی تو آپ اُسی وقت موجود کسی کاتب سے وہ وحی لکھوا دیتے اور ساتھ ہی یہ ہدایت بھی فرماتے کہ اس آیت کو فلاں سورت میں فلاں فلاں آیت کے درمیان لکھ لو۔ کاتب حسب فرمان آیت کو کسی پتھر۔ کھجور کے پتے۔ ہڈی یا چمڑے پر لکھ لیا کرتے تھے۔ اور یہ بھی کہ جب بھی بسم اللہ نازل ہوتی تو رسول اللہ ﷺ سمجھ جاتے کہ نئی سورت کے نزول کی ابتداء ہوئی ہے چنانچہ اس کے مطابق ہی کاتب کو لکھنے کی ہدایت فرماتے۔

آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں کاتبین وحی کی تعداد مؤرخین کے بیان کے مطابق تقریباً بیالیس تک جا پہنچتی ہے ان میں سے مشہور کاتبین حضرات کے نام یہ ہیں (۱) حضرت ابو بکر صدیقؓ (۲) حضرت عمر فاروقؓ (۳) حضرت عثمان غنیؓ

(۴) حضرت علی المرتضیٰؓ (۵) حضرت امیر معاویہؓ (۶) حضرت زید بن ثابتؓ (۷) حضرت ابی بن کعبؓ (۸) حضرت معاذ بن جبلؓ (۹) حضرت یزید بن ابی سفیانؓ (۱۰) حضرت سعید بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

قرآن کریم کا جو حصہ بھی لکھا جاتا اس کو ایک الگ جگہ محفوظ کر لیا جاتا اس وقت قرآن کریم کو ایک جلد میں محفوظ نہیں کیا جاسکتا تھا کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں کسی بھی وقت وحی کا نزول ہوتا رہتا تھا۔ مگر یہ ضروری ہے کہ پورا قرآن حکیم آنحضرت ﷺ کی حیات طیبہ میں لکھا جا چکا تھا مگر یہ متفرق تھا اجتماعی شکل میں ایک جلد کی صورت میں نہ تھا۔

فوائد مکیہ: اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ میں اکٹھا ایک جگہ جمع کیا گیا تھا۔

شرح: دور نبوی ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کا دور مبارک آتا ہے جمع و تدوین کے لحاظ سے اسے دوسرا دور کہتے ہیں۔

جمع و تدوین کا دوسرا دور خلافت صدیقی

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جھوٹے مدعیان نبوت اور منکرین زکوٰۃ کا فتنہ بڑا ہولناک تھا۔ جھوٹے مدعیان نبوت کے ساتھ بہت خوفناک لڑائیاں ہوئیں ان میں سب سے زیادہ سخت لڑائی مسیلہ کذاب سے ہوئی۔ اس کے خلاف ہونے والی جنگ یمامہ میں بہت سے حفاظ شہید ہوئے۔ جن کی تعداد سات سو ہے۔ چونکہ اس زمانہ میں زیادہ تر حفظ پر ہی دار و مدار تھا۔

صحابہ کرامؓ میں حفظ قرآن کے ذوق کے متعلق علامہ شاطبیؒ قصیدہ اتراب القصاص میں فرماتے ہیں:

وَلَمْ يَذَلَّ حِفْظُهُ بَيْنَ الصَّحَابَةِ فِي

عِلَاقَةِ رَسُولِ اللَّهِ مُبْتَدِرًا

ترجمہ: قرآن مجید کو حفظ کرنے کا رواج صحابہؓ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کے عالی شان دور میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر قائم ہو چکا تھا۔

جنگ یمامہ میں حفاظ کی اس قدر بڑی تعداد کی شہادت کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے محسوس فرمایا کہ اگر آئندہ جنگوں میں بھی حفاظ اور قراء اس طرح شہید ہوتے رہے تو اندیشہ ہے کہ کہیں قرآن حکیم کا کوئی حصہ ضائع نہ ہو جائے۔ چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ نے اس خدشے کا اظہار حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پہلے تو یہ کہہ کر انکار فرمایا کہ جس

کام کو آنحضرت ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں نہیں فرمایا اس کو میں کس طرح کروں لیکن حضرت عمر فاروقؓ کے بار بار اصرار فرمانے پر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دل میں بھی یہ بات آ گئی۔ اللہ تعالیٰ نے انشراح صدر کر دیا۔ چنانچہ انہوں نے اس کام کے لیے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو جو کہ آنحضرت ﷺ کے وحی اور غیر وحی دونوں کے کاتب تھے مامور فرمایا اور ان کی مدد کے لیے دیگر اقرء اور حفاظ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی ساتھ مقرر فرمایا پس حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے مختصر عرصہ میں قرآن حکیم کو جلد میں جمع کر دیا۔

اس صحیفہ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے پاس رکھا اور آپ کی رحلت کے بعد یہ صحیفہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوا۔ حضرت عمر فاروقؓ کی شہادت کے بعد یہ صحیفہ ام المومنین حضرت حفصہ بنت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس منتقل ہو گیا۔ یہ جمع قرآن کا واقعہ احادیث کی کتب کے اندر بھی تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔

جیسا کہ علامہ شاطبیؒ قصیدہ اتراب القصائد میں فرماتے ہیں:

فَأَمْسَكَ الصُّحُفَ الصِّدِّيقُ ثُمَّ إِلَى

الْفَارُوقِ أَسْلَمَهَا لَمَّا قَضَى الْعُمْرَا

ترجمہ: پھر حضرت صدیق اکبرؓ نے ان صحیفوں کو سنبھال کر اپنے پاس رکھا اور جب انھوں نے اپنی زندگی کا وقت پورا کیا تو یہ صحیفہ حضرت فاروق اعظمؓ کے سپرد کر دیئے۔

وَعِنْدَ حَفْصَةَ كَانَتْ بَعْدُ فَاخْتَلَفَ الـ

قُرَاءُ فَاعْتَزِلُوا فِي أَحْرَفٍ زُمَرَا

ترجمہ: اور حضرت عمر فاروقؓ کے بعد یہ صحیفہ ام المومنین حضرت حفصہؓ کے پاس رہے جب قرآن پڑھنے میں اختلاف پیدا ہوا تو وہ کچھ حرفوں میں جماعتوں کی شکل میں الگ الگ ہو گئے۔

فوائد مکیہ: پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں نہایت ہی اہتمام اور اجماع صحابہؓ سے متعدد قرآن

شریف لکھوا کر جا بجا بھیجے گئے۔ جمع اول اور جمع ثانی میں اتنا فرق ہے کہ پہلی دفعہ میں جمع غیر مرتب تھا اور جمع ثانی میں سورتوں کی ترتیب کا لحاظ بھی رکھا گیا ہے۔

اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عثمان رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس کام کو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا تھا کیونکہ یہ کاتب الوحی تھے اور عرضہ اخیرہ کے مشاہد اور اسی عرضہ کے موافق جناب رسول اللہ ﷺ کو قرآن سنایا تھا۔

جمع و تدوین کا تیسرا دور: خلافت عثمانی

شرح : حضرت عثمان غنی خلیفہ سوم رضی اللہ عنہ کے دور میں حالات ایسا رخ اختیار کر گئے جس میں قرآن کے نسخے تیار کروائے گئے اور مملکت اسلامیہ کے متعدد شہروں کو روانہ فرمائے گئے۔

یہ تمام کام بارہ ہزار صحابہ کے اجماع سے کیا گیا۔ حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے جمع اول اور جمع ثانی جو فرمایا ہے جمع اول سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جمع و تدوین اور جمع ثانی سے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جمع و تدوین مراد ہے۔

الاتقان میں علامہ جلال الدین السیوطیؒ نے مستدرک حاکمؒ کے حوالے سے روایت بیان کی ہے کہ قرآن تحریری صورت میں تین مرتبہ جمع ہوا ہے۔

(۱) عہد نبوی ﷺ (۲) عہد صدیقی ﷺ (۳) عہد عثمانی ﷺ

اس لحاظ سے ہم نے بھی جمع و تدوین کے تین دور ہی بیان کئے ہیں مگر حضرت مصنف علیہ الرحمہ کی مراد جمع اول اور جمع ثانی غلط نہیں کہ وہ اس سے قرآن کو جلد میں جمع کرنا مراد لے رہے ہیں۔

مگر ہم نے طلباء کی سہولت کے واسطے احادیث مبارکہ کی روشنی میں جمع و تدوین کو تین ادوار میں تقسیم کیا ہے۔
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں آرمینیا کے مجاز پر صحابی رسول حضرت حذیفہ بن الیمانؓ نے عجمیوں کے درمیان قرآءت کا اختلاف دیکھا حتیٰ کہ لوگوں کو ایک دوسرے کی قرآءت کا انکار کرتے ہوئے پایا۔
علامہ شاطبیؒ قصیدہ اتراب القصائد میں فرماتے ہیں:

وَكَانَ فِي بَعْضِ مَغْزَاهُمْ مُشَاهَدُهُمْ

حُذِيفَةُ فَرَأَى خُلْفِيَهُمْ عِبْرًا

ترجمہ: یعنی جنگوں یعنی جنگ آرمینیا میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ صحابی نے فوجیوں کا جو یہ حال دیکھا تو ان کے اس اختلاف میں ان کو بڑی عبرتیں نظر آئیں۔

حضرت حذیفہ بن الیمانؓ نے اس اندیشہ کے پیش نظر کہ لوگ ابھی سے قرآءت متواترہ کا انکار کر رہے ہیں حالانکہ یہ زمانہ افضل ہے اگر اسی طرح اختلاف ہوتا رہا تو لوگ بالکل ہی قرآءت کا انکار نہ کر بیٹھیں۔ اس خطرے کو محسوس کرتے ہوئے جب حج کا مہینہ آیا تو انہوں نے حضرت عثمان غنی خلیفہ ثالثؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس خدشے کا اظہار کیا۔

حضرت عثمان غنیؓ نے اس خطرے کو فوری طور پر محسوس کیا اور قرآن کو لغت قریش کے مطابق دوبارہ لکھوانے کے لیے ایک کمیٹی بنائی جس کے رئیس ایک مرتبہ پھر حضرت زید بن ثابتؓ تھے۔ حضرت زید بن ثابتؓ چونکہ نبی کریم ﷺ کے آخری دور قرآن کے شاہد تھے جس میں نبی کریم ﷺ سے حضرت جبریل امینؑ نے دو مرتبہ دور فرمایا تھا۔ علامہ شاطبی قصیدہ اتراب القصائد میں فرماتے ہیں:

وَكُلَّ عَامٍ عَلَى جَبْرِئِلَ يَعْرِضُهُ

وَقِيلَ اخْرِ عَامٍ عَرَضَتَيْنِ قَرَا

ترجمہ: اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال خود بھی حضرت جبریل علیہ السلام پر قرآن کو پیش کرتے تھے یعنی سناتے تھے اور کہا گیا ہے کہ آخری سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ پڑھا۔

اس کے علاوہ حضرت زید بن ثابتؓ وحی اور غیروحی کے کاتب بھی تھے۔ جس کی وجہ سے حضرت عثمان غنیؓ نے حضرت زید بن ثابتؓ کو اس کمیٹی کا رئیس مقرر کیا تھا۔ اس کمیٹی کے دیگر ارکان میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمن بن الحارث بن ہشام رضی اللہ عنہ شامل تھے۔

اس کمیٹی نے قرآن کا وہ نسخہ جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور خلافت میں لکھا گیا تھا اسے اُم المؤمنین حضرت حفصہؓ سے لیا اور پھر اس سے مزید مصاحف تیار کئے گئے جن کا ایک ایک نسخہ مکہ المکرمہ، المدینۃ المنورہ، کوفہ، بصرہ، شام، بحرین اور یمن روانہ کیا گیا اور ہر مصحف کے ساتھ ایک ماہر قاری استاذ بھی بھیجا گیا تاکہ قرآن کریم کی قراءت کے بارے میں مسلمانوں میں کوئی اختلاف باقی نہ رہے۔

علامہ شاطبی قصیدہ اتراب القصائد میں فرماتے ہیں:

وَسَارَ فِي نُسْخٍ مِنْهَا مَعَ الْمَدَنِيِّ

كُوفٍ وَ شَامٍ وَ بَصْرٍ تَمْلَأُ الْبَصْرَا

ترجمہ: اور یہ مصحف عثمانی کئی نسخوں میں تیار ہو کر دیگر اسلامی شہروں کی طرف روانہ ہوئے ان نسخوں میں سے مصحف مدنی سمیت مصاحف کوفی شامی اور بصری بھی تھے جو آنکھوں کے لیے بڑے رونق افروز تھے۔

وَقِيلَ مَكَّةَ وَ الْبَحْرَيْنِ مَعَ يَمَنِ

ضَاعَتْ بِهَا نُسْخٌ فِي نَشْرِهَا قَطْرَا

ترجمہ: اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یمن سمیت مکہ اور بحرین بھی ان مصاحف عثمانی کے نسخے روانہ ہوئے ان شہروں میں ان نسخوں نے اپنی خوشبو سے اطراف و بلاد کو مہکا دیا۔

چونکہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں ان کے حکم سے یہ مصحف لکھوائے گئے اس لئے ان مصاحف کو مصحف عثمانی یا رسم عثمانی کہا جاتا ہے۔ ایک مصحف حضرت عثمانؓ نے اپنے لیے خاص فرمایا جس میں آپؓ تلاوت فرمایا کرتے تھے اس مصحف کو مصحف امام کہا جاتا ہے (مصحف امام کی فوٹو اسٹیٹ لاہور عجائب گھر میں دیکھی گئی ہے۔ راقم کے پاس بھی الحمد للہ اس کی فوٹو اسٹیٹ موجود ہے) یہ وہی مصحف تھا جسے حضرت عثمان غنیؓ اپنی شہادت کے وقت تلاوت فرما رہے تھے۔

کسی بھی حدیث سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قراءات کو جلا دیا۔ یہ بالکل ناممکنات میں سے ہے۔ وہ احادیث جن سے قراءات کا ثبوت ملتا ہے۔ ان پر اگر گہری نظر ڈالی جائے اور بالاستیعاب ان کا مطالعہ کیا جائے تو بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ایسا کرنے کی جرأت بھی نہ کر سکتے تھے اس کا جلا نا اور ختم کرنا دور کی بات ہے۔ کیونکہ ان احادیث کے الفاظ اس طرح ہیں کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت حکیم ابن حزام رضی اللہ عنہ کا قرأت کے متعلق اختلاف ہوا تو جب وہ دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کی قرأت سن کر یہ ارشاد فرمایا تھا: **هَكَذَا أَنْزَلْتُ وَ هَكَذَا أَنْزَلْتُ** یعنی اس طرح بھی نازل کیا گیا اور اس طرح بھی نازل کیا گیا ہے۔ جب نازل کرنے والے خود اللہ تعالیٰ ہوں تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کیسے قراءات متواترہ کو جلا سکتے ہیں اور بعض احادیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی ہے کہ یا اللہ! میری امت پر آسانی فرما کیونکہ مختلف قبیلوں کے لوگ ایمان لاتے ہیں اور ان میں بچے بوڑھے اور عورتیں ہر طرح کے لوگ ہیں۔ اور یہ ایک لغت میں قرآن نہیں پڑھ سکتے۔ تو یہ کیسے ممکن کہ جو چیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کر کے حاصل کی ہو اسے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جلا دیں یا ختم کر دیں یہ صرف ایک لغو اور بیہودہ الزام ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

فوائد مکیہ: اور باوجود سارے کلام مجید مع سبع احرف کے حافظ ہونے کے پھر بھی یہ احتیاط اور اہتمام تھا کہ تمام صحابہ کرامؓ کو حکم تھا کہ جو کچھ جس کے پاس قرآن شریف لکھا ہوا ہو وہ لا کر پیش کریں اور کم از کم دو گواہ بھی ساتھ رکھتا ہو کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے سامنے یہ لکھا گیا ہے اور جیسا کہ صحابہ کرامؓ نے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لکھا تھا۔ ویسا ہی حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عثمانؓ نے لکھوایا بلکہ بعض ائمہ اہل رسم اس بات کے قائل ہیں کہ یہ رسم عثمانی حضرت رسول اللہ ﷺ کے امر اور املاء سے ثابت ہوئی ہے اس طرح پر یہ قرآن شریف باجماع صحابہ کرامؓ اس رسم خاص پر غیر معرب غیر منقطع لکھا گیا۔

تشریح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں قرآن مجید جمع کرنے کے لئے جن چیزوں کا اہتمام کیا گیا اور لکھنے میں جس طرح احتیاط ملحوظ رکھی گئی وہ ذکر فرما رہے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اس کام کے لیے ایک کمیٹی بنائی گئی تھی جس کے رئیس حضرت زید بن ثابتؓ تھے۔ حضرت زید بن ثابتؓ پورے قرآن کے مع سببہ احرف یعنی جن سات لغات پر قرآن مجید کو اتارا گیا اس کے حافظ تھے۔ سببہ احرف سے بخاری اور مسلم کی اس مشہور حدیث کی طرف حضرت مصنف علیہ الرحمہ اشارہ فرما رہے ہیں جو کہ قرآءت متواترہ کے لیے حجت ہے یعنی اِنَّ هَذَا الْقُرْآنُ اُنْزِلَ عَلٰی سَبْعَةِ اَحْوَفٍ فَاَقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ۔ (ترجمہ) ”بے شک یہ قرآن نازل کیا گیا ہے سات حروف پر پس پڑھو اس کو جو آسان ہو۔“

اس کے باوجود تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حکم دیا گیا کہ جس کے پاس قرآن کا جو بھی حصہ لکھا ہوا موجود ہوا کر پیش کرے اور ساتھ دو گواہ بھی لائے کہ یہ حضرت محمد ﷺ کے سامنے لکھا گیا ہے جب کوئی صحابی ”مع دو گواہوں کے آیات قرآنی لاتے تو اس کو اسی طرح لے لیا جاتا جس طرح لکھا ہوتا۔ اسی وجہ سے بعض کبار علماء رسم مثلاً علامہ دانیؒ۔ علامہ شاطبیؒ اور علامہ جزریؒ یہ خیال رکھتے تھے کہ یہ رسم آنحضرت ﷺ کے حکم سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اختیار فرمایا۔ اور اس رسم پر اور جمع قرآنی پر تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اجماع ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تین وحی کو لکھتے وقت ہدایات بھی فرماتے تھے کا تین وحی سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک مرتبہ فرمایا: اَلْقِ الدَّوَاةَ حَرْفِ الْقَلَمِ وَ انْصَبِ الْبَاءَ وَ فَرِّقِ السِّينَ وَلَا تَعُوْرَ الْمِیْمَ وَ حُسِّنُ اللّٰهَ وَمَدَّ الرَّحْمٰنِ وَ جَوِّدِ الرَّحِیْمَ وَ ضَعْ قَلَمَکَ عَلٰی اُذْنِکَ الْیُسْرٰی فَاِنَّهُ اَذْکُرْ لَکَ۔ (الدیلمی ص ۳۱۴، کنز العمال ج ۱۰۔ الدر المنثور ص ۱۰ ج ۱)

ترجمہ: ”دوات کو صحیح کرو، قلم کی نوک پلک صحیح کرو۔ باء کو نمایاں کرو، سین کے دند انوں کو واضح کرو۔ میم کی آنکھ کو خراب نہ ہونے دو اللہ خوب صورت لکھو۔ رحمن میں مد بناؤ رحیم کو عمدہ کر کے لکھو۔ قلم کو اپنے بائیں کان پر رکھ لیا کرو۔ اس طریقہ سے تمہیں لکھنے والی بات یاد رہے گی۔“

اس خاص رسم سے تیار کردہ یہ مصاحف اعراب اور نقطوں سے خالی تھے تاکہ سببہ احرف کی تمام قرآءات کا ان پر انطباق ہو سکے۔

علامہ شاطبی قصیدہ اتراب القصائد میں فرماتے ہیں:

فَقَامَ فِيهِ بِعَوْنِ اللَّهِ يَجْمَعُهُ

بِالنَّصْحِ وَالْجِدِّ وَالْحَزْمِ الَّذِي بَهْرًا

ترجمہ: پس اس کام میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سرگرمی سے لگ گئے۔ یہ کام انھوں نے اللہ کی مدد کے بھروسہ پر کیا۔ وہ قرآن کو بڑی خیر خواہی و کوشش اور ایسی ہوشیاری سے جمع کر رہے تھے کہ یہ ہوشیاری ہر شان پر غالب تھی۔

مَنْ كُلِّ أَوْجُهِهِ حَتَّى اسْتَمَّ لَهُ

بِالْأَحْرِفِ السَّبْعَةِ الْعُلْيَا كَمَا اسْتَهْرًا

ترجمہ: ان کا جمع کرنا قرآن کی تمام وجوہ قراءات کے ساتھ تھا حتیٰ کہ یہ کام تکمیل کو پہنچا اور ساتوں معروف ادائی طریقوں کے ساتھ تکمیل پذیر ہوا۔ چنانچہ تاریخی لحاظ سے یہ بات نہایت مشہور ہے۔

فوائد مکہ: اس کے بعد قرن ثانی میں آسانی کی غرض سے اعراب اور نقطے بھی حروف میں دے دیے

گئے۔ اب معلوم ہوا کہ یہ رسم توقیفی ہے ورنہ جس طرح آئمہ دین نے اعراب اور نقطے آسانی کے لئے دیے ہیں ایسا ہی رسم غیر مطابق کو مطابق کر دیتے۔

اور یہ بات بعید از قیاس ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق یا حضرت عثمان اور جمع صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اس غیر مطابق اور زوائد کو دیکھتے اور پھر اس کی اصلاح نہ فرماتے۔ خاص کر قرآن شریف میں۔

اسی واسطے جمع خلفاء اور صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین اور ائمہ اربعہ وغیرہم نے اس رسم کو تسلیم کیا ہے اور اس کے خلاف کو خلاف جائز کی جگہ پر جائز نہیں رکھا۔ اور بعض اہل کشف نے اس رسم خاص میں بڑے بڑے اسرار بیان کیے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ رسم بمنزلہ حروف مقطعات اور آیات مشابہات کے ہے (وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا)

مصحف سے متعلق مزید تسہیلی امور

شرح: قرن ثانی سے مراد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانے سے بعد کا زمانہ ہے جیسا کہ پہلے بھی فرما چکے ہیں کہ یہ رسم توقیفی اور سماعی ہے اس کی ایک اور دلیل دے رہے ہیں چونکہ مصاحف عثمانیہ نقاط اور اعراب سے خالی تھے اس

لیے کہ خطہ عرب اور اس کے آس پاس کے لوگوں کی مادری زبان عربی تھی لہذا انہیں عربی بغیر نقاط و اعراب پڑھنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی تھی اور نہ ہی کسی پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ حالانکہ اس زمانے میں نحو کے قواعد بھی وضع نہیں کئے گئے تھے۔ نحو کے قواعد سب سے پہلے امام ابوالاسود الدؤلیؒ (تابعی البصریؒ) (جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے) نے وضع کیے۔ علامہ شاطبی قصیدہ اتراب القصائد میں فرماتے ہیں:

فَجَرَدُوهُ كَمَا يَهْوَى كِتَابَتَهُ

مَا فِيهِ شَكْلٌ وَلَا نَقْطٌ فَيَحْتَجِرَا

ترجمہ: چنانچہ ان لکھنے والے حضرات نے قرآن کو حرکات اور نقطوں سے خالی لکھا، جیسا کہ حضرت عثمانؓ اس کی لکھائی کی یہی خواہش رکھتے تھے نہ اس میں کوئی حرکت تھی اور نہ نقطے۔ کیونکہ قرآءتوں کے انطباق سے وہ نقطے اور حرکات رکاوٹ بن جاتے۔

انہی حضرات ابوالاسود الدؤلیؒ نے ہی مصاحف میں اعراب کی ابتدائی شکل جوال نقطوں کی صورت میں تھی وضع کیے۔ اور موجودہ دور کے اعرابی اشکال امام خلیل بن احمد نحوی فراہیدیؒ نے دی یعنی شد و مد و ہمزہ اور علامت وصل اور علامت سکون کو قائم کیا اور حضرت ابوالاسود الدؤلیؒ کے نقطوں والے اعراب کی جگہ موجودہ اعراب لگائے۔

حضرت ابوالاسود الدؤلیؒ کے لال رنگ کے نقطوں کے ساتھ اعراب دینے کے بعد لوگ تقریباً چالیس سال تک ایسے ہی پڑھتے رہے مگر پھر اموی حکمران عبدالملک بن مروان کے دور میں جب عرب و عجم کا اختلاط ہوا تو عجمی حضرات ہم شکل حروف کو پڑھنے میں بہت اغلاط کرنے لگے۔ تب حجاج بن یوسف امیر عراق کے حکم سے نصر بن عاصم اللہبیؒ اور یحییٰ بن یحمر عدوانیؒ (یہ دونوں حضرات ابوالاسود الدؤلیؒ کے شاگرد تھے) نے ہم شکل حروف پر نقاط دے کر انہیں باہم ممتاز کر دیا اور پورے قرآن کو نقطوں سے منقطع کر دیا۔ اور یہ سلسلہ اس وقت سے آج تک اسی طرح چلا آ رہا ہے۔

حضرت مصنفؒ فرماتے ہیں کہ عوام کی سہولت کے لیے قرآن میں نقطے اور اعراب تو محققین اور علماء نے زیادہ کر دیے ہیں مگر اس کے باوجود رسم میں کوئی رد و بدل نہیں کیا گیا۔ اگر اس رسم کے خلاف لکھنا جائز ہوتا تو ائمہ دین نے جہاں نقاط و اعراب کی زیادتی فرمائی وہاں رسم غیر مطابق کو مطابق بھی کر دیتے۔

جیسے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تَحْشُرُونَ - مَلَأْنِيهِ - أَفَانِي - وغیرہ ایسے کلمات ہیں کہ ان میں الف لکھے ہوئے ہیں پڑھے نہیں جاتے۔ یہاں رسم غیر مطابق ہے پڑھنے کی صورت اس طرح ہے لَا لِي اللَّهُ تَحْشُرُونَ - مَلَأْنِيهِ - أَفْسِنٌ یہ رسم مطابق ہے اور اس طرح لکھنا جائز نہیں۔ چونکہ یہ رسم توقیفی ہے جس طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے

اس رسم پر اتفاق کیا ہے اب اس کے خلاف لکھنا ہرگز جائز نہیں۔

علامہ شاطبیؒ قصیدہ اتراب القصائد میں فرماتے ہیں:

وَقَالَ مَالِكُ الْقُرْآنُ يُكْتَبُ بِالنَّ

كِتَابِ الْأَوَّلِ لَا مُسْتَحْدِثًا سَطْرًا

ترجمہ: اور امام مالکؒ نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید اس اولین رسم پر ہی لکھا جائے کسی نئی شکل پر نہ لکھا جائے۔

خصوصاً حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس غیر مطابق اور زائد رسم کو دیکھتے رہے اور پھر بھی اس کی اصلاح نہ فرمائی دراصل اس کی وجہ یہی ہے کہ جمیع خلفاء راشدین اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین تبع تابعین اور ائمہ اربعہ جمہ اللہ اجمعین نے اس رسم کو اسی طرح تسلیم فرمایا اور غیر مطابق رسم کو تلفظ کے مطابق کر دینے کو جائز نہیں رکھا۔

اس لیے کہ غیر مطابق کا خلاف مطابق ہے۔ لہذا مطابق کے خلاف غیر مطابق کی جگہ جائز نہیں رکھا۔ اس لیے الرَّحْمَنُ کو بغیر الف کے رکھا ہے اور بِأَيُّدٍ کو دو یاء کے ساتھ تحریر فرمایا گیا ہے ایسے ہی لَا أَذْبَحْنَهُ کو الف زائدہ کے ہمراہ تحریر فرمایا گیا اور بغیر الف زائدہ کے لکھنا غیر جائز رکھا گیا۔

وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی حقیقت کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جو لوگ علم میں پختہ اور مضبوط ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے یہ سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے۔

اس آیت مبارکہ کو یہاں لا کر حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے تمام مضمون کا چوڑیہ نکالا کہ رسم عثمانی حضرت رسول اللہ ﷺ کے حکم سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے لکھی اور تابعین اور تبع تابعین نیز دیگر علمائے دین و ائمہ دین نے اسے برقرار رکھا اور اس پر ایمان رکھنا اسی طرح ضروری ہے جس طرح حروف مقطعات اور آیات متشابہات کے مطلب سے ہم واقف نہیں لیکن ان پر ایمان لانا ضروری ہے اور ان سے جو اللہ کی مراد ہے اس پر ہمارا ایمان ہے۔ اسی طرح اس رسم کے توثیقی اور سماعی ہونے کا اعتقاد بھی اہم و ضروری ہے۔ اس لیے کہ یہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اختیار کردہ ہے جو ساری امت کے بہترین لوگ ہیں اور قرآنی علوم میں سب سے زیادہ ماہر ہیں اور ان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے یہ رسم آنحضرت ﷺ کے املاء اور حکم سے حاصل کیا۔ لہذا اب اس میں شک باقی نہیں رہتا۔

علامہ شامیؒ قصیدہ اتراب القصائد میں فرماتے ہیں:

عَلَى لِسَانِ قُرَيْشٍ فَاكْتُبُوهُ كَمَا

عَلَى الرَّسُولِ بِهِ أَنْزَلَهُ اتَّشَرَا

ترجمہ: الفاظ کو لسان قریش کے مطابق ہی لکھو جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کا نازل کیا جانا قریش کی زبان

ہی میں مشہور ہے۔

فوائد مکہ: اور چوتھے علم قرآءت ہے اور یہ وہ علم ہے جس سے اختلاف الفاظ وحی کے معلوم ہوتے ہیں۔

شرح: قاری مقری کے لیے جن علوم کا جاننا ضروری ہے اس میں تین علوم کے متعلق بیان فرما کر چوتھے علم قرآءت کا بیان حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرما رہے ہیں۔

علم قرآءت دراصل وہ اختلاف الفاظ ہیں جو وحی کے ذریعے معلوم ہوتے ہیں یعنی وحی کے ذریعے ان کے پڑھنے پڑھانے کی اجازت دی گئی ہو۔ اس کے مطابق پڑھنا اور اپنی عقل و فہم سے پڑھنا نہ ہو بلکہ جس طرح کا تغیر نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے اسی طرح پڑھنا۔

مبادی علم قرآءت

(۱) تعریف

علم قرآءت اس علم کو کہتے ہیں جس سے کلمات قرآنیہ میں قرآن کریم کے ناقلین کا وہ اتفاق یا اختلاف معلوم ہو جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سن لینے کی بنا پر ہوا اپنی رائے سے نہیں۔

(۲) موضوع:

علم قرآءت کا موضوع قرآن کریم کے کلمات ہیں کیونکہ اس علم میں ان کلمات کے تلفظ کے حالات کی بحث کی جاتی

ہے۔

(۳) ثمرہ

فائدہ: علم قرآءت کا ثمرہ یہ ہے کہ اس سے قرآن مجید تحریف اور غلطی سے محفوظ رہتا ہے اور آئمہ کی تمام قرآءت کے تغیر و

تبدل بھی معلوم ہو جاتے ہیں۔

(۴) فضیلت:

علم قرأت کی فضیلت یہ ہے کہ یہ افضل ترین علوم میں سے ہے۔ اس لیے کہ اس کا تعلق کلام اللہ سے ہے۔

(۵) نسبت:

علم قرأت کی نسبت دوسرے علوم کے ساتھ بتا دین کی ہے یعنی یہ علم دوسرے علوم سے بالکل جدا اور ممتاز ہے۔

(۶) واضح:

علم قرأت کے واضح آئمہ قرأت ہیں اس کے اصول و قواعد انہی حضرات نے وضع کئے اور بعض کے نزدیک امام ابو عمروؒ۔ امام حفصؒ۔ امام دوریؒ از دی ہیں۔

(۷) لفظ قرأت:

اس کا نام علم قرأت ہے اور قرأت قرآءۃ کی جمع ہے مطلق قرآن پڑھنے کو قرآءۃ کہا جاتا ہے۔ اب اس کا اطلاق قرأت کے نزدیک ان اختلافات پر ہوتا ہے۔ جو تو اتر سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں اور جن کو آج کل قرأت عشرہ کہا جاتا ہے۔

(۸) استمدا اور سہارا یعنی ثبوت:

علم قرأت کا ثبوت و سہارا آئمہ قرأت کی ان صحیح اور متواتر نقول پر ہے جو انہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچی ہیں یعنی یہ علم کسی کے عقل کی ایجاد یا اختراع نہیں ہے۔

(۹) حکم:

علم قرأت کا حکم یہ ہے کہ اس کا سیکھنا اور سکھانا واجب علی الکفایہ ہے پس اگر ایک شخص بھی نہ سیکھے گا تو سب گنہگار ہوں گے۔

(۱۰) مسائل:

علم قرأت کے مسائل قواعد کلیہ ہیں۔ مثلاً ایک کلمہ میں دو ہمزہ جمع ہوں تو امام نافع۔ امام ابن کثیر کی اور امام ابو عمرو و بصریؒ

دوسرے ہمزہ میں تسہیل کرتے ہیں۔ فاعلمہ میں جب ہمزہ ساکنہ ہو تو وورش ماقبل کی حرکت کے اعتبار سے حرف مد سے بدلتے ہیں۔

یہ علم قرأت نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی کہ اے اللہ قرآن مجید کے معاملہ میں میری امت پر آسانی فرما۔ کیونکہ مختلف قبیلوں کے لوگ ایمان لائے ہیں اور ان میں بچے بوڑھے اور عورتیں بھی ہیں اگر ان لوگوں کو ایک لغت میں ہی قرآن پڑھایا گیا تو وہ نہیں پڑھ سکتے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جب قرآن کی طرف سے چیلنج ہوا کہ قرآن کے مقابلے میں کوئی سورت لے کر آؤ۔ اگر نبی کریم ﷺ قرآن کو صرف لغت قریش میں پڑھنے کا فرماتے تو پھر چیلنج صرف قبیلہ قریش کے لیے ہوتا جبکہ حقیقتاً ایسا نہیں تھا اس لیے کہ یہ چیلنج پورے سرزمین عرب کو تھا اور عرب میں اس زمانے میں سات بڑے بڑے قبائل آباد تھے لہذا اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل امین سے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کو فرمادیجیے کہ قرآن سات لغات میں نازل کیا گیا ہے۔ اُنْزِلَ الْقُرْآنُ عَلٰی سَبْعَةِ اَحْوَافٍ یعنی قرآن مجید کو سات لغتوں پر نازل کیا گیا ہے۔

سات لغتوں سے کیا مراد ہے؟

سات لغات کے اس قول کی متعدد علماء اور ائمہ نے مختلف تشریحات کی ہیں جن میں علامہ جزری رحمۃ اللہ علیہ کی توضیح نہایت روشن اور واضح ہے۔ یعنی سبعة احرف سے مراد سات طرح کا لفظی اختلاف ہے۔

(۱) حرکات میں تغیر ہو لیکن لفظ کے معنی اور صورت میں رکمی تغیر نہ ہو جیسے قَرَحٌ - قَرَحٌ -

(۲) حرکات اور معنی میں تغیر ہو جائے صورت رکمی میں نہ ہو جیسے اَخَذَ - اُخِذَ -

(۳) حروف اور معنی میں تغیر ہو جائے صورت رکمی میں نہ ہو جیسے تَبَلَّوْا - تَتَلَّوْا -

(۴) حروف اور صورت میں تغیر ہو جائے لیکن معنی میں نہ ہو جیسے اَلصِّرَاطُ - اَلْبَسْرَاطُ -

(۵) حروف معنی اور صورت تینوں ہی میں تغیر ہو جائے جیسے يَاتِلْ - يَتَالْ -

(۶) تقدیم و تاخیر ہو جیسے وَقْتِلُوا وَقْتِلُوا - وَقْتِلُوا وَقْتِلُوا -

(۷) حروف کی زیادتی و کمی کا تغیر ہو جیسے سَارِعُوا - وَسَارِعُوا -

نیز اسی طرح فَعَلَى - فَعَلَى - فَعَلَى کے وزن پر جو کلمہ آئے اس میں امال اور فتح دونوں طرح پڑھنا جائز ہے۔

علم قرأت میں انہی سات اقسام کے اختلاف بیان کیے جاتے ہیں۔ اس لیے حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ

قاری مقری کے لیے جہاں علم تجوید۔ علم اوقاف اور علم رسم کو جاننا ضروری ہے اسی طرح علم قرآءت کو بھی جاننا ضروری ہے تاکہ اس کو معلوم ہو سکے کہ کس کلمہ کو کس کس طرح پڑھا جاسکتا ہے اور کس طرح کس قاری یا راوی کے لیے پڑھا جاتا ہے۔ تاکہ خلط فی القراءت یا خلط فی الروایت سے بچا جاسکے۔ اس لیے کہ یہ حرام اور ممنوع ہے۔

قاری کے لئے صرف ایک قاری یا راوی کی روایت و قرآءت کو پڑھ لینا کافی نہیں بلکہ اس کو چاہیے کہ تمام قرآءتوں کو سیکھے تاکہ کلمات قرآنیہ کی مختلف قرآءات محفوظ رہ سکیں اور ان میں سے کوئی قرآءت مختلفہ یا روایت ضائع نہ ہو سکے۔ اس لیے کہ ان قرآءتوں کی حفاظت بھی ضروری ہے اور ان کی حفاظت یہی ہے کہ ان کو پڑھا جائے یا دیکھا جائے اور تلاوت کیا جائے۔ بکثرت احادیث سے علم قرآءات ثابت ہے اور ہم نے یہاں طوالت سے بچنے کے لیے احادیث ذکر نہیں کیں۔

فوائد مکبہ: اور قرآءت دو قسم کی ہے ایک تو وہ قرآءت جس کا پڑھنا صحیح ہے اور اس کی قرآءت کا اعتقاد ضروری اور لازمی ہے اور انکار و استہزاء گناہ اور کفر ہے۔ اور یہ وہ قرآءت ہے جو قراء عشرہ سے بطریق تواتر اور شہرت ثابت ہوتی ہے۔

شرح: حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ قراء عشرہ سے جو قرآءتیں تواتر اور شہرت سے ثابت ہوں وہ صحیح ہیں اور ان کے قرآن ہونے کا یقین رکھنا اور ایمان لانا ضروری ہے اور ان کا انکار کرنا خدا نخواستہ مذاق اڑانا کفر اور حرام ہے۔ قراء عشرہ کے اسماء گرامی اور مختصر حالات اس طرح ہیں۔

قراء عشرہ اور ان کے رواۃ کے مختصر حالات

(۱) امام نافع مدنی علیہ الرحمہ

امام نافع بن عبد الرحمن ابو روم اصفہانی الاصل قراءات و عربیت کے زبردست عالم امام ابو جعفرؒ کے بعد قراءات کے شیخ اکبر تلاوت قرآن کے وقت منہ سے خوشبو آتی۔ امام نافعؒ نے ستر تابعین سے قرآءت میں استفادہ کیا۔ پیدائش ۷۰ھ مدینہ میں ۱۶۹ھ میں وفات پائی۔

امام قالونؒ: امام نافعؒ کے پہلے راوی عیسیٰ بن مینا ہیں۔ قالون کے لقب سے مشہور ہیں۔ قالون رومی زبان میں عمدہ کو کہتے ہیں پیدائش ۱۳۰ھ مدینہ میں وفات ۲۲۰ھ

امام ورش: امام نافعؒ کے دوسرے راوی ابوسعید عثمان بن سعید مصری ورش کے لقب سے مشہور ہیں امام نافعؒ ان کو خوبصورت اور سفید رنگ ہونے کی وجہ سے ورش فرمایا کرتے تھے۔ پیدائش مصر ۱۱۰ھ وفات مصر ۱۹۷ھ

(۲) امام ابن کثیر مکی علیہ الرحمہ

قرآءت کے دوسرے امام عبداللہ بن کثیر بن مطلب قرشی ہیں۔ پیدائش مکہ میں ۳۵ھ میں ہوئی تابعین میں سے ہیں۔ وفات ۱۲۰ھ میں ہوئی۔

امام بزیؒ: امام ابن کثیرؒ کے پہلے راوی احمد بن عبداللہ بن قاسم بن نافع بن ابی بزہؒ ہیں۔ استاذ ضابط و محقق، مسجد حرام کے مؤذن بھی تھے۔ پیدائش ۱۷۰ھ وفات ۲۵۰ھ

امام قنبلؒ: امام ابن کثیرؒ کے دوسرے راوی محمد بن عبدالرحمن بن خالد قنبلؒ پورے حجاز کے بڑے قاری تھے پیدائش ۱۹۵ھ وفات ۲۹۱ھ

(۳) امام ابو عمرو بصری علیہ الرحمہ

قرآءت کے تیسرے امام ابو عمرو بصری مازنیؒ ہیں۔ ۶۸ھ میں پیدا ہوئے آئمہ قرآءت میں سب سے زیادہ شیوخ سے استفادہ کیا اور امام ابن کثیرؒ اور امام عاصم کوئیؒ سے بھی استفادہ کیا کوفہ میں ۱۵۴ھ میں وفات ہوئی قرآءت کے علاوہ نحو و بلاغت کے بھی امام ہیں۔

امام دوریؒ: امام ابو عمرو بصریؒ کے پہلے راوی حفص بن عمر بن عبدالعزیزؒ ہیں کنیت ابو عمر۔ اپنے زمانہ کے امام القراء یہ پہلے شیخ القراءت ہیں جنہوں نے قراءات جمع کیں۔ بغداد کے قریب ایک بستی دور میں ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ ۲۴۶ھ میں وفات ہوئی۔

امام سوسیؒ: امام ابو عمرو بصریؒ کے دوسرے راوی صالح بن زیاد سوسیؒ ہیں۔ ۲۶۱ھ میں بصرہ ۹۰ سال وفات ہوئی۔

(۴) امام ابن عامر شامیؒ

قرآءت کے چوتھے امام عبداللہ بن عامر مکی ابو عمر انؒ ہیں۔ جو ملک شام کے امام قرآءت تسلیم کیے جاتے ہیں۔ امام کبیر اور تابعی جلیل ہوئے ہیں۔ دمشق میں جامع اموی کے خطیب، قاضی شہر اور مسند قرآءت کے امام تھے۔ پیدائش ۲۱ھ وفات ۱۱۸ھ

امام ہشامؒ: امام ابن عامر شامیؒ کے پہلے راوی ہشام بن عمار بن نصیر ابوالولیدؒ ہیں۔ امام اہل دمشق خطیب اور مقرر۔
پیدائش ۱۵۳ھ وفات ۲۳۵ھ۔

امام ابن ذکوانؒ: امام ابن عامر شامیؒ کے دوسرے راوی عبداللہ بن احمد بن بشر بن ذکوانؒ دمشق ہیں۔ ملک شام کے شیخ الاقراء جامع دمشق کے خطیب۔ پیدائش ۱۷۳ھ وفات ۲۴۲ھ۔

(۵) امام عاصم الکوفیؒ

قرآت کے پانچویں امام عاصم بن بہدلہ ابوالخوہ اسدیؒ ہیں۔ ابوبکر کنیت ہے۔ کوفہ کے شیخ القراء فصاحت و اتقان کے مالک حسن وصوت دونوں میں جمیل۔ تابعین میں سے ہیں۔ شیخ ابو عبد الرحمن سلمیٰؒ کے جانشین۔ ۱۲۷ھ کے اواخر میں وفات پائی۔

امام شعبہؒ: امام عاصمؒ کے پہلے راوی شعبہ بن عیاش بن سالمؒ ہیں ان کی کنیت بھی ابوبکر ہے۔ امام کبیر عامل و عالم آئمہ اہل سنت میں سند ہیں۔ پیدائش ۹۵ھ وفات ۱۹۳ھ۔

امام حفصؒ: امام عاصمؒ کے دوسرے راوی حفص بن سلیمان بن مغیرہ اسدیؒ کوفی قرآت عاصم کے سب سے بڑے عالم۔ پیدائش ۹۰ھ وفات ۱۸۰ھ۔

(۶) امام حمزہ الکوفیؒ

قرآت کے چھٹے امام حمزہ بن حبیب زیات تابعیؒ ہیں۔ امام عاصمؒ کے بعد کوفہ کے امام القراء۔ پیدائش ۸۰ھ وفات ۱۵۶ھ۔

امام خلفؒ: امام حمزہؒ کے پہلے راوی خلف بن یزار بغدادیؒ ابومحمد کنیت بڑی ثقاہت کے مالک زاہد عابد اور عالم ہوئے ہیں۔ پیدائش ۱۵۰ھ وفات ۲۲۹ھ بغداد میں۔

امام خلادؒ: امام حمزہؒ کے دوسرے راوی خلاد بن خالد شیبانی صیرفی کوفیؒ ابوعیسیٰ کنیت قرآت میں امام۔ ثقہ۔ عارف اور محقق ضابطہ ہوئے ہیں۔ پیدائش ۱۲۹ھ وفات ۲۲۰ھ۔

(۷) امام کسائی الکوفیؒ

قرآت کے ساتویں امام علی بن حمزہ بن عبداللہ اسدیؒ ہیں۔ ابوالحسن کنیت۔ امام حمزہؒ کے بعد کوفہ کے شیخ القراء مانے

گئے۔ پیدائش ۱۱۹ھ وفات ۱۸۹ھ عمر ۷۰ سال۔

امام ابو الحارثؒ: امام کسائیؒ کے پہلے راوی لیث بن خالد بغدادیؒ ہیں۔ جن کی کنیت ابو الحارث ہے۔ جو کہ بڑی ثقاہت کے مالک ماہر فن اور قرأت کے ضابطہ ہوئے ہیں۔ وفات ۲۴۰ھ۔

امام دوری کسائیؒ: امام کسائیؒ کے دوسرے راوی حفص بن دوریؒ ہیں۔ جن کا ذکر ابو عمروؒ کے پہلے راوی کے طور پر آچکا ہے امتیاز کے لیے ان کو وہاں دوری بصری اور یہاں دوری کسائی کہتے ہیں۔

(۸) امام ابو جعفر مدنیؒ

قرأت کے آٹھویں امام ابو جعفر یزید بن قعقاع مخزومی مدنیؒ ہیں۔ تابعی ہیں۔ مسجد نبوی میں اقراء کے ۶۳ھ میں سب سے بڑے شیخ۔ امام نافعؒ کے استاد عظیم ہیں۔ ان کے شیوخ میں حضرت عبداللہ بن عیاش مخزومیؒ حضرت عبداللہ بن عباس ہاشمیؒ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ جو مشہور صحابی سید القراء ابو المند رابی بن کعبؒ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ وفات ۱۲۸ھ مدینہ میں ہوئی۔

امام ابن وردانؒ: امام ابو جعفرؒ کے پہلے راوی عیسیٰ بن وردان مدنیؒ متوفی ۱۶۰ھ جو قرأت میں محقق وضابطہ تھے۔ امام ابن جہازؒ: امام ابو جعفرؒ کے دوسرے راوی ابن جہاز سلیمان بن مسلم زہری مدنیؒ ہیں جن کی وفات ۷۰ھ میں ہوئی اور قرأت میں بڑے عالی مقام ہوئے۔

(۹) امام یعقوب حضرمیؒ

قرأت کے نویں امام یعقوب بن اسحاق حضرمیؒ جو بصرہ میں امام ابو عمرو بصریؒ کے بعد سب سے بڑے شیخ قرأت ہوئے ابو منذر سلام ابن سلیمان مدنیؒ شہاب بن شرقہ۔ مہدی بن میمون اور ابو عمرو بصری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہم ان کے شیوخ میں سے ہیں۔ وفات ۲۰۵ھ میں ہے۔

امام رولیسؒ: امام یعقوبؒ کے پہلے راوی محمد بن متوکل لولوی رولیسؒ متوفی ۲۳۸ھ ہیں۔

امام روحؒ: امام یعقوبؒ کے دوسرے راوی ابو الحسن روح بن عبدالمومنؒ ہیں۔ وفات ۲۳۳ھ یا ۲۳۵ھ۔

(۱۰) امام خلفؒ

قرأت کے دسویں امام ہیں۔ اور یہ وہی ہیں جو امام حمزہؒ کے راوی ہیں۔ وفات ۲۲۹ھ

امام اسحاقؒ: امام غلفؒ کے پہلے راوی اسحاق مروزی وراقؒ ہیں۔ متونی ۲۸۶ھ

امام ادریسؒ: امام غلفؒ کے دوسرے راوی ادریس عبدالکریم حدادؒ ہیں۔ وفات ۲۹۲ھ

علم قرآءت سے متعلق مزید مفید ابحاث

ان دس قراء سے جو قرآءت تواتر اور شہرت سے ثابت ہوں یعنی مسلسل اور لگاتار نقل کے ذریعے پہنچی اور ثابت ہوئی ہوں جن میں جھوٹ اور غلط بیانی کا امکان نہیں ایسی قرآءتوں کو متواترہ اور مشہور کہتے ہیں ان کا انکار کرنا یا ان کا مذاق اڑانا کفر ہے ان قرآءتوں کو قرآن ماننا لازمی اور ضروری ہے اور ایمان کا جزو ہے۔

یہ قرآءتیں قراء عشرہ سے منقول ہیں اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انہوں نے خود اپنی طرف سے قرآءت بنالی۔ بلکہ ان حضرات نے صرف انہی اختلاف قرآءت کو پڑھا ہے جو ان کو اپنے اساتذہ کے واسطے آنحضرت ﷺ سے پہنچے۔ ان ائمہ حضرات سے ان قرآءتوں کی نسبت اس لیے کی جاتی ہے کہ ان قراء عشرہ میں سے ہر ایک نے قرآءت کی وجہ مختلفہ میں سے اپنے لیے ایک وجہ کو مختص کر لیا جو ان کے نزدیک عربیت میں قوی اور رسم کے موافق تھی۔ جیسے کسی نے مُلِکِ پڑھا کسی نے مُلِکِ۔ کسی نے خُطُوتُ پڑھا کسی نے خُطُوتُ کسی نے یَعْلَمُونَ پڑھا کسی نے تَعْلَمُونَ پڑھا۔ اسی طرح کسی نے فَعَلٰی۔ فَعَلٰی۔ فَعَلٰی کے وزن پر آنے والے کلمات میں امالہ اختیار کیا اور کسی نے فتح۔ جس قدر بھی اختلاف جس نے بھی پڑھے۔ تذکیر کی جگہ تانیث۔ متحرک کی جگہ ساکن۔ فتح کی جگہ ضمہ۔ یافتہ کی جگہ امالہ یہ سب اختلاف ان کو اپنے اساتذہ کے واسطے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچے تھے۔ پھر ان قراء میں سے ہر ایک نے اپنے لیے ایک وجہ یا ایک قرآءت کو اختیار فرمالیا۔ اور پھر ساری عمر اسی کو پڑھنے پڑھانے میں صرف فرمادی اس عظیم الشان خدمت کی بدولت ان قرآءتوں کی نسبت ان قراء سے کی جاتی ہے۔ جیسا کہ ان سے قبل وہ قرآءتیں ان کے اساتذہ تابعین اور صحابہ کرام سے منسوب رہیں۔

ہر صحیح قرآءت میں تین چیزیں ضروری ہیں جن کی وجہ سے وہ قرآءت صحیح کہلاتی ہے۔

(۱) اس میں تواتر ہو یعنی ہر دور میں اتنے لوگ اس کے پڑھنے پڑھانے پر متفق ہوں کہ ان تمام کا جھوٹ پر اکٹھا ہونا محال ہو۔

(۲) وہ قرآءت رسم عثمانی کے مطابق ہو۔

(۳) وہ قرآءت نحو اور صرف کے مطابق ہو۔

جیسا کہ علامہ جزری نے فرمایا:

فَكُلُّ مَا وَافَقَ وَجْهَ نَحْوِ

وَ كَانَ لِلرَّسْمِ احْتِمَالًا يَحْوِي

ترجمہ: پس وہ اختلاف قرأت جو نحو کی کسی وجہ کے موافق ہو۔ اور مصاحف عثمانی کی رسم کو بھی محیط ہو خواہ وہ موافقت احتمال ہی ہو اور تحقیقا و ظاہر آخواہ موافقت نہ ہو جیسے مُلْکِ بالالف کہ یہ رسم احتمال ہی موافق ہے۔

وَصَحِّحَ اسْنَادًا هُوَ الْقُرْآنُ

فَهَذِهِ الثَّلَاثَةُ الْأَرْكَانُ

ترجمہ: اور وہ وجہ از روئے اسناد بھی صحیح ہو یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی سند صحیح اور متصل ہو۔ تو قرآن ہے پس یہ ثبوت قرآنیت کے تین ارکان ہیں۔

جس قرأت میں یہ تینوں شرائط موجود ہوں گی وہ قرأت صحیح ہوگی جس قرأت میں اس میں سے ایک شرط بھی کم ہوئی وہ قرأت صحیح نہ ہوگی۔

فوائد مکيه: اور جو قرأت ان سے بطریق تواتر اور شہرت ثابت نہیں ہوئیں یا ان کے ماسوا سے مروی ہیں

وہ سب شاذہ ہیں اور شاذہ کا حکم یہ ہے کہ اس کا پڑھنا قرآنیت کے اعتقاد سے یا اس طرح کہ سامع کو قرآن شریف پڑھے جانے کا وہم ہو حرام اور ناجائز ہے۔

شرح: شاذہ کا مطلب یہ ہے کہ جو قرأت صحیح اور متواتر نہ ہو اور یہ متواترہ کا متضاد ہے جیسا کہ حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ قراء عشرہ سے جو قرأتیں تواتر اور شہرت سے ثابت ہیں ان کے علاوہ باقی سب قرأتیں شاذہ ہیں یعنی غیر صحیح ہیں ان کا پڑھنا اس نظریہ سے کہ یہ بھی قرآن ہیں بالکل غلط اور ناجائز ہے اور اگر اس طرح پڑھے کہ سننے والا سمجھے کہ قرآن پڑھ رہا ہے۔ دونوں طرح پڑھنا ناجائز اور حرام ہے۔

ان دس قراءات عشرہ متواترہ کے علاوہ چار قراءات اور ہیں جو قراءات شاذہ میں شامل ہیں یہ درجہ آحاد سے آگے نہیں بڑھیں اور ان کو پڑھنا قرآن کے اعتقاد سے جائز نہیں یہ چار آئمہ سے منقول ہیں جن کے نام یہ ہیں:

(۱) امام ابن محيى بن محمد بن عبد الرحمن مکیؒ

ان کے دوراوی (۱) بزئی سابق الذکر (۲) ابوالحسن بن شنبوذؒ

(۲) امام یزیدی یحییٰ بن المبارکؒ

ان کے دوراوی (۱) سلیمان بن الحکمؒ (۲) احمد بن فرحؒ

(۳) امام حسن بصریؒ

ان کے دوراوی (۱) شجاع بن ابی نصر اللیثیؒ (۲) دوریؒ سابق الذکر

(۴) امام اعشى سلیمان بن مهرانؒ

ان کے دوراوی (۱) حسن بن سعید الموطویؒ (۲) ابوالفرج الشنبوذی الشطویؒ

قرآءات سبعہ میں الشاطبیہ اور غلاشہ میں الدرۃ فی القراءات الثلاث المتممہ للقراءات العشر اور قرآءات عشرہ کبریٰ میں طیبۃ النشر پڑھی پڑھائی جاتی ہیں اور اربعہ عشر میں اتحاف فضلاء البشر فی القراءات الاربع عشر مشہور و معروف ہیں۔ نیز القراءات الشاذہ و توجیہا من لغۃ العربیۃ فضیلۃ الشیخ عبدالفتاح القاضیؒ کی تصنیف ہے۔ اعراب القراءات الشواذ بھی قرآءات شاذہ کی تحقیق میں بڑی محقق کتاب ہے جو ابوالبقاء العکبری متوفی ۶۱۶ھ کی تصنیف ہے۔

فوائد مکيه: آج کل یہ بلا بہت ہو رہی ہے کہ کوئی قرآءت متواترہ پڑھے تو مسخرہ پن کرتے ہیں اور میڑھی

www.KitaboSunnat.com

باکی قرآءت سے تعبیر کرتے ہیں۔

شرح: حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ آج کل عام رواج بن گیا ہے کہ اگر کوئی قرآءت متواترہ صحیحہ کی تلاوت کرتا ہے تو لوگ مذاق کرتے ہیں اور مختلف الفاظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ دراصل یہ سب چیزیں صرف علم قرآءت سے ناواقفیت کی وجہ سے ہیں اور قرآءت کا انکار یا مذاق اڑانا دراصل قرآن کا انکار اور مذاق ہے اور یہ انتہائی بری اور قبیح حرکت ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہر آدمی اگر علم قرآءت حاصل نہیں کر سکتا تو کم از کم اس سے واقف ضرور ہو۔ اس لیے کہ صحیح قرآءات عشرہ متواترہ بخاری اور مسلم اور دیگر احادیث کی کتب میں وارد صحیح احادیث سے ثابت ہیں اور ان کا مذاق اڑانا یا انکار کرنا بہت سخت گناہ ہے۔

فوائد مکہ: اور بعض حفاظ قاری صاحب بنے کو تفسیر وغیرہ دیکھ کر اختلاف قرأت سے پڑھنے لگتے ہیں اور یہ تمیز نہیں ہوتی کہ یہ کون سی قرأت ہے آیا پڑھنا صحیح ہے یا نہیں اور شاذ ہے یا متواتر۔ دونوں حضرات کا حکم ماسبق سے معلوم ہو چکا کہ کس درجہ برا کرتے ہیں۔

شرح: حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ محض کتب تفسیر میں دیکھ کر اختلاف قرأت پڑھنا شروع کر دینا یہ بھی صحیح نہیں ہے بلکہ قاری بننے کے لیے علم کا سیکھنا ضروری ہے۔

اس لیے کہ علم تفسیر میں تو صرف اس قدر بیان کیا جاتا ہے کہ فلاں کلمہ میں فلاں فلاں قرأت ہے مگر یہ کہ یہ قرأت متواترہ ہے یا شاذہ یا یہ کس امام یا کس راوی کی روایت ہے یہ چیزیں بیان نہیں کی جاتیں۔ صرف تفسیر سے یہ پتہ چل سکتا ہے کہ فلاں کلمہ میں کتنی قرأتیں ہیں؟ اور تفسیر کے اندر قرأت کا بیان کرنا وسعت معنی اور تفسیری نکات سمجھانے کے لیے ہوتا ہے۔

ضروری ہے کہ قرأت کا شوق رکھنے والا ہر شخص قرأت کی کتب کسی ماہر استاذ سے پڑھے اور اس کی ادا دیکھے۔ قرأت کا مذاق اڑانا یا قرأت کو صرف کتب تفسیر میں سے دیکھ دیکھ کر پڑھنا دونوں نہایت غلط کام ہیں اور علم قرأت سے ناواقفیت کی دلیل ہیں اور دونوں کام کرنے والا حرام کا مرتکب ہوتا ہے۔ آج کل یہ دبا عام ہو رہی کہ بعض حضرات اختلاف قراءات کو کیسٹوں سے سن کر پڑھتے ہیں یہ بھی انتہائی قبیح حرکت ہے۔

فوائد مکہ:

دوسری فصل

قرآن شریف الحان اور انغام کے ساتھ پڑھنے میں اختلاف ہے بعض حرام بعض مکروہ بعض مباح اور بعض مستحب کہتے ہیں۔

شرح: الحان کے معنی ہیں لہجہ طبعی اور انغام کا مطلب راگنیاں۔ حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ قرآن کو الحان سے پڑھنے اور انغام سے پڑھنے میں اختلاف ہے بعض اس کو حرام کہتے ہیں بعض مکروہ بعض مستحب اور بعض مباح۔ اگر قرآن کو الحان کے ساتھ پڑھا جائے گا تو مستحب ہوگا یا مباح اور اگر انغام کے ساتھ پڑھا جائے گا تو حرام یا مکروہ ہوگا۔ اس لیے کہ الحان اور لہجہ کا تعلق قرآن کریم پڑھنے کے ساتھ ہے جیسا کہ احادیث میں آیا ہے۔

”عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ حَسِّنُوا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ فَإِنَّ الصَّوْتَ الْحَسَنَ يَزِيدُ الْقُرْآنَ حُسْنًا“ (رواہ الدارمی)

ترجمہ: ”حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا انہوں نے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے قرآن مجید کو اچھی طرح پڑھو اپنی آوازوں کے ساتھ اس لیے کہ اچھی آواز قرآن میں خوبی پیدا کرتی ہے اور زیادتی کا سبب بنتی ہے۔ (دارمی)

”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا أَذِنَ اللَّهُ لِشَيْءٍ مَا أَذِنَ لِلنَّبِيِّ يَتَغَنَّى بِالْقُرْآنِ (متفق علیہ)

ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کسی آواز کو اتنی توجہ سے نہیں سنتا جتنا اس نبی کی آواز کو جو خوش آوازی سے قرآن کریم پڑھتا ہو۔“ (متفق علیہ)

”وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَتَغَنَّى بِالْقُرْآنِ“ (رواہ البخاری)

ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو قرآن کو خوش کن آواز سے تلاوت نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔“ (بخاری)

”اقْرَؤُوا الْقُرْآنَ بِلُحُونِ الْعَرَبِ وَأَصْوَاتِهَا“ (رواہ النسائی و مالک فی الموطأ)

ترجمہ: ”قرآن شریف کو اہل عرب کے لہجوں اور آوازوں کی طرح پڑھو۔“ (نسائی - موطأ)

جبکہ انعام کا تعلق قرآن سے نہیں اس لیے انعام سے قرآن پڑھنا قطعاً درست نہیں اور نہ ہی یہ مستحب اور مباح ہو سکتا ہے اور اگر موسیقی کے ارادے کے بغیر خوش آوازی سے قرآن پڑھے اور اس میں کوئی قاعدہ موسیقیہ پایا جائے تو کوئی حرج نہیں۔

فوائد مکیہ: پھر اطلاق اور تنقید میں بھی اختلاف ہے مگر قول محقق اور معتبر یہ ہے کہ اگر قواعد موسیقیہ کے لحاظ سے قواعد تجوید کے بغیر جائیں تب تو مکروہ یا حرام ہے ورنہ مباح ہے یا مستحب۔

شرح: اطلاق کے معنی ہیں بغیر کسی قید و شرط کے۔ اور تنقید کے معنی ہیں قید یا کوئی شرط لگانا۔

جیسا کہ حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے اختلاف ذکر فرمایا ہے کہ بعض لوگ الحان اور لہجہ کو کسی قید اور شرط کے بغیر حرام یا

مکروہ یا مباح یا مستحب کہتے ہیں اور بعض کوئی پابندی یا شرط لگا کر حرام مکروہ مباح یا مستحب کہتے ہیں۔

یعنی اگر الحان ولجہ کے ساتھ پڑھنے والا لحن جلی کرے گا تو ظاہر ہے کہ الحان ولجہ حرام ہوگا۔ اس لیے کہ لحن جلی کا حکم حرام ہے اور اگر پڑھنے والا لحن خفی کرے گا تو الحان ولجہ مکروہ ہوگا۔ اور اگر لحن جلی نہ ہوگی تو ایسا الحان ولجہ مباح ہوگا اور اگر لحن خفی بھی نہ ہوگی تو الحان ولجہ مستحب ہوگا۔ مگر زیادہ معتبر قول یہی ہے کہ تنقید کے ساتھ بہتر ہے کیونکہ جیسا ہم نے ابھی حدیث نقل کی کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ عربوں کے لب ولجہ اور ان کی آوازوں میں قرآن پڑھو۔ اس سے تنقید والا قول ثابت ہوتا ہے اس لیے کہ عربوں کی تید لگائی گئی ہے۔

اور دوسری حدیث میں آتا ہے وَإِيَّاكُمْ وَلُحُونُ أَهْلِ الْفِسْقِ وَالْعِشْقِ وَالْكِتَابَيْنِ یعنی فاسقوں۔ عاشقوں اور یہود و نصاریٰ کے لہجوں سے بچو۔ جس طرح تجوید صرف دعو کے قواعد ہیں اس طرح موسیقی کے بھی قواعد ہیں اگر قواعد موسیقی سے پڑھے گا تو اس میں قواعد تجوید بگڑ جائیں گے اس لیے کہ قاری قواعد موسیقی کا لحاظ کر کے پڑھے گا تو حروف کے مخارج و صفات میں غلطی کرے گا۔

اور اگر قرآن مجید پڑھتے ہوئے قواعد تجوید کا خیال کرے گا کہ کس حرف کو مونا کرنا ہے کس حرف کو باریک کرنا ہے کہاں مد اصلی کرنی ہے کہاں مد لمبی کرنی ہے اس طرح کے آثار چڑھاؤ سے اگر پڑھے گا تو مشق میں پختگی پیدا ہوگی اور تجوید کے قواعد پر عمل کرنا ہوگا یعنی اجراء میں ماہر ہوگا۔

فوائد مکبہ : اور مطلق تحسین صوت سے پڑھنا مع رعایت قواعد تجوید کے مستحب اور مستحسن ہے جیسا کہ اہل عرب عموماً خوش آوازی سے اور بلا تکلف بلا رعایت قواعد موسیقی سے ذرہ بھر بھی واقف نہیں ہوتے اور نہایت ہی خوش آوازی سے پڑھتے ہیں۔ یہ خوش آوازی ان کی طبعی اور جبلی ہے اسی واسطے ہر ایک کا لہجہ الگ الگ اور ایک دوسرے سے ممتاز ہوتا ہے۔ ہر ایک اپنے لہجے کو ہر وقت پڑھ سکتا ہے۔

بخلاف انعام کے کہ ان کے اوقات مقرر ہیں کہ دوسرے وقت میں نہیں بنتے اور نہ ابھی معلوم ہوتے ہیں۔ یہاں سے معلوم ہو گیا کہ نعم اور لہجے میں کیا فرق ہے۔ طرز طبعی کو لہجہ کہتے ہیں بخلاف نعم کے۔

شرح : مطلب یہ ہے کہ قواعد تجوید کا خیال کر کے خوش آوازی سے پڑھنا مستحب اور مستحسن ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں اگر خوش آوازی سے الحان اور لہجہ کی رعایت رکھ کر پڑھا جائے تو زیادہ احسن ہے۔ اس لیے کہ خوش آوازی کا اظہار لہجہ سے ہی ہوتا ہے۔

قراء سبعہ میں بعض قراءتدویر سے قرآن پڑھتے تھے اور بعض ترتیل میں۔ جیسا کہ امام حمزہؒ بہت خوش آوازی سے قرآن پڑھتے ان کے بارے میں کہا جاتا ہے جب وہ قرآن پڑھتے تھے تو پرندے رک جاتے تھے۔ لیکن لہجہ میں اس بات کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے کہ قرآن پڑھتے وقت قواعد تجوید میں غلطی نہ ہو۔ قواعد تجوید کا خیال رکھنا از حد ضروری ہے۔

ہر شخص جو خوش آوازی میں قرآن پڑھتا ہے اس کا خوش آوازی میں پڑھنا لہجہ نہیں کہلاتا بلکہ خالص عربوں کی طرز ادا کو لہجہ کہیں گے اس لیے کہ **بَلَّحُونِ الْعَرَبُ** کی قید لگائی گئی ہے۔ اسی وجہ سے عجمی لوگوں کو لہجہ سیکھنے میں کافی مشکل پیش آتی ہے۔ اور ایک لہجہ سیکھ کر پھر دوسرا لہجہ سیکھا جاتا ہے۔ چنانچہ حسینی۔ مصری۔ مجازی۔ رکی۔ مایہ۔ محطی۔ عشاتی وغیرہ یہ سب عربی لہجوں کے نام ہیں اور رقب لہجہ کے بارے میں کہا جاتا ہے۔ جس کو زمانہ جاہلیت میں جب لوگ اونٹوں پر سفر کرتے اور اونٹوں کو تیز چلانا مقصود ہوتا تو رقب لہجہ میں اشعار پڑھتے تب اونٹ بھی لگن ہو جاتے اور دنوں کا سفر گھنٹوں میں طے کر لیتے۔

نیز ہمارے شیخ استاذ القراء حضرت قاری اظہار احمد التھانوی نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ استاذ الاساتذہ حضرت قاری عبدالملک صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان تمام لہجوں میں ماہر تھے اور بلا تکلف پڑھا کرتے تھے رمضان المبارک میں تراویح میں جس لہجہ میں سورۃ الفاتحہ پڑھتے تھے اسی لہجہ میں پورا قرآن پڑھتے۔ اور اپنے تلامذہ کو پہلے ایک لہجہ سکھاتے جب وہ اچھی طرح ماہر ہو جاتے تو پھر دوسرا لہجہ اسی طرح تمام لہجے سکھاتے۔ لہجوں کے اثرات ان کے تلامذہ میں دیکھے گئے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

ہر آدمی کا اپنا لہجہ ہوتا ہے جس میں وہ ہر وقت تلاوت کر سکتا ہے اور انعام سے کبھی انسان صحیح پڑھ سکتا ہے کبھی نہیں خوش آوازی سے قرآن پڑھنا امر زائد مستحسن ہے۔ جیسا کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سورۃ الدھن سنی ایسی خوبصورت آواز میں نے اس سے قبل نہ سنی تھی اور نہ اس کے بعد سنی۔

حضرت طفیل بن عمرو دوسیؓ کا واقعہ سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے۔ جب وہ مکہ میں آئے تو کفار کے سرداروں نے ان کا استقبال کیا اور انہیں اپنے گھر لائے اور ان کی دعوت وغیرہ کی اور کہا یہاں ایک نوجوان محمد ﷺ ہیں جس نے ہمارے درمیان تفرقہ ڈالا ہوا ہے وہ ایسا کلام پڑھتا ہے کہ بھائی بھائی سے جدا ہو جاتا ہے باپ بیٹے سے جدا ہوتا ہے لہذا جب تم باہر نکلو تو اس کی بات نہ سننا تاکہ اس کا اثر تم پر نہ ہو۔ طفیل بن عمرو دوسیؓ جب بھی باہر نکلتے تو کانوں میں روئی ٹھونس لیتے۔ ایک مرتبہ صبح کے وقت بیت اللہ میں داخل ہوئے تو ان کے کانوں کی روئی ڈھیلی ہو گئی۔ اس وقت آنحضرت ﷺ نماز میں قرآن کی تلاوت فرما رہے تھے۔ جب حضرت طفیلؓ کے کانوں میں تلاوت کی آواز پڑی تو انہوں نے اپنے آپ سے کہا کہ اس کلام کو سنا

تو جائے اگر پسند آیا تو ٹھیک ہے ورنہ چھوڑ دیں گے یہ سوچ کر انہوں نے اپنے کانوں سے روئی نکال دی اور آپ کی تلاوت سننے لگ گئے جب آنحضرت ﷺ تلاوت ختم فرما چکے اور گھر تشریف لے جانے لگے تو حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ بھی آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے چل پڑے گھر جا کر نبی کریم ﷺ نے مزید تلاوت سنائی اور تلاوت سن کر حضرت طفیل بن عمرو دوسی مسلمان ہو گئے۔

تاریخ و سیر اور احادیث کی کتب میں صراحۃً موجود ہے کہ بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس قدر خوبصورت آواز میں تلاوت قرآن فرماتے تھے کہ آسمان سے فرشتے زمین پر ان حضرات کی تلاوت سننے کے لیے اترتے تھے۔ نیز بعض روایات میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے اپنے گھر کے باہر ایک مسجد بنا رکھی تھی جب اس میں تلاوت فرماتے تو مکہ کے بچے اور عورتیں قرآن سننے کے لئے جمع ہو جاتے۔

فوائد مکبہ : اب یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ انعام کسے کہتے ہیں وہ یہ ہے کہ تحسین صوت کے واسطے جو خاص قواعد مقرر کئے گئے ہیں ان کا لحاظ کر کے پڑھنا یعنی کہیں گھٹانا۔ کہیں بڑھانا۔ کہیں جلدی کرنا کہیں نہ کرنا کہیں آواز کو پست کرنا کہیں بلند کرنا کسی کلمہ کو سختی سے ادا کرنا کسی کو نرمی سے کہیں رونے کی سی آواز نکالنا کہیں کچھ کہیں کچھ جو جانتا ہو وہ بیان کرے۔ البتہ جو بڑے بڑے اس فن کے ماہر ہیں ان کے قول یہ سننے گئے ہیں کہ اس سے کوئی آواز خالی نہیں ہوتی ضرور کوئی نہ کوئی قاعدہ موسیقی کا پایا جائے گا۔

خصوصاً جب انسان ذوق و شوق سے کوئی چیز پڑھے گا باوجودیکہ وہ کچھ بھی اس فن سے واقف نہ ہو مگر کوئی نہ کوئی نغم سرزد ہوگا اس واسطے بعض محتاط لوگوں نے اس طرح پڑھنا شروع کیا کہ تحسین صوت کا ذرہ بھر بھی نام نہ آئے۔ کیونکہ تحسین صوت کو لازم ہے نغم اور اس سے احتیاط ہے اور یہی بعض اہل احتیاط اہل عرب کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ لوگ تو گا کر پڑھتے ہیں حالانکہ یہ تحسین کسی طرح ممنوع نہیں اور نہ اس سے مفر ہے۔

شرح : نغم اور لہجہ میں یہ فرق ہے کہ جو قواعد تجوید مثلاً الفاظ کا گھٹانا بڑھانا۔ کہیں جلدی کرنا کہیں نہ کرنا۔ کہیں آواز کو پست کرنا کہیں بلند کرنا کسی کلمہ کو سختی سے ادا کرنا کسی کو نرمی سے ادا کرنا وغیرہ وغیرہ یہ حالتیں اگر پڑھنے والا آواز میں اتار چڑھاؤ اس طرح پیدا کرے جس طرح موسیقی میں کیا جاتا ہے تو اس کو انعام کہیں گے۔

دراصل حضرت مصنف علیہ الرحمۃ یہ فرما رہے ہیں کہ تجوید میں ہر بات اور تمام قواعد مکمل طور پر منقول اور علماء تجوید و قرأت سے ثابت شدہ ہیں اور اس کے برخلاف نغم میں آواز کا گھٹانا۔ بڑھانا جلدی کرنا یا نہ کرنا آواز کا پست کرنا یا بلند کرنا

کسی کلمہ کو راگ رنگ کے لحاظ سے سختی سے ادا کرنا یا نرمی سے ادا کرنا خواہ مخواہ رونے کی سی آواز میں جیسے گانا گارہا ہو کرنا یہ قواعد تجوید کے لحاظ سے بالکل غلط ہے۔

اور آگے پھر حضرت مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ موسیقی کے قواعد و ضوابط ہمیں نہیں معلوم جو اس فن سے واقف ہیں یعنی گوئیے اور راگ رنگ والے ہیں وہ ہی جانتے ہوں گے۔ ہاں البتہ ان بڑے بڑے گانے والوں کی یہ بات سننے کو ملی ہے کہ جب بھی کوئی شخص کچھ گائے گا یا پڑھے گا اس کی آواز میں کچھ نہ کچھ قاعدہ موسیقی کا ضرور ہوگا یہ الگ بات ہے کہ وہ شخص اس موسیقی کے قاعدہ سے واقف ہو یا نہ ہو۔

اور اگر پڑھنے والا پڑھتے وقت رونے کی سی آواز پیدا کرے اللہ تعالیٰ کے خوف یا عذاب کے ڈر کی وجہ سے تو یہ صورت بھی مستحسن ہے۔ نبی کریم ﷺ جب قرآن شریف پڑھتے تھے تو آیات رحمت و نعمت پر فرماتے اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ۔ اور اگر آیات عذاب پڑھتے تو فرماتے اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنَا مِنْهُمْ۔ حضرت مصنف علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ کوئی بھی آواز انعام سے خالی نہیں ہے اور خاص کر جب شوق و ذوق سے پڑھیں گے تو اس حالت میں آواز میں خود بخود ایک نغم پیدا ہو جاتا ہے۔ تو پھر بعض اہل احتیاط حضرات جو خوش آوازی سے روکتے ہیں ان کے پاس کوئی جواز نہیں کہ وہ دیگر لوگوں کو خوش آوازی سے پڑھنے سے روکیں۔ اس لیے کہ وہ خود بھی تو کسی نہ کسی لہجے میں پڑھتے ہوں گے اور ان کے لہجے میں طبعاً کسی قدر کم یا زیادہ انعام تو پایا جاتا ہوگا۔

اور خوش آوازی سے قرآن پڑھنا ممنوع تو ہو نہیں سکتا اس لیے کہ خوش آوازی سے قرآن پڑھنا واضح طور پر احادیث سے ثابت ہے جو ہم شروع فصل میں ذکر کر آئے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ نہ ہی کوئی اس کیفیت سے مکمل طور پر نکل سکتا ہے۔

فوائد مکیہ : خلاصہ اور ماہصل ہمارا یہ ہے کہ قرآن شریف کو تجوید سے پڑھنا اور فی الجملہ خوش آوازی سے پڑھے اور قواعد موسیقیہ کا خیال نہ کرے کہ موافق ہے یا مخالف اور صحت حروف اور معانی کا خیال کرے اور معنی اگر نہ جانتا ہو تو اتنا ہی خیال کافی ہے کہ مالک الملک عزوجل کے کلام کو پڑھا رہا ہوں اور وہ سن رہا ہے۔ اور پڑھنے کے آداب مشہور ہیں۔

شرح : اس پوری فصل میں جو بحث کی گئی ہے الحان اور انعام کے متعلق حضرت مصنف علیہ الرحمۃ آخر میں اس کا خلاصہ بیان فرما رہے ہیں کہ جب کوئی آواز موسیقی سے خالی نہیں ہوتی تو پھر اس بات سے بچتے رہنا کہ موسیقی کا اثر تلاوت میں نہ ہونے پائے ایک بے فائدہ چیز ہے۔ قاری کو صرف یہ کرنا چاہیے کہ قواعد تجوید کی پابندی کرے اور جہاں تک ممکن ہو خوش

آوازی سے اور عربی لہجوں میں پڑھنے کا اہتمام کرے اور اگر معنی جانتا ہے تو معنی کے مطابق وقف کرے اور معانی پر غور و فکر کرے اور اگر معانی نہیں جانتا تو تلاوت کرتے وقت صرف اس قدر ہی خیال کرے کہ اللہ جل شانہ کا کلام پڑھ رہا ہوں اور وہ سن رہے ہیں اور قاری دوران تلاوت درج ذیل خوبیوں کو ملحوظ خاطر رکھے۔

نمبر شمار	محاسن	تعریقات
۱	ترتیل	ظہر ظہر کر قرآن پڑھنا
۲	تجوید	حروف کو مخارج سے مع جمع صفات کے ادا کرنا
۳	تبيين	ہر حرف کو صاف صاف پڑھنا
۴	ترتیل	حروف کو ہموار کر کے پڑھنا
۵	تحسین	لحن عرب کے موافق حسن صوت سے مع تجوید کے پڑھنا
۶	توقیر	خشوع و خضوع اور وقار سے پڑھنا

علامہ جزریؒ نے اپنے قول میں ان محاسن کی جانب اس طرح اشارہ فرمایا ہے ۔

مُكْمِلًا مِّنْ غَيْرِ مَا تَكَلَّفُ

بِاللُّطْفِ فِي النُّطْقِ بِالتَّعَسُّفِ

وَلَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ تَرْكِهِ

إِلَّا رِيَاضَةُ أَمْرٍ بِفَكِّهِ

ترجمہ: ”اس حال میں کہ وہ قاری کامل ادا کرنے والا ہو بغیر کسی تکلف کے ادا میں عمدگی کے ساتھ بغیر بے راہ ہونے کے۔ اور نہیں ہے اس تجوید کے درمیان اور اس کو چھوڑنے کے فرق مگر آدمی کا ریاضت کرنا اپنے منہ کے ساتھ۔“
قرآن کریم کی تلاوت کے دوران درج ذیل عیوب سے بچنا ضروری ہے۔

نمبر شمار	عیوب	توضیح	حکم
۱	ترغید	مد اور حرکت میں آواز کو ہلانا	مکروہ
۲	تنفیش	حرکات کا پورا نہ کرنا	مکروہ

۳	تجیل	اس طرح جلدی پڑھنا کہ حروف جدا جدا سمجھ نہ آئیں	حرام
۴	تطنین	گنگنی آوازیں پڑھنا	حرام
۵	تمیز	ہر حرف کے ساتھ ہمزہ کو ملا دینا	حرام
۶	تطویل	حرکات اور مدات کو حد سے زیادہ کھینچنا	حرام
۷	ہمسمہ	مشدد حرف کو مخفف اور مخفف کو مشدد پڑھنا	حرام
۸	زمزمہ	گانے کے طریقے پر پڑھنا تجوید کے ساتھ	مکروہ تحریمی
۹	زمزمہ	گانے کے طریقے پر پڑھنا تجوید کے خلاف	حرام

تلاوت قرآن پاک کے دوران درج ذیل آداب کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

(۱) پڑھنے والا پاک صاف ہو۔ با وضو ہو کر پاک جگہ قبلہ رو بیٹھے۔

(۲) قرآن مجید خوش آوازی سے پڑھے۔

(۳) قرآن مجید نہایت خشوع و خضوع سے پڑھے۔

(۴) قرآن مجید کو دیکھ کر پڑھے کہ یہ زبانی پڑھنے سے افضل ہے۔

(۵) اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر پڑھے۔

قرآن کو دیکھ کر قرأت کرنا حفظ کے اعتماد پر قرأت کرنے سے افضل ہے کیونکہ مصحف کا دیکھنا بھی ایک عبادت ہے امام نوویؒ فرماتے ہیں ”ہمارے اصحاب کا یہی قول ہے اور سلفؒ بھی اسی بات کے قائل تھے۔ اور میں نے اس بارہ میں کوئی اختلاف نہیں دیکھا ہے۔“

اور اگر یہ کہا جاتا تو بہت اچھا ہوتا کہ اس بارہ میں مختلف حکم ہیں۔ جس شخص کا خشوع اور تدبیر حفظ اور ناظرہ پڑھنے کی دونوں حالتوں میں یکساں رہتا ہے اس کے لئے مصحف دیکھ کر پڑھنا اچھا ہے اور جس کو حفظ سے پڑھنے میں بہ نسبت مصحف میں نظر جما کر پڑھنے سے غور و فکر اور خشوع قلب کا زیادہ لطف آتا ہے اسے حفظ ہی کے ساتھ پڑھنا بہتر ہے۔

قرآن کو دیکھ کر قرأت کرنے کا ثواب زیادہ ہونے کی دلیل وہ قول ہے جس کو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب شعب الایمان میں اوس الثقفی کی مرفوع حدیث سے روایت کیا ہے کہ ”بغیر مصحف کو دیکھے ہوئے قرأت کرنے کے ہزار درجے ہیں تو مصحف کو دیکھ کر پڑھنے سے دو ہزار درجے ملتے ہیں۔“

اور امام ابو عبیدہؒ نے صحیح سند کے ساتھ یہ حدیث روایت کی ہے کہ ”ناظرۃ قرآن خوانی کو حفظ کے ساتھ قرآن پڑھنے پر

وہی فضیلت ہے جو فرض نماز کو نفل نمازوں پر فضیلت حاصل ہے۔

امام بیہقیؒ نے ابن مسعودؓ سے مرفوعاً روایت کی ہے ”جس شخص کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھنے میں مسرت حاصل ہوتی ہو اسے چاہیے کہ مصحف میں دیکھ کر قرأت کرے۔“

اور امام بیہقیؒ اس کو منکر حدیث بتاتے ہیں پھر امام بیہقیؒ ہی ابن مسعودؓ سے سند حسن سے موقوفاً روایت کرتے ہیں کہ ”ادِیْمُوا النَّظَرَ فِی الْمُصْحَفِ“

اور امام زرکشیؒ نے اپنی کتاب البرہان میں امام نوویؒ کی اس تمام بحث کو دو قول بیان کر کے پھر خود ایک تیسرا قول یہ بیان کیا ہے کہ یادداشت سے قرآن کا پڑھنا مطلقاً افضل ہے۔ اور ابن عبدالسلامؒ نے اس بات کو پسند کیا ہے کیونکہ حفظ سے پڑھنے میں جس خوبی کے ساتھ مطالب کلام الہی پر غور و فکر کیا جاسکتا ہے اس خوبی کے ساتھ ناظرہ خوانی میں کبھی ممکن نہیں۔

(۶) قرآن مجید ختم کر کے دوبارہ شروع کرتے ہوئے مُفْلِحُونَ تک پڑھنا افضل ہے۔

ایک قرآن ختم کرتے ہی دوسرا قرآن شروع کر دینا مسنون ہے اس بارے میں ترمذی کی یہ حدیث سند قوی گئی ہے۔

أَحَبُّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى الْحَالُ الْمُرْتَحِلُ الَّذِي يَعْزُبُ مِنْ أَوَّلِ الْقُرْآنِ إِلَى آخِرِهِ كُلِّمَا أَحَلَّ أَرْتَحَلَ

ترجمہ: ”اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ کلام اس شخص کا ہے جو قرآن کو شروع کر کے اسے پڑھتا ہے اور جب اس کے خاتمہ پر پہنچتا ہے تو پھر اس کا آغاز کرتا ہے۔“

اور دارمی نے سند حسن کے ساتھ بواسطہ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ جس وقت قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھ چکے تو اَلْحَمْدُ سے پھر شروع کر دیتے اور اس کو پڑھ لینے کے بعد سورۃ البقرہ

سے بھی اَوَّلَیْکَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ تک قرأت فرماتے اور اس کے بعد ختم قرآن کی دعا فرما کر اٹھتے۔

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ ۖ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْطَعُ قِرَاءَتَهُ - (رواہ الترمذی)

ترجمہ: ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قرأت کو جدا جدا کر کے

پڑھتے تھے ایسے ہی ایک دوسری حدیث ہے۔

”عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ ۖ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَهُ مَفْسَّرَةً حَرْفًا حَرْفًا“ (رواہ

الترمذی)

ترجمہ: ”ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی قرأت کا ایک ایک حرف واضح اور الگ الگ ہوتا تھا۔“

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی متفق علیہ حدیث میں حضرت براء بن عاذبؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو عشاء کی نماز میں سورت التین والزیتون پڑھتے سنا۔ میں نے آپ سے زیادہ اچھی آواز والا کوئی نہیں سنا۔ (مشکوٰۃ)

ام مہدیؓ آپ ﷺ کی شیریں کلامی اور خوش آوازی کا بیان اس طرح کرتی ہیں **حَلُّوْا الْمَنْطِقَ** یعنی آپ شیریں گفتار تھے **فَصْلٌ** الفاظ جدا جدا بولتے تھے۔ **لَا نَذَرُ وَلَا هَذَرُ** کوئی بھی لفظ بے مزہ یعنی فصاحت سے گرا ہوا اور بیہودہ یعنی خلاف تہذیب نہ ہوتا۔ **كَانَ مَنْطِقُهُ خَرَزَاتِ نَظْمٍ** آپ کی گفتار پروئے ہوئے موتیوں کی طرح ہوتی۔ **وَكَانَ جَهِيْرُ الصَّوْتِ حُسْنُ النِّعْمَةِ** اور آپ ﷺ بلند آواز اور نہایت خوش الحان تھے۔ (بخاری)

اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو مبعوث نہیں کیا۔ مگر خوبصورت چہرے والا اور خوش آواز تمہارے نبی محمد ﷺ ان سب سے زیادہ خوبصورت اور خوش آواز تھے۔

(۷) قرآن مجید ختم ہونے پر دعا مانگے کہ اس وقت دعا قبول ہوتی ہے۔

امام طبرانیؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی نسبت روایت کی ہے کہ جس دن وہ قرآن ختم کیا کرتے تو اپنے کنبہ والوں کو جمع کر کے اللہ سے دعا مانگا کرتے تھے حضرت ابن ابی داؤدؒ نے حضرت حکم بن عتیبہؒ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا مجھ کو حضرت مجاہدؒ نے بلوا بھیجا میں گیا تو ان کے پاس حضرت ابن ابی امامہؒ بھی موجود تھے حضرت مجاہدؒ اور حضرت ابن ابی امامہؒ دونوں نے مجھ سے کہا ہم نے تم کو اس لیے بلوایا ہے کہ ہم قرآن ختم کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اور ختم قرآن کے وقت دعا قبول کی جاتی ہے اور مجاہدؒ ہی سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا حضرات صحابہؓ ختم قرآن کے وقت اکٹھے ہو جایا کرتے تھے اور مجاہدؒ کہتے ہیں کہ ختم قرآن کے وقت رحمت کا نزول ہوتا ہے۔

طبرانیؒ میں ایک حدیث جو حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً آئی ہے کہ جس شخص نے قرآن ختم کیا اس کے لیے ایک قبول ہونے والی دعا ہے۔ اور شعب الایمان میں حضرت انسؓ کی حدیث مرفوعاً مروی ہے جس شخص نے قرآن ختم کر کے اللہ کی حمد کہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا۔ اور اپنے پروردگار سے مغفرت مانگی تو بیشک اس نے اچھے موقع پر اپنی بہتری طلب کی۔

قرآن کریم کی تلاوت کرنے کے بعد ہر حافظ۔ قاری۔ مقلی۔ عالم۔ طالب علم کو یہ دعا کرنی چاہیے:

اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِيْ بِالْقُرْآنِ الْعَظِيْمِ وَاجْعَلْهُ لِيْ اِمَامًا وَنُورًا وَهُدًى وَرَحْمَةً ط اَللّٰهُمَّ

ذَكِّرْنِي مِنْهُ مَا نَسِيتُ وَعَلِّمْنِي مِنْهُ مَا جَهِلْتُ وَارْزُقْنِي تِلَاوَتَهُ اِنَّاءَ اللَّيْلِ وَ
اَطْرَافَ النَّهَارِ وَاجْعَلْهُ لِي حُجَّةً يَارَبَّ الْعَالَمِينَ -

ترجمہ: ”اے اللہ! یاد کر دے مجھ پر قرآن عظیم کی وجہ سے۔ اور بنا دے میرے لیے اس قرآن کو امام۔ نور۔ ہدایت اور رحمت اے اللہ! یاد کر دے مجھ کو اس سے جو میں بھول گیا ہوں۔ اور سکھا دے مجھ کو جو میں نہیں جانتا۔ اور توفیق دے مجھ کو اس کی دن رات تلاوت کرنے کی اور بنا دے اس کو میرے لیے حجت۔ اے رب العالمین!“
(فضائل القرآن الشیخ ابو منصور مظفر بن حسین ارجانی علیہ الرحمہ)

فوائد مکیہ :

الفہ (الشیخ المقرئ) عبد الرحمن بن محمد بشیر خان عفا اللہ عنہ وعن والدیہ

شرح : یہاں آ کر کتاب فوائد مکیہ اختتام پذیر ہوئی اور حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے اپنے اور اپنے والدین کے لیے اللہ تبارک تعالیٰ سے مغفرت کی دعا مانگی ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مصنف علیہ الرحمہ آپ کے بھائیوں یعنی شیخ العرب والعجم حضرت استاذ الاساتذہ سیدنا قاری عبد اللہ کی ”صدر مدرس مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ اور استاذ القراء حضرت قاری حبیب الرحمن صاحب لکھنوی مکی مدرس مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ اور آپ کے والدین ماجدین نیز آپ کے تمام اساتذہ کرام اور تمام خادمین قرآن پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔

اور راقم کی دعا بھی اسی ذیل میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فوائد مکیہ کی مانند اس کی شرح کو بھی اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اس میں موجود قلمی لغزشوں کو معاف فرمائے اور اسے روز محشر میرے لئے میرے والدین ماجدین اور میرے جملہ اساتذہ کرام کے لئے باعث نجات بنائے۔ آمین

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰی سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ
وَ الْمُرْسَلِينَ وَ عَلٰی اٰلِهِ وَ اَصْحَابِهِ اَجْمَعِينَ

خادم القرآن والقراءات

محمد ادریس العاصم

ذی الحجہ ۱۴۲۳ھ / فروری ۲۰۰۳

کتابیات

حرف الالف

علامہ جلال الدین السیوطی	الاتقان فی علوم القرآن
علامہ مکی بن ابی طالب حموش القیس	الابانۃ عن معانی القراءات
شیخی واستاذی الشیخ اظہار احمد التھانوی	امانیہ شرح الشاطبیہ
شیخی واستاذی الشیخ اظہار احمد التھانوی	ایضاح المقاصد شرح رائیہ
الدکتور ابراہیم انیس	الاصوات اللغویہ
امام غزالی علیہ الرحمہ	احیاء علوم الدین
شیخ علی محمد الضباع المصری	ارشاد المرید شرح الشاطبیہ
حضرت قاری عبدالرحمن الحکی	افضل الدرر شرح رائیہ
امام عبدالرحمن بن اسماعیل بن ابراہیم المعروف بابی شامہ المقدسی	ابرار المعانی شرح الشاطبیہ
الدکتور محمد محمد	ارشاد الطالبین الی ضبط الکتاب
سالم خسیں	المبین
ابوبکر محمد بن القاسم بن بشار الانباری	الایضاح فی الوقف والابتداء
حضرت مولانا قاری محمد اشرف علی التھانوی	امداد الفتاوی
الشیخ القاری المقرئ ابراہیم سعد بن علی الشافعی المصری	اعاشۃ المملووف فی عدد صفات الحروف

حرف الباء

الشیخ عبدالفتاح القاضی المصری	البدور الزاهرہ فی القراءات العشر المواترہ
امام بدر الدین محمد بن عبداللہ الزرکشی	البرہان فی علوم القرآن
محمود بن حمزہ نصر الکرمانی	البرہان فی توجیہ متشابہ القرآن
شیخ علی محمد الضباع المصری	السمیجۃ الرضیہ شرح الدرۃ المصنیۃ

حرف التاء

تحفة الاطفال	علامہ سلیمان الجزوری
الحقیق الحلی فی تحقیق النون الحلی	خاتمة القراء الشيخ القاری عبدالرحمن کئی
تفسیر انوار التنزیل و اسرار التأویل المعروف بتفسیر بیضاوی	علامہ ناصر الدین ابی الخیر عبداللہ بن عمر المیدھاوی
تفسیر جلالین	علامہ جلال الدین محمد بن احمد الحلی و علامہ جلال الدین عبدالرحمن السیوطی
توضیحات مرضیہ حواشی فوائد مکيه	حضرت قاری المقری محمد شریف صاحب
تنویر المراءات شرح ضیاء القراءات	حضرت مولانا قاری محبت الدین احمد
تلخیص القواعد و تقریب المتعاضد شرح عقيلة ارباب القصائد	العلامة ابو القاسم علی بن عثمان بن محمد بن احمد بن الحسن القاصح العذری البغدادی
توضیح العشر فی طبیة النشر	الشیخ القاری عبداللہ مراد آبادی
التمهید	الشیخ محمد بن محمد بن محمد الجزری
التمهة السمودیة فی تجوید الکلمات القرآنیة	الشیخ ابراهیم بن علی بن علی شحاتة السمودی
تاریخ القرآن	الشیخ ابراهیم الابیاری
تاریخ المصحف الشریف	الشیخ عبدالفتاح القاضی المصری
التمهیر فی القراءات السبع	العلامة ابو عمر عثمان بن سعید بن عثمان الدانی الاندلسی
تذکرہ قاریان ہند	کرئل قاری مرزا بسم اللہ بیگ
تعلیقات مالکیہ حاشیہ فوائد مکيه	استاذ القراء والمجودین القاری المقری الشیخ محمد عبدالماک
تسهيل البیان حاشیہ جمال القرآن	الشیخ القاری المقری محمد حفظ الرحمن پرتاپ گڑھی
تسهيل القواعد	الشیخ القاری المقری فتح محمد پانی پتی
تسهيل الفرقان بر جمال القرآن	الشیخ القاری محمد یامین صاحب
تیسیر التمجید	الشیخ القاری المقری محمد عبدالحق سہارنپوری
ترجمہ المقدمة الجزریة	الشیخ القاری محبت الدین احمد صاحب

حرف الجیم

الجواهر النقیة شرح المقدمة الجزریة شیخی و استاذی القاری اظہار احمد اتھانوی

جامع الترمذی	امام محمد بن عیسیٰ الترمذی
جامع البیان العلم وفضلہ	امام ابن عبد البر
جامع الوقف مع معرفۃ الوقوف	قاری محبت الدین احمد صاحب
جمال القراء وکمال الاقراء	امام علم الدین علی بن محمد السخاوی
عمال القرآن	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی التھانوی

حرف الحاء

لمحرز الامانی ووجہ التھانی المعروف الشاطبیہ	علامہ ابوالقاسم فیہ بن خلف الشاطبی الرعینی الاندلسی
لنواشی المفہمہ شرح المقدمة الجزریہ	علامہ احمد بن محمد بن محمد بن محمد الجزری
نواشی جدیدہ بر جمال القرآن	شیخ و استاذی القاری اظہار احمد التھانوی
نواشی مفیدہ بر تیسیر التوہید	شیخ و استاذی القاری اظہار احمد التھانوی
نواشی منفردہ بر ہدیۃ الوحید	شیخ و استاذی القاری اظہار احمد التھانوی
تق التلاوۃ علی روایات حفص و قالون وورش	الشیخ حسی شیخ عثمان
نواشی مرضیہ بر فوائد مکیہ	الشیخ القاری محبت الدین احمد صاحب
نواشی بر فوائد مکیہ	الشیخ القاری محمد سعید اجراؤوی
نواشی بر فوائد مکیہ	الشیخ القاری حفظ الرحمن پرتاپ گڑھی

حرف الخاء

خلاصۃ البیان فی تجوید القرآن	الشیخ القاری ضیاء الدین احمد صدیقی

حرف الدال

لدرۃ المہدیہ	امام محمد بن محمد بن محمد الجزری
لدراری شرح الدرۃ المہدیہ	شیخ و استاذی القاری اظہار احمد التھانوی
الدقائق الحکمہ شرح المقدمة الجزریہ	شیخ الاسلام والمسلمین محمد زکریا الانصاری

حرف الراء

فضيلة الدكتور محمد سالم الخسين
امام مكي بن ابى طالب القيسي
علامة سيد سلمان منصور پوري

الرائد في تجويد القرآن
الرعاية في التجويد
رحمة اللعالمين

حرف السين

امام سليمان بن اشعث جستانی
امام ابى عبد الله محمد بن يزيد بن ماجه
امام عبد الله بن عبد الرحمن الدارمي
امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعيب النسائي
امام احمد بن الحسين البيهقي

سنن ابى داود
سنن ابن ماجه
سنن دارمي
سنن النسائي
سنن الكبري

العلامة ابو القاسم علي بن عثمان بن محمد بن احمد بن الحسن القاسم العذري البغدادي
شيخ علي محمد الضباع المصري
ابو محمد عبد الملك بن هشام بن ايوب الحميري

سراج القاري المبتدي وتذكار المقرئ المنتهي شرح الشاطبي
سمير الطالبيين في رسم وضبط الكتاب المبين
السيرة النبوية المعروفة سيرة ابن هشام

حرف الشين

الشيخ قاضي عياض
علامة احمد بن محمد بن محمد بن محمد الجزري
الشيخ ابو محمد عيسى الاسلام پاني پتي

الشفاء بتعريف حقوق المصطفى
شرح طيبة النشر
شرح سبعة قراءات

حرف الصاد

امام محمد بن اسماعيل البخاري
امام مسلم بن الحجاج القشيري نيشاپوري
الشيخ علي محمد الضباع المصري

صحيح البخاري
صحيح المسلم
صريح النص في الكلمات المختص فيها عن حفص

حرف الضاد

ضیاء الشمس فی اداء الھمس
 ضیاء القراءۃ
 الشیخ القاری محمد یامین صاحب
 الشیخ القاری ضیاء الدین احمد صدیقی

حرف الطاء

طبیۃ النشر
 امام محمد بن محمد بن محمد الجزری

حرف العین

عنایات رحمانی شرح الشاطبی
 عقیلۃ اتراب القصائد فی اسنی المقاصد
 عذار القرآن
 العطایا الوھبیۃ شرح المقدمة الجزریۃ
 عین الفکرۃ حاشیۃ القدمۃ الجزریۃ
 عنوان البیان فی علوم التبیان
 علوم القرآن
 علوم القرآن
 الشیخ القاری المقرئ فتح محمد پانی پتی
 العلامة ابو القاسم بن فیرہ بن خلف الرعینی الاندلسی
 الشیخ القاری محمد اسماعیل پانی پتی
 الشیخ القاری محمد رحیم بخش صاحب
 الشیخ القاری مفتی نصیر الدین نعمانی
 الشیخ محمد حسنین الخلوف
 حضرت مولانا شمس الحق افغانی
 حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ

حرف الغین

غلیۃ النہایۃ فی طبقات القراء
 غیث النفع فی القراءات السبع
 امام محمد بن محمد بن محمد الجزری
 الامام ابو الحسن علی النوری الصفاقی

حرف الفاء

فضائل القرآن
 فصل الخطاب فی فضل الخطاب
 فیضان رحمت
 الشیخ اسماعیل بن کثیر کی القریشی الدمشقی
 نواب سید محمد صدیق حسن خان صاحب
 مولانا امداد صابری صدیقی

القواعد التجويدية في شرح المقدمة الجزرية	الشيخ العلامة عبدالرزاق بن علي بن ابراهيم موسى
فيوض عثمانى شرح فصول الكبرى	الشيخ مولانا المولوى عبدالرب ميرٹھی
فضائل القرآن	الشيخ ابو عبیدہ القاسم بن سلام الہروی
فضائل القرآن	الشيخ ابو بكر جعفر بن محمد بن الحسن الفريابي
فضائل القرآن	الشيخ ابو منصور مظفر بن حسين ارجاني
فتاوى نذيرية	حضرت الشيخ مولانا علامہ سيد نذير حسين صاحب دہلوی
فوائد مرضية شرح المقدمة الجزرية	الشيخ القاري محمد سليمان ديوبندي
الفهرست	العلامة ابن ندیم

حرف الكاف

اللوکب الدرر في شرح طيبة ابن الجزري	الشيخ محمد الصادق القحادي
كتاب القطع والانتاف	الشيخ ابو جعفر النحاس

حرف القاف

قواعد التجويد على رواية حفص عن امام عاصم	الشيخ عبدالعزيز بن عبدالفتاح القاري

حرف اللام

لغات في علوم القرآن	الشيخ محمد بن لطفی الصباغ

حرف الميم

المقدمة الجزرية	امام محمد بن محمد بن محمد الجزري
المخ الفكريه شرح المقدمة الجزرية	الشيخ ملا علي القاري الہروی
منار المصدى في بيان الوقف والابتداء	الشيخ احمد بن محمد بن عبد الكريم الاشموني
منابل العرفان في علوم القرآن	الشيخ محمد عبد العظيم الزرقاني
المكتفى في الوقف والابتداء	العلامة ابو عمر عثمان بن سعيد الداني
المرآة النيرة في حل الطيبة	الشيخ القاري محمد رحيم بخش صاحب

المقتبس من اللجات العربيه والقرآنیه
مباحث فی علوم القرآن
مرشد المرید الی علم التجوید
منہ ذی الجلال فی شرح تحفۃ الاطفال
مفید الاقوال فی شرح تحفۃ الاطفال
مفتاح الکمال فی شرح تحفۃ الاطفال
المرشد الوجیز الی علوم تتعلق بالکتاب العزیز
المقصد فی الوقف والابتداء
المنجد
مصباح اللغات

الدکتور محمد محمد سالم خمیسین
الدکتور صبحی الصالح
الدکتور محمد محمد سالم خمیسین
الشیخ علی محمد الضباع المصری
القاری محمد حسین مالکانوی
الشیخ القاری فتح محمد پانی پتی
شہاب الدین عبد الرحمن بن اسماعیل بن ابراہیم المعروف بابی شامہ المقدسی
شیخ الاسلام محمد زکریا الانصاری
الاب لوکس معلوف الیسوعی
ابو الفضل مولانا عبد الحفیظ بلیادی

حرف النون

امام محمد بن محمد بن محمد الجزری
الشیخ العلامة محمد بن نصر
علامہ محمد غوث بن ناصر الدین الشافعی
الشیخ المولانا عبدالحی القرطبی المحلی

النشر فی القراءات العشر
نہایہ القول المفید فی علم التجوید
نثر المرجان فی علوم القرآن
نزہۃ الخواطر

حرف الهاء

شیخ وسندی واستاذی عبدالفتاح السید العجمی المرصفی المصری
الشیخ القاری المقرئ محمد عبد المالك العلیگوہی
الشیخ القاری المقرئ کرامت علی الجونیوری

ہدایہ القاری الی تجوید کلام الباری
ہدایہ العباد فی تحقیق تلفظ الضاد
ہندی شرح الجزری



فہرست مضامین

121	صفات لازمہ متضادہ	4	عرض شارح
123	ضیاء الشمس فی اداء الہمس (رسالہ)	6	مذرہ صولتیہ کی تاریخ
	حضرت مصنفؒ نے صفت اذلاق اور اصمات کو	10	سوانح حیات حضرت مصنفؒ
141	کیوں بیان نہیں کیا؟	35	مقدمہ الکتاب
142	صفات لازمہ غیر متضادہ	49	تجوید کا ثبوت قرآن حکیم سے
151	مراتب صفات	51	تجوید کا ثبوت حدیث سے
158	چوتھی فصل: ہر حرف کی صفات لازمہ کا بیان	53	تجوید کا ثبوت قیاس سے
167	پانچویں فصل: صفات ممیزہ کے بیان میں	54	تجوید کے اثبات میں علماء قراءات کے اقوال
170	صفات ممیزہ کے بیان میں حضرت مصنفؒ کا مخصوص انداز	65	واضعین فن
176	حرف ضاد سے متعلق حضرت مصنفؒ کا اپنا مضمون	66	فن تجوید میں تصانیف
178	رسالہ: مسئلہ دو ادو ضاد دلائل کی روشنی میں	70	قرآن کو خوش آوازی سے پڑھنا
	ضاد کے متعلق حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین صاحبؒ		
182	کاف توئی	75	باب اول
186	رسالہ: ہدایۃ العباد الی حقیقۃ النطق بالضاد	81	فصل اول: استعاذہ اور بسملہ کے بیان میں
195	حرف ضاد کی اداء سے متعلق علماء حرمین سے استفتاء	85	بسملہ سے متعلق حضرت مصنفؒ کا تحریر کردہ اپنا مضمون
	باب دوم:	85	سورۃ البراءۃ پر بسملہ نازل نہ ہونے کے عقلی دلائل
200	پہلی فصل: تنخیم اور ترتیق کا بیان	91	دوسری فصل: مخارج کے بیان میں
202	الف کی تنخیم و ترتیق	93	حروف فرعیہ کی بحث
203	لفظ اللہ کے لام کی تنخیم و ترتیق	98	دانتوں کا بیان
206	راء کوہر اور باریک پڑھنے کا بیان	101	حرف ضاد سے متعلق حضرت مولانا قاری حفظ الرحمنؒ
241	مختلف فیراءات بلحاظ تنخیم و ترتیق	104	”کی تحقیق“
220	دوسری فصل: نون ساکن اور تنوین کے بیان میں	111	کیا طرف لسان میں لام نون راء تینوں حروف داخل ہیں
221	تنوین کی اقسام	112	غنة آئی - غنة مانی
223	اظہار کے معنی - تعریف اور قاعدہ	117	حضرت مصنفؒ کا غنة سے متعلق تحریر شدہ مضمون
225	ادغام کے معنی - تعریف اور قاعدہ	118	تعداد مخارج میں اختلاف حضرت مصنفؒ کی نظر میں
			تیسری فصل: صفات کے بیان میں

274	ادغام متجانسین اور متقاربین میں ادغام ناقص	226	ادغام بلا غنہ
277	موانع ادغام	230	ایک علمی اشکال اور اس کا جواب
279	لام تعریف کے اظہار کا قاعدہ	231	ادغام بالغنہ
281	لام تعریف کے ادغام کا قاعدہ	234	اقلاب کے معنی - تعریف اور قاعدہ
283	روایت حفصؓ میں حرفوں کے مدغم و مدغم فیہ	236	اخفاء کے معنی - تعریف اور قاعدہ
288	سکتہ کا بیان - تعریف اور اقسام	239	اخفاء کی اقسام
292	ساتویں فصل: ہمزہ کے بیان میں	240	رسالہ: التذقیق الجلی فی تحقیق الہی
293	ہمزہ قطعی - وصلی - قواعد ہمزہ - تحقیق		ادغام اور اخفاء میں بنیادی فرق اور حضرت مصنفؒ
294	تسہیل - تعریف - اقسام	249	کی عبارت میں فی غیرہ اور عند غیرہ کی وضاحت
296	ابدال - تعریف	250	تیسری فصل: میم ساکن کا بیان
298	حذف	251	میم ساکن کے ادغام کا قاعدہ
299	جملہ کی اقسام	252	میم ساکن کے اخفاء کا قاعدہ
300	ابدال	254	میم ساکن کے اظہار کا قاعدہ
301	ہمزہ ساکنہ منفردہ کا قاعدہ	256	بوف کا قاعدہ
302	اسم - فعل اور حرف کے ہمزہ کے قواعد	257	چوتھی فصل: حروف غنہ کے بیان میں
308	ہمزہ وصلی کے متعلق ایک علمی بحث	258	غنہ کی اقسام
309	آٹھویں فصل: حرکات کی ادا کے بیان میں	260	پانچویں فصل: ہائے ضمیر کے بیان میں
314	امالہ کیا ہے؟	262	ہائے ضمیر کسور و مضموم کا قاعدہ
	باب سوم:	263	ہائے ضمیر میں صلہ کا قاعدہ
318	پہلی فصل: اجتماع ساکنین کے بیان میں	265	ہائے ضمیر میں عدم صلہ کا قاعدہ
319	اجتماع ساکنین علی حدہ اور علی غیر حدہ	266	ہائے ضمیر پر وقف کا بیان
320	حذف کا قاعدہ	267	چھٹی فصل: ادغام کے بیان میں
322	کسرہ دینے کا قاعدہ	268	ادغام کی اقسام
323	ضمہ دینے کا قاعدہ	269	باعتبار کیفیت ادغام کی اقسام - ادغام مثلین
324	فتحہ کا قاعدہ	270	ادغام کی متجانسین
326	بنس الاسم الفسوق	272	ادغام متقاربین
327	نون قطعی	273	ادغام تام

393	وقف بلحاظ احوال قاری	329	دوسری فصل: مد کے بیان میں
394	وقف بلحاظ معنی۔ وقف تام	330	مد کی تعریف۔ حدیث سے ثبوت۔ مد فرعی
395	وقف کافی	331	مد متصل
396	وقف حسن۔ وقف قبیح	332	مد منفصل
398	اقسام وقف بلحاظ موقوف علیہ	334	مد عارض وقتی
400	وقف بالاشام۔ وقف بالروم	336	مد لازم
404	الظنوننا۔ الرسولا۔ السیلا	338	حروف مقطعات کی اقسام سے متعلق ایک بحث
410	ابتداء کی اقسام	342	مد لازم حرنی مشغل۔ مد لازم حرنی مخفف
412	وقف۔ سکتہ اور قطع میں فرق	345	مد لازم کلمی مشغل۔ مد لازم کلمی مخفف
416	وقف علی مرسوم الخط کے معنی	349	مد کی اہمیت و توجیہات اور مختلف اقسام مد پر بحث
	خاتمہ	351	مدود کے دیگر نام و اقسام اور ان کی توضیح
	پہلی وصل: قاری مقری کے لیے کون سے علوم	352	تیسری فصل: مقدار اور اوجہ مد کے بیان میں
428	جاننا ضروری ہے؟	357	وقفی وجوہ بنانے کا طریقہ
431	خط اور رسم الخط کا فرق	357	الرحیم اور الرحیم کی وجوہ
432	دوری نبوی صلی اللہ علیہ وسلم جمع و تدوین کا دور اول	359	الرحیم اور الرحیم کی اڑتالیس وجوہ
433	جمع و تدوین کا دوسرا دور خلافت صدیقی	363	وصل اول فصل ثانی میں عقلی وجوہ
435	جمع و تدوین کا تیسرا دور خلافت عثمانی	366	صحیح وجوہ نکالنے کا ضابطہ
439	مصحف سے متعلق مزید تسہیلی امور	373	مد متصل اور مد منفصل میں آئمہ قراءات کا معمول
442	مبادی علم قرآءت	377	بارہ وجوہ لا کے دو الف کے ساتھ
444	سات لغتوں سے کیا مراد ہے؟	378	بارہ وجوہ لا کے ڈھائی الف کے ساتھ
445	قراء عشرہ اور ان کے رواۃ کے مختصر حالات	379	بارہ وجوہ لا کے چار الف کے ساتھ
449	علم قرآءت سے متعلق مزید مفید ابحاث	381	یشاء۔ قروء اور نسیء کی وقتی وجوہ
450	قرآءات شاذہ	387	چوتھی فصل: وقف کے احکام میں
452	دوسری فصل: الحان اور انغام	389	وقف کی تعریف
459	تلاوت قرآن کے آداب	390	لغوی تحقیق۔ اصطلاحی معنی۔ علم وقف کا موضوع
463	کتابیات	391	اوقاف معتبرہ کی تفصیل
470	فہرست مضامین	392	وقف کی اقسام

الحمد لله

علوم تجوید و قراءات کے فروغ کے لئے کوشاں

قراءت الکیڈمی

ہماری پہچان

معیاری

دیدہ زیب

مستند اور

اعلیٰ طباعت کی حامل کتب

28- الفضل مارکیٹ 17- اُردو بازار- لاہور

فون نمبر : 7122423